سید سعید احمد شاہ

قادری محبی مجیبی

گورکھپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والمنۃ کہ از کلام فیض نظام حضرت کرسی نشین ولایت زبدۃ الکاملین فخر الواصلین
شفیع المریدین برگزین زمن حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن پھلواروی قدس اللہ سرہ العزیز

دفتر اول

دیوان فرد

بسرپرستی

حضرت زبدۂ ارباب مجد وحالات صاحب قوت قدسیہ خصائل ملکیہ قدوۃ السالکین
مولانا شاہ محمد بدر الدین صاحب قادری جعفری زینبی سجادہ مجیبیہ پھلواروی مدظلہ العالی

بسعی جمیلہ

مجمع کمالات صوری ومعنوی جناب حکیم محمد شعیب صاحب حنفی مجیبی پھلواروی سلمہ اللہ القوی
از اہتمام خاکپائے انام خواجہ عبد الواحد غفر اللہ الماجد در ماہ ذی الحجہ ۱۳[illegible]ھ

حیاتِ فرد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاعری دُنیا مین تصوّف کی دلفریب انداز کے موجد جس اعلےٰ پایہ پر سعدیؒ حافظؒ خسروؒ جامیؒ ہوئے ہین اُسی پایہ پر حافظؒ کے دلربایانہ اندازِ نظم کی پیروی کرنے والے اور اعلیٰ مشق بہم پہونچا کر حافظ کے رنگ مین رنگ ملا دینے والے سرزمین ہند مین پورب کے اعلیٰ طبیعتدار میری متبرک قصبہ پھلواری کے مقدس بزرگ **حضرت فرد** ہین۔ یہ وہ نام ہی جس سے ہندوستان خصوصًا صوبہ بہار کے کم ایسے لوگ نکلینگے جنھین واقفیت نہوگی اور کم ایسی جگہہ ہوگی جہان یہ متبرک نام عزت کے ساتھ لیا نجاتا ہو۔ بلکہ حسن قدرت کے وزنی لفظون مین حافظؒ جامیؒ سعدیؒ خسروؒ یاد کیے جاتے ہین اُنھین لفظونمین **فرد الاولیا** کا متبرک نام بھی لیا جاتا ہے اور جسطرح شعرا کی جماعت مین **فرد الاولیا** کی پاک ذات قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اسیطرح صوفیون مین بلکہ اُس سے کہین زیادہ آپکا اعزاز کیا جاتا ہے۔ اور یہ اسلیے کہ جو پایہ آپ اعلیٰ طبیعتداری کے سبب شاعری مین رکھتے تھے اُس سے کہین بڑھکر تصوّف مین ذاتی وخاندانی حیثیت سے آپ کو حاصل تھا۔ خاندانی حیثیت تو یہ تھی کہ آپ حضرت امام الشہدا سید الشجاع ذوالجناحین سیدنا **جعفر طیار** رضی اللہ عنہ کے بہترین احفاد سے تھے۔ اور سونے پر سہاگا یہ کہ آپ آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم شاہ **محمد مجیب اللہ** قادری قلندر جعفری زینبی **پھلواروی** قدس سرہ کے پوتے تھے۔

ذاتی بزرگی یہ تھی کہ خدا نے فطرتی سلیم صاحب خلق عمیم جامع علوم وفنون اور باطنی کمالات مین اپنی آپ ہی نظیر گویا **فرد** زمانہ پیدا کیا تھا اور ہر علم کے طرف فطری مناسبت عطا فرمائی تھی۔ غرض ہر طرح پر آپ کی ذات پاک قدر وعزت کی نگاہ سے دیکھی جانے کے قابل تھی۔

فرد الاولیاء کا سلسلہ نسب

حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک حسب ذیل منتہی ہوتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن بن شیخ العالمین شاہ محمد نعمت اللہ ولی بن تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ بن شاہ ظہور اللہ بن کبیر الدین بن رکن الدین بن محمد حسین بن امیر عطاء اللہ جعفری زینبی پھلواروی بن سعد اللہ شہید

بن فتح اللہ بن محب اللہ بن ہدایت اللہ بن محمد یسین بن محمد امین بن محمد ابراہیم بن عمر دراز بن عبید بن محمد حمید بن محمد اسمٰعیل بن محمد الرئیس بن علی الزینبی بن عبد اللہ الجواد بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم اجمعین یہ عبد اللہ الجواد زوج تھے زینب بنت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الشریف کے

فرد الاولیا علیہ الرحمۃ کی ولادت

۱۱۹۱ھ گیارہ سو اکانوے میں رجب کی دسوین تاریخ پنج شنبہ کی شب کو ہوئی محمد نام اور ابو الحسن کنیت سے مخاطب کیے گئے بڑے ناز و نعم سے پلے پرورش پائی جب کچھ سمجھ آئی تو ۱۱۹۴ھ گیارہ سو چورانوے ہجری مین حوصلے کے ساتھ ابجد خوانی کرائی گئی اور ابتدائی تعلیم شیخ العالمین نے اپنے ذمہ لی طبیعت تو بلا کی ذکی و ذہین پائی تھی ابتدا کی مختصرات چند ہی دن مین پڑھ گئے۔

جب کچھ علم نے مزہ دیا تو فارسی کا شوق پیدا ہوا سب سے پہلے قواعد سیکھے پھر مطولات کیطرف توجہ فرمائی فارسی کی بیشتر کتابین فرد الاولیا نے شیخ العالمین ہی سے پڑھین عبارت آرائی و انشا پردازی پہلے آپکو شیخ العالمین کی توجہ و تعلیم کی برکت سے آئی۔ عربی کی ابتدائی کتابین شرح ملا جامی تک آپنے شیخ العالمین ہی سے ختم کین۔

درسیات بالاستیعاب آپنے اپنے پھوپھی زاد بھائی علامۂ اجل سید العلما مولانا احمدی قادری پھلواروی قدس سرہ سے بیس سال کی عمر مین تمام کین۔

جب فرد الاولیا بقیہ کتب درسیہ کی تحصیل کے خیال سے سید العلما کیخدمت شریف مین ہونچے تو قبل اسکے کہ سید العلما آپکو اپنے حلقۂ تلامذہ مین لین جو کچھ صرف و نحو آپ قبل اپنے والد سے پڑھ چکے تھے اسمین امتحان لیکر ہر طرح پر استعداد کیطرف سے تشفی کرنیکے بعد مطولات کا سبق شروع کرایا اور نہایت دلسوزی و محنت کے ساتھ آپکی تعلیم مین مصروف ہوئے۔

قوت مطالعہ آپکو اسقدر حاصل تھی کہ دقیق اور مشکل سے مشکل مقام کو ادنی غور کے بعد حل کر لیا کرتے۔ سید العلما پڑھانے مین عبارت سننے کے بعد خود فرد الاولیا ہی سے نفس کتاب کا مطلب ادا کراتے تھے اسکے بعد خود اس مضمون کو متعلق مالہ و ما علیہ اسکے دیگر شروح و حواشی و اختلافات علمائے فن کو ایک مبسوط تقریر مین بیان فرمایا کرتے نفس کتاب کا مطلب اعادہ کرنے کی ضرورت آپکو نہ پڑتی۔ غرض اسی عنوان سے کتب درسیہ کا آپ سبق لیا کرتے۔

فرد الاولیا کی عمر شریف مین بیسوین سال کی ابتدا ہی ہوئی تھی کہ تمامی کتب درسیہ فقہ تفسیر

اصول حدیث معقول فلسفہ ریاضی ہیئت ہندسہ کی ورق گردانی سے فراغت پاکر سید العلماء کے مایۂ ناز شاگردوں مین داخل ہو گئے۔

سید العلماء گورنمنٹ کی طرف سے ۱۲۰۸ھ بارہ سو آٹھ ہجری مین محکمۂ افتاء پر ممتاز تھے اور مین ضلع شاہ آباد گورکھپور سارن کے مفتی عدالت تھے جب ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیلی ہوا کرتی فرد الاولیاء برابر آپکے ساتھ رہا کرتے دو سال کامل سید العلماء کے ساتھ آپکو آرہ مین بھی قیام کا اتفاق ہوا۔ مگر دستار بندی اور فاتحۂ فراغ آپکا پھلواری مین ۱۲۱۱ھ بارہ سو گیارہ ہجری مین ہوا۔

فرد الاولیاء کی فاتحۂ فراغ علوم درسی کی مجلس مین عظیم آباد و دیگر اطراف کے علماء و فضلاء و طلبۂ علم کا بہت بڑا مجمع ہوا تھا آپکے اس روز کے حسن بیان کی علماء حاضرین نے تحسین فرمائی۔

علوم ضروریہ درسیہ کے علاوہ علم رمل جفر تکسیر مین بھی فرد الاولیاء کو کمال دستگاہ حاصل تھا۔ اور یہ فنون آپنے سبقاً سبقاً کسی سے حاصل نہین کیے تھے بلکہ مصطلحات فنون مذکور بکثرت مطالعہ فرمانے کے بعد محض اپنی ذہانت سے خود ان فنون کو مستنبط کیا تھا۔

آپکو زیادہ کام لینے کی حاجت پڑتی خاندان مجیبیہ مین شافی کا نقش زمانہ قدیم سے کتابون مین لکھا ہوا تھا جو کاغذ پر لکھکر فتیلہ بنا کر مریض کے گھر مین معمولی چراغ کے بدلے روشن کرنے سے تمامی امراض کے حق مین مفید ثابت ہوا ہے مین بھی اسکے نفع کا قائل ہون۔ اسوقت تک میری یاد مین ایسا کوئی مریض نہ آیا جسکی صحت کے لیے وہ نقش صحیح لکھکر دیا گیا ہو اور صحت نہوئی ہو اور میرے اس بیان کی تائید مین بہت سے لوگ ہمزبان ہین قبل مین یہ نقش محض نقل کرکے عمل مین لایا جاتا تھا اور اسکے قواعد منضبط نہونے کے سبب اسکے لکھنے مین لوگون سے اکثر غلطی ہو جایا کرتی فرد الاولیاء نے اسکے قواعد کو رسالہ مین اکٹھا کر دیا اور نقش بھرنے کا نہایت آسان طریقہ قلمبند کر دیا ہے جسکے دیکھنے سے ہر حساب جاننے والا بآسانی اس نقش کا خانہ بھر سکتا ہے۔

فرد الاولیاء کے تلامذہ

فرد الاولیاء کو تحصیل علوم کے زمانہ سے عہد سجادگی تک برابر پڑھانے کا اتفاق ہوا مگر بالاستیعاب کسی ایک شخص کو کل کتابین پڑھانے کی نوبت نہ آئی۔ اور یہ اسلیے کہ آپ حضرت شیخ العالمین کی طرف سے خانقاہ عالم پناہ مجیبیہ کے منتظم اور کل امور کے نگران تھے مہمانون کی خاطرداشت انکی مدارات و ضروریات کا بہم پہنچانا اعراس کا کل نظم آپکے ذمہ تھا اسلیے تدریس کا وقت کم ملتا تھا

مگر اسکا یہ مطلب نہین کہ آپکو ایک مرتبہ بھی کتابین پڑھانے کی نوبت نہ آئی۔ ایسا نہین بلکہ تھوڑا ہی تھوڑا مختلف علوم و فنون پڑھنے والے طلباء کے ذریعہ سے دو ایک مرتبہ آپکو تمامی درسیات پڑھانے کی نوبت آئی ہے آپکے تلامذہ مین مختصرات کے پڑھنے والون کی تعداد زیادہ ہے۔ مگر مطولات کے پڑھنے والون مین چند آدمی وہ ہین جنمین سے کسی نے نصف اول سے زیادہ کتابین آپسے پڑھین کسی نے نصف آخر درسیہ آپکو سنایا مگر دستار بندی سب لوگون کی سید العلماء سے ہوئی۔ ازانجملہ فرد الاولیاء کے خاص قرابت مندون مین مولوی شاہ محمد ابو القاسم پھلواروی و مولوی شاہ وصی احمد پھلواروی ہین ان دونون ہی بزرگون نے ابتداء کی کل کتابین آپ ہی سے پڑھین

غیر قرابتمندون سے مولوی مفتی غلام قادر ساکن ڈھائی و مولوی غلام محیب و مولوی اظہار الدین و مولوی لطف علی منیری و مولوی شاہ کبیر الدین علیہ الرحمۃ سہسرامی و مولوی سلیم اللہ مرحومین تھے سب ہی فرد الاولیاء کے چشمۂ علم سے بقدر نصیب اپنے حصے لے کر سید العلماء کے فیضِ علم سے تمام و کمال مستفیض ہوئے۔

فرد الاولیاء کو تحصیل فراغ علوم درسیہ کے بعد یکایک فنِ حدیث کا شوق پیدا ہوا۔ اس زمانہ مین حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اس فن مین شہرۂ آفاق ہو رہے تھے مخلوق اس سعادت کے حصول کے لیے آپکی خدمت شریف مین جوق جوق جا رہی تھی فرد الاولیاء کو بھی دہلی جانے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر تعلقات خانقاہ نے قدم نکالنے نہ دیا فرد الاولیاء کو اپنی شدید پابندی کے سبب دہلی نجانے کی سخت حسرت ہوئی اور ایک خط بنام شاہ صاحب بطلب سند حدیث اپنے و بعض نگر شایقین قصبہ کے طرف سے لکھ رکھا تھا کہ کسی جانے والے کے معرفت روانہ کرینگے مگر اتفاق وقت ایک عرصہ تک اسطرف کا کوئی جانے والا نہ نکلا۔ اور وہ خط یون ہی پڑا رہ گیا۔ اسی خط مین آپنے تحفۂ اثنا عشریہ کی تعریف لکھی تھی اور اسکا صحیح نسخہ تعلیقات کے ساتھ طلب کیا تھا اور قصبہ کے بعض دوسرے بزرگون کی سند حاصل کرنے کی بھی خبر دی تھی اس خط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تکمیل فن حدیث کا کتنا شوق تھا اور اسکے ہر لفظ سے اس فن کے ساتھ کیا ذوق و شوق ٹپکتا ہے۔

از صبح شعور و عنفوان شباب سوانح تحصیل علوم عربیہ در سر بجیدہ داشتم علی الخصوص شوق سعادت اندوزی از علم حدیث کہ اجل العلوم و اہم المقاصد الاسلامیہ ہست ہر ساعتم بر سر آن می آورد کہ بحضور والا فر النور حاضر شدہ بہرہ وری و سعادت اندوزی نمایم و چندے بشرف مجلس شریف

مشرف گشتہ مستفیض شود و فائز مطلوب گردد۔ لیکن از مقتضائے ایام اتفاق نیفتاد و
ناچار قصد اکتساب علوم مروجہ بہمین دیار نمود بعد از امتداد زمان از فضل و کرم آن منعم حقیقی
حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ از جزوکشی و ورق گردانی فراغت حاصل نمود
الحمد للہ علیٰ ذلک والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وحبیبہ محمد ن المصطفیٰ وآلہ وصحبہ اجمعین الحال بارہا
شوق کسب سند علم حدیث شریف در سر شوریدہ ام شورش پیدا کرد و بران برانگیخت کہ جلد
استفاضہ از خدمت بابرکت نماید لیکن بچند وجوہ مجبوری دست دادہ والحق ارادۃ اللہ غالب
علیٰ ارادۃ الناس" ناچار مطلوع دخول درین زمرہ را غنیمت انگاشتہ وسعادت پنداشتہ
بعرض میرساند کہ تا حصول شرف ملازمت آنجناب افاضت مآب سند حدیثی باسناد
اجازت بسیم کتابت کہ مروج علمائے محدثین سلف بود عنایت شود کہ درین زمرہ حساب
کردہ شوم کہ وسیلہ نجات اخروی ست۔ وچہ عجب کہ لب تشنگان وادی شوق را بآب زلال
مقصود آن سحاب کرم سیراب فرمایند کہ مستحق کرامت گناہگارانند +
وچون ثقات و ورع رولت مشروط ست بنا بر رجوع دل بدیگران نشدہ وعزم آن پیدا شد
کہ بلا واسطہ کسی اجازت از خدمت عالی گیرد۔ وبعضی بزرگان این قصبہ را نیز ارادہ تحصیل
این شرف تصمیم ست واغلب کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب بوقوع آید۔

جب اس خط کو بھیجنے کی نوبت نہ آئی تو فرد الاولیا نے طرفاً اجازت کے مطابق کتب حدیث سے بخاری ومسلم کا مطالعہ شروع کیا اور آخر عمر تک حدیث شریف کا مشغلہ جاری رکھا کما ثبت من تحریر مولوی ابو الحیوٰۃ الفلواروی۔

در عمر بست سالگی از تحصیل علوم فقہ و اصول علم کلام و دیگر از علوم فلسفہ مروجہ بخدمت عالی سید العلماء
دامت برکاتہ فراغ حاصل فرمودہ بمطالعہ مشکوٰۃ شریف وصحیح بخاری ومسلم از کتب احادیث اشتغال داشتہ

انتہیٰ بعبارتہ

فرد الاولیاء کی تصانیف

کسی خاص فن کے متعلق کوئی مستقل رسالہ دیکھا نہیں جاتا۔ درسیات سے چند کتاب حمد اللہ شرح وقایہ اور بعض ان رسالوں پر جو تحصیل علوم کے زمانہ میں آپکے زیر درس تھی آپنے جا بجا تعلیق وحل مطلب کیا ہے لیکن مختلف فیہ مسائل کی تحقیقات میں چند تحریرین موجود ہیں جمع ایسے مضمون کے بسیط ہونے کے لحاظ سے

بطور رسالہ کے ہو گئی ہین۔

ازانجملہ ایک رسالہ جواز سماع مع مزامیر مین ہے۔ شاید آپکے دیگر رسالون سے زیادہ بسیط ہوگا کیونکہ اُسکے بعض اوراق میری نظر سے گذرے ہین اُنکا عنوان تحریر وطرز بیان مبسوط ہونے کا پتہ دے رہا ہے۔

اسی مضمون مین ایک عربی تحریر بھی موجود ہے جو مختصر ہے مگر بہت مدلل عنوان تحریر سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ کسی نے عدم جواز سماع کا مدعی ہو کر اپنے دعوے کی دلیل مین امام اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول ابتلیت بھذہ مرۃ فصبرت پیش کیا تھا اور اسکی تائید مین شرح وقایہ باب غنا کی چند عبارتین نقل کرکے اپنے دعوے کو دلیل کی مستحکم زنجیر مین مضبوط کرنا چاہا تھا فرد الاولیاء نے انھین عبارتون سے جواز ثابت کر دکھایا۔ اس تحریر مین سائل مستدل کا جواب منطقی اصول سے دیا گیا ہے اور پر لطف بھی ہے۔ دل نہین چاہتا کہ ناظرین حسن تحریر کے لطف سے محروم رہجائین اسلیئے ذیل مین درج کردیتا ہون

بسم اللہ الرحمن الرحیم حمد المن ھو المجیب لکل ما سئل + والصلوۃ والسلام علی من ارسل + والذین ھم معہ واوضح السبل **اما بعد** اعلم ایھا السائل ان الاحتجاج بعبارۃ صاحب شرح الوقایۃ من باب الاکل علی حرمۃ الغناء کما تکلم بہ بعض الناس وقرع سمعک کلامھم مما لا یعبأ بہ ولا یصح بل تدل علی حلۃ الغناء ما قال صاحب شرح الوقایۃ وھو ھذہ **قولہ** مقتدی دعی الی ولیمۃ فوجد ثم لعبا او غناء لا یقدر علی منعہ یخرج البتۃ وغیرہ وان قعد واکل جاز **اقول** قد ثبت ان غیر المقتدی اذا دعی الی ولیمۃ فیھا غناء وجلس فی مجلس الغناء واکل یجوز فلو کان الغناء حراما لکان فی حق غیر المقتدی ایضا محرما۔ والفرق فی المحرمات بین المقتدی وغیرہ مما لم یحکم بہ الشرع **قولہ** ولا یحضر ان علم من قبل **اقول** ھذا المنع لیس تحریما لما سبق ذکر الجواز لقولہ جاز **قولہ** قال ابو حنیفۃ ابتلیت بھذہ مرۃ فصبرت **اقول** ای علی ما ظھر لی من الغناء وجلست فی ذلک المجلس فظاھر ان الامام لا یصبر قط علی الجلوس فی مجلس الفساق والخمارد فسقھم وشربھم الخمر فلو کان الغناء حراما لم یجلس فی ذلک المجلس البتۃ **قولہ** ودل قولہ علی حرمۃ کل الملاھی لان الابتلاء یکون بالمحرم **اقول** انحصار اطلاق الابتلاء فی المحرم کلیۃ وعلی الاطلاق لیس بثابت حتی یصح ان یقال الابتلاء لا یکون الا بالمحرم او یقال کل ابتلاء منحصر فی المحرم فلا یصلح ھذہ المقدمۃ لا یکون کبری لعدم کلیتہ فالقیاس لا یفید الانتاج کما قلت الغناء من الابتلاء والابتلاء لا یکون

الا بالمحرم فثبت ان الغناء محرم واذا لم یکن الکبری کلیة لم یثبت المطلوب واما عدم صدق الکبری وهو قولنا الابتلاء لا یکون الا بالمحرم فلان الابتلاء یستعمل فی کل زمان مالا یلا یوجد اماکان او حلالا کما فی قوله تعالی اذ ابتلی ابراهیم ربه وفی الحدیث المشهور اذ ابتلیتم ببلیتین وفی قول هذا الامام الاعظم ابی حنیفة ابتلیت بالقضاء فاعرضت کما نقله الامام برهان الدین صاحب شرح المفصل فان القضاء لیس بحرام بل من اهم امور الشرع وقد اقبل علیه القاضی شریح بعد اعراض ابی حنیفة وکان قاضی شریح افقه واورع من الامام الاعظم وذهب کثیرون الی کونه صحابیا ومن تامل فی قول الامام الاعظم یظهر له ما یظهر فانه رحمه الله صبر علی الابتلاء بالغناء وقال صبرت واعرض عن الابتلاء بالقضاء قال فاعرضت فیما وقع فیه الاعراض اولی بالحرمة مما ظهر فیه الصبر ولما لم یحکم علی موضع الاعراض بالحرمة کیف یحکم بالحرمة فیما ثبت اختیاره واصطباره فلما لم یثبت اختصاص الابتلاء بالمحرم فالاحتجاج بالابتلاء علی الحرمة مما لا سبیل الیه قوله اعلم انه لا یخلو انه ان علم قبل الحضور ان هناک لهوا لا یحضر الحضور وان لم تعلم قبل الحضور ولکن یعلم بعده فان کان قادرا علی المنع یمنع وان لم یکن قادرا فان کان الرجل مقتدی یخرج لئلا یقتدی الناس به وان لم یکن مقتدی فان قعد واکل جاز لان اجابة الدعوة سنة فلا تترک بسبب بدعة کصلوة الجنازة یحضرها النیاحة اقول اختلف فی کون الدعوة سنة ذهب البعض الی انه مباح وذهب البعض الی استحبابها وقال بعضهم انها سنة غیر مؤکدة حتی انه لا یاثم تارکها واختار بعضهم طریق السنة المؤکدة وقالوا الاولی ان یاکل من بیته شبعا ویاکل من الدعوة قلیلا علی شبعه لئلا یقع فی فتن السوء وامثاله فان هذا الزمان لا یخلو عن الفساد والقلوب خلت عن خلوص النیات فمنع الخلاف فی کونها مؤکدة عدم ترکها بسبب بدعة محل تامل ولا محیص عنه الا بحکم اباحة الغناء وعلی تقدیر الحکم کونها بدعة فالخلاص فی غایة الصعوبة والقیاس علی صلوة الجنازة قیاس مع الفارق لان صلوة الجنازة فرض فلا یترک بوجود بدعة بخلاف امثال هذه السنن فان ضیق الوقت یوجب اداء الفرض وترک السنة

قوله قال ابو حنیفة ابتلیت بهذا مرة فصبرت قالوا قوله ابتلیت یدل علی الحرمة
اقول قوله قالوا علی ضعف القول وقوله یدل علی الحرمة حال الدلالة کما تری و
تبین لك ان الابتلاء لیس مختصا بالمحرم فکیف یدل علی الحرمة قوله ویمکن
ان یقال الصبر علی الحرام لاقامة السنة یجوز اقول هذا هو الذی ذکرنا بالقیاس
مع الفارق قوله فالصبر الذی قال ابو حنیفة ان یکون جالسا معرضا عن ذلك
اللهو منکرا له غیر مشتغل ولا متلذذ به اقول الجلوس فی ذلك المجلس الحرام
ولو مع اعراض القلب والانکار وعدم الاشتغال والتلذذ به منهی عنه لقوله تعالی
وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ہ والاجازة جلوس الصلحاء فی مجلس
الفسقاء والصحبة فیما بینهم مع الاعراض ولیس کذلك فلو ثبت الاکراه مع
الامام الاعظم فی الجلوس واضطراره فی ذلك بسبب جبر الداعی وجوزه فلعله
یحتمل ان یکون وجها لجواز الجلوس ولم یثبت الی الآن فعلم بما ذکرنا انه لیس بحرام
وکان قوله "ابتلیت" بالنظر الی ترك الاولی فان الاولی للمقتدی ان لا یشتغل
بما دون الاولی فان العوام لجهلهم عما فیه من ذکر الله تعالی ومحبته یشتغلون
به لهوا ولعبا وفسقا محتاجین بسماع المجتهد المقتدی کما ذکر صاحب المفصل
فی شرحه فی شرح قول ابی حنیفة رحمه الله "ابتلیت" فافهم وتدبر والله اعلم بالصواب

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ **معترض** کا بیان ہے کہ اگر پیشوائے قوم کسی ایسی دعوت ولیمہ میں مدعو ہو جہاں گانا بجانا اور دیگر لہو ولعب کے اسباب مہیا کیے گئے ہوں۔ اور اسے روکنے کا بھی اختیار نہو تو اس دعوت کی شرکت نہ کرے چلا آوے۔ اور جو لوگ مقتدائے قوم سے نہیں ہیں انکے لیے شرکت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر مقتدا کو اس دعوت ولیمہ میں لہو ولعب کا پہلے سے علم ہے تو اسکو اسکی مطلقا شرکت نچاہیے۔

فرد الاولیا فرماتے ہیں کہ شریعت کا کوئی ایسا حکم بتاؤ جو پیشوا اور مقتدائے قوم کے لیے ممنوع ہو غیر مقتدے کے لیے مباح ہو جب یہ ثابت نہوا تو خصوصیت "الترک اولی" کے اعتبار سے ہوئی نہ حرمت کی وجہ سے۔

معترض کہتا ہے کہ غیر مقتدا کو شرکت کا حکم اسلیے دیا جاتا ہے تا کہ سنت ترک نہو کیونکہ دعوت قبول کرنا مسنون ہے جو بدعت کے سبب سے ترک نکیا جائے گی جسطرح صلوۃ جنازہ کی شرکت نوحہ

کرنے والیون کے آنے سے ترک نہین کیجاتی ہے۔

فرد الاولیا فرماتے ہین کہ اول تو دعوت کے سنت ہونے مین علمار کو اختلاف ہے۔ کوئی مباح کہتا ہے کوئی مستحب ہونے کا قائل ہے۔ کوئی سنت غیر مؤکدہ مانتا ہے اسلیے تارک گنہگار نہین کہا جاتا کسی کے خیال مین سنت مؤکدہ ہے۔ غرض اس بارہ مین علمار کے مختلف خیالات ہین پس ممنوعات کے ساتھ ایسے مختلف فیہ امر کے کرنیکی اجازت بہت ہی قابل غور ہے اور صلوٰۃ جنازہ پر دعوت کا قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ جنازہ بالاتفاق فرض ہے۔ جو دیگر فرائض کیطرح کسی بدعت کے سبب ترک نہین کیجاتی۔ اور ادائے فرض کی اسقدر تاکید ہے کہ کسی وقت کی فرض نماز سہی تنگی وقت کی شکایت کافی نہین ہوتی صرف فرض ہی ادا کرلینے کا حکم دیا جاتا ہے۔ بخلاف ان سُنّتون کے کہ نہ یہ فرض کے برابر مؤکد ہین اور نہ کسی ممنوع کے ساتھ انکی ادا کی اجازت بلکہ اہم مجبوریون مین اکثر ترک بھی کیجاتی ہین۔

اور یہ مُسلّم ہے کہ ممنوعات شرعی سے بچنا فرض ہے اور دعوت کا مسنون ہونا امر مختلف فیہ ہے اور فرض چھوڑکر مختلف فیہ امر کا اختیار کرنا شریعت سے ثابت نہین۔ ممنوعات کا حکم مقتدا اور غیر مقتدا دونون کے حق مین یکسان ہے اسلیے ان دلائل پر نظر ڈالنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیر مقتدا کو غنار کی شرکت کی اجازت جائز ہونے کے سبب دیگئی اور مقتدا یا پیشوائے قوم کو بچنے کا حکم کسی شرعی مصلحت سے ہوا "فثبت المطلوب وحصحص الحق"، میرا ادعا ثابت ہوگیا۔

معترض کہتا ہے کہ غنا اسلیے حرام ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ نے اسکے عدم جواز کے متعلق کسی کے جواب مین "ابتلیت بھذہ مرۃ فصبرت"، فرمایا ہے۔ یعنی ایکبار مین غنا مین مبتلا ہوا مگر مین نے صبر کیا (یعنی سن لیا) امام صاحب نے "ابتلیت"، فرمایا کوئی دوسرا لفظ نہ فرمایا اور لفظ ابتلا کا استعمال محرمات وممنوعات کے سوا مباحات مین نہین ہوتا۔ چونکہ غنا حرام تھا اسلیے امام اعظم رحمۃ اللہ نے اسکے مقابلہ مین ابتلیت فرمایا۔ اور اسی لفظ سے ہر لہو ولعب کی حرمت کو قیاس کرلینا چاہیے۔

فرد الاولیار فرماتے ہین کہ یہ کلیہ غلط ہے۔ ابتلا کا استعمال مباحات مین بکثرت ہوتا ہے۔ جیسا میرے دعوی کے ثبوت مین خدا کا پاک قول اِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاھِیْمَ رَبُّہٗ اور حدیث شریف اذ ابتلیتم بلیتین اور خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا قول ابتلیت بالقضاء فاعرضت موجود ہے۔ جیساکہ اسی قول کو امام برہان الدین شارح مفصل نے اپنی کتاب مین لکھا ہے۔

ان اقوال سے ابتلا کا انحصار محرمات وممنوعات پر باطل ہوا معلوم ہوا کہ مباحات مین بھی بکثرت اسکا

استعمال ہو۔ پس امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ ہوا کہ مین غنا سے پرہیز کرتا تھا اور نہین سنتا تھا مگر ایک بار مجبوری جب مین غنا کے جلسہ مین جا پڑا تو اسلیے سن لیا چونکہ مباح تھا۔ اگر مباح یا جائز نہوتا تو امام صاحب کا ورع و تقویٰ کب اسکو جائز رکھ سکتا تھا کہ باوجود اختیار تام و قدرت کے دیدہ و دانستہ ممنوعات کی شرکت کرتے اور فساق و خمار کی ناپسندیدہ صحبت پر صبر کرتے۔

بالفرض "اگر ابتلا" کا مطلقاً استعمال ممنوعات ہی کی نسبت مان لیا جائے تو قضا بھی حرام ہونا چاہیے حالانکہ قضا کے جواز بلکہ اہم امور شرع ہونے پر ایک عالم کو اتفاق ہے۔ اور اگلے بڑے بڑے فقہا محکمۂ قضا پر مامور و ممتاز ہوئے ہین (خود امام صاحب رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ مدتون قاضی رہے ہین) امام صاحب رحمہ اللہ کے انکار کے بعد قاضی شریح بھی (جو اپنے ورع و تقویٰ و تفقہ مین یگانۂ روزگار تھے بلکہ لوگ انھین امام اعظم رحمہ اللہ سے بڑھکر سمجھتے ہین کوئی تابعی کہتا ہے کوئی انکی نسبت صحابی ہونے کا مقر ہے) منصب قضا کو قبول کر کے مدتون اس عہدہ پر ممتاز رہے۔

اور اگر لفظ "عرضت" پر نظر ڈالی جاوے تو اعراض بدرجہا حرمت و عدم جواز کا سبب واقع ہو سکتا ہے بخلاف صبرت کے کہ اس لفظ سے رضا کا صریح پتا چلتا ہے۔

معترض کہتا ہے کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ممنوعات پر صبر اقامت سنت کی غرض سے جائز ہے اسلیے امام صاحب نے صبر کیا اور ٹھہرے رہے لیکن دل سے متنکرہ تھے اور سننے کی طرف مشغول نہ تھے نہ اس سے انکو کسی قسم کی لذت حاصل ہوئی۔

فرد الاولیاء فرماتے ہین کہ اقامت سنت کی غرض سے ممنوعات پر صبر کرنے کے متعلق جسقدر مجھے کہنا تھا اوپر کہدیا۔ رہی اعراض قلب کے ساتھ بہ نیت خیر حرام مجالس کی شرکت یہ بھی قرآن شریف کی آیۂ کریمہ "وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" سے ممنوع ہے۔ ورنہ صلحا کے لیے فاسقون کی مجالس کی شرکت اور انکے ساتھ صحبت بہ نیت خیر بلا تکلف جائز ہو جاتی بہر تقدیر جواز کے سوا حرمت کا تو احتمال ہی نہین ہوتا۔

ہان یہ مان سکتا ہون کہ امام صاحب کا یہ قول ابتلیت اس خیال سے ہوگا کہ عوام بجاے خدا کی یاد کے اور اسکی محبت حاصل کرنے کے اغواے نفس سے لہو و لعب مین مشغول ہو جائینگے اور اپنے فعل کی حجت پیشواؤن کے فعل سے پکڑینگے کیونکہ وہ نہین جانتے کہ در اصل غنا سے مقتداؤن کا مقصود کیا ہوتا ہے

اور وہ کن اہم امور کو اسمین مدنظر رکھکر سنتے ہین ۔
اسی کے قریب قریب شارح مفصل نے بھی امام صاحب کے اس قول ابتلیت بھذا امرۃ فصبرت کی شرح مین لکھا ہے سمجھو اور غور کرو۔

اس پرزور تحریر سے میرے انصاف پسند ناظرین کو اچھی طرح فردالاولیاء کے زور قابلیت کا پتا چلگیا ہوگا حقیقت یہ ہے کہ یہ کچھ فردالاولیاء ہی کی قابلیت تھی جسنے معترض کے انھین لفظون سے جواز سماع ثابت کردکھایا۔

اسی مضمون مین فردالاولیاء کی ایک فارسی تحریر بھی موجود ہے جسمین بکثرت فقہاء ومحدثین کا سماع اور مزامیر سننا اور ائمہ مجتہدین سے بہتون کا سماع سنکر بیخود ہوکر وجد کرنا صحیح روایتون سے ثابت کیا ہے ازانجملہ امام شافعی ومالک رحمہما اللہ تعالی کے وجد ورقص تک کا ثبوت مستند روایتون سے دیا ہے۔ مگر اسکے ساتھ قول فیصل یہ لکھدیا ہے کہ اگر کوئی علی الاطلاق حرمت سماع ومزامیر کا مدعی ہو تو وہ ان روایتون کے مقابل مین قابل سماعت نہین کیونکہ متعدد حدیثین اس بارہ مین آئی ہین جو خود جواز سماع کی لیے کھلی دلیلین ہین۔ انکے علاوہ فقہا ومحدثین کا سننا ثابت ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ فقہا یا محدثین محرمات وممنوعات کا ارتکاب نہین کرسکتے۔ ہان مزامیر کا مختلف فیہ ہونا مانتا ہون۔ اسلیے اس مسئلہ مین کد وتشدد بیجا ہے بہتر ہے کہ سننے والا منع نکیا جائے اور محترز کو سننے پر جبر نہ کیا جائے۔ یہ تحریر کسی مستفتی کے جواب مین لکھی گئی تھی اور اسکے ساتھ دو مضامین غیر ایک حرمت متعہ اور دوسرا امامت ائمہ اثنا عشر کی تحقیق مین بھی ملحق تھی (جو آگے انشاء اللہ تعالے موقع سے یکے بعد دیگرے درج کیے جائینگے) یہان صرف سماع ومزامیر کے متعلق جو مضمون ہے اسکو درج کرتا ہون تاکہ گذشتہ مضمون (جسمین فقط جواز سماع ہے) اور اس مضمون مین (جسمین سماع ومزامیر دونون کے جواز کا ثبوت ہے) باہم تطبیق ہوجائے۔

وانچہ دربارۂ مزامیر استفسار رفتہ است۔ مزمار یعنی آلہ سرود ست امام نووی بحرمت آن رفتہ است وامام غزالی رحمہ اللہ بجواز آن کذا فی جامع البرکات۔ ومعلوم نیست کہ در کدام تصنیف غزالی حرفش نوشتہ است بلکہ جائے نوشتہ است کہ ہمچو کدوئے ودیگر آلات خمر حال مزمار ہمست کہ ہمراہی شراب حرام شدہ بود در باب حرمت خمر۔ چون حرمت خمر شائع شد وتمام احتراز در مسلمانان چنانکہ می بایست بظہور آمدہ بسبب ضرورت ظروف کدو وغیرہ صحابہ برائے استعمالش عرض داشتند کہ بیشتر عادات ہمین ظروف درآنجا بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اجازت باستعمالش فرموده - چه این چیزها بذاتها حرام نبود مگر بسبب اختلاط با خمر و چون خمر موقوف
و مفقود شد این چیزها بحالت اصلی خود که حلت بود عود کردند که اصل در اشیاء اباحت ست
پس اجازت در یکی ازآنها رخصت در همه شد پس در مزامیر هم حلت ذاتیه عود کرد - و نیز
می نگارد که پوشیدن قبا و امثال آن در دیاریکه لباس فساق ست بار باب تقی ناجائز
خواهد شد و در دیاریکه بفساق مخصوص نیست اهل تقی را هم هرگز باستعمال آن کراهتی نیست -
پس چیزیکه حرام یا مکروه به سببی باشد هرگاه علیحده از سبب محرم مستعمل شود مکروه یا
حرام نباید گفت و همچنین درین معنی بیانی دارد دراز که این محل تفصیلش نیست و اکثر فقهاء
بحرمتش رفته اند و میگویند که در مذاهب اربعه حرام ست - این کلام باعتبار شهور معروف ست
ورنه هیچ یکی از ائمه اربعه روایت حرمت شنیده نشد و کسی جا مذکور نیست چنانچه اکثر اکابر علماء
و طائفهٔ فقها باباحت آن رفته اند - چنانکه ابن طاهر مقدسی و غزالی و رافعی و رومانی و شیخ
عزالدین عبدالسلام و تقی الدین دقیق العید و بدرالدین و نیز اکثر علماء حلت
عود را مقیس علیه ساخته جمیع مزامیر را حلال کرده از باین دلیل که باسناد صحیح ثابت ست
شنیدن حضرت عبدالله بن جعفر طیار رضی الله عنهما عود را در زمان خلافت عم خود امیرالمؤمنین
علی کرم الله وجهه الشریف - بکثرت می شنیدی و دوست تر داشتی سماع را و ابن عمر رض
و ابن زبیر و حسان بن ثابت و از تابعین زهری و سعید بن مسیب و عطاء بن ابی رباح
و از تبع تابعین و اکثر فقهای مدینه و خود از امام مالک شنیدن آن بروایت صحیح نقل کرده اند
کذا فی جامع البرکات و در رسالهٔ تصنیف جمال الدین محدث و غیره
من الکتب - و نیز اکثر علماء از حدیث عائشه رضی الله عنها که در مشکوة شریف ست
و در صحیحین نیز سند می آرند بر اباحت سرود مع آلات - و شیخ محقق در ذیل آن نوشته
و انصاف آنست که نص قطعی بر حرمت آن علی الاطلاق بجمیع وجوه چنانکه بر حرمت زنا و
خمر ست ثابت نشده است و بتحقیق تصریح کرده اند بعضی از متاخرین محدثین که حدیثی
در حرمت غنا صحیح نشده - و بعضی علماء گفته اند که یافته نشده است دلیل قطعی نه بر
حرمت نه بر اباحت آن و اصل در اشیاء اباحت ست هکذا قال
و در آلات غنا و مزامیر عود و طنبور و دف و اوتار و غیره همه داخل ست - و خارج کردن بعضی
از حکم حرمت و داخل بعضی در محرمات محض بلا دلیل علیه بل خلاف ما ذکره المحققون

ونیز در سنن ابی داؤد که از صحاح ست حدیث عمرو بن شعیب که زنے نذر کرده بود که چون حضرت
صلی الله علیه وسلم فتح نموده بخیریت بمدینه جلوه افروزی فرمایند سرود با دف بحضور حضرت
عرض دارم و بعد حصول این دولت آمده عرض کرد. حضرت فرمودند اوفی بنذرک و از
کتب فقه و احادیث ثابت ست که نذر معصیتی جائز نیست پس نذر بحرام ناجائز ترست
پس اگر سماع با دف که از جمله مزامیرست حرام بودی با یفاے نذر امر نشدی کذا ذکروا
ونیز ثبوت پیوسته شنیدن قاضی شریح با اینکه افقه الفقها و اعظم الصلحا از تابعین
است بلکه بعضے بصحابیتش رفته اند و قاضی بود از طرف حضرت امیر المومنین علی علیه السلام
کاول آنحضرت امیر علیه السلام اورا قاضی کرده بود. و تا مدت مدید برهمین خدمت قضا ماند
وسعید بن جبیر و عبد الملک بن جریج که بفضل و کمال و عدل و علم و تفقه و تحدیث ذی اجماع ست
و شیخ تاج الدین عبد الرحمن شیخ و مفتی دمشق و ابن قتیبه و عبد الرحمن و خارجه بن زید که
از فقهاے سبعه مدینه اند و عبد الله بن عتیق و ابراهیم بن سعید فتوے باباحت غنا
و عود داده. و صاحب امتاع همین را اصل اعتبار کرده دیگر مزامیر بران قیاس نموده
و در تاریخ خطیب بغدادی (که محدث ست) مذکورست که امام مالک بزبان خود سرود
میگفت و ابن حمدون در تذکره گفته که اگر مغنی خطا میکرد امام مالک تعلیم میفرمود
و درست می نمود و فی الذخیرة من مذهب الشافعی سماع الغناء و سماع الدف
و ان کان فیه جلاجل لیس بحرام. و امام نووی (که اعظم محدثین ست) گفته امام شافعی
و سماع و وجد کرده و پارچه بقوال داد و ابو الوفا عقیل در کتاب فصول نوشته که بروایت صحیحه
ثابت ست شنیدن امام احمد حنبل سماع را بلکه از صالح پسر امام احمد مرویست سماع و وجد
امام احمد و دور او بالاے بام و من در حنبل بچیده و شیخ محقق دهلوی در شرح سفر السعادة
گفته ابن حزم ظاهری (که از علماے متاخرین محدثین ست) قائل ست باباحت غنا و
مزامیر و گفته آنچه در باب منع نقل میکنند به ثبوت نرسیده و در مدارج ست که گفت یحیی
بن معین (که از اعاظم علماے محدثین ست) که می آمدم یوسف بن ماجشون را جواری او میزدند
معزفها در خانه دیگر و ایشان از ثقات علما هستند که ائمه حدیث از و روایتها دارند. و در
صحیحین تخریج از اوشان می نمایند. و در بدائع گفت بضرب قصب و دف باک
نیست پس ازین همه بیان واضح گشت که حرمت مزامیر علی الاطلاق نیست مثل دیگر مسائل

مختلف فیہ بین العلماء ست و غایۃ مانی الباب اینست کہ شنوندہ منع نکردہ شود و محترز را عبر
ستشنیدن نمودہ شود واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ولہ الحمد اولاً و اخراً و ظاہراً
و باطناً والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ وحبیبہ سید الانبیاء محمد
ن الذی لا نبی بعدہ وعلی الہ واھل بیتہ صحبہ اللّٰھم ان اصبت فمن
فی صوابی وان عصیت اخطأت فیہا ونزعنی جوابی ربنا احفظنا من شرور انفسنا
وسیئات اعمالنا ولا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وثبت اقدامنا علی الصدق والصواب
یا مفتح الابواب السلام علی من اتبع الھدیٰ وھو خیر ختام الکلام ۔

اگرچہ اس تحریر کے علاوہ ایک مبسوط رسالہ سماع میں دوسرا بھی لکھا تھا جس میں جائز اور مباح رکھنے والے فقہا و محدثین کے واقعات کو درج فرمایا تھا اور ایک دوسرا رسالہ **ھدایات** کے نام سے تالیف فرمایا تھا جس میں مختلف فیہ مسائل سماع و زیارت قبور و ایصال ثواب و سماع موتیٰ و تلقین میت وغیرہ کو ایک ہی جگہ جمع فرمایا تھا اب یہ دونوں ہی رسالے نہیں ملتے ہیں ۔
لیکن اثبات مدعا کے لیے میری خیال میں یہ دو تحریریں کافی ہیں اور جسقدر **فرد الاولیاء** نے اپنی اس مختصر تحریر میں لکھدیا ہے غالباً دیگر مصنفین نے اپنے رسالوں میں اس سے زیادہ نہیں لکھا ہوگا ۔ اس زمانہ میں جواز سماع میں اردو رسالے بکثرت شائع ہوئے ہیں اور اکثر میرے مطالعہ سے گذری ہیں انہیں انھیں فقہا و محدثین و صحابہ و تابعین سے (جنکے اسماء مذکورہ تحریر میں گذر چکے ہیں) سند لائی گئی ہے ۔ **دوسری تحریر امامت ائمہ اثنا عشر کی تحقیق میں** ہندوستان کے اہل سنت والجماعت میں شیعوں کی باہمی اختلاط اور انکے ساتھ روزمرہ کی بکثرت صحبتوں سے انکی بہت کچھ عقائد فاسدہ کا اثر پیدا ہو گیا تھا اور اسی سبب سے ہندوستان کے اہل سنت تفضیل کی طرف مائل ہو گئے تھے اور آج تک دیکھے جاتے ہیں اسی کے ساتھ یہ خیال بھی آگیا تھا کہ بعد خلافت راشدہ کہ خلافت و امامت انھیں بارہ ذوات میں منحصر تھی فرد الاولیاء نے ان بے بنیاد خیالات کو اپنی ذیل کی تحریر سے مٹایا اور شیعوں کی یہ وضعی حدیث "الائمۃ من بعدی اثنا عشر" جسکو وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کتب اہل سنت سے نہونا ثابت کر کے خیالات کی بخوبی اصلاح فرمادی ۔ اور بجائے اس حدیث کے کتب اہل سنت سے دوسری حدیث جو اسی مضمون میں مناقب قریش میں ہے لکھکر یہ دکھا دیا کہ امامت فی خلافت سے مراد نصب قضاۃ و محتسب و شیخ الاسلام و اقامت جمعہ و اعیاد و نکاح و حدود و قصاص ہوا کرتی ہے وہ ان ائمہ محفوظین کے زمانہ میں ثابت نہیں ۔

خلفاے راشدین کی زمانہ مین جسقدر رونق اسلام کو ہوئی اور فتوحات بکثرت تھے ہو گئے اُنکا ثبوت ان مقدس حضرات کے زمانہ مین پایا نہین جاتا اسلیے خلافت راشدہ کا بھی انحصار ان نفوس قدسیہ مین محض اعتقادات ہے۔ ہان خلافت و نیابت باطنی جسطرح دیگر اولیاء اللہ ممتاز و مفتخر ہوا کرتے ہین اسیطرح اسنسے فی الجملہ زائد ان حضرات کا ممتاز و معزز ہونا مانتا ہون جسمین کوئی جاے شبہ نہین۔

اس مسئلہ کے متعلق فرد الاولیا کے زمانہ مین اکثر علما پوچھ گچھ چنانچہ علامہ محقق حضرت مولوی شاہ محمد نصیر الحق عمادی قادری پھلواروی ثم العظیم آبادی و مولوی ابراہیم علی علیہما الرحمۃ نگرنہسوی کے پاس چند دیگر سوالات کے ساتھ امامت ائمہ اثنا عشر کے متعلق بھی سوال آیا تھا۔ ان دونون بزرگون نے بھی جواب مین فرد الاولیا کی تائید کی ہے اور بہت محققانہ جواب لکھا ہے۔ وہ دونون جوابات بھی میری نظر سے گذرے ہین لیکن فرد الاولیا نے اُن جوابات کی مقابلہ مین فی الجملہ تفصیل سے کام لیا ہے اور دلائل زیادہ پیش کی ہین۔ تاہم اختصار کا پہلو لیے ہوئے ہے اور حتی المقدور جواب مین ایجاز سے کام لیا ہے۔

تحریر مذکور بہت پُرلطف اور مدلل ہے اسلیے ذیل مین درج کردینا مناسب سمجھتا ہون۔

واٰنچہ از معنے حدیث الائمۃ من بعدی اثنا عشر استفسار رفتہ است صورت اینست کہ این حدیث از کتب اہل سنت نیست کہ معنیش بیان کردہ شود۔ و در کتب اہل سنت باین عبارات نزد اکثر از محدثین در مناقب قریش واقع ست عن جابر بن سمرۃ قال سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش و فی روایۃ اخری لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش و فی روایۃ اخری لا یزال الدین قائما حتی تقوم الساعۃ و تکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش و در بعضی طرق این حدیث بعد لفظ قریش آمدہ ست و ابوبکر لا یلبث الا قلیلا و در بعضی طرق صحیحہ این حدیث واقع ست کلھم یجتمع علیہ امر الناس و ہزار مرحلہ فرق ست میان ہر دو حدیث فریقین مع قطع النظر از ہمہ وجوہ اولا ظاہر ست کہ حدیث شیعہ دلالت بر انحصار عدد خلفا دارد کما زعمہ الشیعۃ و حدیث اہل سنت دلالت براین معنے کہ عزت و بزرگی اسلام از نصب قضاۃ و محتسب و شیخ الاسلام و اقامت جمعہ و اعیاد و نکاح و حدود و قصاص و غیرہ احکام و ہیبت و شوکت و رونق آن در انام و اطاعت و اقتدا سے

ہر خاص و عام بوے طوعاً و کرہاً در عہد دوازدہ خلیفہ ست ۔ و در عہد دیگران این امر نیست یا آنکہ من بعد آثار قیامت پیدا شدنی ست ۔ پس باید فہمید کہ در حدیث شیعہ ہم ذکر اسامی نیست کہ حجت بر امامت این حضرات علیہم السلام تواند شد و اگر تفصیل اسامی درین حدیث بہ ثبوت میرسید اختلاف در فرقہ ا اینہا در بارہ حضرت امام زید شہید در ان قرب ایام نمی شد ۔ و ہمچنین مشاجرہ حضرت محمد حنفیہ با حضرت امام زین العابدین علیہ السلام در امر خلافت بعد امام ہمام شہید علیہ السلام واقع نمی شد چنانچہ از بعضے مصنفات ایشان آشکار است کہ تخصیص اسامی از احادیث ائمہ علیہم السلام مفہوم میشود ۔ و بعضے بر آنند کہ اسامی از وصایت ائمہ بفرزند خود ہمچنین واحد بواحد این معنے متحقق گشت و با اینہمہ ازین حدیث اتصال و تسلسل در عہود ائمہ منصوص نیست بلکہ با ضعف ہم ثابت نیست مگر ادعار بلا دلیل ۔ حال حجۃ بودن روایت خود ایشان چون اینمعنے نست حجت از قول اہل سنت حبتن را صعب صعوبت حبتن ست چنانچہ بیان کنم کہ این احادیث مذکورہ بروایت اہل سنت بحسب ظاہر مخالف مذہب شیعہ است ۔ چراکہ خلافت عبارت ست از اطاعت تمام ناس و بیعت ہمہ بشخصے و اجرائے احکام شرعیہ و نصب قضاۃ و اقامت جماعات و تنکیح و حدود و قصاص و حراست دار اسلام و تعین عمال برائے تحصیل مال و صرف و حراست بیت المال بہ ہدایت او باشد پس این معنے در خلیفہ عصمت شرط نیست فاسق و مرتکب کبیرہ و جابر نیز خلیفہ شدن می تواند ۔ کہ بذات خود شر اجتناب از معاصی در اجرائے احکام شرط نیست چنانکہ از اطلاق یجتمع ،، در روایت ،، کلہم یجتمع علیہ امر الناس ،، واضح ست کہ اجتماع عام است از طوع و کرہ مگر در فضلیت شخص عفیف البتہ شبہہ نیست و معلوم باد کہ این خلافت حقیقت کبرائے نیست کہ حدیث الخلافۃ من بعدی ثلثون سنۃ دال برین ست و بعد انقضای ہمی سال این خلافت مجازی ست بمعنے امارت باعتبار اجرائے احکام ظاہر شرع و انتظام مراسم اسلامیہ ۔ و پوشیدہ نیست کہ بعد از خلع خلافت حضرت امام ہمام سید خاص و عام سیدنا حسن مجتبےٰ علیہ السلام ازین ہمہ امور شرعیہ نصب قضاۃ و اقامت حدود و قصاص و تحصیل مال و حراست دار اسلام و بیت المال خواہ بسبب غلبۂ اہل خلافت بر ارکان دین خواہ بسبب دیگر یکبار امر ہم بدست حق پرست ائمہ ہداۃ دین نماندہ تا این زمان کہ بدترین از منہ ہست ۔ و در عہد حضرات زمان پر از انواع فتن بود چنانچہ از احادیث صحیحہ

بیان آن ازمنہ وملو بودنش از فتنہ وفساد وہم از کتب سیر ہویداست پس با اینہمہ این خلافت متنازع فیہا را منسوب بحضرات نمودن و با این کثرت فتن آن زمانہ را عزت اسلام شمردن بعید تر ست از اہل عقول پس معلوم شد کہ از خلفاے اثنا عشر حضرات ائمہ مراد نیستند و ہرگز مطابقت حدیث با ازمنہ این حضرات نیست۔ وبعد تنزل و اغماض از معنے حدیث نیز ظاہر ست کہ این حدیث ہم بر متصل بودن ازمنۂ خلفا یکے بعد دیگرے بلا فصل خواہد بود دلالت ندارد کہ مصداق ومبناے حدیث از عزت دین اسلام ست در عہد دوازدہ خلفا نہ برین معنے کہ این عزت اسلام بعد از زمانۂ فیض نشانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی السویۃ متصلاً بدون فرق وفصل تا زمان اثنا عشر خلفا خواہد ماند۔ بلکہ از کتب سیر ظاہر ست کہ بعد از مدتے اعزاز اسلام ورونق در عہد عمر بن عبد العزیز زیادہ شدہ بود پس احتجاج شیعہ را نمی شاید وادعاے این معنے کہ اگرچہ اجراے احکام وانتظام ہمہ امور شرعیہ بدست دیگری باشد اما خلافت ظاہریہ ہم بہمین حضرات را بود اعتقادیست بلا دلیل کہ محتاج بجواب نیست ونزد اہل سنت این حدیث را دو معنے ست اگر مناقب قریش است چنانچہ اکثر محدثان بآن رفتہ اند پس مراد خلفاے اثنا عشر اند کہ بعد امام مہدی علیہ السلام وشرفنا اللہ تعالی برؤیتہ جمالہ ونصرتہ دوازدہ خلیفہ خواہند بود من بعد آن عزت اسلام نخواہد ماند وزمان کفر محض خواہد شد وعنقریب آن قیامت قائم خواہد گردید۔ چنانچہ در حدیث دیگر بیان این معنے بتفصیل ست کہ چون بمیرد مہدی مالک میشوند امر را پنج مرد از اولاد سبط اصغر یعنے امام حسین شہید پس تر وصیت میکند آخر ایشان مردے از اولاد حسن پس تر مالک میشود بعد از وے ولد وے وہمچنین تا کہ عدد دوازدہ کس در عرصۂ صد وپنجاہ سال خواہد رسید واگر این حدیث در مناقب قریش نباشد صرف مبناے آن بر بقاے عزت اسلام باشد کہ بعد از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا یکے زمانۂ اسلام خواہد ماند و بعد از ان قیام ساعت خواہد بود چنانچہ بعضے اصحاب حدیث گفتہ اند پس معنے انیست کہ این عہد اسلام ہمیشہ خواہد ماند تا زمانے کہ در یک وقت ویک زمان دوازدہ کس خلیفہ باشند یعنے خلافت مسلمانان ہر یک کس نماند و دوازدہ شوند یعنی کثیر شوند خلیفہ در یک زمانہ پس از ہمان حین وزمان اختلال پذیرد اسلام وبر خیزد عزت وے ونماند نظام در امر دین ھذا اما ذکرہ الحق شون حالیا نیک اندیشیدہ شود

که کجا معنی حدیث و کجا مطلب شیعه یعنی اثبات خلافت ظاهره این حضرات طاهره و کجا آنچنان
زمان فساد و کجا ثبوت عزت اسلام و خلافت این همه پیشوایان ذو المنن این هذا من
ذالک اگر از حدیث الائمة من بعدی اثنا عشر انحصار خلافت در اثنا عشر و انقطاع خلافت
بعد ازان مراد و مدلول باشد کما زعمه الشیعه پس قباحات چند وارد می شود چراکه در وجود حضرت
امام دوازدهم حضرت **مهدی** علیه السلام نزد فرقهٔ امامیه اختلاف بسیار ست بعضی گویند
که پیدا خواهند شد و بعضے بر آنند که بعد الوجود در عمر صبا غیبوبت اختیار فرمودند و بعضے
گمان برند که بعمر شباب بعد تاهل و توالد و تناسل غیبوبت فرمودند. و بعضے بر آنند که رحلت
فرمودند و باز بوقت موعود خواهند فرمود ـ بهر تقدیر باید اندیشید که غیبوبت حضرت مهدی
از اختیار ما مقتدیان و پیروان بیرون ست پس ما مردم اموال تحصیلی ملکی پیش که بریم
و احکام حدود و قصاص از که جوئیم و خصومات خود ها با که گوئیم یا که آنچه خواهیم کنیم و خود ها را از
محاسبات شرعیه که تعلق از خلیفه دارد پاک دانیم و بیباک مانیم و امور شرع معطل و ابتر شود
چراکه خلیفه بے سبب عزلت گزیده و دیگر خلیفه از شرع ممنوع ست و اگر بحکم شرع نصب
امام کنیم پس اگر آن امام نائب امام آخر زمان باشد نیابت بلا انابت منیب لازم آید که منیب
خود نائب نکرده ما یان از زبان خود بگمان خود نائب دانیم و گوئیم. و اگر خلافت کتاب گوید
پس عزل کنیم بے اطلاع منیب. و نیابت بلا انابت نزد فریقین ناجائز. و اگر آن
خلیفه از آن خود باشد بلا نیابت پس اگر بحق باشد ضرورت قائل بودن خلیفه سیزدهم
لازم شد و همچنین بعد او دیگرے تا روز قیام و اگر خلیفه بغیر حق باشد پس تکلیف ما لا یطاق
که خلاف نص ست لازم آید که خلیفه کردن براے اجراے احکام تا زمان غیبوبت امام بحکم
شرع ضرور و ثابت شدن آن بسبب غیبوبت منیب محال پس خلیفه بغیر حق مقرر کرده
رجوع باحکام پیش او نمودن ضرور و این همه باطل و لغو ست بغیر حق و دور از حق خواهد بود
پس بالکل رقاب این امت مرحومه چه طور ظهور آید پس یا تعطیل احکام شرع یا نیابت بلا انابت
یا تکلیف ما لا یطاق لازم خواهد شد و ازین سه قباحت چاره نمانده **فائده** از اینجا توان فهمید
که بتقدیر صحت الائمة من بعدی اثنا عشر معنیش چنانکه بیان کرده شد نخواهد بود و محمل حدیث
فریقین صحیح همین خواهد شد **فائده اخرے** و تخصیص خلافت بظاهر آنست که نزاع در
همین ست و الا در مقام قربیت نیابت که نیابت و خلافت باطنی حضرت رسالت ست شکی نیست که محل کلام ست

اسی کے ساتھ ایک سوال متعہ کی بارہ مین بھی آیا تھا فرد الاولیا نے اسکا جواب آیات قرآنی و احادیث اور خود انھین شیعون کے اصول سے مختصر اور مدلل پیرایہ مین دیا ہی اس مسئلہ کے متعلق جسقدر اگلے علمائے اہل سنت و اثنا عشریہ سے گفتگو ہوئی ہے اور تحفہ اثنا عشریہ مین جوابات مذکور ہین اُنسے علیحدہ ہو کر آپنے اسی آیہ کریمہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ سے بہت عمدہ طرز پر جواب دیا ہی اور حرمت متعہ ثابت کیا ہی۔

یہان پر اُس مفید تحریر کو بھی درج کر دیتا ہون تا کہ اہل انصاف تحقیق فرد الاولیا کے اس قابل وثوق دلائل سے حق و باطل کی تمیز کر لین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ الملھم للصواب الذی لا الہ الا ھو لا شریک لہ وحدہ الکریم الوھاب والصلوٰۃ والسلام علی صاحب الکتاب محمد النبی الامی الذی لا نبی بعدہ وعلی الہ واھل بیتہ واصحابہ۔ درباب متعہ اکثر سخن جواب بتحریر معقول وعنوان شائستہ در اثنا عشریہ مذکورست حاجت بتکرار نیست۔ بعضے سخن باریک ودقیق در مطولات علم کلام مبسوط است۔ وانچہ در اثنا عشریہ مرقوم ست کفایت ست۔ ویک سخن علاوہ ازان اینست کہ در سورہ نساء آیہ حرمت علیکم الی قولہ فانکحوھن باذن اھلھن واتوھن اجورھن بالمعروف ملاحظہ فرمایند۔ پس معلوم خواہد شد کہ اول حق تعالے عز وجل ذکر زنان محرمات فرمودہ بعد ازان ذکر محللات فرمودہ بقولہ احل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین یعنی حلال کردہ شد برائے شما سوائے این محرمات باین طور کہ بخواہید آنہارا از اموال خود۔ مراد از محرمات آن زنان اند کہ نکاح با ایشان حرام ست وبعد ازان ذکر محللات ست یعنے زنانیکہ حلال ست نکاح با ایشان۔ وتفسیر نکاح فرمود باین لفظ ان تبتغوا باموالکم یعنی در نکاح تقابل بالمال ضرورست کہ آن را مہر میگویند۔ وبعدہ می فرماید بحرف تعقیب کہ فا ہست فما استمتعتم بہ منھن فاتوھن اجورھن فریضۃ یعنی انچہ بر آن تمتع شدہ اید از زنان پس بدہید آنہارا اجرت یعنے مہر کامل کہ مفروض ومعین شدہ است وبعد می فرماید ولا جناح علیکم فیما تراضیتم الی قولہ تعالی حکیما یعنی اگر برضائے خود ہا بعد مقرر شدن مہر چیزے کمی کنید پس گناہ درین نیست وبعدہ میفرماید ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنٰت فمن ما ملکت

ایمانکم الخ یعنی اگر کسی از شما استطاعت نکاح محصنات ندارد پس از زنان مملوکه۔ وبر ظاہر ست کہ معنی فما استمتعتم متعہ باشد چنانچہ شیعہ احتجاج می نمایند۔ نظم آیت کریمہ بیک طور مسلسل ست باطل میشود و فاے تعقیب است نمی آید ونیز بسبب انقطاع احکام زوجیت از ممتوعہ ہویداست کہ زن ممتوعہ از منکوحہ محصنہ نیست۔ کہ دیگر جا ہا انچہ از احکام زوجہ منکوحہ وارد ست نزد شیعہ در ممتوعہ جاری نیست پس این قسم ثالث یعنی متعہ ہرگز منصوص علیہما نشد۔ ودر تعلیقات کافی کلینی پارۂ از متعلقات این معنے بخوبی نوشتہ ام۔ باقیماند کلام در حدیث پس نزد اہل سنت چنانکہ اجازت در جنگ خیبر در فتح مکہ معظمہ ثابت ست منع آن بعد سہ روز نیز ثابت ست۔ واز روایات فریقین وقوع متعہ از احدی از اصحاب بعد از معاودت از جنگ مذکور در شہر مکہ معظمہ و مدینہ منورہ ثابت نشدہ وجریان این امر در عہد حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نیز ثابت نشد۔ وخود عمل حضرات ائمہ علیہم السلام نیز ثابت نشدہ بلکہ درین عہود نزد عامہ اہل سنت منع ثابت شدہ ونزد اکثر شیعہ نیز چنانچہ در استبصار از حدیث امیر علیہ السلام منع وحرمت مذکورست۔ واز دیگر کتب ایشان واضح ست از قول حضرات کہ معاشر ائمہ انچنین نمیکنیم وحدیث منع وحرمت کہ اہل سنت میگویند متعدد ست۔ از انجملہ است انہ اباحہا ثم اصبح یقول یا ایہا الناس انی کنت امرتکم بالاستمتاع من ہذہ النساء الا ان اللہ حرم ذلک الی یوم القیمۃ کذا فی البیضاوی وعن علی رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وسلم نہی عن متعۃ النساء یوم خیبر وعن کل لحوم الحمر الانسیۃ وعن سلمۃ بن الاکوع قال رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعۃ ثلثا ثم نہی عنہا کذا فی المشکوۃ پس از احادیث معلوم شد کہ انچہ احادیث جوازست در ہمان حدیث ذکر منع ہم ہست۔ پس نصف حدیث اہل سنت اعتبار کردہ حجت جواز آوردن ونصف حدیث از اعتبار ساقط کردن بعید از خردمندی ست کہ انچنین سرقہ در اندک ملاحظہ حدیث ہویدا شدنی ست وانچہ حدیث قدوم مکہ مذکورست مؤید مذہب اہل سنت ست کہ قولہ علیہ السلام فشکی اصحاب الرسول طول العزوبۃ دلیل بین ست برانکہ از توقف اقامت در غزوہ وامتداد ایام مفارقت اہل خود شکایت اضطرار خود پیش حضرت نمودند صلی اللہ علیہ وسلم

وبعلت عدم طاقت صبر تا زمان دراز غزوه حکم شد استمتعوا من هذه النساء پس
هرگاه علت حکم ساقط شد بسبب دخول خانها و وصول اہل آنها استصحاب حکم چه طور صورت
بندد و اصل که الضرورة تبیح المحظورات و اصل دیگر که الحکم علی خلاف القیاس
یقتصر علی مورده و اصل ثالث اذا دار الامر بین الحلة والحرمة فالحکم للحرمة
متفق علیه فریقین ست معین مذهب اہل سنت ست و از اصل اول جواز اکل محرمات در مخمصه
وامثال آن مستخرج از اصل دوم ناقض وضو بودن قهقهه در نماز و نظائر آن و از اصل
ثالث اکثر امور مستنبط ست لیکن از همه اصل درگذشتن از راه تقلید شرع برگشتن ست
ونیز درمیان همین حدیث شکایت ذکر منع هم موجود ست که آنرا گذاشته نصف حدیث
بحجت خود شیعه ذکر می نمایند۔ امام رازی ازین کوتاه بیانی هرگز راضی نیست پس
باینهمه رافع یقینی جستن و عند الشهادة چشم از رافع یقینی بستن خلاف مناظره است
و دور از جاده صواب نشستن ست۔
و آیۀ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع الی قوله فان خفتم
ان لا تعدلوا فواحدة او ما ملکت ایمانکم دلالت دارد برین معنی که نکاح
برای شما تا چهار زن درست و بیش از چهار جائز نیست بعده اوتعالی فرمود فان
خفتم ان لا تعدلوا یعنی اگر عدالت در حقوق چهار زن نتوانید فواحدة یعنی پس با یک
زن نکاح کنید که یک زن منکوحه به نسبت چهار زن سبکبار ست او ما ملکت ایمانکم
یعنی قضای حاجت از ملک یمین خود کنید که آن هم سبکبار ست بلکه از منکوحه
سبکبار تر ست پس حاصل معنی این آیت انیست که اگر خواهید و طاقت ادای حقوق
دارید پس تا چهار زن منکوحه برای شما اجازت ست و اگر ادای حقوق نتوانید پس یکی
نکاح کنید یا کار از مملوکه گیرید پس باید دانست که ازین آیۀ کریمه حصر ثابت شد که اختیار
تا چهار زن ست و اگر در حقوق عجز شود پس یک زن یا جاریه ولکن اینجا هم ذکر متعه نیست
وحال این ست که زن ممتوعه از جاریه هم سبکبار تر ست که قدری دین یکبار داده شد و
نفقه و کسوت نیست۔ و در جواری نفقه و کسوت دائمی ست و یقین ست که در سبکبار
بودنش از زن منکوحه شبهه نیست پس درین تخفیف که از آیت مبین شد ذکر ممتوعه در
صورت جواز البته می شد نه که حصر در یک منکوحه یا جاریه فرموده می شد و مراد درین آیت

از لفظ فانکحوا عام از متعہ شدن نمی تواند و او خیال متعہ زیر حکم نکاح صلوحیت نمی بندد و حصر کہ جواز
این نکاح منحصر ست در چہار زن و جواز نکاح متعہ نزد میحان و محللانش معدود بعدد و
محصور بحیطہ حد نیست و ظاہر ست کہ حصر و عدد در متعہ ضیق خواہد بود کشائیشی کہ از جوازش
مطمح نظر ست نخواہد ماند چنانکہ تعمیم انی شئتم شاہد مدعا کشادہ بالی ست ۔

فرد الاولیا نے اپنی مذکورہ بالا تحریر مین حرمت متعہ کے متعلق جسقدر لکھا ہی بہت زیادہ مسکت خصم ہے ۔ اپنی متعہ کے عدم جواز کی نسبت مذہب امامیہ کی مستند کتاب کافی کلینی کے اس مقام پر جہان متعہ کا ذکر ہو آپنے عمدگی کے ساتھ مدلل خلاف مین شیعون کے تعلیق کی ہی اور بہت مزید تحریر مین حرمت متعہ انھین شیعون کے اقوال سے ثابت کیا ہی فرد الاولیا نے اس تعلیق کا پتہ خود اپنی مذکورہ بالا تحریر مین باین عبارت ”در تعلیقات کافی کلینی پارہ از متعلقات این مبحث بخوبی نوشتہ ام“ دیا ہی تیسرا رسالہ التقبیل الاظفار فی الاذان عند شہادۃ اشہد ان محمدا رسول اللہ جواب انکار مین علامہ محقق ملا شاہ محمد ظہور الحق عمادی مجیبی پھلواروی قدس سرہ کے لکھا گیا ہی علامہ مذکور اس فعل کو بدعت قبیحہ بلکہ قریب بکفر جانتے تھے اور فرد الاولیا جائز و مستحسن فرماتے تھے ۔ اس رسالہ مین آپنے تقبیل اظفار بعنوان شایستہ بعض روایتون سے ثابت کیا ہی اور جابجا اکابر صحابہ مثل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بہتون کی سندین پیش کی ہین ۔ اگرچہ روایات کل ضعیف ہین لیکن فضائل اعمال یا مناقب مین موافق اصول مقررہ کی مقبول ہین کیونکہ یہان پر بحث اسکی جواز سے ہی نہ یہ کہ فرض یا واجب یا سنت ہونے سے ۔

اور نہ فقط اس مسئلہ کے جواز مین فرد الاولیا ہی کی ذات پاک منفرد تھی بلکہ خود مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی خاص تحریر اس مسئلہ کے متعلق میری نظر سے گذری ہی جسمین نہایت مدلل بحث اسکے جواز مین خود شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے کی ہے اور قریب قریب وہی روایتین اسمین درج ہین جنکو فرد الاولیا نے اپنے رسالہ مین لکھا ہی ۔

ہر چند خطبہ مین رسالہ مذکور کے مسئلہ تقبیل ابہامین کا نام درج نہین ہی مگر کاتب ناقل نے آخر رسالہ مین لکھدیا ہی کہ اس رسالہ کی تصنیف کا سبب علامہ حضرت شاہ محمد ظہور الحق مجیبی قدس سرہ کا انکار اور اس فعل کو قریب بکفر جانتا ہوا ہی کچھ دنون تک فرد الاولیا اور علامہ مذکور کے باہمی اس مسئلہ مین تحریری سلسلہ جاری رہا آخر اس رسالہ کے بعد یہ سلسلہ موقوف ہوگیا

یہ رسالہ کچھ طویل ہے اسلیے اسکو نقل نہین کرسکتا مگر صرف خطبہ اس غرض سے نقل کردیتا ہون تاکہ ناظرین کو اسی سے سبب تالیف کا پتہ لگ جائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی انعم علینا بانواع النعم لا سیما بحب حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد سمعت یقول من اظنہ من الکبراء الابرار فی منع وضع الابہامین علی العینین + وتقبیل الاظفار فی الاذان عند اسم النبی العربی قرۃ عین الاعیان محمد حبیب الرحمن علیہ الصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان + من جہۃ کونہ بدعۃ قبیحۃ عندہ بل قریبا من الکفر فعجبت وظننت من الاتفاقات جرت علی لسانہ من الکبر والغدم والقرم اوجعل عدم العلم دلیل العدم فلما بلغہ اصرارہ علی دعوی الکفر اردت استخراج سند الجواز الاستحباب بل کونہ سنۃ سنیۃ من الکتب المعتبرات وان یقرب بعد قلا علی دفعہ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم بحب حبیبہ النبی الکریم الاحق بجمیع انواع التعظیم فواللہ نعم ما قال من قال فی غایۃ مدحہ وتعظیمہ ؎

دع ما ادعتہ النصاری فی نبیہم — واحکم بما شئت مدحا فیہ واحتکم

وبہ الاستعانۃ فی نصرۃ دینہ القویم فبسم اللہ الرحمن الرحیم

حلت بقرہ منذورہ مین آپکا ارادہ تھا کہ ایک مبسوط رسالہ لکھین چنانچہ بطور یادداشت جابجا کتب تفسیر واحادیث واقوال فقہا سے مضامین بھی اکٹھا کیا تھا مگر کثرت مشاغل و ضروریات خانقاہ کے سبب اسکی ترتیب کا موقع نملا۔ آپکے چھوٹے بھائی مولوی معنوی شاہ محمد حسین قدس سرہ کے ارشد تلامذہ سے مولوی آل حسنین پھلواروی علیہ الرحمۃ نے کچھ اضافہ کے بعد انھین مضامین کی عمدہ ترتیب دیکر ایک رسالہ کی صورت مین تالیف کرکے "اتمام الحجۃ" کے نام سے موسوم کیا اسلیے اس مضمون مین غالباً شہرت کے مطابق کوئی رسالہ نہین ہان تفسیر عزیزی کے اس مقام پر جہان مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حرمت بقرہ منذورہ کے متعلق بحث کی ہے فرد الاولیا نے اسکی خلاف مین ملا جیون امیٹھوی و ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے مسلک کے مطابق تعلیق کی ہے۔

رسالہ تجویدیہ یہ رسالہ اگرچہ مختصر ہے مگر اجمالاً قواعد مخارج و تجوید کو جامع ہے اور متعلمین فن تجوید کے لیے یہی ایک رسالہ کافی ووافی ہے۔

رسالۂ بحور و اوزان اشعار - فرد الاولیا نے اس رسالہ مین تمامی اوزان عربی کو جمع کیا ہے اور موقع سے ہر بحر کی تعریف بھی زبان فارسی مین نہایت متین جملون مین مثال کے ساتھ کرتے گئے ہین۔

رسالہ در حلت جراد اس رسالہ کے تالیف کا سبب یہ ہوا کہ ۱۲۲۵ھ ہجری کے ماہ رمضان مین پھلواری مین یکایک ٹڈیون کی آمد اس کثرت سے ہوئی کہ لوگون کا راہ چلنا بند ہوگیا اور اطراف و جوار کے غریب کاشتکارون کے تیار اور کاٹنے کے قابل کھیت اس ناگہانی آفت کے سبب رائیگان گئے اور ایک خوشہ بھی غریبون کے ہاتھ نہ لگا۔ اسی زمانہ مین پھلواری کے علما مین یہ مسئلہ چھڑا کہ ٹڈی کے حلال ہونے مین تو کوئی شبہہ نہین لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کھانا ثابت ہے یا نہین؟ اور اگر کوئی شخص اپنی کراہت طبعی کے سبب نکھائی تو گنہگار ہوگا یا نہین؟

فرد الاولیا کو خیال پیدا ہوا کہ کتب حدیث سے اسکی تحقیق آیندہ کرونگا اسوقت اپنے استاد سید العلما مولانا **احمدی** قدس سرہ سے دریافت کرون **سید العلما** کے حضور مین تشریف لاکر آپنے سوال کیا **سید العلما** نے اسکے جواز و عدم جواز کی متعلق اپنی تحقیق ظاہر فرمانے کے بعد فرمایا کہ مین نے بھی اپنے والد و استاد ملا **محمد وحید الحق** ابدال قدس سرہ سے اس بارہ مین جیسا آپ سوال کرتے ہین پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا کھانا ثابت نہین۔ اور ایسا ہی اپنے خال معظم و مرشد حضرت شیخ العالمین مخدوم شاہ **محمد نعمت اللہ** قدس سرہ سے پوچھا تھا آپ بھی والد ہی علیہ الرحمۃ کی روایت سے عدم اکل کا ثبوت دیتے تھے۔ میرے نزدیک بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا ثابت نہین اسی سببسے نہ خود **شیخ العالمین** نہ **والد علیہ الرحمۃ** نہ کسی گھر والے نہ مین نے کھایا۔ اور جو حدیث ثبوت اکل مین پیش کیجاتی ہے وہ ضعیف اور رواۃ اُسکے مجروح ہین اسلیے پایہ اعتبار سے ساقط ہے اسکے بعد **سید العلما** نے ایک مختصر تقریر صحت و سقم حدیث کے متعلق کی **فرد الاولیا** اس تقریر جا بجا شبہہ فرمانے کے بعد جواب پاکر واپس تشریف لائے۔ اور کتب حدیث و فقہ سے اسکی تائید مین مضامین منتخب کر کے **سید العلما** کی تقریر کے ساتھ مختصر رسالہ ترتیب دیکر آخر مین قول فیصل یہ لکھدیا کہ "با وجود حلت کے بمقتضاے کراہت طبع اگر کوئی نکھائے تو گنہگار نہوگا"۔

اس جگہ پہ مزید تصدیق کے خیال سے اخیر رسالہ کی وہ عبارت جسمین مذکورۂ بالا مضمون کی طرف **فرد الاولیا** نے اشارہ کیا ہے لکھدیتا ہون وھو ھذا

اکنون چون متحقق گشت حلال بودن ملخ و سنت بودنش ثابت نشد پس اگر

بمقتضای کراہت طبع کسے نخورد گناہگار نخواہد بود کہ در چیز حلال کراہت شرعا نمی باید۔ اما
طبعا پس موجب اثم نیست کما یدل علیہ روایۃ الضب ہی عافہ کما عاف الضب
و نیز پیدا چیزیست کہ حلال ست و عقل بحکم شرع در حلت آن تردد نمیکند و گوارائی طبائع
بعضے مردم نیست علی الخصوص در چیز ہائیکہ مروج آن دیار نباشد۔ بلکہ نا خوردن ملخ را
مطلقا خلاف سنت ہم نتوان گفت کہ حدیث لا آکلہ ولا احرمہ ناظر بودن عدم
اکل ست ھذا اما تحقق عندی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال و ان کان احد
فی ریب مما بیناہ و حسناہ فلیرجع الی الکتب و لیطلب عما نقلناہ او یأتی
برد علی ما قلنا و ذکرنا۔ وقد وقع تالیف ھذہ الرسالۃ فی العشرۃ الاولی
من شھر رمضان فی سنۃ ۱۳۲۵ الف و مأتین وخمسۃ وعشرین من ھجرۃ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم وقد بدأ حدوث الجراد فی ھذا الشھر المذکور
بعد انقضاء ثمانیۃ ایام منہ بکمال الوفور حتی بیسہ کان سحاب فی
السماء و اصطادہ اکثر الناس و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین و
الصلوۃ والسلام علی ختم المرسلین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین و
اسمی محمد ابو الحسن الفلواروی مولدا و موطنا

پس اسیقدر فرد الاولیا کی تالیفات کا ذخیرہ مشتے نمونہ از خروارے آپکی اعلیٰ قابلیت و زور قلم و تحقیقات علمی کا پتہ دینے کو موجود ہے اسکے سوا کوئی مستقل تالیف خاص کسی فن میں نہ مین نے دیکھی ہے اور نہ بزرگون سے سنی ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

فرد الاولیا کی خوش بیانی و علمی مضامین

فرد الاولیا کے زمانۂ مبارک مین صوبہ بہار و اودہ و بنگال مین علما و مشائخ کی ایک کثیر التعداد جماعت موجود تھی جنمین سے اکثر ایسے تھے جنسے فرد الاولیا سے سلسلۂ رسل و رسائل جاری تھا اور صوبۂ بہار کے نامی مشائخون سے اکثر کے ساتھ نہایت خلوص کی صحبتین گرم رہا کرتی تھین۔ حضرت خواجہ سید شاہ ابو البرکات ابو العلائی و حضرت میر شاہ قمر الدین حسین ابو العلائی و حضرت شاہ قطب الدین فردوسی منیری و حضرت شاہ امیر الدین فردوسی بہاری قدس اللہ تعالی اسرارہم سے بہت زیادہ مخلصانہ برتاؤ رہا کرتا تھا پھلواری کے عرسون مین قریب قریب کل بزرگان شریک

ہوا کرتے تھے اور اکثر فرد الاولیا سے باہم مفید گفتگو ہوا کرتی تھی۔ ان سب بزرگون کی اعتبار سے حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات عظیم آبادی قدس سرہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ یہ بزرگ غیر زمانہ عرس مین بھی جب کبھی آپکا دل گھبراتا تو بنظر تفریح طبع پھلواری ملاقات کے لیے تشریف لاتے اور فرد الاولیا سے تھوڑی دیر تک ملاقات کرکے واپس تشریف لیجاتے۔

آپکو فرد الاولیا کی خوش بیانی و تاثیر تقریر کا اسقدر اقرار تھا کہ آپ اپنے لوگون سے تذکرون مین تعریف فرمایا کرتے تھے یہان تک کہ آپکا قول تھا کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی خاص تعلقات و ترددات کے سبب پریشان خاطر ہو اور وہ فرد الاولیا کے حضور مین آکر تھوڑی دیر اُنکی باتین سنا کرے تو اُسکی دل گرفتگی دفع ہو جائے خدا نے انکی تقریر مین دفع دل گرفتگی کی پوری تاثیر بخشی ہے۔ دیکھو مین اسوقت اُنسے ملنے جا رہا ہون اسوقت میرا دل خوش نہین لیکن مجھکو یقین ہے کہ جسوقت اُنسے ملونگا اور وہ باتین کرینگے یہ دل گرفتگی دفع ہو جائیگی۔

چنانچہ اس واقعہ کو مولوی معنوی شاہ ابوالحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہ ایک مقام پر اسطرح لکھتے ہین۔

نقل ست شاہ ابوالبرکات سلمہ اللہ تعالیٰ کہ نسبت ابوالعلائیہ میداشتند و صاحب یاران بودند و مشہور دیارند اکثر در مجلس اعراس گاہے بدون مجلس تشریف مے آوردند روزی آمدند و از جناب ایشان ملاقات کردہ تقریبات ہر جلس میکردند کہ اثر انبساطے ببشرۂ شاہ ممدوح ظاہر شد و متوجہ بیاران شدہ فرمودند کہ چون صاحب! آنچہ در اثنائے راہ گفتہ بودم راست آمد یا نہ۔ ہمہ با تصدیق فرمودند جناب ایشان یعنے مولانا شاہ ابوالحسن صاحب دامت برکاتہ و فیوضاتہ پرسیدند چہ سخن ست؟ ما ہم مطلع شویم اگر مضائقہ نداشتہ باشد فرمودند از حضرت ایشان کسی امر را مضائقہ در گفتن ندارم امروز بس منقبض الحال بودم در اثنائے راہ زیادہ تر خاطر منقبض بود از یاران گفتم کہ سببے معلوم نمی شود لیکن خوب میدانم کہ چون ملاقات بمولانا شاہ ابوالحسن صاحب خواہم کرد رفع انقباض خواہد شد کہ حق تعالےٰ در کلام شان تاثیری بخشیدہ کہ جوانان را چہ گویم در پیران ہم ندیدم خصوصاً در حق من کہ مجرد مواجہہ بر رفع انقباض کافی مے شود ہمان سخن یاد آوردم کہ ببینید حالا آن انقباض چہ شد۔

دوسری مرتبہ خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ خانقاہ مین پھر تشریف لائے اُس دفعہ خواجہ صاحب کو تصوف کے ایک مسئلہ مین سوال پیدا ہوا۔

کہ جب طالب مطلوب تک پہونچکر اپنی ذات و صفات سب کو مطلوب کی ذات و صفات مین فانی

کردیتا ہے تو پھر اُسکو ایسی اعلیٰ حالت سے اپنے وجود و ذات کی طرف کون پلٹا لاتا ہے۔

دیر تک اسکا جواب غور کرتے رہے مگر اتفاق وقت اسکا جواب اپنے ذہن سے نہ دے سکے جب خلوت میں حضرت شیخ العالمین سے ملنے گئے تو آپ سے اس سوال کا جواب چاہا شیخ العالمین نے فرمایا کہ

جو ارادہ اُسکو ذات مطلوب میں فانی کرتا ہے وہی پلٹا بھی لاتا ہے۔

خواجہ صاحب کو اس جواب سے تشفی نہوئی۔ جب خلوت سے باہر سہ درہ والے مکان میں (جہاں فرد الاولیا و آپکے دیگر اخوان و اکابر پھلواری کی نشست رہا کرتی تھی) تشریف لائے تو فرد الاولیا سے فرمایا کہ میں نے ابھی حضرت سے ایک سوال کیا تھا لیکن جواب تشفی بخش نملا آپنے فرمایا کہ میں بھی سُن سکتا ہوں؛ خواجہ صاحب نے سوال کا اعادہ کیا فرد الاولیا نے فرمایا اگر مرضی ہو تو اُس مختصر جواب کی شرح عرض کروں؛ خواجہ صاحب نے فرمایا ضرور بیان کیجیے فرد الاولیا نے فرمایا کہ

طالب کو مطلوب تک پہونچا دینے والا اور اُسکی ذات میں فانی کر دینے والا ارادہ ہے۔ اور یہی ارادہ مقتضی اس بات کا ہے کہ طالب کو جلد یا دیر میں اپنی پہلی خودی کی حالت میں پلٹا لائے اگرچہ طالب کی ذات صفات مطلوب کی ذات و صفات میں ایسی فانی ہوگئی ہو کہ مطلق اُسے اپنا شعور باقی نرہا ہو پھر بھی جلد یا دیر میں اس کا وہی ارادہ جسنے مطلوب کی ذات میں فانی کردیا تھا شعور کی حالت میں پلٹا لائیگا۔ اور جو کیفیت فنا و عدم شعور کی طالب پر اُسکے ارادہ اور قصد کے بغیر پیدا ہو گی یا وہ ہلاک کر دے گی یا تا عمر اُسکو اپنی ذات و صفات کا افاقہ ہی نہوگا۔ اسکی مثال یوں ملاحظہ ہو کہ جیسے کوئی سونے کے لیے لیٹے اور ارادہ کرے کہ سوؤں۔ اور سو جائے پھر جلد یا دیر میں اُٹھے تو اُسکو نیند کی حالت سے وہی ارادہ (کہ میں سوؤں) بیداری کی حالت میں لے آیا یہی طالب کے فنا و شعور کا حال ہے۔

خواجہ صاحب فرد الاولیا کی خوش بیانی سنکر پھڑک گئے اور فرمایا بات ذہن میں آگئی واللہ آپ تو حضرت سے بڑھ گئے۔

جبر و اختیار

میں چاہتا تھا کہ اسکے متعلق اپنے خیالات بھی جو خزانۂ خیال میں جمع ہیں ظاہر کروں اُس کے بعد فرد الاولیا کے مضمون کو درج کروں مگر چونکہ عقائد کا ایک اہم مسئلہ ہے جسکی نسبت ہر شخص کا کام نہیں کہ قلم اُٹھائے آپنے جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ پوری طرح پر اہل سنت والجماعۃ کی تائید میں ہے اور فرد الاولیا ہی جیسے لوگوں کا کام ہے کہ ایسے ایسے اہم مسئلہ پر قلم اُٹھائیں اسلیے اس مضمون پر کچھ اضافہ کرنا اُس سے بھی تفصیلی صورت میں اپنے خیالات کا ظاہر کرنا گویا ع

سورج کو چراغ ہی دکھانا ہے میں یہاں بعینہ عبارت ہی نقل کر دیتا ہوں ناظرین خود ہی اپنے خیال و سمجھ کے مطابق اندازہ کر لیں۔

آنچہ دربارۂ جبر و اختیار و استحقاق ثواب و عقاب استفسار فرمودہ اند نوشتہ میشود کہ حال اشیاء را نسبت بعلم ازلی و قدیم عالم تقدیر گویند۔ و نسبت بظہور و خلق عالم اسباب و تدبیر نامند حضرت حق تعالیٰ مدار ہر کار را بر ہر دو عالم نہادہ چنانچہ تقدیر اکل و شرب را در عالم ظہور و اسباب بتدبیر مہیا کردن سبب و نیز انیدن ماکولات باہم کردہ و تقدیر لباس را در کسوت ظہور بہ پیرایہ جمع ساختن تار و پود فراہم ساخت۔ و ہر کاریکہ تقدیرش با تدبیر معین او برابر افتاد آن کار ہویدا شد و معلوم شد کہ باین اسباب تقدیر شدنش بودہ ہر امریکہ جلوہ گر نشد یا تقدیر شدنش نبود یا مقدر ہست لیکن نہ ازین اسباب و بدین وجہ کہ خلق را نظر از مسبب برگشتہ بر صرف اسباب دوختہ نشود گاہ بہ رسم خرق عادت جہت اظہار قدرت بے وسیلہ اسباب ہم بعض امر را در عالم تکوین می آرند۔ چنانچہ ظہور نار از شجرۂ موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام و نزول مائدہ از سماء بدعاے عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام و امثال آن چرا کہ بر آسمان نہ غلہ بود نہ شہد و نہ مرغ و نہ ماہی و نہ حضرت پزانیدن بقوم عیسیٰ علیہ السلام افتاد خود تیار و پختہ از آسمان فرود آمد الحاصل آنچہ در علم قدیم ازل مقرر شدہ است در عالم ظہور سببہا را موافق آن مقرر علمی بار کردہ ظاہر می سازند کسی را کہ در علم ازلی شقی کردہ اند در عالم تکوین ہم علامات شقاوت از وے ہویدا میکنند و سعید ازلی آثار سعادت ... باقی ماند کلام درین کہ چرا یکے را سعید کردند و یکے را شقی این محض از تقاضاے حکمتیست کہ عقل کل از ادراکش امی حیران و بظاہر مثالی توان گفت کہ باغ آرائے نصب کنندہ اشجار بعضے درخت را برائے سوختن نصب می کند و از خبرگیری آب رسانی مثل درختان دیگر بتقاضاے سرسبزی میکوشد۔ چون آن درخت بکمال خود میرسد آنرا قطع میکند و آرہ بر سرش میرانند۔ و باو درخت را کہ تا اہل قطع باشد میگذارد و باغبان را چہ رسد کہ مالک باغ کدام درخت برائے چہ می پرورد و مدار ثواب و عقاب برہمین عالم تکوین و اسباب است نہ بر عالم تقدیر ازلی چرا کہ بعالم تقدیر فعل از کسے واقع نمی شود کہ ثمرۂ آن ثواب و عقاب پیدا آید تا بینیکہ حضرت آدم علیہ السلام در علم بودند ہیچ فعل صادر نشد چون بعالم تکوین آمدند مامور شدند و ثمرۂ اش کہ برآمدن از جنت بود ہویدا شد و در عالم تقدیر برآوردن از بہشت معنے ندارد مگر ہمین کہ ارادہ بیرون آوردن در ظہورش بود اینجا بہشت صد و رخلافیم

از حضرت ابو البشر و همین عالم اسباب را عالم تکلیف میگویند که امروز رضا بجمیع اسباب
خیرست و سعی اسباب شر خلاف حکم و رضا اگرچه در تقدیر ازلی اراده عدم تهیهٔ اسباب
خیر متعلق شده باشد و آن را مراد گویند و این راه اطاعت را مرضی و در عرف عام که مراد و مرضی
را مترادف می انگارند و یکی را بجای دیگری باستعمال می آرند محض محاوره و اصطلاح ست
وگرنه بحقیقت و رانچه اراده کردنش باشد مرادست - اگرچه خلاف طبع خود باشد - و انچه
موجب رضای طبع خود باشد مرضی ست - اگرچه خوب تامل کافی ست مگر معهذا برای تصریح
نگاشته که باعتبار حق تعالی ظهور مرضی اش بے اراده و نیت - و هرچه که اراده با و
متعلق شد ضرور نیست که موافق رضا باشد و مستوجب آفرین و تحسین بنده و انعام گردد
و در عالم تکلیف حکم بر رضا جاری ست نه بر دریافت مراد حق چه دریافت مراد و بجز این آثار
ظاهری و سبیلی دیگر نیست - باقی ماند سخن درین که ظهور مراد حق ضرور پس درین صورت
بنده هم در اختیارش مجبور جوابش آنکه چون همه صفات در بنده ظاهر گردند اراده
که صفتی ست قوی نیز با او دادند پس هر فعل خیر و شر را نسبت بخود کردن گرفت
چنانکه میگوید که من کردم و من گفتم و من شنیدم و من رفتم - و نسبت فعل بحضرت حق هرگز
نمی کند خود را مختار میداند چرا که معنی اختیار اینست که بعد اراده کار به تکمیل کوشد
لهذا رعشه مرتعش را که بے اراده می شود در فعل اختیاری نمی شمارند - و اگر کسی نقل رعشه نماید
چون باراده است حرکت اختیاری انگارند پس معنی اختیار اینست که فعل باراده کرده شود
و جبر خلاف و مقابل اینست چنانچه موت که بے اراده انسان می آید پس انسان درین مجبور
است و آنکه بندگی در راه اطاعت را در عرف عام جبر میگویند این جبر مجازی ست و اصطلاحی
چنانچه بادشاه کسی را کاری بفرماید که بر مزاج آن ملازم گران باشد و بسبب اطاعت فرمانبرداری
بجا آوردنش ضرور باشد پس جبر حقیقت نیست چرا که آن محکوم انجام این امر شاق
باراده میکند ولیکن اراده اش در اراده سلطان مندمج گشت نه اینکه اصلا اراده ندارد
حتی که درین فعل او را مجبور دانند یا حرکت مرتعش خوانند پس این جبر حقیقی ست -
و حال اینکه بظاهر در سمع اختیار خود نیست حتی که اگر خواهد که بعض لفظ بشنوم و بعضی
نشنوم ممکن نیست و بیرون از وسع ست چنانکه در گفتگو که هر لفظی که خواهد گوید و هرچه
خواهد گوید با این همه خلق سمع را نسبت بخود میکند و میگوید که من بقصد می شنوم - و در روشنی خانه

اختیاری بجز این نیست کہ فتیلہ را مشتعل سازند و در نور افشانی چراغ و انعکاس شعاع مدخلے ندارند با این ہمہ میگویند کہ من خانہ را روشن کردم و در پختن طعام بارائے غیر ازین نہ کہ غلہ و آب یکجا کردہ آتش دہند اما تیاری آن و لذیذ بودنش از وسع خود بیرون است با این میگویند کہ من طعام را بہتر درست کردم پس معلوم شد کہ بغلبہ صفت ارادہ ہمہ چیز را باختیار خود نسبت میکنند و مختار حقیقی را صاف سہو میکنند پس امداد درین عالم تکلیف کسب ہر فعل را باختیار خود میدانند پس لاجرم مورد ثواب و عقاب شدند اگر خود را تمام تبری از کسب اختیار دانند درین ورطہ نا گفتند۔ کہ از مجانین باز پرسی نیست و ہمین معنے چون سائل بحضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عرض کردہ بود کہ چون ہمہ چیز از خواست خدا است کفر ما ہم از مشیت اوست پس چرا مورد عقاب باشیم وحی آمد یعنی این سخن زبانی میگویند و اذعان و ایقان باین امر ندارند چہ اگر حقیقت میدانستند کہ ہر چیز از طرف خدا است و ہر چیز را از طرف خدا می فہمیدند بصبر و شکر گردن می نہادند و ہر آئینہ مسلمان میشدند و کافر نمی ماندند بے عقیدت دل این سخن میرا شد در است ست ہر کہ انتساب ہر چیز بحضرت حق دارد لابد مسلمان ست و در بجا آوری فرمان ساعی بجان خلاصہ آنست کہ حال تقدیر ازلی نامعلوم و در عالم کسب کہ دعوائے اختیار داریم در باز پرس افتادیم و سزاوار عقاب و ثواب شدیم و این دعوی اختیار ہم از عطائے اوست لیکن خوارق عادات و عقل و ہوش و قرآن شریف را براہین ساختہ کہ اختیار خود را ہیچ باختیار حق دانند و باین راہ گم کردہ بجاہ دعوی اختیار افتادیم رد حجت و برہان نکردیم و در صورت دعوے اختیار لازم بود کہ بجہت اسبابے معین فکر نجح و براہین ہمراہ ما کردہ اند حال اختیار خود می فہمیدیم پس گرفتار شدیم و در وقت حجت میگوئیم کہ ما را چہ اختیار است و در وقت بر آمد کار میگوئیم کہ من چنین کردم۔ و چیزیکہ بے ارادہ ظاہر است و جائیکہ سبقت ارادہ شد جبر نماند گو آن ارادہ بسبب گفتن دیگری باشد۔

فرد الاولیاء و علماء و مشائخ عصر کے باہمی مراسلات

فرد الاولیاء مشائخون سے زیادہ تر ایسے لوگون سے مخلصانہ برتاؤ رکھتے تھے جنکا کہ شمار علماء مین بھی ہو

اہل علم صوفی آپکے نزدیک جاہل صوفی سے زیادہ قدر کی قابل تھے یہی سبب تھا کہ بزرگان سلون سے علاوہ اسکے کہ اتحاد سلسلہ طریقت بھی تھا علم نے زیادہ اس خلوص کو بڑھا دیا تھا۔

زبدۃ الکاملین حضرت شاہ پناہ عطا عرف جی میاں صاحب قدس سرہ کے اخلاص نامے برابر آیا کرتے تھے جسمین زیادہ تر خلوص واتحاد کے مضامین ہوا کرتے تھے۔ آپکو فردالاولیا کے ساتھ اسقدر خلوص تھا کہ اکثر خانگی امور مثل نظم خانقاہ وغیرہ مین بذریعہ خط آپسے نیک مشورت لیتے تھے۔ چنانچہ ایک سال بعض خانگی تعلقات و تفکرات کی سبب آپکا ارادہ ہوا کہ مسند ہدایت و سجادۂ خلافت حضرت شاہ محمد حسین عطا قدس سرہ کو تفویض کرکے خود ہجرت کر جائین اور سلون کی اقامت سے یک قلم دست بردار ہو جائین۔ ایک خط جسمین یہی امر مشورت طلب تھی۔ فردالاولیا کے حضور مین روانہ فرمایا آپنے اس نیک خیال کے متعلق بہت کچھ اپنی مفید راے لکھ کر روانہ فرمایا اور محض خانگی تعلقات و تفکرات کی سبب ہجرت کو پسند نہ فرمایا۔

حضرت شاہ خدا بخش قدس سرہ ساکن جھنجھنا کے ساتھ (جو حضرت مولانا رسول نما قدس سرہ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام امام قدس سرہ کے جانشین تھے) فردالاولیا نے اُس چھوٹے ہوئے قدیم تعلق کو (جو تاج العارفین و حضرت شاہ غلام امام قدس سرہما کے باہمی تھے) از سر نو زندہ کیا صوبہ بہار مین جسقدر مشائخ و علما تھے اُنکی تعداد تو بکثرت ہے ہر ایک کے ساتھ فردالاولیا بہت کچھ خلوص برتتے تھے۔ اور اکثر لوگ تقریباً عرس مین تشریف بھی لایا کرتے تھے۔

صوبۂ بنگال مین ڈھاکہ کے سربرآوردہ بزرگ حضرت صوفی شاہ دائم قدس سرہ کی جانشین حضرت صوفی شاہ بقیت اللہ و صوفی شاہ حفیظ اللہ و صوفی شاہ نور اللہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم سے برابر سلسلہ رسل و رسائل جاری تھا۔ اور اکثر بزرگون کو اسی خلوص نے فردالاولیا کی ملاقات کو پھلواری تک پہونچایا۔

علما سے مولوی مفتی شرف الدین رامپوری و مولوی شجاع الدین حیدرآبادی و مولوی حیدر علی لکھنوی سے برابر مراسلات تھے بلکہ مفتی شرف الدین رامپوری ایک بار آپکی غائبانہ تعریفین سنکر پھلواری تشریف لائے اور آپکی ملاقات سے بہت محظوظ ہو کر اپنی تصنیفات سے چند رسالہ بھی فردالاولیا کو ہدیۃً عطا فرمائے۔

مذکورۂ بالا علما و مشائخ کے نام جو خطوط فردالاولیا کے طرف سے گئے تھے ضرورت تھی کہ اسی جگہ منتخب کرکے سلسلہ وار درج کر دیے جاتے مگر چونکہ مجھے فردالاولیا کی انشا پردازی کے متعلق

اپنی رائے لکھنی ہے اور اُسکے ثبوت مین خطوط ہی پیش کرنے کی ضرورت پڑے گی اسلیے مناسب سمجھتا ہون کہ اس جگہ قلم انداز کرکے انشا پردازی کے بیان مین موقع سے درج کرون۔

فردالاولیا کی انشا پردازی

وبلاغت و فصاحت کی متعلق ہمارا ہرگز یہ دعوے نہین کہ آپ عربی نظم و نثر لکھنے مین امرأ القیس و لبید و فرزدق کے ہم پلہ تھے۔ یا آپکی فارسی نظم نظامی و خاقانی کی نظم سے ٹکر کھاتی تھی۔ ہرگز نہین کیونکہ دنیا کے ہر ذوی فہم کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ غیر ملک کی حاصل کردہ زبان ہرگز اپنی مادری زبان کے ایسے ہو نہین سکتی ایک ادنیٰ اعرابی و دہقانی جس آسانی کے ساتھ اپنی مادری عربی زبان مین اپنے مطلب کو ادا کرسکتا ہے وہ عجمی اعلیٰ لیاقت کے عالم سے بہت دشواری سے ادا ہوگا میری محدود عقل خود اپنی اُردو زبان سے نہایت عمدگی کے ساتھ اسکا فیصلہ کرلیتی ہے بلکہ ایسی نظیرین ہر روز اسکے پیش نظر رہا کرتی ہین کہ جو عربی النسل یا فارسی نژاد اشخاص علم کی حیثیت سے اس اُردو زبان کو حاصل کرتے ہین وہ کس قدر دقت سے ہمارا آپکا روزمرہ ادا کرتے ہین بلکہ بعض وقت ایسے الفاظ اُنکے زبان سے نکل آتے ہین جو اس محل کے لائق استعمال نہ تھے اسیطرح میری حاصل کردہ عربی یا فارسی یا انگریزی زبان کا بھی حال ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہر زمانہ وقت کے اعتبار سے کسی ایک علم کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے موجودہ زمانہ کی علمی ترقی کو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ فلسفہ جدید کی دلربایانہ صورت کی دلدادہ ہے یہی سبب ہے کہ ہر عام و خاص کے دماغ مین فلسفہ جدید کی ایسی تیز روشنی پڑ رہی ہے جس سبب سے اُنکی آنکھین سوائے فلسفہ جدید کے کسی دوسرے علم کی خوبیان محسوس نہین کرتین اسی طرح فردالاولیا کا مقدس زمانہ بھی تھا جو علوم و فنون کے اعتبار سے علم منطق کا دلدادہ تھا اور ہر شخص مین علم منطق کا ایسا تیز اثر تھا کہ جب کوئی نیا متعلم مدرسہ سے نکلتا تھا وہ اپنی زور تقریر سے مٹی کی دیوار کو یقینی سونے کی دیوار ثابت کردیتا تھا چنانچہ خود فردالاولیا کے تیسرے بھائی مولوی معنوی مولانا شاہ محمد امام پھلواروی قدس سرہ کو اپنے اعلیٰ تبحر علمی کے سبب دعویٰ تھا کہ مین نے منطق ایسی سمجھی و سیکھی ہے کہ اگر چاہون تو گانوٴن کے رہنے والے اہیر و چوہڑ کو نہایت آسانی کے ساتھ یہ علم سمجھا دون۔

درحقیقت اس زمانہ مین منطق ترقی کے ایسے ہی اعلیٰ زینہ پر پہونچی ہوئی تھی کہ اگر اُسوقت اس فن کا کوئی بھی اس سے بھی زیادہ دعویٰ کرتا تو صحیح ہوتا۔ اور اسکے وجوہات جہان تک غور کیے جاتے ہین تو یہی ثابت ہوتے ہین کہ جس زمانہ مین فلسفہ قدیم کی تردید کے خیال سے علماے اسلام نے علم کلام ایجاد کیا

اسی زمانہ مین اسلامی علوم وفنون بھی مخالفین کے شبہات دفع کرنے کے لیے منطق وفلسفہ کے محتاج کردیے گئے اور جو اصول ان اسلامی علوم وفنون کے قائم کیے گئے وہ منطق وفلسفہ سے ہی مستنبط کر دیے گئے۔ اسے پہلے کے علمای اسلام تحصیل علم منطق کے طرف ضرورت سے زیادہ مائل تھے اور انکی ساری ہمتین اسی ایک ضروری علم کے سیکھنے کی طرف مبذول رہتی تھین اسلیے علم ادب کا پورا مذاق اُنمین پیدا نہوسکتا تھا۔ صرف تفہیم وتفہم کے لیے سلیس اور آسان عبارت مین اپنا عندیہ اور مطلب ادا کرلیا کیے۔ پھر جب علم ادب کی ترقی کا یہ عالم تھا تو مین ایسا ناقابل تسلیم دعوے کیونکر کرسکتا اس جگہہ فرد الاولیا کی عربی انشاپردازی کے متعلق جو کچھہ دکھانا ہے وہ صرف اسیقدر کہ باوجود ایسی تحریرین کم ہونے کے آپ کی عربی تحریرین کسدرجہ سلاست وصحت کا پہلو لیے ہوے ہین ہمارے اس دعوی کا ثبوت فرد الاولیا کی بعض مذکورہ بالا تحریرون سے میرے ناظرین کو اگرچہ ملگیا ہوگا مگر خصوصیت کے ساتھ اس جگہہ فرد الاولیا کے دو عربی خط جو سید ادریس مغربی علیہ الرحمۃ کے نام گئے تھے درج کرتا ہون۔

مکتوب اوّل

قد ذاب من الفراق لحمی ودمی — وازداد من الشوق الیکم المی

کم اکتب قصتی الیکم بدمی — کم اصبر یالیت وجودی عدمی

صاحب الجود والکرم۔ جامع الحسنات والشیم۔ معدن الاشفاق العظیمۃ۔ مخزن الاخلاق الکریمۃ۔ العالم المبجل المفخم الفاضل الافضل الاعظم۔ عین اعیان الانسان۔ وانسان عین الاعیان بقیۃ السلف۔ زینۃ الخلف الجوھر الفرد النفیس والفقیہ الاورع النديس مخدومی مولائی السید محمد ادریس اکرمہ اللہ بکرامتہ ورفع درجاتہ وبارک فی حسناتہ وابلغکم السلام خیرھدیا الاسلام مع کمال التعظیم والاکرام رحمکم اللہ وبارک لکم ما حال قلبی من الاشتیاق ضبطہ بالکتابۃ لا یطاق لا یحملہ القرطاس ولا یسعہ الزمان ولو نمق القلم نبذا من اشواقی ونمق شرذمۃ من اسباقی لاحترق بنار الفراق واشتعل کالحطب لحراق ومعھذ اما یکتب لا یزیدیا

علی مقدار ذرة من سعة الارض ولا یکون فی جنب قطرة من البحر
مدادا للتحریر ما فی ضمیری لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات شوقی
ولو جئ بمثله مددا فعطفت عنان القلم الی مضمار بیان الهم
فیا عجبا من امثال هذا الشفیق بل الاشفق ان یقیم من مدی الزمان
فی بلدة کانفور ولا تطلعنی من احواله الشریفة واقامته المنیفة
ولا تخبرنی عن اخبار الاخیار وهو یعلم فرط محبتی بحضرته
وخلوص مودتی لخدمته یا لیت شعری تمکنه فی کانفور من بدء الزمان
لا استکثرت الکتابة علی حسب ما یتمناه قلبی من شکایة الهجران
وکیف اطمئن قلبکم یا مولانا انسیتم الخلان والمخلصین من الاحباب
ام نظرتم علی عیوبی التی تجاوزت من الحساب یا محمد فهمی قد بلغنی
الکتاب من تلقاء اخی واعزی واخی الذی تدمع عینی بفراقه
دموعا وتجری الدمع فی هجرة من مقلتی عیونا کانی ذقت بفراقه
کاس داء لا دواء له وشربت فی بعده شربة مرض لا شفاء له
اعنی صاحبی مولوی احمد علی ابو الفضل الذی اقرب رحما وقرابة
منی الان القاه الزمان بعیدا منی وکان مذکورا فی مکتوبه
خیر ذکرکم وکرمکم علی الحاضرین فتعجبت وحمدت الله علی
ما وجدت ما فقدتنا وکانی وصلت الی من کنت فی تجسسه
وصرفت العمر فی تفحصه فشکرت الله شکرا کثیرا فله الحمد
علی نعمائه والشکر علی الائه فاردت ان اکتب فی حضرتکم
شرح شوق قلبی وشکایات نسیانکم عن المحبین وعدم
مکاتبة المکاتیب وارقام الرقائم فکتبت هذا الکتاب
راجیا الیکم بارقام الجواب لتطمئن قلبی وما مضی علی من
الهموم والغمة فی هذه الازمنة والمدة لا یتحمل القلب بذکره

صبت علی مصائب لو انها	صبت علی الایام صرن لیالیا

وما اصابنی من مصیبة لا یضبطه التحریر ویذوب الکبد بتذکرة

ما دار الفلك على مرادی ساعة الا وقد اداره القضاء على خلافي زماننا ومذاقنا لا سيما ما نزل من هائل عظيم ولعله قرع سمعك ايضا ارتحال ابي موسى لكى وشيخي شاه نعمت الله القادری رضی الله عنه وافاض علينا فيوض روحه وانتقال استاذی ومولائی سیدی مولوی احمدی قدس سره كانما انطفى السراج ووقعت دفعة في غيابت الجب لبس فيها نبراس ولا ضياء الشمس واوقعني الدهر في ظلمة لا يرى فيها سنا برق نجم ولا نور نير ولا ضوء النهار ؎

ايا عينى افيضى كالسحاب	دموعا مثل قطار الغمام

ولا تمر على صحوة ولا تنقضى ليلة الا قد ابكى دما على توحدی وتفردی وارجوا من الطائفكم السابقة ان تذكرونی بخير الدعوات وان تكتبوا الى كتابا متضمنا بجميع الحالات يكون لى حرز الدافع الالام الفرقة وعود الدافع اوجاع الهجرة ابقاكم الله تعالى ما دارت الافلاك وعمرت الاملاك وتحركت الاغصان واهتز النسيم في البستان والسلام عليكم وعلى من لديكم ـ

مکتوب آخر

يا من ذاب كبدى بفراقه	واحترق قلبى بنار اشتياقه

سلمه الله تعالى وعصمه عما لا يرضاه ورقاه الى متمناه وزاد الطافه والرحم الله الكريم بكرامته وخصصه براقته يلتمس فی حضرتكم العلية ويكتب تسليما متكاثرا متوافرا فی خدمتكم السنية محبكم المخلص الصميم **ابوالحسن** بقلب سليم فيا ليت قبلتموه بقبول حسن مضى الدهر في الفراق ولم يصل الينا كتابكم ومر على قرن وما تشرفت بخطابكم حتى يطمئن قلبى بدرايه اخبار اخياركم وما تبين لى محل اقامتكم الى الآن والا فتشرو عجلت باكتابة من عندى و كلفتكم بارقام الجواب وما كنت للغيب بظنين ولا من موضع

مقامکم علی یقین واللہ علی ذلك لشھید امین والا فما اتمھلت وما
توقفت فی ارسال الرقائم وایصال المکاتیب واللہ یعلم حال قلبی
وما بلغنا من ھم وغم من ارتحال سیدی وشیخی وابی مرشدی
رضی اللہ عنہ لا یطاق قلبی بارقامہ ولعلہ قرع سمعك الشریف ایضا
وقعت علی واقعۃ بل قامت قیامۃ لا یحتمل لقلم والقرطاس
بضبطھا الان ارجو من الطاف کم ان تشرفونی بارقام کوائفکم
لیطمئن قلبی کنت بالعجالۃ بسبب استعجال حامل المکتوب
وحال قلبی فی محبتکم واحوال لسانی فی ذکر شفقتکم الان کما کان
والسلام خیر ختام الکلام وجمیع اخواننا واحبابنا واطفالنا یعرضون
علیکم سلاما وتسلیما وتکریما ویلتمسون غایۃ الاشتواق ونھایۃ
الاشتیاق لخیر بقائکم وطول بقائکم اللھم امین

اب رہی فارسی انشا پردازی اسکے متعلق کوئی راے دینا فضول ہے کیونکہ ہندوستان مین جسطرح ہماری ملکی زبان اردو کی ترقی دیگر زبان کے اعتبار سے خاص امتیاز رکھتی ہے اسیطرح ہندوستان کے سلاطین اسلامیہ کے عہد سے لیکر آج سے سو پچاس برس پہلے تک فارسی زبان کو بھی ملکی زبان ہوجانے کی حیثیت سے اردو زبان سے کہین زیادہ امتیاز حاصل تھا بلکہ اپنے اعلیٰ عروج کے سبب سے ملکی ہی زبان سمجھی جاتی تھی اور ہر شخص اپنی تحریرون و تقریرون مین فارسی ہی زبان سے مدد لیا کرتا تھا - یہان تک کہ انگریزی دفاتر مین بھی یہی زبان دائر وسائر تھی اسلیے اسوقت ادنی شخص بھی فارسی مین پوری لیاقت رکھتا تھا فرد الاولیا کو تو اس زبان سے فطری مناسبت تھی پس اس اعتبار سے آپکی فارسی کو اہل زبان کی فارسی کہین تو مبالغہ نہوگا -
مین اپنے دعوے کے ثبوت مین فرد الاولیا کے وہ مکاتیب جو ہمعصر علما و مشائخ کے نام جایا کرتے تھے درج کرتا ہون -

مکتوب اوّل

بنام نامی حضرت زبدۃ ارباب طریقت کاشف رموز حقیقت قدوۃ السالکین شاہ امیر الدین فردوسی بہاری زیب افزاے سجادہ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شرف الحق والملۃ والدین

قدس سرہ کا یہ مکتوب دستار بھیجنے کی شکریہ میں حضرت فرد الاولیا نے روانہ فرمایا تھا

شاہ صاحب شمع دودمان شرف و کرام ؟ و اشرف خاندان مفخر عظام ؟ معدن نوازش و الطاف و کرم ؟ مخزن اشفاق معظم و مکرم زادت اشفاقہم بعد اہداے ہدیہ سلام مسنون اسلام و اکرام تمام و تعظیم تمام و ابلاغ تحفہ تمنا و آرزوے شرف مشافہہ کہ اہم امنیت ست مشہود خدمت بابرکت و لائح راے عطوفت پیرا ے می سازد نامہ تسکین طراز و صحیفہ تسلیہ اعجاز مبذول و مکرمت شمول بغمزدائی و شکیبائی مرہون لطف و کرم نمود۔ ہر چند بموجب خوگری طبیعت الحال ہر امر یکہ پیش می آید و ہر ساعتے کہ رو می نماید خاریست کہ بدل میخلد۔ و نشتریست کہ برگ جان میرسد و ہر نفسی کہ از دل می آید آہیست کہ از سینہ تا زبان می سوزد۔ لیکن تا وسع بصبر می پردازد۔ و از سیل اشک بر نائرہ غم آب می ریزد و از راہ کرم و الطاف و یگانگی و اتحاد تبرک درگاہ اقدس انتباہ آنحضرت معلے منزلت سر دفتر اسلاف کرام و مفخر اولیاے ذوی الاحترام جناب مخدوم الملک شرف العالمین قدس سرہ العزیز و رضی اللہ عنہ و افاض علینا فیوض روحہ کہ مرحمت شدہ بود بہرہ بخشیہا فرمود۔ و بر سر و چشم داشت۔ جائیکہ تارے از البسۂ آنجا موجب اعتزاز و غفران ست۔ دستار کہ راس اللباس و سر ملبوسات ست لاریب پر از ہزار برکات ست۔ لیکن خاکسار امیدواری مراسم الطاف خاصہ از خدمات درویشان آن دارد کہ گاہ گاہے از راہ کرم بر مزار فیض آثار آن چارہ بیچارگان و سرمایۂ بے مایگان وارث انبیا سر حلقۂ اولیا حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ بعد استیلام بائین فخر صد بالین در بارۂ استقامت بر این جادۂ مردان و سجادۂ پاکان و حفظ از مکروہات جہۃ خاکسار بالتجاے تمام دعا فرمایند کہ اینچنین لطف و کرم از نوازشات دلی و خصوصیات قلبی ست۔ و دعاے عافیت با حضور دل در اجابت اثر تمام دارد والسلام و الاکرام

مکتوب ثانی

بنام نامی حضرت سر دفتر ارباب فقر و فنا حضرت شاہ پناہ عطا معروف بچی میاں صاحب چشتی سجادہ نشین سلون بعالم پیری وفات سر دفتر درویشان خدا پرست سر حلقۂ سرمستان

جامِ الست حضرت شاہ کرم عطا سلونی چشتی قدس سرہ۔ اس مکتوب میں کلمات اضطبار بے ثبات دنیا کی کیفیت اور اُنکی سے تعرض کس پر اثر جملوں میں تحریر فرمایا ہے۔

شاہ صاحب رونق بزم کرامت شمع انجمن لطف و لطافت مورد فیض قدس فروغ مجلس انس متخلق باخلاق رحمانی مجمع کمالات انسانی۔ ابقاکم اللہ تعالیٰ علی مسند الہدایۃ والارشاد مابقی العالم علیٰ نہج السداد۔ سلام مسنون اسلام۔ با اکرام تمام و تکریم تمام کہ ہدیۂ ارباب کرم راسزد۔ و تمنائے و آرزوئے کمال گرامی مواصلت و تعظیم کہ تحفۂ اصحاب فضل رازیبد مقرون قبول باد۔ لیل و نہار خود بدستور مصروف یاد الطاف فرمائیہا و کوائف احوال مفصل گذارش نمودن بیرون از وسع خود دست نا محکمی ابنای این نشأۂ اولی بر سہروان جادۂ سرمدی و مقیمان حرم سرائے ابدی نیک ظاہر و ہویداست کہ ساخت اینجا برای شکست ست۔ و ہستی و فنا این دار دنیا بر تاجوران ملک بقا و شہریاران اقلیم وحدت سراپا آشکارا و پیداکہ کاشتن اینجا برائے درست و نگاہداشتن گویا این دار صفت فنا و ست و بنیاد بے ثبات کہ ہمہ مرئیات او بباد وست۔ ایجاد متضمن اعدام و خلق مبنی افساد و انہدام سبحان الحی القیوم الذی لا یموت ولا یبقی الا وجہ ربک ذی الجلال والاکرام وکل شئ ھالک الا وجہہ فتبارک من بیدہ ملکوت کل شئ بلکہ انکشاف این حال و انطباع این نقش بے زوال کہ کل نفس ذائقۃ الموت بر آئینۂ قلوب ہمہ ہانا محقق و متیقن ست ہر ذی روح دست حسرت بر سر و انگشت حیرت بدہان ست ناچار ہر جاندار و صاحب حیات را بملاحظۂ حکمت و صنعت ایجاد کہ موجب و مودی بافنا دست بنظر منظور رضائے صانع پرداختن محتم شد۔ و بدرک این معنے کہ ہر کسے آمادۂ وجود برائے ہمین روز عدم شدہ بود و این روز عدم را پیش نہاد زمان وجود اندیشیدہ بشکیبائی ساختن لازم گردید۔ و مالک و کارندہ چون دست کوتاہ آستین بے نیازی بر اشجار برار د بیچارہ درخت را با ہزار زبان برگ جز خموشی چہ یارا و باچندین دستہای شاخ در منع چہ اختیار و چہ چارا۔ اگر نالد بیش کہ نالد۔ و فریاد پیش کہ برآرد۔ از استماع برپا شدن ہنگامۂ حشر ارتحال جناب غفران مآب حضرت بابرکت

شمع دودمان مجد و کرامت دیدۂ خاندان عز و ولایت سر دفتر درویشان خدا پرست سر حلقۂ سرمستان جام الست مرجع علو و اعتلا حضرت شاہ کریم عطار رفع اللہ روحہ و رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ از دار فنا بدار بقا واقع شد ۔ و انتقال مکانے کہ ازین سرائے فانی بملک جاودانی شد آسمان اندوہ والم و غم و کوہ غم و ہم بر دل شکست وافتاد این حزن نہ بحدیست کہ توان نگاشت ۔ و از انزوا فرمودن آنحضرت از اہل دنیا و پابندان علائق این فانی سرا در روضۂ رضوان و سراپردۂ جنان انچہ بر فیضیابان خدمت وطالبان صحبت رسیدہ کی بتحریر توان آورد افسوس صد افسوس انا للہ وانا الیہ راجعون نہ دل را چارۂ صبر نہ جان را یارائے شکیبائی وا اسفا وا اسفا چون آہ و نالہ را بجائے نمی برد فریاد گرہ بگلو شد لاجرم بتسلیۂ دل بے پردہ شد و آن مخزن کمالات کہ اضطرار دے کمالات ایشان ست ۔ و رضا بالقضا عین شان یقین کہ تسکین الم خود پرداختہ بسرپرستی خوردان و باقیماندگان و منتسبان و متوسلان تشفی اینان سعی فرمودہ و غمزدائیہا نمودہ صبر و شکیبائی بخشیدہ باشند اللہ تعالےٰ آن معدن اشفاق را بر مسند ہدایت سرپرست متوسلان دارا دو مستفیض عالم گرداناد و فروغ و رہنمائی روزافزون کناد ۔

مکتوب ششم

بنام نامی قدوۂ ارباب صدق و صفا حضرت شاہ خدا بخش قدس سرہ ساکن تجھصنا جانشین مرجع خاص و عام حضرت شاہ غلام امام یکی از خلفائے سیدی و مولائی مولانا سید محمد وارث رسول نما بنارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہما اس مکتوب میں بجز مضمون اظہار مودت و خلوص کے کوئی دوسرے مضامین نہیں ہیں ۔

شاہصاحب معدنِ کمالات انسانیہ مخزن اخلاق رحمانیہ ۔ انبساط بخش بزم طریقت بزم آرائے بساط حقیقت سراپا نوازش و کرم ۔ مظہر الطاف اتم ۔ زاد لطفکم و ازداد کرمکم سلام مسنون اسلام باتکریم و اکرام و آرزوے و تمنائے تمام مواصلت گرامی و مشافہہ سامی کہ زیادہ از زیادہ و بیش از بیش ست پذیرائے خدمت آن بزم آرائے حقیقت باد پیش ازین بیشتر نوازشنامجات تلطف آیات جناب شاہصاحب حضرت شاہ

غلام امام رضی اللہ عنہ بود دلطف آمودہ ہون تمہارے یاد فرمائی میفرمودو باطلاع
خیریات و دیگر کوائف آنجا تسکین وطمانیت خاطرمی افزوود الحال کہ از مدتے دراز واز
عرصۂ بعید کسے نامۂ نامی وصحیفۂ گرامی تسکین افزائے خاطر منتظران نشدہ است بیشتر
موجب ترود وتعلق خاطر فاتر وسبب انتشار دل تمنا منزل مے باشد واکثر بخیال آمد کہ
بارسال نیاز نامہ رابطۂ سابقہ را تازہ نماید مگر بسبب عدم میسر قاصد ازین ہم مجبور و
مقصر ماند درین ولا کہ شاہصاحب شاہ **رضا شاہصاحب** تشریف فرمائے
خانقاہ بودند عند التذکرہ معلوم شد کہ ساکن ہماندیار نزہت آثار اند۔ واکثر تذکرۂ اخیر
آنجا بدرمیان آمدہ ودریافت صحت وخیریت آنجا موجب تسکین دل وداد منزل وسبب اداے شکر
ایزدی گشت۔ الحمد للہ والمنۃ وازانجا کہ از مدتے بتلاش قاصدمی بود رسیدن شاہصاحب
درانیجا و باز ازانیجا عزم وطن شریف شان غنیمت شمردہ بارقام این اخلاص نامہ پرداختہ۔
چشم از اخلاق وکرم قدیمی آنست کہ از جواب باصواب اختصاص نامہ ہذا وارقام خیریت
مزاج شریف وصحت واعتدال عنصر لطیف واطلاع دیگر کوائف آنجا طمانیت وتسکین بخشی
فرمایند ورابطۂ سابقہ مستحکم نمایند والسلام۔

مکتوب رابع

بنام نامی حضرت صوفی شاہ **محفوظ اللہ** قدس سرہ دربلدۂ چاٹگام مشتمل برانکسار نفس
واظہار ناقابلیت خود دربارۂ تعلیم وتعلم علوم ظاہری وتربیت باطنی کہ ممدوح شخصے را برائے
تحصیل علوم ظاہری وتعلیم باطنی بخدمت **فرد الاولیاء** فرستادہ بودند

شاہصاحب مجمع فضائل انسانی۔ واقف معارف ربانی مخزن محامد واخلاق معدن لطف و
اشفاق حاوی علوم ظاہریہ وباطنیہ زاد الطافہم۔ خاکسار **ابو الحسن** بعد سلام وآرزوے
تمام گرامی موصلت واکرام وتعظیم تمام وتمنائے کمال سامی مشافہہ کہ زیادہ از زیادہ وبیش
از بیش ست مشہود رائے شفقت پیرائے میسازد۔ از استماع محامد ومکارم آن
خجستہ صفات چندانکہ اشتیاق دارد بیرون ازانست کہ بہ تحریر آرد شکر اللہ تعالے
کہ انچنین برادران این زمان موجب بقائے اسلام واجرائے طرق اسلاف اند وبرکت بخش
ابنائے روزگار اند۔ اللہ تعالے تادیر بسلامت باکرامت دارا د۔ دو قطعہ نامۂ نامی

یکی محررۂ سابق بسبیل ڈاک بتاریخ بست و ششم شوال ۱۲۷۵ھ ہجری و دیگری محررۂ دہم ماہ مبارک رمضان سنہ صدر مع سعادتمند اقبال نشان میان **احمد اللہ** صاحب سلمہ اللہ تعالی پور و دمسعود مرہون یاد فرمائیہا فرمود۔ ہرچند من ناکارہ و درماندہ را چہ صلاح و یارائے تربیت علوم ظاہری کہ بکسے تعلیم نماید و علوم باطنیہ کہ بالاتر از ظاہر ست خود فہم آن ہم ندارد چہ جای افاضہ چہ جائیکہ **سعدی** علیہ الرحمۃ فرمایند ؎

ہوس پیچ طبعے نہ پزد کہ سر نیاز د	ز پئے تو ہیچ مرغے نہ پرد کہ پر نریزد

این کار مردان راہ ست از من خاکساری کی راست آید اما بر طریق سلوک پیران شکستہ پائی و نشست یکجائی اختیار کردہ انچہ از بزرگان گوش زدہ بموجب رسم ادا می نماید و فتح باب بید مفتح الابواب۔ معہذا باطاعت امر شریف گوش کردہ بدل کوشش مرکوز خاطر شد لیکن چونکہ سعادتمند ممدوح لبس طفل وسفر ناکردہ و رنج مفارقت ناکشیدہ اند بنا بر استقرار مزاج و ثبات بر ارادہ متوذر شد بر خاستگی ہر روز بطرز دیگرے شد لیکن الحمد للہ کہ بیاد حقوق آن یگانۂ حق پرست ہم از خود و ہم از تقریبات از بر خاستگی و ارادہ ہاے دیگر باز ماندند۔ ترجیح ارادۂ مکان بر دل مستولی شد و عزم وطن فرمودند و ہمراہی شان بعضے ذکر حج و بعضے ذکر تحصیل علم بدیار مغرب از غازی پور و دہلی و از بعضے بیان تربیت پذیری از کسانیکہ بنام فضیلت در زمرۂ مذہب جدید مشہور اند نمودہ با شخصیکہ عازم حج بودند روانہ شدند و میان **حاجی دائم** از قریب دو سال از ینجا رفتہ بعد سیر شہر و دیار این صوب چند ماہ در چھپرہ ماندہ پیش از ورود الطاف نامہا ہی کانپور شدند رقعۂ شریف واپس میرود۔ و سوائے دو قطعہ مکتوب کرم اسلوب دیگرے کہ حوالہ تفصیل بران بود ہنوز نرسیدہ و در امور منشی صاحب مخزن لطف و کرم منشی **حیدر علی** صاحب اوصلہ اللہ الی متمناۃ تا وسع بدعا قاصر نخواہد شد آیندہ رجا کہ گاہ گاہے از ارقام الطاف نامہ و دعاے خیر در یغ نخواہند فرمود۔ و بسبب ہمین تذبذب مزاج سعادتمند در اقامت و مراجعت در ارسال و داد نامہ توقف رو داد ہ بود ورنہ باستعجال جواب نگاشتہ می شد۔ و بنام نامی مولوی صاحب کرم گستر مولوی **عبد الکریم** صاحب خطی میرود نزد او شان فرستادہ شود۔

وبخدمت شریف حاجی صاحب کرم گستر و مجمع خوبیہا و لطف وسراپا محمود الصفات حاجی سید حسن علی صاحب سلام وتمنائے اشتواق مشہود باد دریافت خیریت موجب شکر گردید از برادران خاکسار نیز مولوی صاحب جناب مولوی احمدی صاحب قدس سرہ وبرادرم مولوی محمد امام صاحب روح اللہ روحہا چند سال ست کہ جنت افروز شدند والسّلام

ان بزرگون کے علاوہ جن جن لوگون کے نام کے مکاتیب ہین انکو بخوف طوالت قلم انداز کرکے صرف بعض علما کے نام کے مکاتیب سے صرف مولوی شجاع الدین حیدرآبادی علیہ الرحمۃ کے نام سے جو مکتوب گیا تھا اس جگہہ درج کرکے انشا پردازی کے مضمون کو تمام کرتا ہون۔ ناظرین غور فرمائین کہ فردالاولیا نے ان لوگون سے باوجود اسکے کہ آپکے معاصر تھے کن بڑی اور معظم لفظون مین مخاطبت کی ہے۔

مکتوب خاص

بنام نامی جامع العلوم حاوی الفروع والاصول المشتہر فی الشرق والصین مولوی شجاع الدین حیدرآبادی۔ یہ مکتوب مطلب مین مولوی آل احمد بن مولوی معنوی شاہ محمد امام قدس سرہما کے گیا تھا ممدوح بہت کم عمر تھے جب یہان سے چلے گئے تھے چند مدت کے بعد واپس آکر پھر فرار ہوگئے تو حیدرآباد پہونچکر مولوی صاحب ممدوح کے مدرسہ مین کتب حدیث ودیگر کتب درسیہ پڑھتے تھے فردالاولیا کو خبر ملی تو ہنڈوی روپیہ کی بھیجکر وہان سے انکو طلب کیا مولوی صاحب ممدوح نے بہت فہمایش وتاکید سے انکو وہان سے روانہ کیا بعد پہونچنے ممدوح کے فردالاولیا نے یہ مکتوب شکریہ مین مولوی صاحب ممدوح کیخدمت مین بھیجا۔

افضل الفواضل جامع الفضائل بحر المعقول حاوی الفروع والاصول مستقیم علی الشریعۃ صاحب الحقیقۃ زاد مجدہم وعلاہم وازداد عند اللہ تعالیٰ ورسولہ الکریم قربہم ودنوہم ومتع اللہ المسلمین ببقائہم ومن علیہم باعطاء متمناہم کما من علی بانفضار عینی بلقاء ثمرۃ فوادی آل احمد سلمہ اللہ تعالیٰ الحمد للہ علی احسانہ والشکر لو بسیلۃ اجابۃ الدعوات سیدنا محمد خیر الکائنات وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وعترتہ وعشیرتہ واحبابہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات تسلیم وتکریم وسلام باکرام وتمنا وآرزوی تمام گرامی مواصلت وشرف مشافہۃ کہ فوق ازضبط ارتقام وبرتر از ابدی واقلام ست مشہود خدمت باکرمت صاحب خیرات

متکاثرہ وجامع برکات متوافرہ باد خاکسار بروز شماری عمر بعادات معهوده طوعاً وکرهاً
دقات بسر می برد وبهر حال وهر شان موجب شکر ست ورد زبانه بیاد الطاف گرامی مصروف
بوده است دعا ببقاے وجود دیگر جود وفیاضی سامی ببوی سما فرازواں اللهم آمین ثم آمین
محامد ومکارم ذاتی وصفاتی وخلقی گرامی که مخصوص خاصگان الٰهی ست وبذل انواع
الطاف واشفاق نامتناهی سامی بحال خاکسار مهجور بهر قدر که از زبان نورچشم مشار الیه
وبیان ثمرهٔ فواد موصی الیه بسمع رسیده وممنون منتهاے گردانیده حدے وپایانے ندارد
کر این چشم التفات هیچو تقیه اخیار ونخبهٔ ابرار مقبول بارگاه حق جل جلاله ومشمول عنایت
رسول الله شفیع بحق صلی الله علیه وآله وصحابه ندمن گنهگار تابکار را بدعا رساندہ

احب الصالحین ولست منهم | لعل الله یرزقنی صلاحا

بتاریخ ششم ماه جمادی الاخری سنه ۱۲۵۱ هجری نبوی قدسی نورچشم آل احمد سلمه الله
تعالے درقاه بخیریت تمام وباصلاح وسعادت که متمنا بود دریں قصبه رسیده باصره
افروز چشمان منتظران وسرور افزاے دل متردداں شده مصروف حمد وسپاس
اوتعالی شانه وعم احسانه نموده ع چه شکر گویمت اے کارساز بنده نواز
اجر جزیل یاد فرمائی مهجوران بانواع عاطفت وبمراد رسانی نامرادان دورافتادگان
از فرط شفقت مضاعف باد الی یوم التناد. هزاران هزار شکر حضرت خالق عز شانه
که درین زمانه هیچون من ناکاره هم اینچنین سعدا وصلحا هستند که برکت انفاس شان
سلسلهٔ امید غفران عاصیان هنوز مستحکم ودراز ست اوتعالی دیرگاه باافاضت
سلامت داراد. وبرایا را از وجود بهجود خیر وبرکت سامی منتفع سازاد.
امیدوارم که گاه گاهے بارقام رقائم کرائم ازیاد فرمائیها ممنون الطاف فرموده باشند
وانچه از استماع خبر حادثهٔ ارتحال شافی الله مولوی عبد الله رحمه الله ورمله
بغفرانه واکرمه بترقی درجاته شکستگی دل وافسردگی خاطر بوده چه نگارد ویاد سش زخم نشتر
غم تازه میکند غفر الله له واعطاکم اجر الصابرین زیاده ازین تاب نگارش نیافته الله تعالی
باقی ماندگان را همیشه از سایهٔ عاطفت گرامی مستقل مع الخیر داراد والسلام خیر ختم الکلام

اسکے علاوہ چند مکاتیب جو بنام نامی مفتی شرف الدین رامپوری ومولوی حمید علی لکھنوی
کے بھیجے گئے تھے وہ بخوف طوالت چھوڑ دیے جاتے ہیں۔

ہمعصر علماء سے فرد الاولیاء کی علمی مناظرے

فرد الاولیا کا عزیز وقت جسطرح درس و تدریس تالیف و تصنیف ریاضات و مجاہدات نفس نظم خانقاہ وغیرہ مین صرف ہوا کرتا تھا اسیطرح علماء عصر سے اکثر بحث و مناظرہ مین بھی بسر ہوتا تھا۔ پھلواری کے ایک جلیل القدر عالم علامہ اجل ملا شاہ محمد ظہور الحق مجیبی قدس سرہ سے (جو فرد الاولیا کے اخص قرابتمند تھے) رفع السبابہ فی الصلوۃ عند الشہادۃ مین ایک غیر متعین زمانہ تک تحریری سلسلہ جاری رہا تھا علامہ قدس سرہ کا مسلک اس بارہ مین علماے سرہندیہ کا تھا اور فرد الاولیا محدثین کے مسلک پر تھے۔ چونکہ یہ مسئلہ خود فقہاے حنفی کے نزدیک مختلف اور بعض متاخرین کے نزدیک ثابت ہے اور کتب حدیث و فتاوے اسکے ثبوت مین روایات صحیحہ اور بیانات قویہ سے مملو ہین اسلیے فرد الاولیا اس فعل کو سنت مؤکدہ کے قریب جانتے تھے۔ علامہ قدس سرہ کے سوا قصبہ کے دیگر علما سے بھی اکثر علمی مذاکرہ بحث و مباحثے ہوا کرتے تھے پھلواری مین رسم عزاداری عشرہ محرم مین نہایت اہتمام کے ساتھ کیجاتی تھی اور تعزیہ نہایت تکلف کا بنایا جاتا تھا جسکے مہتمم قصبہ کے اکثر رؤسا اور بعض ذی علم بھی ہوتے تھے۔ بیچارے جہلا تو اس رسم کو مسلمانی کا ایک رکن جانتے ہین۔ انکو تو نہ پوچھیے بعض اہل علم کا انہماک بھی اس رسم کے برتنے مین نہایت افسوسناک دیکھا جاتا تھا فرد الاولیا اکثر ان علما کو اس غیر مشروع رسم کے کرنے سے روکتے تھے یہی سبب تھا کہ اس رسم کے پابند بعض اہل علم سے گفتگو ہو جایا کرتی تھی فرد الاولیا اس غیر مشروع رسم کو کبھی جائز نہین کہتے تھے اور علانیہ اسکے عدم جواز کا فتوے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ خطبہ ماہ محرم مین آپ لکھتے ہین کہ

ماہِ محرم بڑی حسنات و برکات کا مہینہ ہے مسلمانون سے جسقدر ممکن ہو خیرات و عبادات کرین اور ہر صغائر و کبائر سے علی العموم پرہیز کرین لہو و لعب اور ہر بُری باتون سے بچتے رہین۔ یہ مہینہ اگلون کے لیے عید کا تھا وہ لوگ اس متبرک مہینہ مین کثرت سے عبادات کرتے تھے۔ مگر متاخرین مین اُمت محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک عظیم الشان مصیبت کا دن ہو گیا اسلیے بدرجۂ اولے عبادات و طاعات و استغفار مین بسر کرنا چاہیے اور بدعتیون اور نفس پرستون کیطرح غم حسین علیہ الصلوۃ والسلام مین نوحہ و بین و دیگر غیر مشروع امر کی طرف مائل نہونا چاہیے۔ کیونکہ شریعت نے اسکی اجازت نہین دی ہے کما قال فی آخر عبارتہ

ولا تمیلوا الی الندبة والنیاحة کما یفعل اهل البدعة والاهواء
فانه لا رخصة فیها۔

بلکہ اسکے عوض کثرت خیرات وصدقات واطعام طعام ایصال ثواب وختم قرآن وختم درود ونوافل کی تاکید فرماتے تھے۔ جیسا اسی خطبہ مین جس جگہ عشرہ کے فضائل لکھے ہین لکھتے ہین۔

ایها الاخوان انه قد اظل الله علیکم شهر الله المحرم الحرام فاجتنبوا
من الذنوب والآثام وعلیکم بالصلوة والصیام۔

ہان مصائب شہدائے کربلا پر رونا انکی مصیبتون کی صحیح واقعات لوگون مین بیان کرنا ضرور جائز رکھتے تھے۔ کیونکہ بعض صحیح خبرین ثابت ہے کہ قیامت کے روز سیدنا امام حسین وعلی جده علیه الصلوة و السلام خدا کے حضور مین حاضر ہوکر فرمائینگے کہ اے رب میری مصیبت پر رونے والون کے حق مین میری شفاعت قبول فرما چنانچہ اسکو فرد الاولیا نے اپنے اسی خطبہ مین چند عبارت فضائل صوم وصلوة لکھنے کے بعد لکھا ہے۔

واعلموا ان فی ذلک الیوم قتل سبط الرسول وقرة عینی البتول
السید الشهید الامام الهمام ابو عبدالله **الحسین** علیه السلام
مهموما مغموما جائعا عطشانا محروما علی شط الفرات مع اثنین
وسبعین رفقاء من الاخوان والاقارب والاحباب والولدان
ذوی المجد والکرامات ؎

ایا عینی لفیضی کالسحاب	دموعا مثل قطار الغمام
علی شهداء طف ان فیهم	حسینا عقل جیاد الکرام

فکلما شربتم الماء البارد وبللتم الشفتین اسکبوا الدموع عن
العیون فانه جاء فی بعض الاخبار ان الامام الحسین علیه السلام
یجیئ فی عرصات القیمة ویقول رب شفعنی فیمن بکی علی مصیبتی۔

اور چونکہ شاعری کا مذاق آپکی طبیعت مین بہت غالب تھا اسلیے دلی جذبے اور غم حسین کا اظہار اکثر مراثی وسلام کے ذریعہ سے کرکے رو لیا کرتے تھے کیونکہ بعض صحابہ وصحابیہ کا مرثیہ کہنا رسول الله صلی الله علیه وسلم کی وفات کے بعد ثابت ہے۔ اور محدثین کے دستور کے مطابق عاشورہ کے روز کربلا کی مختصر واقعات کا سن لینا آپکے خاندانی معمولات سے تھا اسکے پابند تھے۔ آپکی خانقاہ مین

تاج العارفین کے زمانہ سے اسقدر دستور چلا آتا ہے کہ عاشورہ کے روز شہادت کے وقت قل خوانی ہوتی ہے اور اسمائے شہدائے کربلا فاتحہ اور دعائے ایصال کے وقت پڑھی جاتی ہین فرد الاولیا منجملہ دیگر خاندانی معمولات کے اسکو بھی حسن عقیدت سے کرتے تھے۔ یہان عوام کا قول ہے کہ فرد الاولیا تعزیہ داری و تعظیم چبوترہ کو جائز رکھتے تھے میری تحقیقات و معلومات کے مطابق اسکی نسبت فرد الاولیا کی طرف محض بہتان ہے۔ اہل حق کا ہرگز یہ مسلک نہین کہ قول کچھ اور عمل کچھ ہو۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہین وہی کرتے ہین۔ اگر درحقیقت آپ اس امر کو جائز رکھتے تو اپنے خطبہ مین ولا تمیلوا الی الندبۃ والنیاحۃ کما یفعل اہل البدعۃ ولا ہواء فانہ لا رخصۃ فیہا تحریر نہ فرماتے بلکہ بجائے اسکے تعزیہ داری و تعظیم چبوترہ کی ہدایت فرماتے اور مولوی اسمعیل شہید دہلوی علیہ الرحمۃ سے مناظرہ کے وقت تعزیہ کے جواز کی نسبت انکار نہ فرماتے۔ اسکے علاوہ پھلواری کے اگلے بزرگان کا یہ معمول تھا کہ ہر امر مین دینی ہو یا دنیوی اپنے شیخ و مرشد کی پیروی کرتے تھے اور اسوقت بھی جو لوگ اگلے بزرگان کی روش پر ہین ابتک وہ اسکی پابند ہین مولوی ابو الحیوۃ پھلواری قدس سرہ نے اپنی کتاب تذکرۃ الکرام مین ایک جگہ اپنے والد حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے احوال مین لکھا ہے۔

ایک شخص نے آپسے تعزیہ داری کے نسبت بار دیگر بنانے کی اجازت چاہی آپنے اسکو منع کیا اور فرمایا کہ اسکے بدلے محتاجون کو کھانا کھلاؤ کہ اچھی نیکی اس مہینہ مین بھی ہے۔ نوافل پڑھو درود بکثرت ورد مین رکھو تمامی نیکیون کا تحفہ سیدنا امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوۃ والسلام کی روح پاک پر ہدیہ کرو اور جو امر غم وعزا مین غیر مشروع ہے نکرو کیونکہ شریعت نے اسکی اجازت نہین دی ہے۔ اس مہینہ مین بدعات سے خاصکر پرہیز ضرور ہے۔ تعزیہ داری گویا رفض کا پہلا قدم ہے کوئی منبر رکھتا ہے کوئی سیاہ کپڑا پہنتا ہے مکان سیاہ رنگتا ہے کوئی اسپ امام قاسم علیہ السلام بناتا ہے کوئی نوحہ۔ بین۔ اور سینہ کوبی کرتا ہے غرض مختلف غیر مشروع و ناپسندیدہ عنوان سے غم حسین علیہ السلام کا اظہار کرتا ہے یہ کل افعال بدعت قبیحہ مین ہرگز اسکو کرنا نہ چاہیے ہرحال ان غیر مشروع افعال سے پرہیز کرو۔ اسکے بعد لکھتے ہین کہ شیخ العالمین تاعمر تعزیہ خانہ مین نہ گئے۔ شب عاشورہ مین خود بھی تمام شب عبادات وطاعات کرتے اور محتاجون کو بھی عبادت کی تاکید فرماتے دولتمندون سے عبادت و اطعام طعام وکثرت خیرات کی ہدایت فرماتے مگر تعظیم چبوترہ کی اجازت نہ دیتے۔

شعیب کو کس قدر ضرورت تھی کہ مزید تصدیق کے خیال سے اس جگہ تذکرۃ الکرام کی عبارت نقل کر دیتا مگر بخوف طوالت قلم انداز کر کے صرف مضمون ہی پر اکتفا کرتا ہے جسکا دل چاہے تذکرۃ الکرام مطبوعہ انوار محمدی لکھنو صفحہ ۵۳۲ اُٹھا کر دیکھ لے۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ شیخ العالمین کا یہ قابل تصدیق قول یقین ہے کہ مولوی ابو الحیوۃ قدس سرہ ہی تک محدود نہ رہا ہوگا بلکہ فرد الاولیا کے گوش مبارک تک ضرور پہونچا ہوگا۔ کیا کوئی انصاف پسند طبیعت اسکو قبول کر سکتی ہے کہ فرد الاولیا ایسا کام جسکے کرنے کے شیخ العالمین مانع ہوں وہ کریں اور اسکے خلاف میں جواز کا فتوے دیں ہرگز نہیں فرد الاولیا اپنے عقیدہ میں نہایت پختہ تھے اور کم علم صوفیوں کی طرح نہ تھے۔

حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے دلی محبت اور قلبی شغف رکھتے تھے لیکن نہ اسطرح پر جیسا تفضیلیے رکھتے ہیں آپ اس بارہ میں بہت متشدد تھے اور صحابہ کی نسبت آپکا عقیدہ پورا اہل سنت والجماعۃ کا سا تھا پھلواری میں اس خیال کے بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے عقیدہ اور خیال کو مدلل اور مستند کرنیکی غرض سے جھوٹے اور بے بنیاد روایتوں کی سند فرد الاولیا تک پہونچا دیتے ہیں۔ میں انکے قول و روایت کی تردید نہیں کرتا لیکن تعجب یہ ہے کہ فرد الاولیا کی تحریریں افواہ و بیان کے خلاف کیوں ہیں۔ کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جس کے خیالات جسکا عقیدہ ایسا ہو وہ خطبوں میں علانیہ علیٰ رؤس الاشہاد افضل الصحابۃ بالتحقیق امیر المؤمنین سیدنا ابی بکر الصدیق پڑھنے کی تاکید کرے اپنی بعض تحریروں میں خلافت کی نسبت یہ لکھے۔

برظاہرست کہ اگر خلافت باطنیہ منحصر باولاد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم باشد و کسانیکہ صلاً یا فرعاً علاقہ جزئیت داشتہ باشند مخصوص باین امر جلیل باشند پس منجر باظہار گونہ تردد در خلافت امیر علیہ السلام می شود چرا کہ اخوت امر دیگر و اصلیت و فرعیت وانتساب بولادت امر دیگر۔ واگر از مصاہرت جزئیت ولادت ثابت باشد پس ذی النورین رضی اللہ عنہ احق زیادہ تر باین جزئیت باشند۔

تحفہ اثنا عشریہ کی تعریف میں فرد الاولیا نے جو خط حضرت خاتم المحدثین مولوی شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے جناب میں بھیجا تھا اسکے مسودہ میں تحفہ کی نسبت

سبحان اللہ نسخہ جامع جمیع رموزات واشارات وحاوی ہمہ لطائف ونکات قاطع

شبہات ودافع اوہام باطلۂ رفضہ وشیعہ وتفضیلیہ ومثبت مذہب حقہ بشیری از مخالفان مذہب
بہدایت این کتاب رو براہ آوردند۔ ونظر از کتاب مذہب خود باز داشتند کہ جاء الحق وزہق
الباطل ان الباطل کان زہوقا فی الواقع ہیچ شبہہ در خاطر مخالفی وہیچ جوابے در دل
سلیم احدی از اہل ملت حقہ نگذشتہ کہ دران کتاب موجود نیست واین صحیفہ مبترکہ حاوی آن ہست
علی سنۃ کتاب اللہ کہ لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین سبحان اللہ چہ خوش
تقریرے وچہ خوب تحریری عدیم المثل ومعدوم النظیر۔ تحفہ ایست نادر برائے کافۂ اہل اسلام و
ہدیہ ایست عجیب لطیف جہت علمائے اعلام۔ وفی نفس الامر دیگرے مثل این کتاب بچشم
ندیدہ باشد۔ ونہ گوش شنیدہ۔ تصنیف وتالیف را کہ گوید زبان این ثنا خوان از مدحش
عاجز وقاصر ومدرکہ از فہم ودرک حسن نظم وخوبی بیانش کوتاہ۔ حقا کہ در فرید ست وگوہر یکتا
ولعل بے بہا۔ در معرض مقابلہ نقطہ از نقطہائے حرفش کمتر از ذرہ بر ہوا۔

اسقدر شاندار الفاظ لکھکر "دافع اوہام باطلۂ رفضہ وشیعہ وتفضیلیہ" سے اپنے عقیدہ کا اظہار کردین تو بھی لوگون مین تفضیلیہ ہی کے خطاب سے یاد کیے جائین تعجب بالائے تعجب ہے۔

غرض اسیطرح اہل قصبہ سے وقتاً فوقتاً اس قسم کے مختلف فیہ مسائل مین گفتگو ہوتی رہتی تھی۔

اسکے علاوہ ایک عظیم الشان مناظرہ ۱۲۳۳ھ ہجری مین مولوی اسمٰعیل شہید علیہ الرحمۃ سے بسنت خسروی کے متعلق آٹھ ہزار آدمیون کے مجمع مین ہوا شہید صاحب بسنت خسروی کو شرک فرماتے تھے اور شراکت اسمی سے فعل کا شرک ہونا ثابت کرنا چاہتے تھے جسمین کامیاب نہونے کے بعد اصل بحث سے گریز کرکے۔ توسل۔ زیارت قبور۔ لاتشد والرحال۔ کا مسئلہ درمیان لا کر مناظرہ کا رخ بدلنا چاہا مگر فرد الاولیا نے مختصر طور پر تینون سوالات کا جواب دیکر شہید صاحب کو اصل بحث کی طرف متوجہ کیا اور کئی گھنٹہ تک اس مسئلہ مین گفتگو ہوتی رہی۔ مین اپنی طبیعت وقیاس سے یہ تو کہہ نہین سکتا کہ میدان کسکے ہاتھ رہا مگر رسالہ مناظرہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غالباً کیا یقیناً شہید صاحب اپنا دعویٰ ثابت نکرسکے اور یہ کہکر کہ " الحمد للہ مین نے اس خانقاہ کو ہر طور بدعات سے پاک پایا۔ میرا مقصود کسی کا امتحان لینا نہ تھا محض ملاقات کو آگیا فرما کر اٹھ بیٹھے مجلس مناظرہ برخاست ہوئی۔ فرد الاولیا شہید صاحب کو انکی دیگر ہمراہی علما کے ساتھ اپنے قیامگاہ یعنے مکان سہ درہ مین لے آئے اور دیر تک علمی صحبت گرم رہی اور خاص طور پر دعوت ومدارات کا اہتمام لنگر خانہ سے علیحدہ کیا گیا اور قصبہ کے ممتاز علما انکی مدارات مین شریک کیے گئے۔ شام کو شہید صاحب اپنے دیگر ہمراہی علما

مثل مولوی عبدالحق وغیرہ کے اپنے فرودگاہ پر واناپور واپس تشریف لے گئے۔ اور اپنے اُن ساتھیوں سے جو سید احمد صاحب بلوی کیوجہ سے مناظرہ کے دن نہ آسکے تھے یہ کہا کہ اسمین کوئی شک نہین کہ وہ لوگ خلیق اور اہل علم سے ہین اور عقیدہ کے اچھے ہین۔ مین نے سمجھا تھا کہ عام طرح کے مشائخ ہونگے مگر نہین مین نے اُن لوگون کو اپنے زعم وگمان کے بالکل خلاف پایا اُسکے جواب مین مولوی عبدالحی صاحب نے کہا کہ مین نے تو پہلے ہی کہدیا تھا کہ یہ لوگ غنیمت ہین ملاقات کے قابل ہین بحث و مناظرہ سے پرہیز کرنا۔

اسکے ایک روز پہلے جناب سید احمد صاحب اور مولوی عبدالحی علیہما الرحمۃ اپنے دیگر رفقا کے ساتھ خانقاہ پھلواری مین تشریف لاچکے تھے اور جناب سید احمد صاحب علیہ الرحمۃ نے شیخ العالمین مخدوم شاہ محمد نعمت اللہ قادری قدس سرہ سے خانقاہ مین ملاقات کرنے کے بعد۔ درخواست کرکے تخلیہ کی ملاقات خلوت مجیبی مین بھی حاصل کی تھی لیکن یہ نہین معلوم کہ سید صاحب نے تنہائی کی ملاقات شیخ العالمین سے کس غرض سے کی اور باہم کیا مفید گفتگو ہوئی۔

ان حضرات کی دعوت و مدارات کا اہتمام فرد الاولیا کے ذمہ کیا گیا تھا سید صاحب اور مولوی عبدالحی علیہما الرحمۃ اپنی سادگی و بے تکلفی کے سبب باورچیخانہ مین تشریف لائے۔ دعوت کا پُر تکلف اہتمام دیکھکر سید صاحب نے فرمایا کہ فقیر کے واسطے اسقدر تکلف کی ضرورت نہ تھی۔ فرد الاولیا نے فرمایا کہ تکلف تو سبب تکلیف ہے ایسا کوئی کام نہین کیا گیا ہے فقط آپکے واسطے خصّی ذبح کیا گیا ہے جسمین تکلف کی کوئی بات نہین۔

ان لوگون کے تشریف لیجانے کے بعد شہید صاحب نے (جو سید صاحب کی معیت مین نہ آئے تھے) یہان کا حال سُنا تو دوسرے دن شہید صاحب مع چند دیگر علما کے تشریف لائے اور قبل اسکے کہ اہل خانقاہ سے لطف ملاقات اُٹھائین فرد الاولیا سے مناظرہ پر تل گئے ساتھ ہی ساتھ شیخ العالمین و فرد الاولیا کی برکت آمیز ملاقات سے محظوظ اور اُنکی علمی قابلیت کا اقرار کرکے گئے۔

اس مفید مناظرہ کی تقریر کو فرد الاولیا کے شاگرد مولوی محمد جعفر پھلواروی نے جمع کیا ہے جو موجود ہے۔ اگرچہ مناظرہ بہت پُرلطف اور تقریر اُسکی بہت ہی زبردست ہے لیکن چونکہ جامع اُسکی خود فرد الاولیا نہین ہین اسلیے اُسکی عبارت کا درج کرنا فضول سمجھتا ہون۔ اور تذکرہ کی

ضمانت سے بھی ڈرتا ہون۔

شیخ جواد ساباط بمبئی جس زمانہ مین پٹنہ مین قیام پذیر تھا اور مفتی محمدی عظیم آبادی علیہ الرحمۃ سے اکثر ملنے آیا کرتا تھا۔ اتفاق سے دو تین دن تک مفتی صاحب کے مکان مین فرد الاولیا وسید العلما مولانا احمدی قدس سرہما سے بھی ملاقات ہو گئی تھی۔ عقد التذکرہ توحید و رسالت و ختم نبوت مین فرد الاولیا و جواد ساباط سے کچھ گفتگو ہو گئی تھی فرد الاولیا وسید العلما کی قابلیت و خوش بیانی سے متأثر ہو کر ثانیاً ملاقات کا مشتاق ہو کر پھلواری پہونچا اور وہان ایک روز قیام کے بعد واپس گیا۔ اُس زمانہ مین وہ اپنے جدید مذہب نصرانیت سے تائب ہو کر پھر یہودی ہو گیا تھا اور رد نصاریٰ مین ایک کتاب مسمی "براہین ساباطیہ" تالیف کر کے فرد الاولیا وسید العلما کو دکھا کر ان بزرگون سے مہرین کرائی تھین وہ رسالہ کلکتہ کا چھپا ہوا میرے ایک ملک کتب خانہ مین موجود ہے۔

جواد نے علماے ہند کی ایک تاریخ مدون کی ہے جسمین فرد الاولیا وسید العلما کا بھی تذکرہ بہت شاندار و معزز لفظون مین کیا ہے۔ غرض اسیطرح فرد الاولیا کو علمی گفتگو علما سے بیشتر صحبتون کا اتفاق ہوا کرتا تھا۔

فرد الاولیا فن طب مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے

علوم درسیہ سے فراغت کے پانے کے بعد بالاستیعاب کتب طب اپنے خال معظم حکیم غلام جیلانی حکیم آبادی علیہ الرحمۃ سے تمام کر کے بہت دنون تک حکیم صاحب کے ساتھ مطب مین بیٹھے اور فن کی تکمیل کرنے کے بعد تا عمر خدمت خلق مین مصروف رہے۔ تیس برس کامل مریضون کو دوا دیتے رہے۔ فرد الاولیا نے علاج و معالجہ کا سلسلہ اپنے ساتھ محض حسبۃ للہ رکھا تھا۔ کسی سے صلہ کے خواہان نہوتے۔ جو حاجتمند بیمار دعا کی غرض سے شیخ العالمین کی جناب مین آیا کرتا آپ اسے علاج کے لیے فرد الاولیا کی حضور مین بھیجدیا کرتے تھے فرد الاولیا اپنے پاس کی دوا سے اسکا علاج کرتے کبھی دوا نہ رہتے تو کم قیمت چند جزو کا نسخہ لکھکر دیدیتے۔ نسخہ نویسی مین ایسے جز کا ضرور لحاظ رہتا تھا جو ہر دہات مین ادنی تلاش سے دستیاب ہو جائے فرد الاولیا اپنی خالص و نیک نیتی کے سبب دست شفا ایسا رکھتے تھے کہ اکثر اوقات مایوس العلاج مریض بھی آپکی صائب تدبیر سے شفا پا جاتے پھلواری کے مشاہیر طبیبون سے حکیم محمد وصی صاحب اپنے فن مین یکتا اور غیور طبیب تھے اپنی تجویز

تشخیص کے برابر کسیکی تشخیص کی حقیقت نہین سمجھتے تھے لیکن فردالاولیا کی صائب تجویز و دست شفا ہونے کا انھین بھی اقرار تھا۔ فردالاولیا کی انتقال ذہنی وصائب تجویز کے بکثرت واقعات وحکایات زبان زد ہین مین انکو بخوف طوالت تذکرہ قلم انداز کرتا ہون۔ فردالاولیا کیخدمت مین ایک خانہ زاد ذاکر نامی بطور عطار کے تھا دواسازی وتقسیم دوا کی خدمت اسی کے سپرد تھی آپکی پر فیض و بابرکت صحبت نے اسمین اتنی لیاقت وصلاحیت پیدا کردی کہ نامی اور فنی لیاقت اطبا کی بلا تکلف غلطیون کی گرفت کرنے لگا۔

فردالاولیا کے چھوٹے بھائی مولوی معنوی شاہ محمد حسین قدس سرہ ایک روز حکیم محمد وصی صاحب مذکور کے مطب مین کسی مریض کا حال کہنے تشریف لے گئے تھے ذاکر مرحوم اسوقت مطب مین موجود تھا حکیم صاحب نے مریض کی موجودہ حالت کے موافق صفراوی بخار کا نسخہ لکھکر مولوی صاحب قدس سرہ کو دیا آپنے نسخہ ذاکر مرحوم کو تیار کرنے کے لیے دیا ذاکر نے ان اجزا پر غور کرنے کے بعد کہا کہ حضرت اس نسخہ مین تمر ہندی ہے کھانسی کو نقصان پہونچائے گی۔ حکیم صاحب اس لفظ کے سنتے ہی خفا ہو گئے اور ذاکر مرحوم کو بہت کچھ ناملائم الفاظ کہہ گئے۔ چھوٹے مولوی صاحب نے فرمایا کہ حکیم صاحب اس قدر ناخوشی کی بات نہین انصاف شرط ہے آخر مین بھی علاج کرتا ہون ذاکر کی گرفت غلط نہین ہے مجھے بھی اسکا خیال نہ آیا تھا فردالاولیا کے وفات کے بعد ذاکر مرحوم نے طبابت ہی کو اپنے رزق کا ذریعہ بنایا تھا اور مختلف قسم کی مفرد و مرکب دواؤن کا ایک عطار خانہ کھولکر غربا و نیز بعض ذی مقدرت لوگون کا علاج کیا کرتا تھا۔ اسباب و علامات مرض کی اسکو اسقدر مشق تھی کہ بڑی بڑی فاضلون کے مقابلہ مین گفتگو کرتے بند نہین ہوتا۔ اپنی اختراع وطبیعت سے جو نسخہ تجویز کرتا تھا دوسرے اطبا اسپر قلم نہین اٹھاتے گویا اعجوبہ روزگار تھا اور محض فیض صحبت ہی فردالاولیا کے اسدرجہ پر پہونچا تھا ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اگرچہ فردالاولیا کے مجرب نسخے اور آپکا مطب اب تک موجود ہے اور "معالجات الاسقام" کے نام سے مشہور ہے مگر جن نسخون پر آپکا عمل درآمد تھا وہ ذاکر مرحوم کے ساتھ گیا۔

فردالاولیا کی شاعری

آپکی مقدس تیز طبیعت مین شاعری کیطرف لڑکپن ہی سے ایک خاص مناسبت دیکھی جاتی تھی اور

اکثر متقدمین کے دواوین بے شعوری کے زمانہ مین دلبستگی کے خیال سے دیکھتے رہنا لوگ معائنہ کرتے تھے۔ اسوقت قصبہ کے اکثر ذی علم شاعری کا مذاق دلچسپی کے ساتھ رکھتے تھے اور بیشتر مشاعرہ کی صحبتین بھی گرم ہوا کرتی تھین فردالاولیا اگرچہ کمسنی کے سبب شعر موزون نکر سکتے تھے مگر اُن صحبتون کے اکثر شریک رہا کرتے ساتھ ہی اسکے کہ وہ زمانہ آپکی شعر فہمی کا نہ تھا مگر فطری مناسبت خواہ مخواہ شرکت پر مجبور کرتی تھی۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ جس ملک مین علوم و فنون یا صنعت و حرفت کے اعتبار سے جس علم یا فن کا چرچا زیادہ ہوتا ہے وہان کے بچون تک کو اس سے مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اسی کے ساتھ یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ بنی نوع انسان سے اگر کوئی فرد اپنی آیندہ زندگی مین کسی خاص فن مین اپنے دیگر ہمچشمون مین ممتاز ہونے والا ہوتا ہے تو اسکو اس فن کے ساتھ بچپن ہی سے دلچسپی ہوتی ہے۔

اگرچہ اس زمانہ مین قصبہ کے عام چھوٹے بڑے شاعری کا مذاق رکھتے تھے مگر فردالاولیا کو خصوصیت کے ساتھ شاعری سے دلچسپی تھی کہ ایک زمانہ مین آپکو شاعرانہ دنیا مین دیگر ہمچشمونکے مقابلہ مین خاص امتیاز حاصل ہونے والا تھا۔

جب فردالاولیا کی ابتدائی تعلیم ہو چکی اور فارسی کی درسیہ کتابون سے فراغت پا چکے تو رفتہ رفتہ شاعری کی لذت دل نے محسوس کرنی شروع کی اور شعر فہمی کی صلاحیت بھی پیدا ہوتی گئی یہان تک کہ خود بھی اشعار موزون کرنے لگے۔ مگر چونکہ وہ زمانہ آپکے علوم متداولہ درسیہ عربی کی تحصیل کا تھا اسلیے شاعری کیطرف کامل توجہ نہتھی۔

جب تمامی کتب درسیہ کی تحصیل سے فراغت پا چکے تو ہمہ تن شاعری کیطرف مشغول ہو گئے اور علم عروض کے متعدد رسالے قواعد بحور و اوزان کے ملاحظہ فرمانا شروع کیا۔ اور خود بھی مشاعرون کے جلسون مین غزلین لکھکر لیجانے لگے اور اسیطرح مشق بڑھانا شروع کی سب سے پہلی غزل فردالاولیا نے جو لکھی تھی وہ حضرت خواجہ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کی اس غزل کی طرح مین ہے

مطلع

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

دوسری غزل زمین خاص مین جسکا مطلع

یا رسول عربی قبلۂ حاجات ردا	مستغیث آمدہ ام چارۂ کارم فرما

ان دونون غزلون کو دیکھنے کے بعد دیکھیے فردالاولیا کی ابتدائی طبیعتداری و آمد مضمون کا پتہ لگانے کو

درج کرتا ہون ؎

روزیکه عاصیان امم را ندا کنند / آنها نگاه سوی رسولِ خدا کنند
گویند آن شهی تو که شاهان برای فخر / جان را بخاک پای سگانت فدا کنند
هان وقت عاجزیست خدارا شفاعتی / ای آنکه خاکپای ترا توتیا کنند
دستم بگیر و طاعت و جرمم مرا مپرس / کاین جرمهای من بحلم ار خدا کنند
رحمی بحال خسته دلان کن که جرمها / ترسم به پیش حضرتِ ایزد جزا کنند
دارم بسی گناه ندارم طاعتی / باشد که لطفهای تو کارم روا کنند
ما دادخواه آمده ایم عذر ما پذیر / ای سجده بر درت همه شاه و گدا کنند
دستم بگیر و پیش خدا عذر ما پذیر / ای آرزوی خاکِ درت انبیا کنند
از عاصیان حالت عصیانشان مپرس / چشمی نمانده است که پیش تو وا کنند
لطفی تو کار ما بکند ورنه از گناه / روئی نمانده تا که ترا التجا کنند
از بهرِ پاس خاطر اولاد فاطمه رض / آنانکه خاک را بنظر کیمیا کنند
رحمی بعاصیان که بیک شفاعتت / هر مو شود زبان و ز بهر دعا کنند
آنانکه حل عقدهٔ مشکل کنند کاش / آیا بود که گوشهٔ چشمی بما کنند

باشد که از عنایت و الطاف فرد را
از دام شرمساری و خجلت رها کنند

یا رسولِ عربی قبلهٔ حاجات روا / مستغیث آمده ام چاره کارم فرما
دردمندم جگرِ ریش مرا مرهم نه / چاره ساز آکرمت هست بهر مرض دوا
دل پر از آبله دارم ز هجوم صد رنج / ای نسیم کرمت عقده کشای دلها
هست تعبیر یداللہ ز دست کرمت / زیر دستیِ الم هسته ای دست خدا
چند باشیم بدستِ غمِ ایام اسیر / ای رهائی دهِ هر نامه سیه وز جزا
بندهٔ عاجزم و درگه تو بنده نواز / عاجزان را که کند از غمِ ایام رها
بهر زهرا رض و علی رض و حسن رض و بهر حسین رض / نظر لطف بحالم بکن ای عقده کشا

جز درت نیست مرا جای پناهِ دیگر
کیست تا حال بپرسد ز منِ فرد گدا

ان دونون غزلون کی بندش مضامین پر نظر ڈالنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ محض ابتداے مشق کے زمانہ کی نظم کی ہوئی ہین۔

اگرچہ پوشیدہ طور پر گاہ گاہ فرد الاولیا نظم کیا کرتے تھے مگر چونکہ آپکی مقدس طبیعت مین ستر حال کا مادہ زیادہ تھا اسلیے ایک مدت تک آپکی موزونیت طبع کسی پر ظاہر نہوئی یہانتک کہ آپکے ہم عمر اور ہم بزم احباب بھی اس سے مطلع نہ تھے کہ فرد الاولیا کو شاعری کا بھی مذاق ہے؟ مگر جب شاعری کیطرف کچھ زیادہ مشغولیت پیدا ہوئی تو آخر احباب پر بھی ظاہر ہوا۔

اسکے بدایت حال مین جب آپکے ہمراہی احباب اس سے مطلع نہ تھے تو شیخ العالمین کو بظاہر خبر ہونے کی کیا صورت تھی۔ اتفاق سے مذکورۂ بالا غزل پر آپکے کسی دوست کی نظر پڑ گئی انھون نے قوال کو یاد کرادی تھوڑے دن کے بعد ایک عرس کی موقع پر غزل جسکا مطلع ؎

روز یکہ عاصیان امم را ندا کنند	آنہا نگاہ سوے رسول خدا کنند

قوال نے گایا شیخ العالمین کا وقت بہت خوش تھا آپکو ذوق وشوق کی کیفیت پیدا ہوئی مستفیضین اپنی استعداد کے مطابق بہرہ یاب ہوئے مجلس برخاست ہونیکے بعد شیخ العالمین نے فرد الاولیا کو بلاکے فرمایا کہ آج جو غزل قوال نے گائی تھی اسکی نقل مجھے بھی لادو اور اس سے شاعر کا نام بھی پوچھ لینا فرد الاولیا نے فرمایا کہ غزل مین نے ہی لکھی تھی لیکن معلوم نہین کہ کسنے یاد کرادی ہے فرد الاولیا باہر تشریف لاکر ایک پرزہ پر نقل کرکے شیخ العالمین کے حضور مین حاضر لائے آپنے پوری غزل مجموعۂ غزلیات مین نقل کر لی فرد الاولیا کے غزل کا یہ مقطع ؎

اشعار فرد کردۂ نقل بیاض خویش	ای من فداے خاطر نازک پسند تو

اسی واقعہ کی خبر ہے۔ الغرض شیخ العالمین کو آپکی طبیعت داری دیکھکر بہت مسرت ہوئی اور بہت کچھ دعائین دین جسکا اثر یہ ہوا کہ آج فرد الاولیا کو آپکی دعا کی بدولت شاعری دنیا مین حافظ سعدی خسرو جامی کے برابر مقبولیت وامتیاز حاصل ہے۔ اور نہ یہ مقبولیت آپکی شاعری کی عام طور پر لوگون مین محدود رہی بلکہ سچے ذوق وشوق کے وقت کی غزلین بارگاہ رسالت مین قبولیت کے درجہ پر پہونچکر ممتاز ہوئین چنانچہ سنہ ۱۲۳۹ ہجری کے عرس ربیع الاول مین سماع کی مجلس کے وقت سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ نے مراقبہ مین بکثرت ہجوم ارواح طیبہ دیکھا اور اسوقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جگہ جلوہ افروز پاکر ایک بزرگ کی زبانی اس غزل کے متعلق جو اسوقت گائی جارہی تھی یہ کہتے سنا الخ یہ غزل بہت نیاز مندانہ ہے

جو شخص اسکو لکھکر اپنے بازو پر باندھیگا بارگاہِ رسالت مین اسکو نیازمندی حاصل ہوگی جیسا کہ مولوی معنوی شاہ محمد ابو اسحٰق قدس سرہ فرد الاولیا کے احوال مین اس واقعہ کو باین عبارت لکھتے ہین۔

بروز دوازدہم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۹ ہجری در عین مجلس عرس قوالی غزل جناب مستطاب می سرائید سید العلما ہجوم ارواح طیبہ دیدند و در مجلس شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بزرگی فرمود کہ این غزل بس نیازمندانہ است ہر کسے کہ وی را نوشتہ بر بازو دارد نیازمندی حضرت رسالت اورا پیدا شود۔

فرد الاولیا کو شیخ العالمین کی پسندیدگی مدنظر رکھکر شاعری کیطرف بہت زیادہ توجہ ہوئی اور کسی ماہر فن سے سیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ فرد الاولیا خود فرماتے تھے کہ قبل بھی اگرچہ مین شاعری کرتا تھا مگر اسقدر مشغولیت مجھے اسطرف نہ تھی جب سے شیخ العالمین نے اپنی پسندیدگی و خوشنودگی ظاہر فرمائی تو مین حضرت شیخ کی خوشنودگی ذریعۂ نجات سمجھ کر شاعری کیطرف دل سے مشغول ہوگیا ؎

فرد از غزل سرائی ما نیست حاصلی ... غیر از پسندِ شیخ کہ بود مدعاے ما

تحصیل علوم متداولہ درسیہ کے بعد فرد الاولیا کو جب تکمیل فن حدیث کا خیال پیدا ہوا تھا یہی شاعری بھی سفر کے لیے مؤید ہوئی۔ آپنے شیخ العالمین سے عرض کیا کہ مین ان فنون کی تکمیل کی غرض سے دہلی کا قصد رکھتا ہون۔ شیخ العالمین نے چونکہ آپکی ذات بابرکات پر کل امور خانقاہ کو متعلق کر دیا تھا اسلیے ایک لحظہ بھی جدا کرنا نہین چاہتے تھے کیونکہ جس خوبی اور حسن اسلوبی کے ساتھ خانقاہ کا نظم فرد الاولیا کرتے تھے دوسرا اُس عمدگی کے ساتھ نہین کرسکتا تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ شیخ العالمین کی عمر شریف بھی بہت آگئی تھی اسلیے نہین چاہتے تھے کہ آخر عمر مین آپکو نظر سے جدا کرین۔ اور یہ بھی دل نہین چاہتا تھا کہ ایسے قابل قدر فن سے جسکے نہین حاصل کرنے سے جامعیت مین اک گونہ نقص کا خوف ہو اور روکین۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ دولت گھر بیٹھے میسر آجائے تو ناحق کی مشقت و تکلیف سفر اٹھانی کیا ضرور۔ بزرگون کی ارواح طیبہ سے استفاضہ کا خاص طریقہ ہے۔ جسکے ذریعہ سے ادنیٰ مناسبت و صلاحیت والا شخص بہت کچھ کام کر لے سکتا ہے۔ میرے خیال مین تم حضرت خواجہ حافظ شیراز علیہ الرحمۃ کی روح پاک سے استفاضہ کرو اور بظاہر حضرت حافظ کا دیوان فرصت کا وقت مقرر کرکے حضرت تاج العارفین

کے مزار شریف پر مواجہہ مین بیٹھکر بغور دیکھا کرو۔ اور حضرت حافظ کے مصرعہ پر اپنی طبیعت سے مصرعہ لگاؤ اور خود ہی اُسکے حسن و قبح پر غور کرکے اُس سے بہتر لفظ اُٹھا کر رکھو۔ فارسی کے قواعد سے واقف ہو محاورات و مصطلحات شعرا بیشتر زیر مطالعہ رکھو کچھ دن یون ہی کوشش کرنے سے خود ہی شعر گوئی کا انداز ملجائیگا فرد الاولیا نے شیخ العالمین کا ارشاد بطیب خاطر قبول کیا اور ایسا ہی کرتے رہے۔

چنانچہ دیوان کی غزلون سے چند غزلین ایسی ہین جنسے اس عنوان پر مشق کا پتہ چلتا ہے ہر دو دیوان مین حضرت حافظ کی اس غزل پر جسکا مطلع ہے

الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها	که عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها

ہے فرد الاولیا نے دو غزلین لکھی ہین جنکے اکثر شعر حضرت حافظ کے مصرعہ پر مصرعہ لگا کر کہی ہین اس طرح پر کہ حافظ کا مصرعہ ثانی لیا اور اپنا مصرعہ اول لگا دیا۔ اور حضرت حافظ کا مصرعہ اول لیا اور اپنا مصرعہ ثانی لگایا۔ حق یہ ہے کہ جسقدر فرد الاولیا نے زور طبیعت دکھایا ہے بہت زیادہ قابل آفرین ہے۔ اس جگہ پر فرد الاولیا کی وہ غزل جسمین حضرت حافظ کے مصرعہ سے زیادہ دلبستگی ہے اپنے دعوے کے ثبوت مین ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔ ناظرین غور فرمائین کہ فرد الاولیا کی مقدس طبیعت نے کہان تک حافظ کے مضمون کے ساتھ اپنا مضمون چسپان کیا ہے اور خیالات کی بلند پروازی دکھائی ہے

حافظ	فرد
الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها که عشق آسان نمود اول ولی افتاد مشکلها	

فرد الاولیا نے ان دونون مصرعون پر مصرعہ لگایا ہے مگر ایسا کچھ چسپان ہوا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصرعہ اسی مصرعہ کا محتاج تھا

	قدوم موسم گل شوق انگیخت در دلها الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها
اسی مصرعہ پر دوسرا مصرعہ فرماتے ہین	بجام می توانی کرد حل صد چند مشکلها الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها
حافظ کے دوسرے مصرعہ پر مصرعہ فرماتے ہین	ز جام بیخودی سرشار هست کن مغان ما را که عشق آسان نمود اول ولے افتاد مشکلها

عشق کی مشکل دفع ہونے کے لیے کس بیخودی کی طلب ہے ہے سبحان اللہ سرشار ہمت" کیسا معنے خیز جملہ ہے اور ترکیب بھی کیا ہی پیاری رہی - در حقیقت عشق جیسے اہم اور دشوار امر کے لیے ہمت ہی جیسے مشکلکشا کی ضرورت ہے ورنہ خلق الانسان ضعیفا کہان حضرت انسان اور کہان عشق

حافظ رح

بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اس شعر مین حافظ یہ نصیحت فرماتے ہین کہ حکم مغان سے شراب مین سجادہ تک رنگنا چاہیے کیونکہ وہ اسکے نیک و بد سے بیخبر نہین -

فرد الاولیا رح

فرماتے ہین کہ مین نے حافظ رح کے نصیحت کی تعمیل کی اور سجادہ تقوے حکم مغان سے خم مین ڈال چکا (گویا مین کامیاب ہو چکا) اسیلیے اس شعر کے مصرعہ ثانی پر اسطرح مصرعہ لگاتے ہین ؎

بخم افگندم از حکم مغان سجادہ تقوی
کہ سالک بیخبر نبود زراہ و رسم منزلہا

اسکے بعد والے شعر مین حضرت حافظ جرس کی فریاد کی شکایت فرماتے ہین ؎

مرا در منزل جانان چہ امن و عیش چون ہر دم
جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا

اس شعر مین جس مضمون کو اعلیٰ لطافت کے ساتھ حضرت حافظ نے نظم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عاشق منزل جانان تک اپنے بار بار پہونچنے کی کیفیت بیان کرنا چاہتا ہے مگر معشوق کے جور و جفا اور اسکی بے اعتنائیان مدنظر رکھکر حسرت انگیز لہجہ مین جرس کی تحریک و فریاد پر اسطرح ٹالتا ہے کہ مین تو منزل جانان کے امن و عیش سے واقف ہون مگر جرس نے میرے لیے وہان کون سا عیش دیکھا کہ بار بار محمل باندھنے کی فریاد کرتا ہے - حق یہ ہے کہ جس لطافت کے ساتھ اس قافیہ مین یہ مضمون نظم ہوا ہے ہر شخص کا کام نہین کہ نظم کرے اسلیے فرد الاولیا نے اس مضمون سے فی الجملہ علیحدہ ہوکر اسی قافیہ مین اسی مضمون کو دو عنوان سے نظم فرمایا ہے انصاف یہ ہے کہ اسکی لذت بھی حافظ کے نظم کی چاشنی سے کم نہین ؎

چہ افسون در حدی ای ساربان خواندی کہ من مستم
جرس نالان و ما مستیم و میرقصند محملہا

اس شعر مین فرد الاولیا نے اس مضمون کو جسطرح نظم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ عاشق اپنے

معشوق تک پہونچنے کی تمنا میں ذریعہ ڈھونڈھتا۔ اور ساربان سے بصد منت منزل یار تک پہونچا دینے کی درخواست کر رہا تھا لیکن اُسکا سکوت یا انکار اُسکو مایوسی کا سما دکھا رہا تھا کہ ساربان نے اپنی مہربانی سے منزل یار تک پہونچا دینے کی امید دلائی۔ اس جانفزا مژدہ نے یکایک اُس تک پہونچکر اسکی ناامیدی کو امید سے جو بدل دیا تو غایت خوشی میں متعجب ہو کر یہ کہہ اُٹھا کہ ابھی ساربان نے مجھے ناامید کر دیا تھا پھر حُدی میں وہ کون سی امید کا افسون پڑھ دیا کہ مین بھی مست ہو گیا اور جرس و محمل میں مسرت و خوشی کی حالت پیدا ہو گئی۔

دوسرے شعر میں اس قافیہ کو اس سے بھی کہیں زیادہ لطیف اور اعلے مضمون کر کے اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

چہ راہ است اینکہ بیخود ساربان اند حدی ہا	جرس نالان و ما تسلیم و میر قصد محملہا

یعنے آج وہ وقت پہونچ گیا کہ منزل یار تک پہونچانے کو ساربان نے محمل باندھکر حدی کہی مگر کیسی دلچسپ دلربا راہ ہے کہ فقط مین ہی نہین بلکہ ساربان بھی از خود رفتہ ہو کر حدی کہے جاتا ہے اور جرس بھی ذوق و شوق میں فریاد کرتا جاتا ہے محمل بھی رقص میں ہے۔ ان دونون شعر مین حضرت حافظ کے مضمون سے جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ عاشق اپنی غایت ذوق و شوق کے سبب جمال معشوق کی تمنا میں ایسا کچھ از خود رفتہ ہے کہ اسکو منزل یار کی دشواریان بالکل راحت معلوم ہوتی ہین اور کسیطرح منزل یار کی دشواریان اُسکے خیال تک میں نہین آتین بخلاف حضرت حافظ کے مضمون کے کہ اُسمین اسکا بھی شائبہ پایا جاتا ہے ورنہ منزل یار کی طلب دونون ہی کے مضمون سے مترشح ہوتی ہے۔

اب قابل غور یہ بات ہے کہ فرد الاولیا کی نظم مین جسقدر خیالات کی بلند پروازی پائی گئی کیا اسکی چاشنی حافظ کے نظم کی چاشنی سے کم ہے۔ حافظ

ہمہ کارم ز خود کامی بہ بدنامی کشید آخر	نہان کی ماند آن رازی کزو سازند محفلہا

محفل کے قافیہ مین جس مضمون کو حضرت حافظ نے اس شعر مین جس خوبی سے نظم فرمایا ہے اُسکی لطافت اور عمدگی کا کیا کہنا حق یہ ہے کہ حضرت حافظ ہی کا حصہ تھا مگر فرد الاولیا نے بھی اُس مضمون سے علیحدہ ہو کر جس خوبی سے دو شعر مین اس قافیہ کو دو اعلیٰ مضمون کے ساتھ نظم فرمایا اُس کو بھی اہل ذوق سلیم حافظ کی نظم سے کم لذت نہ اُٹھائینگے۔ ؎ فرد

زدی آتش ز رخ در خرمن ہستی پروانہ	کہ خواہد زیست با این جلوہ ات ای شمع محفلہا

ناظرین انصاف فرمائین کہ اس شعر مین معشوق کے حسن دل آویز کی اہمیت کو متین لفظون مین

بیان فرماکر "محفلہا" کے قافیہ کو کس خوبی سے نظم فرمایا ہے۔

دوسرے شعر مین عاشق کی بے قراری اور بے چینی کو اُس حالت مین جب وہ معشوق کے وصل کی اُمید مین انواع سامان عیش وطرب مہیا کر کے منتظر بیٹھا ہے اور معشوق کے طرف سے اور بھی انتظار کرایا جا رہا ہے۔ اسوقت نہایت بے قراری مین انتظار کھینچنے کے بعد جس منت سے وصل کی درخواست کرتا ہے۔ اس مضمون کو ناظرین غور فرمائین کہ کس عمدگی سے اس قافیہ مین نظم فرمایا ہے ؎

ستر گردم فروغے نیست بی روئے تو در بزمم	بیاد رخ چو پروانہا اے شمع محفلہا

انصاف یہ ہے کہ یہ قافیہ ان دونون شعر مین کچھ عجیب عمدگی سے نظم ہوا ہے۔ اور کیون نہو اسلیے کہ فرد الاولیا کی مقدس طبیعت مین خدا نے اُسکا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا کہ قافیہ کے حسب حال اعلےٰ مضمون لاکر عمدگی سے نظم فرما دیا کرتے

غرض ابتدائی مشق کے زمانہ مین اسیطرح حضرت حافظ کے طرح پر طبیعت آزمائی کیا کرتے اس غزل کے علاوہ فرد الاولیا کے دیوان مین اسی عنوان سے بکثرت ہر ردیف وقافیہ مین غزلین موجود ہین جنسے بخوبی اسی عنوان پر مشق کا پتہ چلتا ہے۔

حافظ کے علاوہ دیگر شعرا سعدی خسرو جامی عرفی عراقی قتیل ہلالی نظامی خاقانی انوری فیضی کل شعرا کے طرح پر دیوان مین غزلین پائی جاتی ہین۔

غرض شیخ العالمین کے ارشاد کے مطابق اپنے سفر کا خیال دل سے اُٹھا دیا اور ہر روز ایک وقت مقررہ پر تاج العارفین کے مزار پرانوار پر تشریف لیجایا کرتے تھے اور دیوان حافظ کا مطالعہ کرتے کچھ دن اسیطرح کی مداومت سے شاعری آپکی مشق کے اعلیٰ زینہ پر پہونچ گئی اور اس پایہ کی شاعری کرنے لگے جیسا کوئی اہل زبان کرتا ہے۔ فرد الاولیا کے نسبت ہمارا یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہوگا کہ ہندوستان خصوصًا پورب کے سرزمین مین حافظ کے دل فریب طرز کی شاعری مین فرد الاولیا کی پاک ذات منفرد تھی بلکہ اگر مین "لسان الغیب ہند" کہون تو ہرگز نازیبا نہوگا

شاعری مین فرد الاولیا کی تلمذ کے نسبت شدید تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ ابتدائی مشق کے زمانہ مین آپنے اپنی غزلین ایک یا دو بار اپنے چچازاد بھائی مولوی معنوی شاہ محمد نور الحق قدس سرہ کو دکھائی تھین اگرچہ مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کی تحریر سے تو تلمذ کا قطعی انکار ثابت

ہوتا ہی چنانچہ آپکی شاعری کے متعلق لکھتے ہین

بالجملہ حال شعرگوئی بالاجمال برین منوال ست کہ دراوان عنفوان شباب کہ ذوق شعر و سخن درخاطرِ عاطر جاگرفت بحضور شیخ العالمین چنانکہ ماذون بعرض ہر رطب و یابس بودند عرض فرمودند۔ برطبق آن ارشاد شد کہ اگر شوق این فن داری مطالعۂ دیوان حضرت حافظ شیرازی مواظبت نمائی برطبق آن دیوان حافظ لسان الغیب قدس سرہٗ بیشتر مطالعہ فرمودی و مصرعی از عربی و بیتے برآوردہ مصرعۂ دیگر بفکر خود ملحق نمودے و با مصرعۂ ثانیہ حضرت حافظ مقابل گردانیدی و ہر دو را باہم سنجیدی و قبح و نقص مصرعۂ خود انچہ دریافتی باصلاحش پرداختی و ہمچنین دیگر اشعار انچہ فکر فرمودی خود حک و اصلاح و تغیر و تبدیل آن نمودی تا آنکہ بجودت طبع سلیم و جدت فکر مستقیم باعلا پایۂ فصاحت و بلاغت رسید و سرآمد شعراے زمان بل رشک متقدمان گردید و فی الحقیقہ درین فن لطیف تلمذ از کسی نہ پذیرفتہ و حق احدے درین باب بر خود نگرفتہ محض ہمین دعاے حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ بغایت بلاغت رسید۔

اور ایسا ہی مین نے اپنے پیرو مرشد مدظلہ سے اُنکے شیخ حضرت فصیح قدس سرہ اور والد حضرت مولوی معنوی شاہ محمد شرف الدین قدس سرہ کی روایت سے سُنا ہی کہ یہ بزرگان بھی مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ کی تائید مین بیان فرماتے تھے لیکن فرد الاولیا نے اپنے چچازاد بھائی حضرت شاہ نور الحق المتخلص بہ تپان قدس سرہ کو اپنی غزلین دکھائی ہین حضرت تپان کہ لوگون نے بعض ابتداے زمانہ کی تحریر دست خاص کی لکھی ہوئی دکھائی ہی جس سے مجھے انکار کی وجہ معلوم نہین ہوتی ہو سکتا ہی کہ اس واقعہ کی عام شہرت نہوا سلیے وہ حضرات واقف نہو سکے ہون باینہمہ شاعری کے متعلق عام طور پر تلمذ کے نسبت میرے خیالات علحدہ ہین۔ وہ یہ کہ ہر ذی عقل اس بات کو سمجھ سکتا ہی کہ شاعری یا موزونیت طبع کسبی طور سے حاصل نہین ہوتی اسکا حصول محض خداداد ہی۔ بنی نوع انسان سے کوئی بھی ایسی طبیعتین پیدا نہین ہوتین جو موزونیت کسب کے ذریعہ سے حاصل کرسکین قواعد و علم عروض سے ہر شخص واقف ہو سکتا ہی لیکن موزونیت طبع ہرگز سکھانے سے سیکھی نہین جا سکتا۔ اسلیے نفس شاعری یا موزونیت طبع سرے سے اپنے حصول مین کسی کے تلمذ کی محتاج نہین۔

حقیقت یہی ہی کہ شاعری ایک ایسا فن ہی جسکے حصول کے لیے صرف اہل علم کو موزون طبیعت شرط ہی

جو فطری طور پر بعض طبیعتون مین ہوتی ہے اور آئندہ اسکی ادنیٰ توجہ سے اسکو اس فن کا کمال حاصل ہو جاتا ہے۔

ابتدائی تعلیم کے وقت لڑکے علی العموم عروض و قوافی و بلاغت و معانی کی کتابین پڑھا دیے جاتے ہین انمین سے جنکی طبیعت رسا اور فکر سلیم ہوتی ہے وہ خود اپنے زور طبیعت سے اس فن کو حاصل کر لیتا ہے اسلیے میری نزدیک ذی علم و طبیعتدار شخص کو محض ترکیب و بندش الفاظ سیکھنے کے لیے کسی شخص کے حلقہ تلمذ مین آنے کی ضرورت نہین۔

اگر انکے شعرا کے تلمذ کے نسبت سوال کیا جائے تو غالبًا یہی سبب انکی اساتذہ کے متعلق بھی ظاہر ہوگا اور ہرگز اسکا تحقیقی پتہ نہ لگیگا کہ سعدی حافظ خسرو جامی کو فن شاعری مین کس کس سے تلمذ تھا۔ ایسا ہی متاخرین مین بھی بہتیرون کا حال ہے۔ ہان اس فن مین حضرت حافظ کے روحانی فیض کا ثبوت مذکورہ بالا عبارت سے تو مل ہی چکا۔ خود فرد الاولیا نے بھی اپنے دیوان کی ایک غزل کے مقطع مین قطعہ بند اسطرح دیا ہے ؎

اے فرد گر بحضرت حافظ گذر کنی	از من بگو کہ گشتہ ام آن خاک راہِ تو
گر سنگ تفرقہ بجہان چرخ افگند	ما ہیم و آستانہ دولت پناہِ تو

فرد الاولیا کی دیوان سے متعلق

اہل مذاق کا بیان ہے کہ جسقدر غزلین دیوان مین پائی جاتی ہین انمین سے دیوان اول کی غزلین ابتدائے زمانہ مشق کی ہین اور دیوان ثانی کی غزلین مشق و پختگی و خوشنما بندش الفاظ و محاورات کے لحاظ سے خاص امتیاز رکھتی ہین کہا جاتا ہے کہ زمانۂ وسط و آخر کی ہونگی لیکن مین اس فرق کو اسلیے بتا نہین سکتا کہ کسی غزل کا سنہ میری نظر سے نہین گذرا اور یہ تمیز چونکہ اہل مذاق کے ذوق سلیم پر موقوف ہے اسلیے بیان کی چندان ضرورت بھی نہین جس درجہ یا مرتبہ کی غزلین ہون۔ جلد اول مین چھ سو انسٹھ ۶۵۹ اور جلد ثانی مین نو سو چھبیس ۹۲۶ ہین جنمین سے زیادہ تر اساتذہ کی طرح پر غزلین پائی جاتی ہین۔

اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فرد الاولیا کو ابتدائے مشق کی زمانہ مین اعلیٰ مضمون آوری اور خیالات مین بلند پروازی پیدا کرنے کی اس سے بڑھکر کوئی تدبیر معلوم نہوئی کہ آپ متقدمین کیطرح پر زور لگائین اور انھین کی روش کے مطابق مضمون پیدا کیا کرین چنانچہ ایک مدت تک تغزل کا یہی مذاق رہا

درحقیقت یہی صورت فردالاولیا کی شاعری کے حق مین مفید ٹھہری کیونکہ آپکو پھلواری
مین کسی باکمال وماہر فن شاعری کی صحبت نصیب کہان کہ آپ اپنی طبیعت کی کمزوریان
مصرعون مین (الفاظ کے اعتبار سے) جابجا دکھا کر ترقی کے الفاظ مناسب جگہہ پر رکھنا
چاہتے ۔ ایسی صورت مین اساتذہ کی کلام کے سوا بہتر استاد کون ہوسکتا تھا ۔ جسقدر غزلین نظم
کرنیکا اتفاق ہوا وہ اسی طرز پر ہوا ۔ کما ثبت من تحریر مولوی وصی احمد قدس سرہ ۔
یہی سبب ہے کہ دیوان مین بکثرت سعدی حافظ نظامی خسرو جامی عرفی عراقی ہلالی
حزین وغیرہم کیطرح مین غزلین وقصائد ومثنویات ورباعیات پائی جاتی ہین ۔
اول تو یہ کہ آپکی طبیعت خداداد آخذہ تھی ہی مزید بران ابتدائے مشق کے زمانہ مین تغزل کے
وقت اساتذہ کی غزلون پر طبیعت آزمائی کرتے رہنے سے ایسا قابل قدر ملکہ پیدا ہوگیا کہ جس
شاعر کے طرز پر قلم اٹھاتے اسی انداز کی غزل ایسی نظم کردیتے کہ اگر شاعر کی غزل مین فردالاولیا
کی غزل کا کوئی شعر ملاکر پڑھ دیجیے تو سننے والا ہرگز تمیز نکرسکے باوجودیکہ فردالاولیا کی مقدس
طبیعت مین ہر رنگ کی غزلین بآسانی نظم کرلینے کا ملکہ پیدا ہوچکا تھا تو بھی حضرت حافظ کے
طرز نظم کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے ۔
ان مذکورۂ بالا اساتذہ کی غزلون کے اعتبار سے جسکی طرز نظم سے آپکو زیادہ فائدہ پہونچا وہ
"لسان الغیب" حضرت حافظ شیرازی ہین کہ انھین کے اشعار وغزلون پر زور ڈال کر
کہنے سے آپکی شاعری مین پختگی پیدا ہوئی دیوان فرد کی قریب قریب کل غزلین حضرت
حافظ کے باطنی فیض کا اقرار کر رہی ہین ۔ جو لوگ ذوق سلیم رکھتے ہین انھین دیوان دیکھنے
کے بعد خود ہی اسکی تصدیق ہوجائے گی ۔ میرا خیال تھا کہ دیوان پر تفصیلی ریویو لکھون اور اسکے
غزلون اور قصائد ومثنویات پر مختلف عنوان سے خیالات ظاہر کرون مگر تذکرہ (کہ باین
ضخامت) دیوان کے ساتھ بطور ضمیمہ کے طبع ہونے والا ہے اسیقدر بس کرنے پر مجبور کیا
یہ ہی قصد ہے کہ آیندہ انشاء اللہ تعالے اس سے علیحدہ فی الجملہ تفصیل کے ساتھ عرض کرونگا

فردالاولیا کی نسبت شعرائے زمانہ کی رائے

ہدیۂ ناظرین کرتا ہون ۔ یون تو عام علوم وفنون کے اعتبار سے فردالاولیا کی ذات پاک اپنی
جامعیت مین اپنے تمام ہمچشمون مین فوقیت رکھتی تھی مگر شاعری کے اعتبار سے خصوصیت کے ساتھ

اس مذاق کے لوگ آپکو معز ز الفاظ سے یاد کرتے تھے اور شعراے زمانہ کو مقابلہ مین آپکو ممتاز نگاہون سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ آپکی قرابت کے ایک بزرگ مولوی امان علی جعفری پھلواروی متخلص بہ ترقی نے (جو اس قصبہ کے طبیعتدار شاعر تھے) ایک فارسی مثنوی لکھی ہے جسمین پھلواری کے خاندان جعفریہ کے نامور مشائخ وعلما کی مختصر حالت زندگی نظم کی ہے ایک جگہہ فرد الاولیا کے احوال مین دیگر علوم وفنون کو بیان کرتے ہوے شاعری کے متعلق لکھتے ہین ؎

ابوالحسن ست عالم ہم سخن سنج — ز لفظ خشک اوراہست صد گنج
کلام تازہ اش مقبول دلہاست — بر ارباب حقیقت شوق افزاست
بفن شاعری اوراکمال ست — مضامین تازہ یاب وخوش خیال ست
شد از فکر رسا مشہور عالم — سخنہا یش شدہ منظور عالم

مولوی سید امجد علی پھلواروی جو حضرت شاہ امان علی ترقی علیہما الرحمۃ کے شاگرد تھے اس مشاعرہ کی صحبت مین جسمین فرد الاولیا وآپکے دیگر اخوان وقصبہ کے بعض دیگر طبیعتدار شعرا طبیعت آزمائیان کیا کرتے تھے اکثر شریک رہا کرتے تھے مولوی صاحب ممدوح نے مجلس مشاعرہ کا ایک تذکرہ بھی ترتیب دیا ہے جسمین زیادہ تر فرد الاولیا آپکے دیگر اخوان کی اردو وفارسی غزلین شاعر کی مختصر حالت کے ساتھہ درج کیا ہے آپکے تحصیل علوم وشاعری کے متعلق لکھتے ہین۔

سر آمد دانشوران سر حلقہ ہوشمندان بزرگ بزرگزادہ عالی خاندان نبیرہ حضرت پیر دستگیر کونین حضرت تاج العارفین قطب العالمین شاہ محمد مجیب اللہ طاب ثراہ کہ شہرۂ آفاق اند احتیاج تصریح ندارد جوان خجستہ صایب راے وتدبیر زیب افزاے مسند فضل وکمال زینت بخش مجلس عز وا جلال راحت رسان بزم انبساط فروغ دیدۂ اہل انجمن مولوی ابوالحسن متخلص بہ " فرد " کہ از جودت طبع رسا در سن بست سالگی از جمیع علوم ظاہری چہ فقہ چہ حدیث چہ اصول چہ منطق چہ فلسفہ چہ ریاضی چہ حکمت چہ اقلیدس چہ تاریخ چہ سیر چہ جفر چہ رمل چہ تکسیر در ہمہ علوم بہرۂ وافی اندوختہ ودر فن طبابت اعجاز عیسوی بہم رسانیدہ ودر بابۂ توکل کہ از آبا واجداد آمدہ ثبات قدمے ورزیدہ وسعی جمیلہ در کسب علوم باطنی بکار بردہ ودر عرصہ قلیل کہ حالا سن شریفش سی سالگی رسیدہ تکمیل کمال کردہ حکم شرع رخصت نمی دہد کہ بشرح آن پردازد۔ وشگفتگی خاطر

وموزونی طبع میلان طبیعت بفن شاعری کہ دارد اگر غبطۃ الناظر گویم نارو انبود نی الحقیقہ دربلاغت و فصاحت گوی از سخنوران زمان بردہ ۔

فرد الاولیاء کے چوتھے حقیقی بھائی حضرت مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ پھلواروی قدس سرہ لکھتے ہیں۔

مولانا شاہ محمد **ابو الحسن** صاحب دامت برکاتہ و فیوضاتہ۔ ایشان اول اولاد حضرت **شیخ العالمین** اند و محبوب ترین اکباد ہمچنان کہ نظر شفقت برایشان مبذول میداشتند بدیگران نبود۔ ایشان ہا در حضرت وی رضی اللہ عنہ قبولی تام بود ہرچہ خواستے کردے وانچہ طلب داشتے یافتے۔ اہل حاجات ازین سبب ایشان را وسیلۂ حاجات خود میگردند۔ و تمامی کارخانہ و خانقاہ داری و ارقام مکاتیب و جواب عرائض و عرض و معروض متعلق بایشان بود در عمر بست سالگی از تحصیل علوم فقہ و اصول و علم کلام و دیگر از علوم مروجہ فلسفہ بخدمت عالی سید العلما و سند العرفا دامت برکاتہ فراغ حاصل فرمودہ بمطالعہ مشکوۃ شریف و صحیح بخاری و مسلم از کتب احادیث چندی اشتغال داشتند و بکسب سلوک باطن کہ طریقۂ آباے کرام بود بجان مصروف گردیدند۔ عنایت ازلی حضرت **شیخ العالمین** رضی اللہ عنہ چنان مبذول حال ایشان ماندی کہ با وجود عدم فرصت از جمیع امور خانقاہ داری در وصول مقصود آن قدر رہروی بود کہ دیگران را از ریاضتہاے شاقہ ہم دامن مقصود بدست نہ آمدی در فن شعر و شاعری یگانۂ روزگار بود و مشہور عالم و ہر یکے از غزلیات حضرت ایشان حرز جان کردی۔ صاحب دیوان شدند کلام شریف بہ منتہاے درجۂ بلاغت و فصاحت رسیدہ بود رشحۂ از کلام معجز بیان ایشان نوشتہ می آید تا ہر کسے بہرۂ ازان بردارد

مطلع اول

چنین با رسش لفا خوشش گرشانہ خواہد کرد	مرا سوداے زلف او دگر دیوانہ خواہد کرد

مطلع دیگر

مبادا ہندوِ زلفت دل زاہد بخم گیرد	مدہ رخصت کہ این کافر و بیت الحرم گیرد

دیگر

عشق راطشت زبام دل از بام افتاد	کار من آہ بدست دل ناکام افتاد

ہیچو دازخانہ چو برخاستم آزردہ دل — سایہ بر پاے من رفتہ بہر گام افتاد
ہر کہ در دل ہوس سیب زنخدانت نخست — نارسیدہ چو من اندر طمع خام افتاد

ان عبارتون کے نقل کرنے سے مجھکو صرف یہ دکھانا ہے کہ فردالاولیا اپنے تمامی کمالات کی حیثیت سے اپنے ہمچشمون مین کسدرجہ ممتاز تھے ۔ اور آپکے معاصر آپکی علمی جامعیت کو کس وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے نہ صرف گھر ہی تک اس مقبولیت کا انحصار رہا بلکہ تمام شعراء آپکے کلام کو نہایت قدر کے ساتھ سُنتے تھے ۔

مولوی شاہ محمد سعید حسرت عظیم آبادی قدس سرہ فردالاولیا کو اپنے زمانہ کا خسرو ثانی مانتے تھے چنانچہ اپنے ایک غزل کے مقطع مین لکھتے ہین ؎

درزمین ہند حسرت بعد خسرو ہیچو فرد — درگمان مانشد پیدا غزل خوانے دگر

حضرت حسرت نے جس ترتیب سے یہ مقطع لکھا ہے اُسکی ترتیب حسب ذیل ہے

دریں زمین اول غزل حضرت خسرو علیہ الرحمۃ بعدازان غزل حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواروی قدس سرہ است خسرو ؎

اے ترا در زیر ہر لب شکرستانے دگر — جز لبت مارا نمک ندہد نمکدانے دگر
فرد
کشتۂ رانا وکی تو مپسند جانے دگر — کین رہا نیر سکہ دارم ذوق پیکانے دگر

غلام علی راسخ مرحوم پٹنہ کے نامی شاعر تھے فردالاولیا کی تعریف عالانیہ کرتے تھے جب کبھی اُنکے سامنے آپکی غزل پڑھی جاتی تھی تو نہایت غور سے سُنا کرتے تھے فردالاولیا کی قادرالکلامی اور بامحاورہ شاعری کا اقرار تھا ۔ اور طرز ادا ۔ اور رنگ اس درجہ پسندیدہ تھا کہ اگر آپکا کوئی شعر ناسمجھ پڑھنے والے سے سُنکر غلطی پاتے تو کہدیتے کہ اُنھون نے ایسا نہ کہا ہوگا چنانچہ ایک روز کسی نے راسخ مرحوم کے سامنے فردالاولیا کی غزل کا یہ مطلع ؎

لطف تو اے کاش دوا میشدے — ہر مرضم رو بشفا میشدے

تکرار لفظ اگر و کاش کے ساتھ ؎ لطف اگر کاش دوا میشدے پڑھدیا

راسخ مرحوم نے کہا کہ فرد جیسا قادرالکلام شاعر زائد لفظ نہ لائیگا ۔ غالبًا یون ہوگا ۔

لطف تو اے کاش دوامی شدی — اگر و کاش دونون ہم معنے لفظ ہین ایک معنے کے دو لفظ لانے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی ۔

اکثر پٹنہ کے مشاعرہ کی صحبت مین فردالاولیا بھی غزلین بھیجا کرتے تھے بسا اوقات ایسا ہوتا

کہ فردالاولیا کے مقابلہ مین معزز شعرا اپنی غزلین نہین پڑھتے تھے چنانچہ ایک دفعہ پٹنہ مین مشاعرہ کی صحبت ہوئی اور ذیل کی زمین مین جسکا مصرعہ طرح یہ تھا
روشن شود بہ پیش تو گر حالِ داغ ما ٭ راسخ مرحوم نے بھی غزل لکھی تھی اتفاق سے اُس زمین مین تمامی شعرا کے مقابل مین فردالاولیا کی غزل سب سے عمدہ ٹھہری راسخ مرحوم نے اُس دن اپنی غزل نہ پڑھی۔

نواب مولوی صدیق حسن خان مرحوم والی ریاست بھوپال نے فردالاولیا کی تعریف سنی اور آپکے کلمات سے محظوظ ہوکر اپنی کتاب تذکرۃ الشعرا مین لکھا ہے۔

فرد یکے از مشائخ پھلواری ست و فردی فرید از برگزیدگان باری ؎

برنجی گز زمن نقد دریغ کن   خطِ پیشانیم تحریر نوکن

مطلع حضرت فرد کا ہے۔

مولوی محمد مظفر حسین "صبا" بھوپالی اپنی کتاب "تذکرہ روز روشن" صفحہ ۵۱۸ مین فردالاولیا کی نسبت لکھتے ہین۔

فرد سید شاہ محمد ابوالحسن قادری خلف و جانشین سید شاہ محمد نعمت اللہ از مشائخ قصبۂ پھلواری متصل عظیم آباد بود۔ و در احتوائے فضائل صوری و معنوی و تحلیہ و تصفیہ باطن و ارشاد و تلقین طالبان حق الیقین نظیر نداشت ؎ (فرد مصر)

دل چو گرد صاف منزلگاہِ جانان مے شود   آئینہ بیرنگ چون شد رو نمایان مے شود

دیگر (فرد مصر)

نقاب از مہر روے خویش بکشا   براے واضحے تفسیر نو کن

ایرانی سیاح شاعر ایک سال پٹنہ مین آیا ہوا تھا۔ اول تو یہ کہ وہ خود زبان دان تھا دوسرے یہ کہ فن شاعری مین کامل دستگاہ رکھتا تھا قصیدہ گوئی مین بے نظیر تھا۔ کسی اہل مذاق نے فردالاولیا کا دیوان اُسے دکھایا اُسنے آپکے کلام کو بہت پسند کیا اور یہ غزل جسکا مطلع ؎

از جان خیال آن قد رعنا نمی رود   نقش جمال او ز دل ما نمی رود

ہے اُسکو بہت پسند آئی اس غزل کے ہر شعر پر اُسکو وجد کی حالت پیدا ہوئی۔ اور بیچین ہوکر بار بار یہ کہہ اُٹھتا تھا "خوش گفتہ" یہان تک کہ اس غزل کی نقل خیلے خوش محوبال اطیرون را ایران آئیچہ

ساتھ لے گیا تذکرہ سخن شعرا مین مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ نے فرد الاولیا کی نسبت لکھا ہے "فرد" تخلص شاہ ابو الحسن نعمتی سجادہ نشین پھلواری صاحب باطن تھے بیشتر فارسی کہتے تھے دیوان فارسی آپ کا نظر سے گذرا ہے ؎

نگاہ مست تیری کسقدر خونریز عالم ہے	عبث آنکھوں کو تیری نرگس بیمار کہتے ہین

؎

عشق نے رسوا کیا یا ننگ مجھے	نام سے میری حیا کو ننگ ہے

غرض اسی طرح اک عالم نے فرد الاولیا کے کلام کو پسند کیا اور عام مقبولیت حاصل ہوئی ؎

بلبل آمد بفغان گل زگریبان بگذشت	فرد شور یست بگلشن ز غزلخوانی من

فرد الاولیا کا اخلاق

ایسا سب سے اور ہر شخص کے ساتھ یکسان ہوتا تھا کہ عام طور پر لوگ اپنے ذہن مین یہ سمجھتے کہ آپکی نظر عنایت مجھپر اورون سے زیادہ ہے۔ شیخ العالمین کے زمانہ مین اعراس مین تقسیم طعام کیخدمت فرد الاولیا ہی کے متعلق تھی اور جہانتک بنی سب پہلے مہمانون کی فرودگاہون پر آپ ہی کھانا پہونچایا کرتے تھے۔ حلیم اور متحمل اسقدر تھے کہ لوگ برملا آپکے رو برو سخت و سست کہہ جاتے مگر آپ سب کو سن لیتے اور کچھ برا نمانتے بلکہ آپکے عوض مدارات و اخلاص سے پیش آتے اسکے متعلق مولوی ابو الحیوۃ پھلواروی قدس سرہ لکھتے ہین کہ ایک سال ہیچ الاول کے عرس کی تقریب مین فرد الاولیا مہمانون و مسافرون کو کھانا تقسیم کر رہے تھے۔ اتنے بڑے عظیم الشان مجمع مین ایک شخص تنہا ہر شخص کو جلد کھانا کیونکر پہونچا سکتا تھا کچھ لوگ باقی تھے اسی سبب سے آزاد فقرا کی جماعت تک کھانا پہونچنے مین تعویق ہوئی۔ انمین سے ایک شخص شدید انتظار کرنے کے بعد فرد الاولیا کے قریب آکر بہی لفظ سے آپکو مخاطب کرکے کہنے لگا کہ یہ عجیب و غریب عرس ہے کہ ابتک اسقدر شب گذر گئی اور فقرا کی جماعت تک کھانا نہین پہونچا۔ فرد الاولیا نے معذرت کی کہا کہ مین تنہا شخص ہر ایک سے کھانا تقسیم کر رہا ہون اور اب آپ ہی لوگون کی جماعت مین آتا۔ آپ غور کر سکتے ہین کہ اتنی بڑی جماعت مین کھانا جلد کیونکر تقسیم ہو سکتا ہے اور ہر شخص کو بیک وقت کیونکر پہونچ سکتا ہے۔ یہ سنکر فقیر اور بھی برافروختہ ہوا اور کچھ زیادہ سخت کلامی سے پیش آیا۔ فرد الاولیا ساکت سنتے رہے جب وہ اپنے دل کا بخار نکال چکا تو آپنے فرمایا کہ مطلب کیسی فقیر نے کہا مطلب یہ ہے

کہ جلد کھانا لاکر مجکو دو **فرد الاولیا** باورچیخانہ مین تشریف لیگئے اور دو رکابیان کھانے کی لاکر دین اور فرمایا کہ ایک رکابی حصہ کی ہے اور دوسری تعویق و تاخیر کے جرمانہ کی آزاد فقیر نے اپنی اُس بادبی و سخت کلامی کے ساتھ **فرد الاولیا** کا یہ حلم دیکھا تو فوراً آپکے قدم پر گر پڑا اور دست بستہ معذرت خواہ ہوا کہ معاف فرمائین مین آپکے مدارج علیا اور عالی ظرفی سے واقف نہ تھا۔ **فرد الاولیا** نے اُسکی خطا کو معاف فرمادیا۔ آپکے حلم نے اُس فقیر کو ایسا شرمندہ کیا کہ جب تک وہ پھلواری مین رہا جب **فرد الاولیا** سے ملاقات ہوتی تو ندامت سے آنکھ برابر نہین کرتا اور اپنے فعل پر نادم ہوکر لوگون سے کہتا تھا کہ مین نے ایسا حلیم و بُردبار شخص دوسرا نہین دیکھا۔ اسیطرح غیر زمانہ عرس مین ایک فقیر کمل پوش آزاد روش ٹہرا مارتا ہوا خانقاہ مین پہونچا **فرد الاولیا** اُسوقت جانشین ہوچکے تھے خانقاہ کے واردین و صادرین و مہمان کی مدارات و خدمت کے لیے آپکے دیگر اخوان عظام متعین کیے گئے تھے۔ جسوقت وہ فقیر پہونچا مولوی معنوی شاہ **محمد امام** قدس سرہ سے ملاقات ہوئی آپ فقیر صورت دیکھکر سروقد تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور خاطر خواہ مدارات و اخلاق مین مصروف ہوئے جب خلوت کھلی اپنے ساتھ **فرد الاولیا** کے حضور مین لے آئے۔ آپنے بھی فقیر صورت دیکھکر اُسکی تعظیم کی اور معانقہ کے بعد ممتاز جگہ پر بٹھایا دستور زمانہ کے مطابق نام و وطن پوچھا فقیر نے نہایت گستاخانہ لہجہ مین کہا جب تمکو اتنی بھی خبر نہین کہ کون ہے اور کس درجہ کا آدمی ہے تو فقیری کا نام کیون لیتے ہو۔ **فرد الاولیا** نے فرمایا بیشک ہم تو کچھ نہین جانتے اور نہ کچھ ہین صرف آبا و اجداد کا نام بیچتے ہین۔ فقیر کی یہ گستاخانہ اور بے ادبانہ گفتگو مولانا **محمد امام** قدس سرہ کو بہت بُری معلوم ہوئی اور غصہ مین آکر فرمایا کہ کیا بولتے ہو دیکھ لیا خالی کمل ہے اور کچھ نہین۔ **فرد الاولیا** نے مولانا **محمد امام** قدس سرہ کو بہت نرمی کے ساتھ روکا اور فرمایا نہین نہین امام مہمان ہین اخلاق کے خلاف ہے بُری بات جانے دو۔ وہ مہمان ہین جو کچھ کہین بجا ہے۔

فرد الاولیا سے دعا و تعویذ کے طالبین ہر طبقہ اور ہر مذہب و مشرب کے آتے اور فیضیاب ہوکر جاتے اہل تشیع امامیہ مذہب کے امراے عظیم آباد مثل مرزا جنگلی صاحب مرحوم اور میر عبد اللہ صاحب مرحوم کے اولاد وغیرہم اپنے اپنے مشکلات کے آسان ہونے کو آکر دعا وغیرہ کے خواستگار ہوتے تھے۔ اُن لوگون مین بعض ایسے متعصب بھی تھے جو آپکے نام پر تبرا کہنے کو مذہبی کام سمجھتے تھے۔ ایک بار **فرد الاولیا** کو خبر پہونچی کہ اس سال آٹھوین محرم کو حاضری کی نیاز کے وقت اصحاب نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اسلاف اہل سنت پر تبرا کہنے کے بعد اُس مجمع کے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا کہ

شاہ ابوالحسن سجادہ نشین پھلواری پر... اُنکی دستار بڑائی تاہم اُنکی اُس جوتی پر جو کھیتلی ہنا کرتے ہین یہ سُنکر آپنے فرمایا کہ مین بہت خوش ہون کہ ان لوگون نے مجھے بھی اُن بزرگون کا ساتھی سمجھا۔ اللہ تعالی میرا حشر انھین بزرگون کے ساتھ کرے تو آج مجھکو انکی لعنت کی کچھ پروا نہین اور دیر تک آنکھ گریہ رہا اور فرماتے رہے کہ اللہ تعالی مجھے انھین بزرگون کے ساتھ قیامت مین اُٹھائے۔ پھر بھی وہ لوگ بغرض حاجت آپکی ملاقات کو آیا کیے مگر آپنے اُن لوگون کے ساتھ اپنے اخلاق کریمانہ مین کمی نہ فرمائی اور کبھی بے رخی اور بے اعتنائی سے اُن سے نہ ملے اُسی خندہ روئی کے ساتھ گفتگو و دلجوئی فرماتے رہے۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا	دلِ دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کی میسر شود این مقام	کہ با دوستانت خلافست و جنگ

فرد الاولیاؒ مشق سلوک

اپنے تحصیل علوم ظاہری ہی کے زمانہ سے کرتے تھے اور شب و روز مین ایک وقت پوشیدہ آپکا ایسا مقرر تھا جسمین اپنا ورد معمول پورا کرلیا کرتے تھے۔ ظاہری وضع آپکی ایسی نہ تھی جس سے کوئی تمیز کرسکے تسبیح تک ہاتھ مین نہین رکھتے تھے۔ اذکار و اشغال مین زیادہ تر اذکار خفیہ کے مداوم تھے صرف اسقدر تھا کہ شب کے وقت اکثر لوگ آپکو سوتے سے اُٹھتے دیکھا کرتے تھے۔ مگر اسکا کوئی پتہ نہین لگا کہ اذکار و وظائف شبینہ آپ کس پوشیدہ جگہ مین کرتے ہین۔ یہان تک کہ آپکے برادران والاشان سے بھی کسیکو آپکے مشق سلوک کی خبر نہ تھی اور وہ لوگ سمجھتے تھے کہ **فرد الاولیا** کو سلوک کی طرف توجہ نہین ہے۔ اور اذکار و اشغال سیکھا بھی نہوگا۔ ایک روز **فرد الاولیا** کے دو بھائی مولوی معنوی شاہ **محمد امام** و مولوی معنوی شاہ محمد **علی سجاد** قدس سرہما **شیخ العالمین** کے حسب ارشاد **شیخ العالمین** کے کسی مرید کو ذکر یا مشغولی تعلیم کر رہے تھے کہ یکایک **فرد الاولیا** کا اُس طرف سے گذر ہوا آپنے ان بزرگون کے بتانے مین غلطی پاکر تصحیح فرمادی۔ ان بزرگون نے پاس ادب سے کوئی جواب تو نہ دیا مگر ناگوار طبع ہوا کیونکہ **فرد الاولیا** کو اس علم سے ناواقف سمجھتے تھے **شیخ العالمین** کے حضور مین پہنچکر شاکی ہوئے کہ ہم لوگ اسطرح بتاتے ہے تھے اور بھائی صاحب نے اسطرح بتایا جس کام مین بھائی صاحب دخل نہین رکھتے اسمین دست اندازی کا کیا فائدہ۔ **شیخ العالمین** نے فرمایا کہ **ابوالحسن** کیطرف تم لوگون کا یہ گمان صحیح نہین مین نے اُنکو کل اذکار و اشغال بتایا ہے اور

وہ ہر روز اسکی مشق کرتے ہین جسکی کسی کو خبر نہین اور یہ ذکر اسی طرح پہ صحیح ہے جیسا اُنھون نے بتایا۔ اب یہ بات کھلی کہ **فرد الاولیا** مشق سلوک پوشیدہ کرتے ہین اور آپکی تعلیم مین خود **شیخ العالمین** کو کسی خاص مصلحت کی سبب استتار مد نظر ہے یہی سبب تھا کہ **شیخ العالمین** آپکو اذکار و اشغال کی قسم سے کوئی چیز اپنے دیگر خلفاء یا اولاد کے ساتھ تعلیم نکرتے تھے مگر گاہ گاہ اپنے منجھلے صاحبزادے مولوی معنوی شاہ محمد ابوتراب قدس سرہ کو شریک کرلیا کرتے تھے۔ اور اسی خیال سے آپ **فرد الاولیا** کیطرف اپنے قلبی تاثیرات زیادہ۔ اسکے پہونچایا کرتے جو متنبہ کرکے آپکو بیدار کردیا کرتی تھی چنانچہ بارہا دیکھا گیا کہ آپ شب کو سوتے ہوئے اٹھ گئے اور کچھ دیر تک متکیف رہے پھر سو گئے۔

آپکی ریاضات شاقہ کے متعلق مولوی ابوالحیوۃ قدس سرہ نے آپکے احوال مین لکھا ہے کہ **فرد الاولیا** کو شاقہ ریاضت مثل اربعین و صوم طے وغیرہ کا اتفاق اسلیے نہوا کہ ابتدائے طفولیت سے شباب تک کا زمانہ جسقدر گذرا وہ زیادہ تر علالت کا تھا صحت کیحالت مین جس قدر وقت ملجایا کرتا تھا اسمین تحصیل علوم ظاہری کا شغل رہا سنہ ہجری مین آپکی شادی ملا عبد المغنی پھلواروی قدس سرہ کی صاحبزادی عفیفہ سے کردی گئی جس روز سے عروس گھر مین لائے طرح طرح کی امراض و مصائب کا سامنا کرنا پڑا تا مرگ عروس دائم المرض رہین جنکی بیمارداری وعلاج معالجہ سے کسی زمانہ مین فرصت نہ ملی خدا نے انسے ایک لائق اور صالح لڑکا بھی عطا فرمایا جسکی صحت سن مراہقت تک نہایت افسوسناک رہی بیٹے کی شادی کے چند ہی سال کے بعد بی بی اور جوان بیٹے کی وفات کا ناقابل برداشت صدمہ اٹھانا پڑا **شیخ العالمین** کی خدمت خانقاہ عالم پناہ مجیبی کا نظم واردین و صادرین کی خاطرداشت انکی مدارات ضروریات سے بھی ان تعلقات کے ساتھ ایسا شخص جو ایک ساعت کے لیے بھی تنہا نہ بیٹھ سکتا ہو وہ چلون مین کیونکر بیٹھ سکتا تھا مگر باوجود اسکے اذکار خفیہ کے مداوم تھے روزے بکثرت رکھا کرتے اور صلوۃ نافلہ کے مداوم تھے۔

علاوہ اسکے باطنی ترقیات مین سالک کو جسقدر ریاضات و مجاہدات سے نفع پہونچتا ہے اس سے کہین زیادہ شیخ کی نظر عنایت اور توجہات قلبی ترقیات مدارج و حصول مقصود کا سبب پڑتی ہے۔ **فرد الاولیا** نے چونکہ **شیخ العالمین** کے امورات ذاتیہ کا ذمہ دار اپنے کو بنالیا تھا اور ہر ضروریات مین مثل تحریر جواب عرائض و تعویذات و خدمت واردین و صادرین مین آپکا ہاتھ بٹا دیتے تھے۔

آپ پر شیخ العالمین کی نظر عنایت خاص طور پر پڑتی تھی اور آپ سب سے زیادہ فرد الاولیا کو عزیز رکھتے تھے چنانچہ صاحب تذکرۃ الکرام سے لکھتے ہین۔

می فرمودند شیخ العالمین کہ از ہر کسے گذیردارم اما ازین فرزند در ہمہ امر ناگزیری ست۔
ہمہ بیماران بیمار دارمنم و در بیماری ایشان خود بیمار مے شوم و دل از اختیار می رود۔
فرصت اوراد و اشتغال مارا ازیشان ست کہ ہمہ امور متعلقہ ذات ما تعلق بخود کردہ ورنہ
کجا مہلت یک نفس کہ صرف اذکار و اشغال کردمے۔

یعنی شیخ العالمین اکثر فرماتے تھے کہ مجھے ابوالحسن کے سبب سے اوراد و اشغال کی فرصت ملجاتی ہے ورنہ اس خانقاہ داری و ہجوم خلق مین اوراد و اشغال کی فرصت کہان جسطرح یہ میرے کام کو حسب خواہ کر دیتے ہین مین بھی انکی قلبی حالت پر ہر لحظہ خاص نظر رکھتا ہون یہی سبب تھا کہ فرد الاولیا کو مشق سلوک مین آپکے دیگر اخوان طریقت کے مقابلہ مین زیادہ اور جلد نفع محسوس ہوتا تھا فرد الاولیا کی تعلیم باطنی مین شیخ العالمین نے زیادہ تر نگاہ سے کام لیا اور جسقدر ترقی سلوک مین آپکو فوائد حاصل ہوئے وہ ایسطرح اور شیخ العالمین کی ایسی نگاہ فرد الاولیا پر حاضر و غائب ہر حالت مین یکسان رہا کرتی تھی۔ حاضری کے وقت یہ تو عام طور پر دیکھا جاتا تھا کہ جب فرد الاولیا آپکے سامنے سے گذرتے تھے تو شیخ العالمین کی نگاہ پر فیض دیر تک آپکی طرف دوختہ رہتی تھی جسکی تاثیر او کیفیت کو لوگ آپکے لب شدہ پر محسوس کرتے تھے اور آپکی صورت حال از خود رفتہ ہو کر بے اختیار خود کہہ اٹھتی تھی سے

تا ہم زخود رفتیم پیمانہ چنین باید	از چشم مست کردہ نگہے سوئے ہم

حقیقت یہ ہے کہ شیخ العالمین نے آپکی تکمیل باطنی اپنی نظر کیمیا اثر ہی سے کی تھی چنانچہ مولوی ابوالحیوۃ قدس سرہ لکھتے ہین کہ سید العلما مجھے فرماتے تھے کہ شیخ العالمین نے آپکو ایک ہی نگاہ مین تمامی مقامات سلوک کی سیر کرا دی تھی جو دوسرون کو ریاضات شاقہ کے بعد مدت مدید گذرنے پر یہ رتبہ حاصل ہوتا ہے مگر اسکی اطلاع کسیکو نہ تھی ایکدن مین بیٹھا تھا کہ یکایک مین نے فرد الاولیا سے ایک ایسے مقام کی تاثیر پائی جسکو منتہا سے مقام کہنا چاہیے مین نے بنظر امتحان اس سے بھی بلند مقام کی طرف قصد کیا اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا گیا یہان تک کہ اسیطرح نہایت النہایۃ تک پہونچا اور برابر انمین ہر مقام کی تاثیر پاتا گیا سخت متحیر ہوا اور یہ سمجھا کہ یقین ہے کہ شیخ العالمین نے ساری نعمتین ایک ہی نگاہ مین عطا فرمائین جب خلوت

مین حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کرنے کے بعد گذارش کی کہ شاید حضور نے ایک ہی نگاہ مین انھین اپنی تمامی نعمتین عطا فرمائین شیخ العالمین سنکر متبسم ہوئے اور ساکت رہے۔

میفرمودند سید العلما دامت برکاتہ کہ جناب ایشان شیخ العالمین بیک نگاہ تا مقامیکہ خواست آنحضرت بود رسانیدند۔ اول کسے ازین راز واقف نبود روزے از ایشان اثر مقامے یافتم کہ منتہاے مقام توان گفت بحیرت آمدم بازازان بالاتر مقامے قاصد شدم دیدم کہ بے تامل استفاضہ می شود ہمچنین تا نہایت النہایۃ وایشان را مطلق خبر نبو ونہایت متحیر شدم وبحضور اقدس عرض کردم کہ مگر ایشان را ہمہ نعمت بیک نگاہ عنایت شدہ کہ امروز چنین ثمرہ یافتم آنحضرت متبسم شد وجوابی نفرمود۔

فردالاولیا کے تذکرون مین کبھی شیخ العالمین خود بھی فرماتے تھے کہ مولوی احمدی پر خونگاہ مینے ایکبار کی ہے ابوالحسن پر ویسی نگاہین ستر بار ڈالی ہین کبھی آپ فرماتے تھے کہ ابوالحسن کی قلبی درستگی نہ کثرت ریاضت سے ہوئی اور نہ انھین اسکی حاجت پڑی بلکہ فطری مناسبت کے ساتھ مصائب ورنج پر قابل تحسین صبر نے اس درجہ پر پہونچایا جیسا صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہین۔

اکثر در ذکر ریاضت ایشان آنحضرت فرمودی ایشان را حاجت بمجاہدہ نیست انچہ از مجاہدہ شدنی ست ایشان را صبر بر بلا ورنج بآن حلاوت قلبی رسانیدہ است

درحقیقت فردالاولیا کے مدارج کی ترقی زیادہ تر مصائب وبیماری ہی کے ذریعہ سے ہوئی۔ چنانچہ بارہ سو ساٹھ سنہ ۱۲۶۰ ہجری مین جب آپکو فالج آیا اور تا عمر اسی عارضہ مین آپکو انواع مصیبت ورنج برداشت کرنا پڑا وہ بھی اسی سبب سے کہ آپکو ایک مقام سے دوسرے مقام تک ترقی کرنا تھا۔ اسکا واقعہ یون ہوا کہ جس دن یہ مادہ آپکو آیا اسکے دو دن پہلے آپ حضرت سیدنا امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الشریف سے مشرف ہوئے حضرت امیر المومنین نے فرمایا "سال نو مبارک حال نو مبارک" اس جملہ سے فردالاولیا نے اس قدر سمجھا کہ سال نو سے سنہ نو جو آرہا ہے اسکی خبر دیجاتی ہے لیکن حال نو کی طرف خیال نگیا مگر حیرت ضرور ہوئی۔ یکم محرم کو نماز عصر کے بعد جب آپ حسب معمول مزار شریف پر فاتحہ کو تشریف لے گئے تو یکایک اسقدر چھینکین آئین کہ تعداد اسکی سو سے تجاوز کر گئی اور وہان سے واپس آنے کے بعد تک برابر سلسلہ لگا رہا۔ نماز مغرب کے بعد خلوت مین یکایک فالج آگیا اسکی شدید تکلیفین اٹھانے کے بعد جسقدر کشود باطن ہوا اس سے اس ارشاد کی تصدیق ہوئی۔ دوسرا واقعہ جسکو صاحب تذکرۃ الکرام لکھتے ہین یہ ہے۔

۱۲۴۸؁ بارہ سو اڑتالیس ہجری کے ربیع الاول میں یکایک شدید سرسام کے مرض میں مبتلا ہوئے جس سے لوگوں کو آپکی زندگی سے یاس ہوگئی اور جو شخص آپکے پاس بغرض عیادت جاتا چشم پرنم اٹھتا فخر الاولیا و دیگر اخوان عظام و سید العلماء و اخوان طریق نے مزار شریف سے بھی دریافت حال کیا لیکن کچھ حقیقت نہ کھلی یہانتک کہ بارہویں ربیع الاول کی مجلس سماع اسی سبب سے موقوف رہی کہ فخر الاولیا کو تمام دن افاقہ نہ تھا۔ اور صرف قل ہی پر اکتفا کیا گیا اُسدن دوپہر کو ایک بجے آپ کو افاقہ شروع ہوا تو آپ نے پوچھا کہ مجلس کیوں نہیں ہوئی لوگوں نے ناسازی مزاج کا عذر کیا آپ نے فرمایا بہرحال اس کام کو چھوڑنا نہ تھا خیر بارہ تاریخ کو ناغہ ہونا چاہیے دوسرے دن صبح کی نماز کے پہلے سے فخر الاولیا کو پورا افاقہ تھا لیکن ضعف کا یہ عالم کہ کروٹ بدلنے کی طاقت نہیں لوگوں کے سہارے آپ سماع خانہ تک تشریف لے گئے۔ قبل سے مناسبت وقت قوال کو ایک غزل سکھا رکھی تھی فخر الاولیا خلوت کے دروازہ سے جونہی باہر ہوئے کہ قوال نے گانا شروع کیا بس یکایک آپ پر ذوق کے ساتھ کیفیت طاری ہوئی اور دیر تک صحیح المزاج کی طرح جوش کرتے رہے پھر طبیعت بالکل صحیح ہوگئی۔ سید العلما نے شیخ العالمین کی روح پاک سے دریافت فرمایا تو اسکے جواب میں ارشاد ہوا کہ تکمیل میں ایک ذرا سی کمی تھی جو اس مرض کے ذریعہ سے پوری کی گئی۔

غرض اسیطرح فخر الاولیا نے بھی منازل سلوک طے کیا اور اپنی عمر شریف کے ستائیسویں سال انیس جمادی الاخری ۱۲۵۰؁ بارہ سو پچاس ہجری میں سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ العالمین قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کے کچھ دن بعد تمامی سلاسل چہارپیر کے مجاز ارشاد و ہدایت خلق کے لیے کیے گئے۔

فخر الاولیا کی جسمانی قوت

فخر الاولیا کو خدا نے ریاضات و مجاہدات نفس سے جسطرح اعلیٰ درجہ کی روحانی قوت عطا فرمائی تھی اسیطرح جسمانی قوت میں بھی فرد کیا تھا ابتدا سے جوانی میں ورزش وغیرہ کا شوق آپکو بہت تھا۔ فن سپہ گری میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے تیر و نیزہ بازی میں آپ نہایت قدر انداز تھے۔ کمان آپکی ۱۳۰۲؁ ہجری تک موجود تھی جسکو بعض کاریگروں نے توڑکر چھری کا کام لیا مشہور ہے کہ کمان آپکی اسپات کے لوہے کی چار انچ چوڑی اور ایک انچ دبیز تھی آپ ایک

ہاتھ سے چڑھا لیا کرتے تھے۔

شعیب کہتا ہو کہ ایک روز مین خلوت شریف مین اپنے پیر و مرشد مد ظلہ العالی [illegible]
کے حضور مین فرد الاولیا کے بعض حالات زندگی کو دریافت کرنے گیا۔ منجملہ دیگر ارشادات کے
آپکی کمان کا ذکر آگیا ارشاد ہوا کہ ہم اور عمی مولوی ظہور محی الدین صاحب مرحوم اسی خلوت مین
اپنے پیر و مرشد حضرت نصر قدس سرہ کے حضور مین شرف قدمبوسی کے لیے حاضر ہوئے اسوقت
آپکے سامنے فرد الاولیا کی کمان رکھی تھی حضرت نصر قدس سرہ نے فرمایا کہ تم لوگون سے
کوئی ایسا ہو جو اس کمان کو دو ہاتھون سے بھی زہ کر سکے مولوی ظہور صاحب جو مجھسے قوی
تھے زہ کرنے پر مستعد ہوئے اور دیر تک زور آزمائی کرتے رہے مگر نہ چڑھا سکے مین تو انسے
بھی زیادہ کمزور تھا کمان چھونے تک کی جرات نکی حضرت نصر قدس سرہ نے کمان
اُنسے لے لی اور فرمایا کہ دیکھو مین دو ہاتھون سے بآسانی چڑھا دیتا ہون قبلہ گاہ (یعنے
فرد الاولیا) ایک ہاتھ سے چڑھا لیتے تھے۔ آخر عمر تک فرد الاولیا کی جسمانی قوت بہت
اعتدال پر رہی۔ البتہ عارضۂ فالج نے آپکو بہت مجبور کر دیا تھا۔

فرد الاولیا کی ظاہری قوت کے واقعات و حکایات سے ایک واقعہ بہت مستند اور ثقہ راویون کے
زبان زد ہی جسکو مین اس جگہ اپنے پیر و مرشد مد ظلہ العالی کی روایت سے نقل
کرتا ہون۔

حضرت شیخ العالمین کے مریدون سے ایک شخص بڑے قوی ہیکل تھے مجلس سماع مین اُنکا
جوش و وجد اُنکی قوت کے حسب حال ہوتا تھا۔ ایک بار مجلس مین بہت دیر تک انکے جوش سے
لوگ لڑتے بھڑتے تھک گئے اور خود انھین دوسرے سے ایسی ٹکر لگی کہ خود بھی زخمی ہوئے اور دوسرا
بھی۔ لیکن اُنکا جوش کم نہوا۔ اتفاق سے وہ وجد کرتے ہوئے فرد الاولیا کے قریب پہونچ گئے
آپنے دو انگلیون سے انکی ایک انگلی اسطرح تھام لی کہ وہ آگے نہ بڑھ سکے اور دیر تک اس جگہ
تڑپتے رہے مگر فرد الاولیا نے انگلی نہ چھوڑی آخر اُنکا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔

حلیہ

فرد الاولیا کا قد میانہ مائل بطول تھا۔ جسم نہایت گول۔ اعضا گٹھیلے چہرہ گول مائل بطولانی
آنکھین بڑی خوبصورت بھوین کماندار مو کمر باریک ناک کھڑی مائل بخمی گوش مبارک متوسط رخسارہ

کم گوشت داڑھی گنجان اور گرد مائل بطول لب باریک دندان مبارک چھوٹے چمکدار بار و
پُرگوشت کفِ دست چوڑی انگلیاں لمبی پرگوشت رنگ صاف گندمی نجیع صفت متصف تھو

فرد الاولیا کی جانشینی

دوسری رمضان روز یکشنبہ ۱۲۴۷ھ بارہ سو سینتالیس ہجری مین ہوئی شیخ العالمین نے
اپنی حیات مین جانشینی کے لیے فرد الاولیا کے بڑے صاحبزادے مولوی شاہ ابو محمد
علی حسن قدس سرہ کو تجویز فرمایا تھا یہ بزرگ کمسنی ہی سے بڑے صاحب حالات رفیعہ تھے
تصوف و فقر کے طرف فطری مناسبت رکھتے تھے اسلیے شیخ العالمین نے آپکی ظاہری و باطنی
تعلیم مین بڑی سرگرمی فرمائی۔ آپکی عمر شریف مین سترھوین سال کی ابتدا ہوئی تھی کہ تکمیل ظاہری
و باطنی سے فراغت پا چکے اور انکی رسم شادی سے بھی شیخ العالمین نے فرصت کر لی تھی
اور یہ ارادہ تھا کہ آپکو اجازت و خلافت دیکر جانشین کردین اور خود خلق سے انزوائے محض
اختیار کرین مگر مشیت نے اسکا موقع نہ دیا شادی کے چند مہینہ بعد حضرت مولوی شاہ
ابو محمد علی حسن قدس سرہ نے رحلت فرمائی شیخ العالمین کے رنج و الم کا کیا پوچھنا ہے
بہت سے حوصلون اور تمناؤن کا خون ہو گیا ع وہ ہمین لو نہین رہا جسپہ بہار آنے کو تھی
اس واقعہ کے بعد شیخ العالمین کا خیال جانشینی کے لیے فرد الاولیا کی طرف پلٹا
اور اسی روز سے آپکو اپنا ولی عہد مقرر کر لیا۔ اگرچہ شیخ العالمین نے انہواس خیال کا اظہار
خاص لوگون سے بھی نہ کیا مگر اکثر مشکل موقعون پر اپنا کام فرد الاولیا ہی سے لینا اور اپنا نائب
بنا کر بھیجنا بمنزلہ اظہار ہی کے تھا۔ چنانچہ ایک روز پھلواری مین کسی دوسری جگہ
مجلس کی تقریب مین سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ کے چھوٹے بھائی مولوی معنوی
شاہ علی اکبر قدس سرہ پر نہایت وفور کے ساتھ کیفیت طاری ہوئی اور غلبہ کیفیت سے قریب تھا
کہ روح جسم سے مفارقت کر جائے سید العلما اس خلوت شریف مین پہنچے اور شیخ العالمین کو اسکی اطلاع دی آپنے فرد الاولیا کو
بھیجا آپکے پہنچتے ہی مولوی صاحب کی حالت پلٹ آئی اور صحیح ہو گئے ایسا ہی ایک بزرگ شیخ ... الدیان
صاحب مرحوم شیخ العالمین کے مریدون تھے اکبر و شخصا ... جسم کی ... شدت کا درد ہوا کہ نوبت غشی تک پہنچی
اور بار بار غش پر غش آنے لگا متعلقین انکے گھبرائے ہوئے شیخ العالمین کے حضور مین پہنچے یہان بھی آپنے فرد الاولیا ہی
کو بھیجا الغرض ایسے ایسے مواقع مین شیخ العالمین بجائے خود فرد الاولیا ہی کو اپنا نائب بنا کر بھیجتے تھے تا کہ لوگ سمجھ لین

ثابت ہے اور شیخ العالمین کے بعد لوگ آپ ہی کو جانشین کریں۔

علاوہ اسکے کہ شیخ العالمین کی اولاد میں فرد الاولیا سب سے بڑے تھے طریقت میں مشق سلوک کا فائدہ آپ پر جلد مترتب ہوتا تھا حال و وجد کے وقت تعدی تاثیرات قلبی میں بھی اپنے دیگر اخوان طریقت سے فوقیت رکھتے تھے۔ اور صاحب حالات کیفیات اصحاب اسکو بڑی قدر کے ساتھ تمیز کرکے متکیف ہوتے تھے۔ چنانچہ ایکبار حضرت مرزا صاحب متخلص بہ عشق قدس سرہ کے تکیہ پر عظیم آباد میں کسی بزرگ کو عرس کی تقریب میں پھلواری سے حضرت فرد الاولیا مع اپنے برادران حقیقی و دینی کے تشریف لے گئے اتفاق سے ایک غزل پر آپکو وجد آیا حضرت خواجہ سید شاہ ابو البرکات ابو العلائی قدس سرہ آپکو وجد کو دیکھکر بے اختیار کہہ اٹھے "سبحان اللہ حق اسکا نام ہے" دیکھیے وجد اسکو کہتے ہیں اور برابر بچانے کے اہتمام میں رہے تاکہ زمین پر گر کر چوٹ نکھائیں اور صدمہ نہ پہونچے۔

انھیں وجوہات سے جانشینی کے لیے شیخ العالمین نے فرد الاولیا ہی کو منتخب فرمایا تھا۔

شیخ العالمین کی حیات ہی میں آپکے اور صاحبزادوں نے اپنا ذریعہ کفاف ملازمت بنالیا تھا مگر فرد الاولیا سے خاصکر آپنے معاہدہ لیا کہ تم ملازمت کا خیال نکرنا کیونکہ اپنے بعد فرد الاولیا کو جانشین کرنا مرکوز خاطر تھا۔

غرض بہ صورت جانشینی کے لیے فرد الاولیا ہی موزون تھے شیخ العالمین کی وفات کے بعد لوگون کا خیال فرد الاولیا کی طرف بڑھتا گیا اور اسیوقت سے سب آپکا ادب و لحاظ شیخ العالمین کیطرح کرنے لگے۔ یہانتک کہ سید العلما اول وقت کی نماز میں فرد الاولیا کی نعلین جھاڑکر اس مقام پر رکھدی جہان شیخ العالمین کی نعلین رکھی جاتی تھی پھر جماعت کیوقت آپکا بازو پکڑکے صف اول میں شیخ العالمین کی جگہ پر کھڑا کردیا۔ اسکے پہلے فرد الاولیا حقہ کے بھی عادی تھے جب لوگ جانشینی کے واسطے مجبور کیے گئے اسی دن سے قطعًا آپنے حقہ پینا ترک کردیا اور سب نے بلحاظ سجادگی سجادہ نشین ہونے سے پہلے آپکے روبرو حقہ پینا چھوڑدیا۔ چنانچہ شیخ طالب علی مرحوم پھلواری شیخ العالمین کے احوال میں سید العلما کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ایکدن سید العلما اسکے دورہ میں فرد الاولیا کی حضور میں تشریف لائے آپنے قدیم عادت کے مطابق خدمتگار کو حقہ لانے

[illegible]

باشفی ہوئے۔

شیخ العالمین کے وفات کے دن اسقدر کہ سید العلماء نے آپ کے ساتھ شیخ العالمین کا آداب برتا جانشینی کا کوئی تذکرہ نہ فرمایا کیونکہ وہ دن ایک عظیم الشان مصیبت کا تھا۔ مگر اسکے دوسرے روز آپ نے یہ بات فرد الاولیا کے خدمت میں پیش کی آپنے نہایت عاجزی کے ساتھ معذرت چاہی اور فرمایا کہ خدا نے میرے بھائیون کو بہت زیادہ اس کام کا اہل بنایا ہے وہ لوگ شیخ العالمین کی زندگی ہی میں ارشاد و ہدایت خلق کے لیے مامور تھے اور طالبین و مسترشدین کی تعلیم و تربیت بھی کرتے تھے آپ انھیں لوگون کو جنکو چاہیں اس کام پر مامور کریں شیخ العالمین نے اپنی زندگی میں جو خدمت مجھے سپرد فرمائی ہے تا عمر اسی کو انجام دیتے رہنا اپنی سعادت و ذریعہ نجات سمجھتا ہون۔ میں جسطرح خانقاہ کا انتظام مہمانداری شیخ العالمین کی حیات میں خلوص کے ساتھ کیا کرتا تھا تا عمر کرتا رہونگا اور جو شخص سجادہ شیخ العالمین جانشین ہوگا میں اسی پیشوا سمجھتا رہونگا میری ہمت اسکو قبول نہیں کرتی کہ شیخ کی سپرد کردہ خدمت کو چھوڑ کر ایسی دشوار گذار بار کو اپنے ذمہ لون۔ آپکے انکار کے بعد سید العلماء نے آپکے منجھلے بھائی مولوی شاہ محمد ابو تراب صاحب سے فرمایا کہ جب مولوی صاحب جانشینی پر راضی نہیں ہیں تو آپ قبول کریں منجھلے مولوی صاحب اور دوسرے بھائیون نے فرد الاولیا کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ آپکی موجودگی میں کوئی شخص جانشینی قبول نکریگا بہرحال آپ ہی کو اس کام کے لیے مجبور کیا جائیگا مگر فرد الاولیا اپنے خیال پر اڑے رہے اور سجادہ نشینی پر راضی نہوئے۔ فرد الاولیا کا شدید انکار اور اپنے اخوان طریق سے معذرت تو اس بات کی خبر دیتی ہے کہ شاید کسی طرح آپ جانشینی قبول نکرینگے مگر جب مجبوری نے آپکو اس کام پر مستعد کردیا وہ یہ تھی کہ جس دن یہ تذکرہ پیش تھا اسی شب کو مولوی شاہ محمد ابو تراب مولوی شاہ محمد اعظم قدس سرہما نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ العالمین برہنہ سر تشریف لائے ہیں۔ چونکہ زندگی میں آپ کی عادت کے خلاف تھا ان دونون بزرگون نے اسکا سبب ننگے سر کی وجہ دریافت فرمائی شیخ العالمین نے فرمایا کہ میان ابو الحسن تاج پہننا قبول نہیں کرتے میں بھی ننگے سر ہون۔

شیخ طالب علی مرحوم نے اسقدر لکھا ہے لیکن مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ العالمین نے یہ فرماکر آپکے سر پر تاج پہنا دیا۔ صبح کے وقت یہ دونون بزرگ خانقاہ تشریف لائے

اور مجمع عام مین فرد الاولیا و سید العلما سے مخاطب ہو خواب کو بیان فرمایا اسوقت فرد الاولیا کو قبول کر لینے کے سوا انکار کی کوئی صورت بنائے نہ بنی۔
شیخ طالب علی مرحوم لکھتے ہین کہ جس روز سے فرد الاولیا جانشینی کے لیے مجبور کیے گئے اس روز سے آپکا یہ معمول رہا کہ صبح کی نماز سے ظہر تک خلوت مین تشریف رکھتے اور ۲۹ شعبان تک دوپہر اور شب کا کھانا مہمانون کے ساتھ سہ درہ مین کھاتے اور استراحت بھی سہ درہ ہی مین کرتے یکم رمضان شریف تک یون ہی معمول رہا ۲ تاریخ کو فاتحہ چہارم کے پہلے حضرت سید العلما قدس سرہ نے شیخ اشرف علی صاحب خادم کو فرمایا کہ خلوت مین شیخ العالمین کے عہد پاک کی طرح ضرورت کی سب چیزین درست کر رکھیو۔ اور تاج و خرقہ و دیگر تبرکات ایک خوانچہ پر باضابطہ درست کر کے رکھیے شیخ صاحب مرحوم نے اُن چیزون کو درست کر رکھا۔

سجادگی کیوقت فرد الاولیا کو جو تبرکات پہنائی گئی

وہ کل حضرت مولانا و تاج العارفین و شیخ العالمین کے ملبوسات تھی ازانجملہ مولانا کا وہ تاج جو خلافت کیوقت تاج العارفین کو عطا ہوا تھا تاج العارفین کا چار خانہ کا وہ کرتا جسکو شیخ العالمین نے اپنی جانشینی کے وقت پہنا تھا شیخ العالمین کا چھینٹ کا وہ کرتا جو علالت کے زمانہ مین زیب تن تھا شیخ العالمین کی وہ دستار جو وفات سے کچھ دن پہلے زیب سر تھی شیخ العالمین کی وہ زعفرانی چادر جسکو شعبان کی یازدہم مین اپنے سر مبارک پر باندھکر زیارت کی تھی تاج العارفین کی وہ فاختی رنگ کی شال جسکو شیخ العالمین نے اپنی سجادگی کے روز زیب دوش کیا تھا اور حضرت تاج العارفین جاڑے دن مین اکثر سر مبارک پر باندھا کرتے تھے شیخ العالمین کا وہ رومال اور وہ صندلی تسبیح جو وفات سے کچھ دن پہلے آپکے دست حق پرست مین تھی عصا نا سدانی یہ کل اسباب درست کیے ہوئے باضابطہ رکھے ہوئے تھے فاتحہ چہارم کے بعد سید العلما و مولوی اکبر علی قدس سرہما و مولوی شاہ محمد ہادی و حاجی محمد علی ابراہیم قدس سرہما خلوت مین تشریف لیگئے اور سید العلما اس خوانچہ کو مولوی معنوی شاہ محمد علی سجاد قدس سرہ کے سر پر رکھکر انکے پیچھے پر جوش مفقدرہ مین تشریف لائے اسوقت تک فرد الاولیا

قل پڑھنے والون کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے سید العلما نے باوب شیخ العالمین کی جگہ پر مسجد مجیبی کو شمالی در پر دیوار سے ملصق بیٹھنے کو فرمایا آپ اٹھے اور شیخ العالمین کی جگہ پر تشریف لے گئے سید العلما نے تبرکات کا خوانچہ سامنے رکھا اور پہلے تاج اٹھاکر بوسہ دیا اور فرد الاولیا کے سامنے پیش کیا آپنے سر جھکا کر اپنے ہاتھ کو سید العلما کے ہاتھ کے نیچے رکھکر پہن لیا۔ الغرض اسیطرح ترتیب وار کل تبرکات آپکو پہنائے گئے رسم سجادگی تمام ہونے کے بعد حضرت سید العلما دست بوس ہوئے اور نذر گذرانی اسکے بعد فرد الاولیا کے دیگر اخوان پھر مولوی علی اکبر قدس سرہ و سید العلما کے صاحبزادگان نے دست بوسی کی بعد ازان حضرت شیخ العالمین کے کل مریدون نے سعادت دست بوسی حاصل کی اور نذرین گذرانین۔

مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ پھلواروی و مولوی شاہ وصی احمد پھلواروی قدس سرہما و شیخ طالب علی مرحوم پھلواروی لکھتے ہین کہ جسوقت فرد الاولیا کو خرقہ پہنایا گیا علاوہ اسکے کہ عام اثر پھیلا ہوا تھا شیخ العالمین کی شباہت اسقدر نمایان ہوگئی کہ بادی النظر مین عام طرح پر دھوکھا ہوجاتا تھا بعض بے اختیار سبحان اللہ کہہ اٹھے اور اکثر مشائخون نے کہا کہ نیابت و خلافت اسکا نام ہے کہ نائب و منیب مین صورۃً و سیرۃً کوئی فرق باقی نہ رہے مجمع مین ہر قسم کے لوگ حاضر تھے بعض رافضیون نے فرد الاولیا کی صورت ہی دیکھکر اپنا عقیدہ باطلہ بدلدیا اور دل سے معتقد ہوگئے۔

شیخ العالمین کے مریدون سے ایک شخص شیخ امدخان نامی اسی فاتحہ چہارم مین شریک ہونیکو لیے آئے تھے چونکہ کثرت امراض کو سبب سے ناتوان اور ضعیف ہوگئے تھے اور فی الجملہ آنکھون کی روشنی مین بھی ضعف آگیا تھا سجادگی کے دوسرے دن خلوت مین جاکر فرد الاولیا سے اپنی علالت و ضعف بصارت کا حال اسطرح ظاہر کرنے لگے کہ مجھے ضعف بصارت اس قدر آگیا ہے کہ اسوقت حضور کا چہرۂ مبارک اصلی نہین معلوم ہوتا بالکل شباہت شیخ العالمین کی معلوم ہوتی ہے اگر مجھے وفات کی خبر نہوتی اور یکایک چلا آتا تو شاید پہچان نہ سکتا۔ کوئی دوا عنایت ہوتی جس سے یہ ہرج دور ہوجاتا۔ حاضرین انکی بات سنکر ہنس پڑے۔

اس جگہ مین اپنی اس تحریر کی تصدیق مین مولوی وصی احمد و شیخ طالب علی علیہما الرحمۃ کی عبارت بخوف طوالت چھوڑکر صرف اپنے بزرگ مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ قدس سرہ کی عبارت

لکھ دیتا ہوں -

اما طرفہ تر این بود کہ بمجرد پوشیدن خرقہ تبدیل صورت ظاہری بصورت حضرت شیخ العالمین آنقدر شد کہ ہر کہ و مہ را حیرت بود. دران مجلس قریب چہار ہزار مردم جمع بودند ہر کسے ازین ماجرائے شگرف بسیار متحیر بود - اکثرے را بسبب انقیاد و اعتقاد ہمین ارشد بعضی فقراء درگاہ شاہ ارزان قدس سرہ و سجادہ نشین شاہ باقر باخود با یکدیگر را میگفتند کہ ببینید خرقہ این را میگویند ما چنین اثر تبدیل صورت در پوشیدن خرقہ جائے ندیدیم - برادرم فتح اللہ خان کہ بعد چند روز برسم فاتحہ حاضر شدند چون اتفاق حضوری کمتر می شد از معائنہ این حال گمان ضعف بصر بردہ زبان شکایت برکشادند و باامید عنایت بر ضعف حال خود آغاز کردند کہ اکثر بیماری باشم و از چندی خیرگی چشم ہم پیدا است - چنانچہ این وقت ہم چہرۂ حضور صاف نظر نمی آید بلا فرق چہرۂ شیخ العالمین معائنہ میشود و در روز روشن حال خیرگی چشم این است شب تار را کہ ہر چند انکہ تامل میکنم بکم و کاست چہرۂ شیخ العالمین صاف معلوم میشود شاید چشم اختلال یافتہ باشد نزد شما آمدہ ام ہرگز گمان جناب عالی نمی آمد میخواہم کہ در حق من برائے رفع خیرگی چشم عنایت شود کہ چہرہ صاف نمایان شود حاضرین خلوت شریف را بگفتگوئے ایشان ہنسی بود ازین قبیل خلقے بود -

اسوقت حضرت شاہ فخر الدین حسین عظیم آبادی قدس سرہ بھی موجود تھے بے اختیار کہہ اٹھے "سبحان اللہ کیا خرقہ ہے کہ صورت بھی بدل دی -

الغرض مجلس منقضی ہونے کے بعد فخر الاولیا اکثر جماعت کو لیکر تاج العارفین و شیخ العالمین کے مزار پر انوار پر فاتحہ کے لیے تشریف لے گئے وہان سے واپسی کے بعد فخر الاولیا نے خلوت میں پہنچکر ان ملبوسات کو اتار کر بحفاظت تبرکات کے صندوق مین رکھوا دیا اور دوسرا کپڑا شیخ العالمین کا دھلا ہوا پہنکر جماعت کیلیے باہر تشریف لائے ایک شب کو نماز عشا و تراویح کے بعد ایک جماعت کو لیکر ساتھ حضرت مخدوم جنید ثانی اولیا پھلواروی و حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہما کے مزار پر فاتحہ پڑھنے گئے وہان سے حضرت محبوب رب العالمین خواجہ عماد الدین قلندر قدس سرہ کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھنے کے بعد خانقاہ مین تشریف لائے سجادگی کے بعد کچھ دنون تک ہجوم زیارات و نماز کے سبب شب کو سہ دری مین استراحت

فرماتے تھے اُسکے بعد شب و روز خلوت ہی مین رہنے لگے۔

جس روز فردالاولیا مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے مردون اور عورتون نے بکثرت آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ مردون مین سب سے پہلے مرید فردالاولیا کے ملک محمد لطیف صاحب ساکن ارکی ضلع گیا ہین۔ یہ بزرگ بہت معمر تھے ۱۳۱۵ ہجری تک زندہ تھے۔

شعیب کہتا ہے کہ مین نے انکو اپنے بچپن مین دیکھا تھا۔ معمولات کے بہت پابند تھے جو چیزین (اوراد و اشغال سے) فردالاولیا نے تعلیم فرمائی تھین ہر زمانہ مین نہایت پابندی کے ساتھ کرتے تھے۔ نہایت راسخ العقیدۃ و بلند ہمت تھے تمام عمر انھون نے اذکار و اشغال ترک نکیا سردی و گرمی انکے لیے یکسان حکم رکھتی تھی فردالاولیا کے مزار شریف کی روزانہ حاضری اُنپر فرض تھی شب کو بھی اکثر اذکار کے لیے مزار ہی پر رہا کرتے تھے اولاد نرینہ سے انکی کوئی نہین ہے صرف دو لڑکیان تھین جنکی اولاد موجود ہے۔ ممدوح نے ۱۳۱۵ ہجری مین مرض پیری مین انتقال کیا اور باغ مجیبی مین فردالاولیا کے مزار سے پچھم دیوار چبوترہ سے بالکل متصل مدفون ہوئے۔

شیخ العالمین کے مریدان و خلفا سے کل لوگون نے فردالاولیا سے رجوع کیا یہان تک کہ سید العلما مولوی احمدی قدس سرہ و فردالاولیا کے اخوان ذوی الاحتشام سے بھی اپنے معمولات کو آپکی اجازت سے شروع کیا ہر چند انھین اسکی حاجت نہ تھی کہ آپ سے اجازت کی تجدید کرین کیونکہ شیخ العالمین سے ان کل بزرگون کی تکمیل ہو چکی تھی مگر بغرض تبرک بلحاظ سجادگی سب نے رجوع کیا اور فردالاولیا کی اجازت سے معمولات کے پابند ہوئے۔ چنانچہ سب سے پہلے سید العلما مولانا احمدی قدس سرہ نے جو (شیخ العالمین کے خلیفہ اعظم اور حقیقی بھانجے تھے) درخواست کی کہ آپ میرے شیخ کی جگہ پر ہین مجھے کچھ ارشاد فرمایئے تاکہ مین اسکو معمول کرون فردالاولیا نے فرمایا کہ آپ کو اب اسکی کیا حاجت ہے شیخ العالمین کے زمانہ مین اور اسوقت بھی بطور خود اور حضرت شیخ العالمین کے حکم سے دوسرون کی تربیت و تعلیم فرماتے تھے۔ بالفرض اگر آپکی تکمیل بھی ہوئی ہوتی تو مجھے کب زیبا تھا کہ مین اپنے استاد کے تعلیم کی جرأت کرون کل چیزین آپ کو خود معلوم ہین بلکہ انکے فوائد و آثار بھی آپ پر ظاہر ہو چکے۔ ان چیزون کے سوا دوسری کیا چیز ہے جسکو مین بتاؤن سید العلما نے فرمایا کہ بزرگون کا قول ہے من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان سالک جبتک اس عالم مین ہے اسکے لیے ایک شیخ کی ضرورت ہے ورنہ وہ شیطان کے داؤن گھات سے

امر مین نہین مین چاہتا ہون کہ آپکو اپنا شیخ سمجھون اور آپکے ارشاد کے مطابق کسی مشغولی کا التزام کرون اور بجاے شیخ کے سمجھون یا میرے معمولات ہی سے کسی چیز کو اپنی زبان سے فرما دیجیے تا کہ اُسی کو ہمیشہ کیا کرون اُسوقت فرد الاولیا نے امتثالاً للامر سید العلما کے معلومات سے ایک چیز بتا دی جسکے تاعمر مداوم رہے۔

سید العلما کے رجوع کرنیکے بعد فرد الاولیا کے اخوان ذوے الاحترام سے سب نے رجوع کیا اور نیابۃً بیعت و تعلیم و تربیت کی اجازت لی مگر فرد الاولیا کے چھوٹے بھائی حضرت سید العاشقین مولوی معنوی شاہ محمد علی سجاد قدس سرہ نے دوسرے بھائیون کی طرح علانیہ رجوع نہ کیا اسکی وجہ مین نے اپنے پیر و مرشد مدظلہ سے اور اُنھون نے اپنے پیر و مرشد علیہ الرحمۃ سے یہ سنی ہے کہ سید العاشقین خود فرماتے تھے کہ دوسرے اخوان کیطرح میرا بھی قصد تھا کہ علانیہ بھائیصاحب سے رجوع کرون مگر ایک دفعہ مین موضع حکیم آباد گھگھٹہ مین تھا اور مجلس سماع نہایت گرم تھی مجکو بھی ذوق تھا اور عزیزون کا وقت بھی بہت خوش تھا کہ دفعۃً مجھپر ایسے وفور کی حالت طاری ہوئی کہ جان بری اُس سے مشکل ہوئی اسوقت شیخ العالمین جیسے شیخ کی مدد کیضرورت تھی مبادا یہ حالت دیکھکر کچھ دیر تک رہجاے تو شاید زندگی کا خدشہ تھا کہ ناگہان اُسی حالت مین مین نے اپنے پہلو مین بھائیصاحب کو پایا اُسوقت مجکو بھائیصاحب نے گلے سے لگا لیا اور مہلکہ سے نجات بخشی بلا فرق بھائیصاحب کی یہ مدد ویسی ہی ہوئی جیسی شیخ العالمین اپنی دنیاوی زندگی مین فرمایا کرتے تھے۔ اُس روز سے علانیہ رجوع کا خیال مین نے اپنے دل سے اُٹھا لیا اور یہ خیال کیا کہ جب بھائی صاحب کو خود میرا اسقدر خیال ہے تو میرا بھی دل سے رجوع ہونا کافی ہے۔

درحقیقت فرد الاولیا کی ذات پاک اپنے ظاہری و باطنی مدارج مین شیخ العالمین کے برابر تھی کیونکہ شیخ العالمین نے آپکی تعلیم و تربیت ایسی ہی دلسوزی و التفات سے فرمائی کہ واقعی آپکی ذات بابرکات تمامی کمالات مین شیخ العالمین کی نظیر ہوگئی۔ حضرت مخدوم عالم شاہ محمد مخدوم قادری جعفری پھلواوی قدس سرہ نے خواب کے ذریعہ سے مولوی محمد امام قدس سرہ کو شیخ العالمین کی علالت مین اسکی خبر دیدی تھی۔ جیسا مولوی معنوی شاہ محمد ابو الحیوۃ قدس سرہ نے کتاب تذکرۃ الکرام مین لکھا ہے

نقلست مولوی محمد امام صاحب دامت برکاتہ در عالم معاملات حضرت مخدوم عالم شاہ

محمد مخدوم پھلواروی قدس سرہ را دیدند بس پریشان خاطر عرض کردند صحت شیخ تمنا دارم امید کہ درین کار ہمت فرمودہ آید۔ در جواب فرمودند بالفرض اگر ہفت و ہشت سال دیگر ہم حیات یافتند تکلفی نیست من در فکر آنم کہ کسے ہیچ ایشان بجاے ایشان بنشیند کہ وجود پاک شان کبریت احمر ست۔

جب ذات پاک کو شیخ العالمین کی مثل و نظیر تصور کرین تو وہ مستفیدون کی حاجت شیخ العالمین جیسے شیخ کیطرح کیونکر پوری نکر سکیگا۔

ان حضرات کے علاوہ وہ لوگ بھی جو شیخ العالمین کے صرف مرید تھے اور طریقت حاصل کرنے کا وقت نکلا تھا فرد الاولیا کی نظر کیمیا اثر کے بدولت مراتب عالیہ پر پہونچے اور چشمۂ فیض نہ صرف گھر ہی والون کو سیراب کرتا رہا بلکہ غیر خاندان کے لوگ بھی دور و دراز کی دشوار گذار مشقت سفر برداشت کرکے فرد الاولیا کے حضور مین پہونچے۔ اور غایۃ المرام گئے صوفی شاہ دائم قدس سرہ کے پوتے صوفی شاہ نور اللہ علیہ الرحمۃ نے ۱۲۴۷ھ ہجری مین بنظر تحصیل علوم ظاہری ترک وطن کرکے پچھم کا قصد کیا تو صوفی صاحب نے اپنے سفر کی پہلی منزل پھلواری کے خانقاہ عالم پناہ مجیبی مین کی۔ قصبہ بھی وہ زمانہ کثرت علوم و فنون و مردم خیزی کے اعتبار سے شہرۂ آفاق تھا۔ صوفی صاحب کو قصبہ کے دل کش سواد نے کچھ ایسا گرویدہ کیا کہ آگے قدم نہ بڑھا سکے آخر اپنے سفر کی آخری منزل اسی قصبہ مین کی اور فرد الاولیا کے لائق برادر زادے و خلیفہ مولوی معنوی شاہ محمد یحیی علیہ الرحمۃ سے درسیات کا سبق شروع کیا چونکہ یہ خاندان نہ صرف علم ظاہری کے اعتبار سے ممتاز تھا بلکہ صوفی دنیا کے بھی لوگ وقعت کی نگاہ سے دیکھتے آئے اور دیکھتے ہین یہان کے ہر چھوٹے بڑے مین تصوف کا اعلی مذاق پایا جاتا تھا صوفی صاحب چونکہ خود بھی خاندانی پیرزادے تھے یہ قصبہ ہر طرح پر انکے مذاق کے مطابق ثابت ہوا مگر اس سبب سے کہ صوفی صاحب کا مشرب ابوالعلائیہ تھا جسمین توحیدی کا غلبہ زیادہ ہے اور یہ خاندان توحید کے ساتھ اویسیت کی دلفریب رنگ آمیزی کا سماں دکھا رہا تھا صوفی صاحب کے لیے البتہ نئی دنیا نظر آئی اور بے اختیار دل چاہا کہ فرد الاولیا سے رجوع کرین چنانچہ ایک روز تخلیہ مین آپ نے اسکی درخواست کی مگر فرد الاولیا نے بمصلحت چند بجز اسکے کوئی جواب نہ دیا کہ ابھی آپ کم عمر ہین علم حاصل کیجیے علم فقیری سے افضل ہے۔ صوفی صاحب بہت مایوس ہوئے اور متحسر وہان سے اٹھکر اپنے فرودگاہ مین چلے آئے۔ مگر نیا ولولہ اور سچی طلب تھی رہ رہ کر بے قرار ہوتے اور بار بار

اسکی کوشش کرتے تھے چند ماہ تک فرد الاولیا یون ہی ٹالتے گئے اور ادھر صوفی صاحب کا
ذوق وشوق بڑھتا گیا یہان تک کہ ربیع الاول کی دوازدہم کو صبح کی مجلس سماع مین صوفی صاحب
پراز خود کیفیت طاری ہوئی اور بے اختیار گر کر اور دیر تک مرغ بسمل کیطرح تڑپتے رہے ۔جب
فرد الاولیا نے صوفی صاحب کی از حد تمنا وآرزو دیکھی تو شاہ دلاور علیصاحب
(جو صوفی شاہ بقیۃ اللہ علیہ الرحمۃ کے مرید تھے) کی تحریک سے چند اشغال واذکار مناسب حال
تعلیم فرمادیا۔ ازین قبیل بہت لوگ دور ودراز سے آئے اور خوان نعمت سے اپنا حصہ لے گئے
از انجملہ آٹھوین محرم روز پنجشنبہ سنہ ۱۲۵۱ھ بارہ سو اکاون ہجری مین ملا مظفر علیصاحب
نبیرہ ملا حمد اللہ سندیلی مرید شاہ محمد ملتانی کی بیعت مین آئے اور فرد الاولیا کے حلقۂ ارادت
مین آکر کسب سلوک مین مصروف ہوئے ۔
جمادی الاولی سنہ ۱۲۴۸ھ بارہ سو اڑتالیس ہجری کے اخیر عشرہ مین شاہ شرف الدین صاحب ساکن
پاکپٹن مرید حضرت خواجہ نور پاکپٹنی قدس سرہ جو خلیفہ حضرت مولانا فخر الدین دہلوی قدس
سرہ کے تھے پھلواری مین پہونچے اور فرد الاولیا سے طریقۂ دردیہ مین رجوع کرکے کسب
باطن مین مصروف ہوئے ۔
آٹھوین رجب سنہ ۱۲۴۸ ہجری مین حافظ عبد الرحمن ایروانی وحافظ بدر الدین ایروانی اپنے
وطن سے باراوۂ بیعت آئے اور فرد الاولیا کے حلقۂ ارادت مین آکر مشق سلوک مین مشغول ہوئے
اسی روز ایک دوسرے بزرگ موضع سیلی متصل رامپور کے رہنےوالے شاہ محمد درویش نامی حضرت سید
عبد القادر بغدادی قدس سرہ کے مرید فرد الاولیا کے حضور مین پہونچے اور کچھ دن قیام کرنیکے بعد
طریقۂ دردیہ مین آپسے رجوع کیا اور پھر بغداد شریف واپس گئے ۔
سنہ ۱۲۶۰ بارہ سو ساٹھ ہجری مین حکیم سید محمود دہلوی بغرض طلب حق ایک بزرگ کی زبانی فرد الاولیا
کے محامد وفضائل سنکر انکے فرستادہ آپکے حضور مین پہونچے اور چند مدت تک صحبت درک کرنے
کے بعد ششم رجب سنہ ۱۲۶۲ ہجری مین کامل ومکمل اور تمامی طرق کے مجاز ہوکر وطن واپس گئے
غرض اسیطرح دور ودراز کے رہنےوالے طالبین بکثرت فرد الاولیا کے حضور مین
پہونچے اور فائز المرام گئے ۔
فرد الاولیا کا طریقہ اور مشرب اگرچہ بالکل قادریہ تھا مگر چونکہ آپکے جد امجد حضرت تاج العارفین
تمامی سلاسل کے جامع تھے فرد الاولیا کو بھی ان تمامی سلاسل کی اجازت اسکے اذکار واشغال کے

[illegible]

ساتھ آپکے والد حضرت شیخ العالمین سے پہونچی تھی اور کل طرق مین طالب صادق کی اعلیٰ تعلیم فرماتے اور نہ صرف تعلیم ہی کی قدرت رکھتے بلکہ اسپر کامل طور سے قادر تھے کہ جس طریقہ سلسلہ کا رنگ چاہیں دوسرے سلسلہ کے مقابلہ مین غالب کر دین۔

کاسب و شاغل اپنے مشق سلوک مین اگر تمامی طرق کی چیزین بیک وقت مشق کرتا ہو اور اسپر ان چیزون کی تاثیرات و کیفیات بھی پیدا ہو گئی ہون یا ہوتی ہون اگرچہ تمامی طرق اپنے رنگ مین ایک دوسرے سے خاص امتیاز رکھتے ہین پھر بھی ان کیفیات کی تمیز جسطرح مبتدی پر دشوار ہوتی ہے منتہی پر بھی آسان نہین۔ مثلاً یون سمجھنا چاہیے کہ قادریہ طریقہ مین قلبی سوز و گداز چشتیہ مین غلبۂ ذوق و شوق نقشبندیہ مین استغراق و انہماک۔ ابوالعلائیہ مین کثرت جوش و خروش یہ کل حالتین اگرچہ باہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہین بیک وقت اگر سوز و گداز یا غلبۂ ذوق و شوق یا استغراق یا جوش و خروش کسی طالب مین پیدا ہو جائے تو تواتر کیفیات کے سبب سے حیرت مین آکر ہرگز فرق و تمیز نہین کر سکتا کہ کس طریقہ کی تاثیر اسوقت مجھہ مین پائی جاتی ہے مگر **فردالاولیا** ان تمامی کیفیات کی تمیز مین بھی فرد کامل تھے۔ غیر طریقہ کا وہ مرید جو اپنے طریقہ کی چیزین مشق کرنے کے بعد اُسکے تاثیرات سے متکیف ہو چکا ہو اپنے پیر کے وفات کے بعد **فردالاولیا** کے حضور مین رجوع کرنے سے اپنے پیر کی صحبت و فیضان طریقہ کی پوری تاثیر پاتا تھا۔ کیونکہ آپ اُسکے طرف افاضہ مین یہ خیال و لحاظ رکھتے تھے کہ اُسکے طریقہ ہی کی کیفیت اُسکے دل مین پہونچتی رہے۔ اور اسی عنوان سے اُسکی باطنی ترقی ہوتی رہے تاکہ اُسکو اپنے شیخ و طریقہ سے چھوٹ کر دوسرے شیخ و طریقہ کے ذریعہ سے حصول مقصود کی حسرت نہو۔ اور یہ نہ سمجھے کہ پہلے مجھہ مین کچھ اور بات تھی اور اب دوسری تاثیر ہے بلکہ یہ سمجھتا رہے کہ مین اپنے پیر ہی کے حضور مین ہون اور اُسی طریقہ کا اثر لے رہا ہون کیونکہ سالک کے لیے شیخ کے طریقہ و فیضان کے طرف سے ادنیٰ بیدلی بھی نقصان رسان ہے۔ چنانچہ ایسی تربیت کی مثال مین کیمٹا ناپور کے ایک بزرگ سید شاہ محمد وحید الدین ابوالعلائی قدس سرہ کی حکایت مین نے اپنے پیر و مرشد سے سُنی کہ یہ بزرگ ابتدا مین حضرت مولوی معنوی حافظ شاہ محمد ظہور الحق مجیبی پھلواروی ثم العظیم آبادی قدس سرہ کے اخیر عمر مین اُنکے حلقۂ ارادت مین در آئے اپنے پیر کا زمانہ بالکل نہ پایا اُنسے جو کسب سلوک کا بھی اتفاق نہوا چونکہ سید صاحب کے کل بزرگان تعلیماً ابوالعلائیہ تھے تکمیل طریقت کے لیے اپنے خاندانی طریقہ کے بزرگ حضرت خواجہ سید شاہ ابوالبرکات قدس سرہ کی طرف رجوع کیا اور تکمیل طریقت کے بعد اجازت و خلافت سے

ممتاز بھی ہوئے۔ خواجہ صاحب کی وفات کے بعد سید صاحب نے فرد الاولیا سے رجوع کیا آپ نے اُنکی تربیت مین اُنکے طریقہ ابو العلائیہ ہی کا انداز ملحوظ رکھا۔ ایکدن خانقاہ مین مجلس سماع کے وقت وفور کے ساتھ اپنے طریقہ ابو العلائیہ کی کیفیات وتاثیرات سے متاثر ہوکر وجد کرنے والون مین سید صاحب ہی تھے۔ فرد الاولیا نے اسوقت آپکا وقت خوش دیکھکر اپنے خاص طریقہ قادریہ وارثیہ کی تاثیر وکیفیت پہونچانے کا قصد کیا سید صاحب پر یکایک جو ایک نئی کیفیت پہونچی تو بے اختیار یہ کہہ اُٹھے سبحان اللہ یہ تو دوسری ہی چیز ہے کچھ اور ہی بات ہے مجلس برخاست ہونے کے بعد فرد الاولیا نے فرمایا کہ آپکو بہت جلد تبدیل کیفیت کی تمیز ہوگئی آج مین نے اپنے خاص طریقہ قادریہ کی کیفیت پہونچانے کا قصد اسلیے کیا کہ آپ ایک مدت سے اپنے طریقہ ابو العلائیہ کی تاثیرات وکیفیات کا لطف لے رہے تھے۔

مبتدی کو اُسکی ریاضات ومجاہدات نفس کے سبب ظہور ثمرات پر بالیدگی نفس سے بچائے رہنے کیلیے فرد الاولیا اپنی باطنی توجہات سے کام لیتے۔ اگر وہ ابتدائے ریاضت ومجاہدات نفس مین خفیف ظہور ثمرات پر متنبہ ہوکر آپکی حضور مین شاکی ہوتا اور اپنی ریاضت ومحنت کو مدنظر رکھکر اپنے خیال کے مطابق ثمرات کا خواستگار ہوتا تو فرد الاولیا اُسکی دلدہی کے ساتھ دلپذیر لفظون مین اُسکی نصیحت فرماتے اور اُسکی اس نقصان رسان خیال کو کہ میری محنت وریاضت کے برابر ثمرہ نملا" دل سے اُٹھا دیتے۔ کیونکہ سالک کو اپنی ریاضت ومجاہدات نفس پر نظر نقصان رسان ہے۔ اُسکی محنت ومشقت کا جسقدر ثمرہ ملے گو اُس کے نزدیک کم ہو مگر خدائے غیور وبے نیاز کی اُس ادنے عطیہ کی مقابلہ مین اُسکی وہ جان توڑ ریاضت کروڑ درجہ کم ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب سالک اپنی ہستی پر غائر نظر ڈالتا ہے اُسکے بعد اپنی محنت وریاضت کو دیکھتا ہے پھر انصاف کی نظر سے خدائے بے نیاز کے ادنی عطیہ کا موازنہ کرنے بیٹھتا ہے تو درحقیقت اُسکی نظر مین خس کے برابر بھی اُسکو اپنی ریاضت نہین جچتی۔ سالک کو اپنی محنت وریاضت اور اُسکی نتائج کا وجود اسطرح سمجھنا چاہیے جسطرح بادشاہ کے مقابلہ مین ایک فقیر کی مرصع لباس وپوشاک کی زینت کہ جب وہ اپنی ظاہری وضع پر مغرور ہوکر دربار شاہی کی زینت پر نگاہ ڈالتا ہے تو اپنی زینت وشوکت بالکل بھول جاتا ہے اسیطرح حاکم حقیقی کے مقابلہ مین سالک کو اپنی ہستی محض لاشے ومعدوم سمجھنا چاہیے چنانچہ ایک مبتدی نے اپنی شدید ریاضت کی بعد خفیف ترتب اثر کو شکایت وحسرت آمیز جملون مین فرد الاولیا کو لکھا آپنے اُسکا جواب ان لفظون مین دیکر اُنکی شکایت وحسرت کو مٹا یا۔

این قدر ظهور ثمرات جاے شکر ست واگرچہ بالفعل کمتر باشد لیکن آہستہ آہستہ رفتہ رفتہ بسبب اثر مداومت آخر استقرار و استحکام ثمرات این محنت و مراقبات بخوبی میشود و اینکہ محض ابتداست و آغاز این قدر ظہور ثمرہ ہم از عنایات حضرت حق تعالے شانہ است۔ کریمی ست کہ از ما چہ طاعت و چہ بندگی و لیکن از کرم خود بعطاے ثمرہ در نمی گذرد ما اگر بہزار خشوع و خضوع تمام عمر بطاعت و یاد او گذرانیم در خور عظمت و بے نیازیش بجا ہے نمی ارزد۔ چہ ظاہر ست کہ گدلے سرمایہ تمام عمر خود کہ بدریوزہ حاصل نماید بیارگاہ سلطانی زمانی شاید کہ بقیمت کمتر کمتر آن خزینہ جواہرش نمی رسد بنا بر سالک این راہ را نظر بر عمل خود نیست بلکہ کار محض از فضل و عنایات داند وقت حضور حکام مجازی کہ خیال حشم و وجود و آرائش خود ہیچ نمی ماند در حضور محبوب حقیقی اثرے از ہستی و اجر کار فرمانبرداری و اطاعت کی ماند

عجب نیست با وجودت کہ وجود من نماند — تو بگفتن اندر آئی و مرا سخن نماند

و یاس و نامرادی از بارگاہ ہمچو کریمی سو را دبیست ۔ طاعت خود و قلیل باید دانست و امیدوار کرم باید بود۔

فردالاولیا جس دن سے جانشین ہوئے نہایت پابندی کے ساتھ لوازمات سجادگی کو برتنا شروع کیا۔ جانشینی کے بعد شیخ العالمین جس طریقہ پر ریاضات و مجاہدات و حاجت روائی خلق کیا کرتے تھے اُسی طرح فردالاولیا نے انجام دینا شروع کیا۔

جب تک فردالاولیا عزلت گزین نہوئے تھے اُسوقت تک آپکے اوراد و وظائف کیا تھے اور عنوان ریاضت کیا تھا اُسکا پتہ تو نہ لگا۔ مگر خلوت نشینی کے بعد جسقدر اذکار و اشغال و نوافل و اوراد شیخ العالمین پڑھا کرتے تھے فردالاولیا نے بھی اُنکو اپنا وظیفہ بنایا اور اسی خیال سے شیخ العالمین نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے اپنے معمولات لیلی و نہاری کو بطور دستور العمل کے ایک جزو کاغذ پر لکھکر جاے نماز کے نیچے رکھدیا تھا اُسمین فردالاولیا نے اسقدر افزائش کی کہ شیخ العالمین روزانہ فاتحہ حضرت تاج العارفین و پیران سلسلۂ قادریہ عمادیہ و فاتحہ حضرت مخدوم الملک مخدوم شرف الدین بہاری قدس سرہ و فاتحہ حضرت مولنا رسول نما و فاتحہ حضرت خواجہ میان صاحب و فاتحہ جمیع بزرگان و فاتحہ حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر و فاتحہ حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر و فاتحہ حضرت شاہ غلام سرور پھلواروی و فاتحہ اپنے بعض احباب کا فقط پڑھا کرتے تھے فردالاولیا نے ان سب بزرگون کے ساتھ اُن بزرگون کا بھی فاتحہ معمول کیا جنکا سلسلہ خاندان مجیبیہ مین پہونچا ہے۔

انکے علاوہ حضرت مولانا و حضرت خواجہ و حضرت تاج العارفین و شیخ العالمین کے دوسرے مریدوں کا اور دیگر بزرگوں کا فاتحہ بھی پڑھا کرتے تھے (جسکی تفصیل ذیل کی عبارت میں خود فرد الاولیا نے لکھدی ہے)۔ آپ شیخ العالمین کے اسی معمولات لیلی و نہاری کے دوسرے صفحہ پر تحریر فرماتے ہیں۔

خاکسار ابوالحسن زیادہ کرد فاتحہ پیران دیگر سلاسل کہ اجازت بیعت آنہا دریں خاندان رسیدہ یا شغلی از طریقہ شان رسیدہ و نیز فاتحہ مریدین حضرت مولانا و حضرت میاں صاحب و حضرت تاج العارفین و حضرت مرشدی قدس اللہ تعالی اسرارہم و فاتحہ جمیع انبیا و اولیا و فاتحہ حضرت میاں صاحب و فاتحہ آبا و اجداد پدری و مادری و اساتذہ و فاتحہ بزرگان پھلواری و عظیم آباد و اطراف قرب جوار و فاتحہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم و عنہن۔

شیخ العالمین اپنی زندگی میں جسطرح فرد الاولیا پر نظر شفقت و ملاطفت فرمایا کرتے تھے وفات کے بعد بھی اسیطرح روحانی تعلق آپ کے ساتھ قائم رکھا اور ہر جزئیات کی آگاہی خواب کے ذریعہ سے کیا کرتے تھے۔

ایک سال شب دوازدہم ربیع الاول کو ماندگی کے سبب فرد الاولیا کو تھوڑی دیر ایسی غنودگی آئی کہ صبح کے قل کا وقت گذر نے لگا فرد الاولیا نے دیکھا کہ شیخ العالمین تشریف لائے اور فرما رہے ہیں کہ تم ابتک سوتے ہو قل کا وقت جاتا ہے۔ فورًا فرد الاولیا بیدار ہو گئے اور جلد جلد وضو سے فراغت کرکے باہر تشریف لائے۔

شیخ العالمین کے عہد پاک میں تعویذ نویسی کی خدمت میر عباد اللہ علیہ الرحمۃ کے ذمہ تھی فاتحہ چہارم کے بعد میر صاحب غایت حزن و ملال کے سبب برداشتہ خاطر ہو کر گھر چلے گئے ممدوح کے نہ رہنے سے حاجتمندوں کو تعویذ لکھکر دینا خود فرد الاولیا پر پڑ گیا اور ضروری کام ہرج ہونے لگا شب کے وقت میر صاحب نے خواب دیکھا کہ شیخ العالمین تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم یہاں آکر بیٹھ گئے اور وہاں ابوالحسن کو تعویذ نویسی کی سخت تکلیف ہو رہی حاجتمند آتے ہیں اور محروم پھر جاتے ہیں۔ جلد جاؤ وہ تمھارے منتظر ہیں۔ میر صاحب علی الصباح اٹھے اور افتاں و خیزاں شام تک پہونچکر اس واقعہ کو بیان کیا۔ اور نہ یہ تو شیخ العالمین کی فرد الاولیا پر نظم خانقاہ و سجادہ کے متعلق تھی بلکہ آپکے ذاتیات تک کا خیال جسطرح

آپکو زندگی مین تھا اسی طرح وفات کے بعد بھی رہا کتاب تذکرۃ الکرام صفحہ ۵۷۳ مین لکھا ہے کہ شیخ العالمین کے وفات کے دوسرے دن صبح کے وقت حسب دستور سید العلما قدس سرہ نماز کے لیے مسجد مین تشریف لائے تو قبل اسکے کہ جماعت کھڑی ہو سید العلما کی دل مین خیال آیا کہ شیخ العالمین کی زندگی مین آپکی ہرج مزاج و ضعف کے سبب نماز مین قرأت قصیر کیا کرتا تھا اب وہ عذر جاتا رہا اسلیے قرأت قصیر کی ضرورت باقی نہ رہی اسی تہیہ مین تھے کہ یکایک شیخ العالمین کی شبیہ شریف سید العلما کے روبرو یہ کہتی نظر آئی کہ قرأت طویل آیندہ کیجیے گا لیکن اسوقت سردی کا وقت ہے اور ابو الحسن بے پاتابہ کے نماز کے لیے آئے ہین انہین سردی کی تکلیف ہو گی پس سید العلما نے نماز شروع کی اور قرأت قصیر ہی کر کے نماز تمام کی۔ نماز کے بعد آپنے فرد الاولیا کو پلٹ کر دیکھا تو واقعی آپ بغیر پاتابہ کے تھے اُسوقت سید العلما نے آپسے فرمایا کہ جناب حضور (یعنی حضرت شیخ العالمین) سردی کے وقت موزہ پہن لیا کرتے تھے فرد الاولیا نے فرمایا کہ سردی قابل برداشت تھی اسلیے نہ پہنا اسکی عبارت یہ ہے۔

روز دوم انتقال شیخ العالمین کہ جناب سید العلما برای نماز صبح از مکان خود بمسجد تشریف آوردند ہنوز تحریمہ نہ بستہ بودند کہ در دل پاک شان خیال آمد کہ سابق بنظر ہرج مزاج و ضعف حضرت شیخ العالمین در قرأت قصر میکردم اکنون اکتفا بر آیت قصیر ضرورتی ندارد و دست بر تحریمہ بر داشتہ بودند یکبار دیدند آنحضرت را رضی اللہ عنہ کہ بر ہوا تشریف آوردہ فرمودہ قرأت طویل خواہید کرد لیکن ابو الحسن را ایذا و تکلیف خواہد شد کہ پا برہنہ بے موزہ و پوستین پشمی و ریسمانی نماز میخوانند وقت سرماست سید العلما را ازین حال از سابق خبر نبود تحریمہ بستند اما قرأت قصیر کردند و بعد نماز پرسیدند کہ جناب حضور درین وقت سرما بنظر آرام پا موزہ یا پاتابہ پوشیدہ اند جناب مستطاب دام فیوضہ گفتند چندان تکلیف سردی نبود بنا بر پا برہنہ بنماز آمدم۔ بعد فراغ اوراد سید العلما مفصل حال در ذکر التفات تامہ شیخ رضی اللہ عنہ نسبت ہر جزئیات بیان فرمودند۔

غرض اسیطرح شیخ العالمین کی روح پاک کو فرد الاولیا کی طرف تعلق رہا کرتا اور عالم حیات کی طرح ہر امور مین مدد فرمایا کرتے۔

فرد الاولیا کے مسند نشینی کے بعد مسجد کی امامت، بستہ موے مبارک لانے کی خدمت، قل خوانی کی ابتدا جسطرح شیخ العالمین کے عہد پاک مین حضرت سید العلما کے ذمہ تھی فرد الاولیا کو

ابتدائے زمانہ تک آپ ہی کے متعلق رہی۔ ہان سفر کے موقع مین سید العلما کے نہ رہنے پر برادران
ذوی الاحترام سے مولوی قادری صاحب یا مولوی ابو الحیوٰۃ صاحب گاہ گاہ امامت کرتے تھے۔ آخر عمر
مین جب آپکی بصارت ظاہری جاتی رہی تو بستۂ موی مبارک لانے کی خدمت آپنے یازدہم محرم ۱۲۴۹ھ
ہجری مین مولوی ابو الحیوٰۃ قدس سرہ کے سپرد کیا مولوی ابو الحیوٰۃ قدس سرہ واقعات کی کتاب مین لکھتے ہین کہ "
جسوقت مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی اور اس خدمت پر مامور کیا گیا اُس وقت کی تاثیر اور فیضان نبوی
کے اثر سے ہر شخص متاثر ہو رہا تھا یہان تک کہ سید العلما نے پر جوش ہو کر میرا دامن تھام لیا اور بلند
آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کیا اسی وقت آپکی زبان پر فی البدیہہ یہ شعر جاری ہو گیا۔

اخذت ذیل رسول اللہ معتصما	بالله خالقنا ذی الفضل و الکرام

مقدرہ تک پہونچتے پہونچتے ایک عجب عالم ہو گیا۔ اس شعر کے سنتے ہی زائرین پر ایسی کیفیت
طاری ہوئی کہ تمام لوگ رونے لگے۔

یہ خدمت تمام عمر مولوی ابو الحیوٰۃ قدس سرہ کے ذمہ تھی سید العلما کی وفات کے بعد قل خوانی چنوہ برداری
کی خدمت آپکی بڑی صاحبزادی و جانشین مولوی شاہ محمد ہادی قدس سرہ کو فرد الاولیا نے عطا فرمائی
اور امامت مسجد کی مولوی معنوی شاہ محمد قادری قدس سرہ و دیگر اخوان عظام کرتے رہے۔ اور
مہمانون کی تواضع و مدارات بالکل بھائیون ہی کے ذمہ رہی۔ باورچیخانہ کا انتظام جسطرح حضرت
شیخ العالمین کے عہد مین جناب سید شاہ احمد اللہ منیری علیہ الرحمۃ و مولوی فضل علی پھلواروی
و مولوی علی وارث پھلواروی کیا کرتے تھے فرد الاولیا کے پورے زمانہ تک یہ لوگ اپنا فرض
منصبی ادا کرتے رہے شاہ منیری علیہ الرحمۃ صرف اسباب عرس غلہ و روغن زرد و بوریا و سامان
روشنی و دیگر لوازمات ضروریہ کی بہم پہونچانیکے ذمہ دار تھے۔ لیکن پخت طعام و تقسیم وغیرہ کی خدمت
موخر الذکر دونون بزرگون سے متعلق تھی فرد الاولیا کی خدمت مین بطور خادم کے شیخ اشرف علی
مرحوم ابتدا مین چند سال تک متعین رہے اُنکے بعد میان باقر مرحوم اُنکے بعد میر کے رہنے والے میر
جعفر مرحوم مستقل اور اُنکی معیت مین اُنکے بھائی میر عنایت علی مرحوم و بعض دوسرے لوگ بھی
فرد الاولیا کی اخیر عمر تک حق خدمت ادا کرتے رہے۔

مُریدون و مسترشدون کے عرضیون کے جوابات و بعض دیگر تحریری امور ۱۲۵۹ھ ہجری تک
فرد الاولیا نے اپنے ہی متعلق رکھی تھی۔ چونکہ آپ کو لکھنے کی بہت عادت تھی اسلیے ہر جز بیات کو
لکھا کرتے چھوٹے بڑے متعدد رسالے دست خاص کے لکھے ہوئے کتبخانۂ مجیبی مین موجود ہین اپنا ضخیم دو

دیوان اپنی ہی ہاتھ سے تحریر فرمایا تھا وہ تبرکاً کتبخانہ مین یادگار موجود ہے۔ لیکن سنہ ۱۲۶۰ھ ہجری مین جب آپکو عارضۂ فالج آیا اور ترقیم و تحریر سے مجبور ہوگئے تو اپنے حقیقی خواہرزادے مولوی شاہ وصی احمد پھلواروی علیہ الرحمۃ سے لکھنے کا کل کام لینے لگے۔ دفتر کا کل کام یہی بزرگ کرتے تھے۔

فرد الاولیا کے عہد مسند نشینی مین خانقاہ کی عمارت مین کوئی نیا اضافہ نہوا جس قطع و وضع پہ شیخ العالمین کے عہد مبارک کی تعمیر کردہ مکانات تھی اُسیقدر قائم رہے صرف حضرت شیخ العالمین کے مزار مبارک کا چبوترہ و باغ کا صحن تھا تک سنہ ۱۲۵۱ھ ہجری مین وسیع و سنگی تعمیر کیا گیا جسکی تاریخ فرد الاولیا نے نہایت بے نظیر کہی ہے ناظرین ملاحظہ فرمائین۔

در ہزار و دو صد و پنجاہ و یک	بود از ہجرت کہ سنگین شد بنا
گفت ہاتف سال تعمیرش ز اوج	باد باقی این بنائے خوشنما
	۱ہ ۱۲ ھ

دیگر

باکمال وسعت و سنگین بنا	شد چو این چابوترہ خلد آستان
سال تعمیرش ز من رضوان بگفت	دلکشا تر گوئی از صحن جنان
	۱ ۵ ۱۲ ھ

دیگر

این رشک فزائے صحن جنت	از سنگ چو نا گیا بنا شد
فرمود ملک بگوشم از اوج	سنگین شد و بسلہ دلکشا شد

فرد الاولیا کے عہد مین خانقاہ کی عمارت مین نیا اضافہ اسلیے نہوا کہ اس زمانہ مین قصبہ کی آبادی ایک ممتاز پیمانہ پر تھی بستی کا ہر شخص اسی خانقاہ کا وابستہ تھا عراس مین زیادہ تر مہمان بستی ہی مین ٹھہرتے تھے اسلیے فرد الاولیا کو نئے مکانات تعمیر کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔
خانقاہ مین ٹھہرنے والی فقرا اور دیگر معزز مہمان کے لیے جسقدر قدیم تعمیر کردہ مکانات تھی بہت کافی تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ آپکے زمانہ مین فتوحات کی بہت کمی تھی اور جسقدر آمد تھی وہ لنگر سے زیادہ نہ تھی جو عمارت و تعمیر کے مد مین صرف ہوتی اسلیے فرد الاولیا کے زمانہ مین یادگار کوئی عمارت تعمیر نہو سکی۔
جانشینی کے بعد فرد الاولیا کا زمانہ نہایت عسرت و توکل بحت کی حالت مین بسر ہوا حضرت شیخ العالمین کا قول ہے کہ تاج العارفین کے جانشین کے لیے سجادگی کے بعد سات برس کا زمانہ عسرت و کمی فتوحات و ناقابل برداشت واردات کے سبب ایسا سخت گذرتا ہے کہ اگر لوہے کا کمربند بھی باندھے ہو تو ٹوٹ جائے۔ مگر اسکے ساتھ کچھ ایسی تائید غیبی ہوتی ہے کہ وہ کل بلائین جھیل

لیتا ہے اور مصائب پر صابر و شاکر رہتا ہے یہان تک کہ اسکی کل مصیبتین دور ہو جاتی ہین۔ مگر فرد الاولیا کو تمام عمر تنگی و عسرت کی حالت مین بسر کرنی پڑی سات برس تک مدت تو آزمائش کے لیے مقرر ہی تھی۔ بقیہ گیارہ برس بھی آپکی مختصات ہی تھے جو آزمائش ہی مین گذر گئے ساتھ اسکے فرد الاولیا قدیم معمولات کو نہایت بلند حوصلگی سے کرتے رہے۔ اور واردین و صادرین کی خدمت نہایت کشادہ دلی سے انجام دیتے رہے بشیتر آپکے گھر والے و خانقاہ کے طلبا دو دو شام بھوکے رہگئے ہین اور آپ ہر حالت مین اپنے خدا کا شکر ہی ادا کرتے رہے۔ کبھی کسی نے آپکے چہرۂ مبارک پر ان تکلیفون کے سبب تغیر نہ پایا۔

لوگ تعجب کرتے تھے کہ آپ اس توکل مین خانقاہ داری و اعراس کا نظم اتنی اولوالعزمی و بلند حوصلگی سے کیونکر کرتے ہین میرے خیال مین انکا تعجب ہی فضول تھا کیونکہ ع خدا خود میرسامان است ارباب توکل را خدا پر بھروسا کرنے والون کا کام رکا نہین رہتا۔ گو روزانہ کی خوراک مین کبھی چنے۔ کبھی جوار۔ کبھی چاول ہی ملا کرتے ہون۔ یا فاقون تک کی نوبت پہونچ جاتی ہو۔

فرد الاولیا کے ساتھ ایسے واقعات بہت گذرے ہین۔ از انجملہ ایک واقعہ مین نے اپنے پیر و مرشد و نیز دوسرے بزرگون سے سنا ہے۔ کہ ایکبار فرد الاولیا کے انبار خانہ مین روزانہ خرچ کا غلہ تمام ہو گیا۔ زنانہ مکان سے کنیزہ نے آکر آپکو اسکی خبر دی۔ کچھ پاس موجود نہ تھا۔ چپ ہو گئے۔ تمام دن یون ہی گذر گیا اور کہین سے کچھ نہ آیا۔ زنانہ مکان مین غلون کی کوٹھیان جھاڑی جا رہی تھین کہ کسی مین مدت کی پڑی جوار تھے نکل آئے دن کا آخیر وقت ہو چکا تھا کہ کنیزہ نے آکر آپکو مطلع کیا۔ آپنے فرمایا وقت بہت کم ہے بھونکر دے آ۔ غرض وہی لایا گیا آپ نے سب سے پہلے خانقاہ کے طلبہ کو دیا۔ بعد اسکے گھر والون کے ساتھ تھوڑا خود بھی کھایا راوی کا بیان ہے کہ مین نے اسوقت خود دیکھا تھا کہ آپ جوار اٹھا کر ہاتھ سے ملتے تھے۔ اور بھونسیان پھونک کر کھاتے تھے۔

دوسرا واقعہ جسکو فرد الاولیا نے بطور یاد داشت کے ایک پرزہ پر خود لکھا ہے وہ یہ ہے۔

ہر ماہ کی چند مقررہ تاریخون مین شیخ العالمین کے زمانہ سے چند بزرگون کے فاتحہ اور قل خوانی کے لیے شیرینی اور پان کا بیڑا آیا کرتا تھا۔ عسرت و تنگدستی کے سبب مٹھائی نہ آسکی تو فقط پان کی بیڑون پر فاتحہ پڑھا گیا۔ جب سے یہ کام شروع ہوا ہے کبھی ایسا نہین ہوا تھا۔ یہ نوبت میری شامت اعمال سے پہونچی کہ آج سوا پان کے شیرینی نہ منگائی جاسکی۔

مگر آپکے سچے توکل نے یہ دن بھی باقی نہ رکھا۔ خدا نے اس کام کو بھی آپ کی تا زندگی آپکے حوصلے کے

مطابق پورا کیا۔ چنانچہ اسی مضمون کے نیچے تحریر فرماتی ہین۔
الحمدللہ اسدن کے بعد پھر کبھی ایسی نوبت نہ آئی

فرد الاولیا اپنے زمانہ کی عسرت و توکل کو دوسری جگہہ ایک مغربی سید صاحب کے خط مین تحریر فرماتے ہین

حال تنگی زمانہ درین دیار بیشتر ازان ست کہ در بلاد مغرب باشد۔ ارباب معاش کہ بسبب فراخی حال خود دست کشادہ میداشتند بسبب تنگی معاش۔ و ہند و بست نو تنگدستی دارند دست کرم بہ بستند۔ و در خاندان خاکسار کہ از ایام سابق الے الآن سرمایہ جز توکل و بضاعتے جز ناداری نہ گاہ با آش و گاہ با فقر و فاقہ روز و شب بسر میشود ازین باعث از تحصیل سعادت و بجا آوری خدمت مقصر و محجوب۔

آپکا غایت توکل تھا کہ کسی طرح خانقاہ کے متعلق جائداد وقف کرنا یا کسی اہل دولت کی طرف سے امداد اً وظیفہ مقرر ہونا دل سے پسند نہین کرتے تھے۔ تذکرۃ الکرام مین شیخ العالمین کی زندگی کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ مجسٹریٹ شہر نے شیخ العالمین کی غائبانہ تعریفین سنکر ملاقات کی تمنا ظاہر کی شیخ العالمین نے کہلا بھیجا کہ فقیرون سے تمھین کیا کام ہے۔ فقرا کے در پر آنا تمھارے لیے ننگ و عار کی بات ہے اسکے سوا مجھے اتنی فرصت کہان کہ حکام سے ملون اور اپنا عزیز وقت انکی صحبت مین ضائع کرون۔ مگر اُسنے ایک نہ سُنا اور ایکدن پہونچ ہی گیا اور حضرت شیخ العالمین کی صحبت سے مسرور و محظوظ ہوا۔ اٹھا چلتے وقت سید العلما مولانا احمدی پھلواروی قدس سرہ و فرد الاولیا کو خیمہ تک اپنے ساتھ لیتا گیا مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ پھلواروی قدس سرہ بھی ان دونون بزرگون کی معیت مین خیمہ تک گئے تھے۔ فرد الاولیا کیطرف مجسٹریٹ نے مخاطب ہو کر کہا کہ توکل محض اور فقر کی حالت مین خانقاہ کے اسقدر اخراجات اولوالعزمی کیساتھ مجھے دیکھکر سخت حیرت ہے کہ کیونکر پوری ہوتے ہونگے؟ تا وقتیکہ کوئی معقول آمدنی خانقاہ کے متعلق وقف نہوگی آیندہ نسل کیونکر ایسا عظیم الشان کارخانہ انجام دیسکیگی؟ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ جوار مین کوئی موضع تجویز فرمائین مین اُسکو آپ کی خانقاہ کے متعلق وقف کر دون فرد الاولیا نے فرمایا۔ مجھے اس سے معاف رکھیے۔ مین جس کریم کے در پر پڑا ہون وہ آیندہ و موجودہ ہر زمانہ مین میرے رزق کا کفیل ہے۔ رازق ما رزق بے منت دہد

بس نہ آید بخانۂ درویش کہ خراج زمین و باغ بدہ

نہایت خوش زندگی بسر کرتا ہون۔ خدا نے دیا تو کھا لیا۔ ورنہ اسکی رضا پر سر تسلیم خم کیے ہوئے

صابروشاکر بیٹھا رہتا ہون دنیاوی فارغ البالی کے لیے معاش کی ناپسندیدہ تعلقات کے ساتھ دل لگائے رہنے سے بھوکھا خدا کے در پر سر رگڑتے رہنا کہین بہتر سمجھتا ہون ۔ زمانہ کی وہ ناگفتہ بہ حالت ہی کہ کوئی کسی کی پریشان حالی کے طرف خیال نہین کرتا مین نے مانا کہ آپ اپنی موجودگی مین خانقاہ پر ہر طرح کی رعایت کرینگے ۔ مگر آپکے عوض مین دوسرا حاکم جب بدل کر آئیگا تو اسکو رعایت ومروت کی کیا وجہ ہوگی ۔ لامحالہ استحفاظ معاش کے لیے ہر دم دربارداری عاملون کی خوشامدین کرنی پڑینگی جسمین تضییع اوقات کے علاوہ فقر وتصوف کی بدنامی آبا روا جداد ومشائخ طریقت کے خلاف روش چلنے کا بھی خمیازہ بھگتنا ہوگا ۔ مین نہین چاہتا کہ میری عمر کا قابل قدر زمانہ حاکم مجازی کی دربارداری وخوشامد مین صرف ہو ۔ اگر یہ عمر میری مالک بے نیاز کی بندگی مین تمام ہوگئی تو مجھے گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت ملگئی مجسٹریٹ نے کہا اگرچہ مین اپنے عہدۂ حکومت تک اسکا پورا وعدہ کرسکتا ہون کہ میرے ماتحت کسی قسم کی بے عنوانی نکرینگے ۔ مگر قانون انگریزی کے ہمیشہ ردوبدل ہوتے رہنے کی وجہ سے کسی اہل کار کو اپنے مقرر کردہ حکم پر آیندہ بحال رہنے پر اعتماد نہین ہوتا اس بنا پر البتہ آپکا فرمانا بجا ہی ۔ فردالاولیا نے فرمایا کہ جب آپکو خود اپنے حکم کی نسبت عدم بحالی کا اقرار ہی تو چند روزہ راحت کے لیے فقیر کو زندگی بھر ناحق کے دردسر مین کیون مبتلا کیا چاہتے ہین ۔ میرا کریم مجھے بے منت رزق دیتا ہی آج بھی وہی کفیل ہی اور آیندہ بھی اُسی کی کفالت کی اُمید ہی مجسٹریٹ فردالاولیا کے استقلال وراعلی توکل کی باتین سُنکر خاموش ہورہا یہان تک کہ سب لوگ خیمہ سے مکان پر پلٹ آئے ۔

فردالاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے قلب مُبارک مین عشق الٰہی ومحبت نبوی صلعم کا غلبہ

ہر مسلمان کے دل مین بمقتضائے ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی محبت ضرور ہوتی ہی مگر فردالاولیا کے دل مین بہت زیادہ عشق کے درجہ مین خصوصیت کے ساتھ طفولیت ہی سے پائی جاتی تھی جیسا اپنی مثنوی ”جوشِ جنون“ مین لکھتے ہین ؎

عمر یست کہ آتش نہانم	صد شعلہ زنست تا زبانم

مگر بظاہر یہ کیفیت چند وجوہ سے نمایان تھی ۔ اول تو وہ زمانہ آپکے بچپنے کا تھا جسمین حرکات عجیبہ کا صدور علی العموم لڑکپن پر محمول کیا جاتا ہی دوسری وجہ یہ تھی کہ آپکو اپنے ہر دینی امور مین اخفا واستتار مدنظر تھا تیسری وجہ یہ تھی کہ ابتدائے شباب سے صدمات ورنج ومصیبت مین کچھ ایسے مبتلا رہے کہ اس عشق ومحبت کا

سارا اثر رنج والم ہی کی صورت مین ہو کر نمایان ہوتا رہا۔ اسیطرح وہ آگ دھیمے دھیمے سلگتی جاتی تھی اور آپ اُسکو بقدر طاقت چھپاتے تھے۔ اس واقعہ کو فرد الاولیا اپنے ایک مثنوی مین اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

دوستان این قصہ می باید شنید ... جرعہ زین بادہ می باید چشید
بود مارا از دم صبح شعور ... نشۂ در سر ز صہبائے سرور
از غم واندوہ دل فارغ تمام ... میگذشتے با دلِ خوش صبح وشام
بر رخم صبح جوانی چون دمید ... اگر بسیار وز بلا بر من رسید
مدتے پابندِ رنجے بودہ ام ... رنجہا را بلکہ گنجے بودہ ام
ہر بلائے آسمانی بے دریغ ... بر سر من می نزدے از جور تیغ
مشق تا ہر جور خاطر خواہ کرد ... آنچہ تا بایست ہم ناگاہ کرد
نے سر دستار نے بندِ قبا ... نے خیال غیر و فکر آشنا
باچنین اندوہ واین افسردگی ... باچنین رنج وغم وآزردگی
بود پنہان در سرم سودائے عشق
میرسید تا دلم غوغائے عشق

ہر چند آپ اسکے چھپانے رہنے پر مصروف تھے مگر عشق ومحبت ایسی چیز نہین کہ چھپائے چھپ سکے۔ دنیا کی ادنے چیزون کے ساتھ جب دل مالوف ومشغوف ہوجاتا ہے تو اُسکا مخفی رکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ چہ جائیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی الفت ومحبت ہر لحظہ تحریک کے ساتھ کہ ہر اعلی وادنے کی زبان پر آپکا ذکر شریف اذان مین آپ ہی کے اسم پاک کی تکرار۔ نماز مین درود شریف کا ورد۔ اس پوشیدہ آگ کا بھڑکانے والا کیونکر نہوتا۔ طریقت مین قدم رکھتے ہی یکایک آتش عشق نبوی آپکے دل مین بھڑک اُٹھی۔ اور روز بروز شرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی تمنا آپکو بیچین کرنے لگی۔ گو غلبۂ شوق کے وقت آپکی خیالی صورت شریف مد نظر رکھکر بے قرار دل کی تسکین کرنا چاہتے تھے مگر ؎

آنچہ بر صفحۂ اندیشہ کشد کلک خیال ... شکل مطبوع تو زیبا تر ازان ساختہ اند

انسان کی قوت متخیلہ کو اتنی طاقت کہان کہ وہ اُس نور محض کی خیالی تصویر کا ارتسام صفحۂ خیال پر کرسکے۔ اگر فی الجملہ کوئی موہومی صورت قائم بھی ہو تو خود اُسکو ثبات کہان اور بیچین دل کی تسکین کو کب کافی بلکہ ؎ یادش بدلم فزود ذوقے * اسی درجہ اشتیاق بڑھانے والی ہوگئی۔

یہ کیفیت ایک مدت کے بعد یکایک جو تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی تو فرد الاولیا کو ایک عالم حیرت نظر آیا اور یہ اس سبب سے کہ ؎

ہزار بار بشویم زبان ز مشک و گلاب	ہنوز نام تو بردن کمال بے ادبی ست

"کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محبت اور کہاں یہ دل"، چنانچہ مثنوی مذکورہ مین اپنا واقعہ تحیر و مستی کے الفاظ مین اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

مدتے ماندم درین اندیشہ	باز بر آیم کز این نیشہ
من کجا و این خیال از من کجا	خود بخود ایں آشفتگی چندین چرا
خلوتِ دل بارگاہِ عشق کیست	بزم من آتشکدہ از بہر چیست
آتشے کہ شعلہ دیگر فروخت	باز سامان و متاع من کہ سوخت
میزدم از گریہ گہ آبے بدل	میگذشت از چشم سیلابے بدل
می نہادم گاہ بر دل دست خویش	می رساندم نیش مرہم بر ریش

یعنی میری وہ محبت کی آگ تو بچپن سے دبی دبائی آہستہ آہستہ سلگ رہی تھی۔ اب کس نے اسکو بھڑکا دیا۔ کیا واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک محبت مین میری یہ حالت ہے ؟ مین از خود رفتہ کیون ہوا جاتا ہون۔ میری یہ خلوت دل کسکے عشق کی بارگاہ ہے۔ میرے سینے مین کسکی محبت کی آگ شعلہ زن ہے۔ کسکی محبت کی آگ نے دوسری دفعہ سلگ کر میری صبر و شکیبائی کی پونجیون کو خاک سیاہ کر ڈالا۔ غرض غلبۂ شوق مین کبھی روتے کبھی دل کو سمجھاتے۔ کبھی آپ کی خیالی صورت شریف مد نظر رکھکر عرض حال کرتے لیکن قسمت یاوری نہین کرتی اور شرف زیارت نصیب نہین ہوتا۔ آپکو اپنی نارسائی قسمت و نایافت پر اسقدر رونا آیا کہ اپنے اختیار سے باہر ہوگئے۔ ایکدن انھین افکار مین غلطان و پیچان تھے اور دل کا اضطراب و قلق کسی طرح کم نہین ہوتا اور نہ کوئی تدبیر سوچنے کا موقع دیتا تھا چار و ناچار پھر اسیطرح دل کو سمجھانا شروع کیا تاکہ اضطراب و قلق کم ہو تو ذہن کوئی رائے قائم کرے۔ تمام دن اسے تشفی اور تسلی دینے مین گذر گیا شب کو وقت جب پوری تنہائی ہوئی تو خیالات کی افواج نے ہر چہار طرف سے گھیر لیا مختلف عنوان مختلف صورتین پیدا ہوئین لیکن کوئی بھی بر آمد مقصود و مدعا کو کافی نہ تھی اسی حالت مین یکایک جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمت و بندہ نوازی کا خیال آگیا تو غلبۂ شوق نے ثانیاً التجا و عرض حال پر مجبور کیا۔ آپنے تمام شب عرض حال مین بسر کی اور عرض حال کر کے ذریعہ فرد الاولیا نے اس واقعہ کا پتہ اپنی جس مثنوی مین دیا ہے اسکے منتخب اشعار تصدیق کی خیال سے

درج کیے جاتی ہین ۵

شبی در فکر کار خویش بودم
برنج از روزگار خویش بودم

کشود کار خود را چون ندیدم
در بیت الحزن بر خویش چیدم

بکنج خلوتی تنها نشستم
در خلوت بروی غیر بستم

سر خود بر سر زانو نهاده
گهی در گوشه گه بر در فتاده

گهی بگرفته سر از دست حیرت
گهی رفته ز خود در فکر و حسرت

نه فکر غیر و نی پروای اغیار
نه با جنگ و نه با صلح کسی کار

گهی زیر بغل دست تمنا
گهی برداشتم دست دعا را

گهی بر دوخته بر پای دیده
گهی بر بستر غم آرمیده

فرومانده خرد از راه تدبیر
سپردم کار خود در دست تقدیر

ندانم کیم خود کیستم من
گذشته از دو عالم چیستم من

ز بود خود ندانم هیچ سوے
چه خوش بودی که بودی من نبودے

درین اندیشه بودم ساعتی چند
که از عالم سری بر من کشودند

که ای جولانگه فکر تو تا عرش
هنوز آگه نهٔ تو از سر فرش

شدم بیدار چون از خواب غفلت
عیان گردید بر من راز حکمت

با ایجاد دو عالم حکمتی هست
بهر زشتی و نیکی صنعتی هست

اگر بالفرض هستم خار گلشن
گواه هستی آن صانعم من

وجود من چه صنع و سعی او هست
ز هر موجود پیدا هست او هست

اضافات من و تو تفرقه داد
به نیک و بد جهان را نام بنهاد

وگرنه خیر و شر را تفرقه نیست
بدم گر در حقیقت نیک خود کیست

چرا بیهوده می گردم بهر در
دمی بر آستان دل نهم سر

سری گم کرده در کوی گریبان
نشستم بر در دل چون غریبان

بامیدیکه گردد خاطرم جمع
بیفروزد خرد در بزم من شمع

خرد از سینه ام ظلمت زداید
پریشانی ز فکر من رباید

ز جمعیت دری بر من کشاید
بود تا شاهد هم رسته نماید

بستم از تماشاے جہان چشم | کشادم بر دل از عالم نہان چشم
دل من بود و من بودم دگر بس | نبودہ جز من و دل ہیچ یک کس
درین فکر و غم و اندیشہ آخر | ندیدم چون رہ تسکین خاطر
سر خود را فرو بردیم در جیب | کشادہ شد بروے ما در غیب
چنین بیہودہ سرگردان چرائیم | ہمان بہ کز پئے مطلب برآئیم

چو فکر من نہ بردہ رہ بجائے
نہم سر بر در حاجت روائے

اس تمہید کی بعد مدحیہ اشعار لکھکر اپنا دلی ولولہ وشوق و ذوق شرف زیارت کی تمنا اشتیاقانہ لفظون مین نظم کرکے مشرف ہونیکا واقعہ اشارون مین بیان فرمایا ہے۔ اس دفعہ کی یہ تدبیر کام کر گئی اور برآر مدعا کی صورت بندھی، مگر آپکا ذوق وشوق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک ساعت کا وقفہ بھی دل کو گوارا نہ تھا آخر مجبور ہوکر آپنے اپنے ذوق وشوق وغلبۂ عشق ومحبت وشرف زیارت کی تمنا حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ سے نہایت اشتیاقانہ لہجون مین ظاہر کی ساتھ ہی اسکے اپنی گستاخانہ التجا سے ڈرکر (کہ کہین خاطر اشرف برگران نہو) اس طرح معذرت خواہ ہوئے کہ مین اپنے ذوق وشوق وغلبۂ محبت مین کچھ ایسا بے افاقہ ہون کہ پاس ادب بھی نکرسکا میری گفتگو وعرض حال مین جو گستاخی یا خطا سرزد ہو وہ غلبۂ حال پر محمول کرکے عفو کردیجائے شیخ العالمین کی توجہ نے چند بار آپکو شرف زیارت جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف طرح پر کبھی خواب کے ذریعہ سے کبھی بچشم سر مشرف کرادیا جسکا پتہ فرد الاولیا اپنے قصائد ومثنویات مین خفیہ طور پر دیتے گئے ہین۔

فرد الاولیا کی باطنی ترقی چونکہ ابتدا ہی سے مصیبت و رنج والم وکثرت صدمات وعلالت کے ذریعہ سے رکھی گئی تھی اسلیے شرف زیارت بھی ایک اہم مصیبت کے زمانہ مین نصیب ہوا اسکا واقعہ یہ ہے کہ فرد الاولیا کی پہلی اہلخانہ حضرت بی بی ولیہ بنت مولوی عبد المغنی جعفری پھلواری قدس سرہا جسدن سے بیاہ کر آئین انواع واقسام کے امراض مین تا زندگی بیمار رہین ایک دفعہ درد پہلو اس شدت کا اٹھا کہ جان تک نوبت پہونچی اطبا نے بالاتفاق فصد تجویز کی اس تدبیر سے فوری سکون ہوا لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر درد پیدا ہوا اور پھر فصد لیگئی یہان تک کہ اس درد کی تکلیف کامل دو ماہ تک رہی اور اس اثنا مین فصد کی تعداد دس سے زیادہ تک پہونچ گئی مگر مرض کا استیصال نہوا اور ہر فصد کے بعد

فرد الاولیا کی باطنی ترقی مصیبت

سوا زرد آب کے خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ جب اس تدبیر سے بھی لوگ عاجز آگئے تو ہر شخص کو انکی زندگی سے مایوسی ہوئی اور درد کی وہ شدت کہ غش پر غش آنے لگا یہانتک کہ ایک ایسا شدید دورہ ہوا جسمین مریضہ کی نبض ساقط ہوگئی اور بردِ اطراف کے ساتھ تمام اعضا میت کیطرح سخت ہوگئے متعلقین اور ذوی الخصوص کی زبان پر فریاد و زاری بلند تھی اور ہر شخص اپنے سچے عقیدے کے مطابق عیسیٰ دم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعجاز عیسوی کا خواستگار تھا۔ جب صدائے شور و فغان حد سے زیادہ بلند ہوئی تو یکایک دریائے رحمت جوش مین آیا اور فرد الاولیا پر خاص عنایت مبذول ہوئی کہ علانیہ اُس آفتاب حسن لم یزلی نے جلوہ فرمایا اور بیمار کے قریب آکر لب جان بخش سے فرمایا" اٹھو۔ جو تکلیف ہو بیان کرو" یہ فرمانا تھا کہ مریضہ کے جسم مین حس و حرکت شروع ہوئی اور وہ ساری تکلیفین دور ہو کر بھلی چنگی ہوگئین۔ اس واقعہ کو مولوی معنوی شاہ محمد ابو الحیوٰۃ پھلواروی قدس سرہ نے بھی کتاب تذکرۃ الکرام مین لکھا ہے اور خود فرد الاولیا نے بھی اس حکایت کو ایک مثنوی مین قسم کھا کر نظم فرمایا ہے ؎

یک حکایت میکنم من از رسول　　گوش کن ای سامع از سمع قبول
این حکایت از دگر نشنیده ام　　خود بچشم خویشتن من دیده ام
حق تعالیٰ شاہد اقوال ماست　　گر غلط گوییم او اہل جزاست
ماجرای این نبی ایمان فزاست　　مسلمان صادقان را جانفزاست

چند مدحیہ اشعار نظم فرمانے کے بعد واقعہ اسطرح نظم فرماتے ہین ؎

بود بیماری بہ مرض لا دوا　　مبتلا از چند سال و ماہہا
می نمودندی طبیبانش علاج　　تا شود یک لحظہ تعدیل مزاج
یک سر موئے نہ گشتے حال او　　بہ نہ گشتے ساعتے احوال او
درد پہلو تا بجان نوبت کشید　　فصد کردن در دمہ تا صد رسید
چون شدہ این رگ زدن از حد فزون　　آب می آمد بجائے خون برون
آب ہم چون آمدن موقوف شد　　لاجرم ہم رگ زدن موقوف شد
رگ زدن از عجز چون موقوف بود　　درد پہلو سخت استیلا نمود
نوبت رنجور تا جان آمدہ　　دوستان را یاس از جانش شدہ
گریہ میکردند گردش از زار　　اقربا و مونسان و غمگسار
بعد یک ساعت دگر حالت نمود　　جان پاکش از تنش فرقت نمود

نبض ساکن گشت و یا ہم سرد شد	درد از تن رفت و جان پُر درد شد
دست و پا از حس و حرکت ماندہ بود	اندکی در سینہ و سر می نمود
دوستان را چشم حیرت ماندہ وا	بر زبان فریاد یا خیر الورا

فریاد وزاری وشور وفغان کے مضامین نظم فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی کا واقعہ یوں نظم فرماتے ہیں

چون ز حد بگذشت فریاد و خروش	یک بیک آن ابر رحمت شد بجوش
جلوہ در چشم گدا فرمود شاہ	در شب تاریک بر آمد چو ماہ
اللہ اللہ این چہ نوری بودہ است	از ادای جان من بر بودہ است
جان عالم بود یا نور خدا	یا رسول ما محمد مصطفیٰ
از زبان دُر فشان قند ریز	با علیل زار و مضطر گفت خیز
من بفریادت رسیدم عرض کن	التجای تو شنیدم عرض کن
آنچہ میخواہی بیان کن پیش من	ہر چہ می جوئی بگو با من سخن

این چنین فرمود و دفع مرض کرد
جان تازہ داد و زائل گشت درد

غرض اسیطرح بہتیرے مصائب ورنج کے ذریعے سے فرد الاولیا کو شرف زیارت نصیب ہوا اور ترقیات مدارج ہوئے لیکن وہ حرقت قلب وہ غلبہ شوق وہ آتش محبت روز بروز بڑھتی ہی جاتی تھی اور ہر لحظہ اسقدر رہا کرتی تھی کہ معانقہ کرنے والے ظاہری سینہ پر آپکے قلب کی گرمی اسقدر محسوس کرتے تھے کہ تحمل سے باہر ہوتی تھی - وجد وشورش کے وقت بیشتر ایسا ہوتا تھا کہ مستفیض آپکے سینے سے سینہ ملنے کے بعد شدید گرمی محسوس کرکے علیحدہ ہو جاتا تھا اس سوزش عشق الٰہی وغلبہ محبت نبوی نے اسقدر زیادتی پکڑی کہ صاحب حالات وکیفیات بزرگان اسکا اثر زورون کے ساتھ آپکے ملبوسات تک میں محسوس کرتے تھے چنانچہ اس واقعہ کو ہمارے پیر ومرشد مدظلہ اپنے پیر ومرشد حضرت نصر قدس سرہ کی روایت سے اور وہ حضرت مولوی معنوی شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ کی زبانی خود انکا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ فرد الاولیا کے دوسرے بھائی مولوی شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ ایک سال موسم سرما میں عسرت وتنگدستی کے سبب بالا پوش یا لحاف کی قسم سے نہ بنا سکے فرد الاولیا کو آپکی تکلیف کی خبر پہنچی آپنے روئی کی مستعمل عبا

انکو پاس بھیجدی۔ ایک شب آپ اُسکو پہنکر سوئے صبحکو اتار کر انھون نے فردالاولیا کے حضور مین لیپٹ دی اور کہلا بھیجا کہ مجھ اسکے پہننے کا تحمل نہین ہے۔ اسکے پہننے کے بعد سے شب بھر اسقدر زیادہ تپش اور سوزش عشق الٰہی کی دل مین رہی کہ ایک لمحہ بھی نیند نہ آئی اور یون ہی کروٹین بدل بدل کر صبح کی۔

فردالاولیا کی سوا

فردالاولیا کو عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ریاضات و مجاہدات نفس نے ذاتی نتیجہ و فائدہ جو کچھ بخشا وہ تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اسکی بدولت اپنے بندگان خاص مین شمار کیا مدارج علیا پر پہونچایا خطابات عالیہ سے ممتاز فرمایا۔ اپنے محبوب پاک کے جمال جہان آرا سے بیداری مین اور خواب کے ذریعہ سے اکثر مشرف کرایا اور دوسرے خوش قسمتون کو اپنے محبوب کے جمال باکمال سے مشرف کرا دینے تک کی خدمت عطا فرمائی۔ خلق کو بھی آپکی مقدس ذات سے ہزارون فائدے اور منافع پہونچے۔ اور ہزارہا مخلوق کی سخت سخت مشکلین آپکی توجہات باطنی و روحانی قوت سے آسان ہو گئین۔ سیکڑون آرزومند شرف زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشتاق سولنائی کی اس خدمت کی بدولت (جو آپکو فیضان اویسیت کے ذریعہ سے پہونچی تھی) جمال باکمال سے مشرف ہوئے ہین۔ حق یہ ہے کہ فردالاولیا کی یہ خدمت بھی انھی عنایات و نوازشات نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدولت تھی جو آپکے ساتھ ابتدا سے خاص طور پر مبذول رہا کرتی تھی ورنہ این دولت سرمد ہمہ کس را نہ رسند۔ لیکن فردالاولیا کے پاک نفس نے کبھی اسکو جائز نہ رکھا کہ چھوٹا منہ بڑی بات بولین ایما و اشارۃً کبھی بھی اس خدمت کو ظاہر نہ فرمایا۔ ۱۲۶۱ بارہ سو ساٹھ ہجری مین جب حکیم سید تجمل حسین صاحب دہلی کے ایک بزرگ تھے واسطے بیعت کے لیے فردالاولیا کے حضور مین پہونچے تو انسے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ بزرگ آپکی رسولنمائی کا پتہ دیتے تھے اسکی حکایت یہ ہے کہ سید صاحب مذکور شاہجہان آباد دہلی کے معزز خاندان سادات کی یادگار حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ آپکو دہلی کے ایک بزرگ سے حسن عقیدت تھی۔ وہان کے اکثر لوگ ان بزرگ صاحب کو اسوقت کا قطب سمجھتے تھے سید صاحب نے ایک دن انکے حضور مین حاضر ہوکر بیعت کی درخواست کی بزرگ صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ تم پورب پھلواری مین مولوی شاہ محمد ابوالحسن صاحب کی خدمت مین جاؤ تمھین اُن ہی سے فائدہ پہونچیگا سید صاحب نے پوچھا وہ کیسے بزرگ ہین بزرگ صاحب نے فرمایا کہ مین انکی حقیقت کیا بتاؤن صرف اسقدر کہہ دیتا ہون کہ انکے والد نے تو چاہا تھا کہ اپنی زندگی مین انکو حضرت حسن رسولنما کی مثل بناؤن لیکن اسکا وقت نہ ملا پھر بھی اسوقت کے مشائخون مین انکی نظیر نہین ہے اسکے بعد سید صاحب نے

بزرگ صاحب کے حکم کے مطابق پھلواری کا قصد کیا اور سفر کی دشوار گذار مصیبت برداشت کرکے ذیحجہ کے
عشرۂ اولی مین پہونچے اور ۱۲ ذیحجہ ۱۲۶۰ھ بارہ سو ساٹھ ہجری مین قادریہ وارثیہ طریقے مین بیعت کرکے
کے بعد دو برس فرد الاولیا کی صحبت مین رہکر تکمیل حاصل کرکے ۱۲۶۲ھ بارہ سو باسٹھ ہجری مین تمامی سلاسل
محبتیہ کے مجاز ہوکر وطن تشریف لے گئے۔ اس حکایت سے تو صرف اسی قدر معلوم ہوا کہ فرد الاولیا حضرت
حسن رسول نما کی خدمت رسول نمائی پر ممتاز ہونے کو تھے مگر نہو سکے لیکن فیضان ولیت کے بدولت
آپکو اللہ تعالی نے مستقل خدمت رسول نمائی عنایت فرمائی اور اس سعادت سے محروم نرکھا
جسکا ثبوت اس حکایت مین موجود ہے حکایت قصبہ بہار کے معزز رئیس مولوی حاجی ابو البرکات مرحوم کے
منجھلے بھائی مولوی عبد الوہاب مرحوم پھلواری مین مقیم رہکر حضرت مولانا شاہ عبد الغنی جعفری
قادری منعمی پھلواروی قدس سرہ سے کتب درسیہ پڑھتے تھے مولوی سید علی اعظم مرحوم پھلواری سے
تصوف کی بعض مسئلہ مین اور مشائخ زمانہ کی نسبت بحث کرتے تھے۔ اگرچہ یہ دونون ہی بزرگ ایک
ہی مدرسہ کے متعلم تھے لیکن خیالات مین بہت کچھ اختلاف تھا مولوی عبد الوہاب صاحب مرحوم
نے اسوقت تک صوفیون کی صحبت نہ اٹھائی تھی اور مولوی سید علی اعظم مرحوم صحبت یافتہ
ہونے کے علاوہ فرد الاولیا کے دست حق پرست پر بیعت کر چکے تھے اسلیے یہ صوفیون سے بہت خوش
عقیدہ اور انکی تصرفات وکرامات کو دل سے معتقد تھے ایکدن سید حسن رسول نما قدس سرہ کے احوال مین
مولوی علی اعظم صاحب مرحوم نے فرمایا کہ حضرت سید حسن رسول نما دہلوی کو اتنا اختیار حاصل تھا کہ
جسکو چاہتے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک سے پورا یا نصف مشرف کرا دیتے
مولوی عبد الوہاب مرحوم نے کہا کہ مین انھین وجہون سے صوفیون کا مخالف ہون۔ ایسا اختیار
بارگاہ رسالت مین کسیکو ہو نہین سکتا یہ سب فرضی قصے ہین۔ مریدان اپنے پیرون کی مدح سرائی مین
ایسی لایعنی باتین کیا کرتے ہین ع پیران نمی پرند مریدان می پرانند۔ مولوی سید
علی اعظم صاحب نے انکی بات کا کوئی جواب نہ دیا اُسیدن فرد الاولیا کے حضور مین حاضر ہوئے
اور سارے واقعات گوش گذار کرنے کے بعد بہت مصر ہوئے کہ حضور مولوی عبد الوہاب پر ایسی توجہ فرمائین
کہ جس سے انکا عقیدہ صوفیون کے ساتھ درست ہو جائے فرد الاولیا نے فرمایا کہ حضرت سید حسن
رسول نما کی حکایت جیسی آپنے مولوی صاحب سے بیان فرمائی صحیح ہے اور بیشک اُنھین ایسا اختیار
حاصل تھا اور انکا دعوی بھی صحیح تھا۔ بھلا مین کس شمار مین ہون اور مجھے کیا اختیار ہے یہ کہکر
چپ ہوگئے مگر فرد الاولیا کو اسکا خیال آگیا اور درپردہ مولوی علی اعظم مرحوم کی درخواست پوری

کرنے مین مصروف ہوگئے۔ اسی شب کو جسکی گذشتہ دن مین گفتگو ہو چکی تھی مولوی عبد الوہاب صاحب مرحوم نے خواب دیکھا کہ ایک جگہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ افروز ہین اور فرد الاولیا مولوی عبد الوہاب مرحوم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اپنے دونون ہاتھون سے ایک چادر کے دونون گوشے پکڑے کھڑے ہین اور مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے ہین کہ ہان صاحب تمھا اختیار تو ہوتا ہو کہ اگر چاہین تو یونہی طرح جمال مبارک سے مشرف کراوین اور اگر چاہین تو نصف فرد الاولیا اس جملہ کو فرماتے ہوئے کبھی چادر اسطرح اٹھا دیتے جس سے چہرۂ انور سے لیکر تمام جسم مبارک نصف حصہ تک اُس چادر کے حجاب مین آجاتا۔ اور کبھی کل چادر درمیان سے اسطرح ہٹا دیتے کہ تمام جسم نظر آنے لگتے۔ یہ متبرک منظر دیکھتے ہی مولوی صاحب خواب سے بیدار ہوئے اور اپنے گذشتہ خیالات پر نفرین کرکے بہت روئے اور صبح ہی مولوی سید علی اعظم مرحوم کے یہان پہونچکر شب کا خواب بیان کرکے کہنے لگے کہ مجھے حضرت شیخ کیخدمت مین لے چلو مین بیعت کرون اور اپنے خیالات باطلہ سے توبہ کرون۔ غرض مولوی صاحب ممدوح اپنے عقائد ناپسندیدہ سے توبہ کرکے ششم رجب سنہ ۱۲۶۴ بارہ سو چونسٹھ ہجری مین سلسلۂ قادریہ وارثیہ مین بیعت کرنے کے بعد بڑے راسخ العقیدہ ہوگئے۔

ف فرد الاولیا ہر دم قوی الہمت رہے

فرد الاولیا قوی الہمت ایسے تھے کہ مشائخ عصر کے مقابلہ مین بھی آپکی ہمت انکی ہمت ارادے پر غالب آجاتی تھی۔ چنانچہ ایک بزرگ جو اسوقت کے مشائخون مین سرآمد اور شہرت و قبولیت خلق مین بھی بہت زیادہ ممتاز تھے ایک مرتبہ خانقاہ مین تقریب عرس تشریف لائے۔ بزرگ صاحب کے بعض مستفیضون کی کیفیت مجلس سماع کے وقت ثقاہت کے بالکل خلاف کچھ ایسی ناگفتہ بہ تھی جسکو دیکھکر فرد الاولیا اور سید العلما بہت متکدر ہوئے اور داب مجلس کیوجہ سے مراقب ہوگئے اور اکثر ثقہ مجلس سے باہر چلے گئے مجلس برخاست ہونے کے بعد جب وہ بزرگ تشریف لے گئے تو فرد الاولیا نے برادران والاشان کو طلب فرماکر فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ اب ایسی صحبت اللہ تعالی پھر نہ دکھائے بعد اسکے بزرگ صاحب پھلواری کے اکثر عرسون کی شرکت چاہتے رہے لیکن کسی عرس کی شرکت نکرسکے بہت کچھ کوشش کرتے رہے یہان تک کہ بنظر شرکت دو ایک روز قبل سے موضع دملوت مین (جو پھلواری سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے) آکر مقیم رہے اور دوسرے مشاغل مین ایسے پھنسے رہے کہ عرس کا وقت بھی گذر گیا اور شرکت کا موقع نہ ملا۔

حکایت سید العلما مولانا احمدی پھلواروی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ شیخ ولی احمد آروی

قدس سرہٗ انکے شیخ کی حیات میں صاحب حلقہ ہو چکے تھے اور ایسے رفیع الحال صاحب کیفیات عالیہ
تھے کہ حضرت شیخ العالمین رضی اللہ عنہ بھی انکے جوش کی تعریف کرتے تھے فرد الاولیا نے آرہ کے
رہنے والے کل مریدون اور ارادتمندونکو ہدایت فرمائی تھی کہ وہ لوگ بغرض استفاضہ شیخ ولی احمد
قدس سرہ کے حلقہ مین بیٹھا کرین۔ اور شیخ صاحب کو بھی آپنے اُن لوگونکی تعلیم و تربیت کے لیے
ارشاد فرمادیا تھا جب فرد الاولیا کو عارضہ فالج آیا اور کچھ دنون تک مجالس اعراس کی
شرکت نکرسکے تو شیخ صاحب نے اُسی قدیم اجازت کے مطابق جو (فقط آرہ ہی کے
مریدون کے لیے تھی) فرد الاولیا کے دیگر ارادتمندونکی طرف بھی پھلواری کی مجلس سماع مین قصد
کرنا شروع کیا۔ ایکدن حکیم سید محمود علیہ الرحمۃ دہلوی پر (جنکا ذکر اوپر گذر چکا) شیخ صاحب نے
نعرہ کیا جس سے انکے دل پر سخت رنج پہونچا مجلس کے بعد سید صاحب نے خلوت مین حاضر
ہوکر روتے ہوئے عرض کیا کہ مین دور و دراز شہر سے آپکی جناب مین یہ سمجھکر حاضر ہوا ہون کہ اللہ تعالے
تک پہونچانے والے مجھے آپ ہونگے آپ ہی کے ظل حمایت و تربیت مین مقصود حاصل ہوگا نہ کہ یہان کی
کل قوم سے مدد لینی ہوگی۔ آج شیخ ولی احمد صاحب نے مجلس مین مجھپر نعرہ کیا جس سے میرے دل کو
سخت ملال پہونچا اور یہ کہکر دیر تک سید صاحب روتے رہے فرد الاولیا نے فرمایا آپ اسکا
غم نکرین آئندہ سے ایسا نہوگا۔ شیخ صاحب اس مرتبہ جو آرہ گئے تو کئی عرسون مین باوجود مصمم ارادہ
کے نہ آسکے اور عین وقت پر کوئی نہ کوئی ایسا امر مانع پیش آجاتا جس سے وہ عرس کی شرکت سے
محروم ہوجاتے۔ چند مرتبہ ایسا واقعہ پیش آنے سے شیخ صاحب کو اس بات کا خیال پیدا ہوا اور نہایت
گھبراکر ایک خط بنام گرامی حضرت مولوی معنوی شاہ ابو الحیوۃ قادری پھلواروی کے بھیجا کہ مین
نہایت متحیر ہون کہ اسطرف چند مہینون سے عرسون مین ہماری حاضری کیون نہین ہوتی باوجودیکہ
تاریخ عرس سے چند دن پہلے ہی سے مین سامان سفر مہیا کر رکھتا ہون اور عین روانگی کے وقت کسی قوی
مانع کے اچانک پیدا ہوجانے سے رک جاتا ہون۔ اسکے پہلے جب مین حاضری کا ارادہ کرتا تھا تو
کوئی مانع بھی اگر سد راہ ہوتا تھا تو مجھے عین وقت حاضری پر اُس سے نجات ملجاتی تھی اور ضرور حاضر ہوجاتا تھا
اس مرتبہ کے نہ ٹلنے والے موانع کے بروقت پیش آجانے سے مین بہت پریشان ہون کہ مجھکو عرس کی
شرکت و حضرت کی قدمبوسی سے کیون باز رکھے ہین اسکو مین اپنی نامساعدت تقدیر کے سوا اور
کیا سمجھون،،
مولوی ابو الحیوۃ قدس سرہٗ انکے جواب مین نہ حاضر ہوسکنے کی وجہ فرد الاولیا کی ناراضامندی کو سید محمود صاحب

علیہ الرحمۃ کے واقعہ کے سبب سے) لکھ بھیجی۔ اور یہ بھی لکھا کہ ہملوگون کو اسوقت سفارش کا بھی توقع نہین ہے
شیخ صاحب کو عفو تقصیر کرانے کی کوئی تدبیر نہ سوجھی بجز اسکے کہ بنارس حضرت مولانا کے
آستانہ پر حاضر ہوکر عذر خواہ ہون۔ فوراً انتہائیہ سفر کیا اور بنارس روانہ ہوگئے اور پھلواری مین حضرت
مولوی معنوی شاہ ابوالحیوٰۃ قدس سرہ کو یہ لکھا کہ مین بنارس حضرت مولانا رسول نما قدس سرہ
کے آستانہ پر اپنے لیے شفاعت خواہ روانہ ہوتا ہون مجھے اسکے سوا کوئی دوسرا ذریعہ عفو تقصیر کا
معلوم نہین ہوتا۔ آپ بھی میری معافی خطا کی کوشش فرمائیے۔ جب بنارس سے شیخ صاحب
نے مراجعت کی تو پھلواری ہی چلے آئے اور فرد الاولیا سے اپنی خطا کا اعتراف کرکے عفو تقصیر کے
خواستگار ہوئے۔ آپنے درگذر فرمایا۔

فرد الاولیا کا ارادہ اور آپکی ہمت نہ فقط اپنی ہی جنس پر غالب آتی تھی بلکہ غیر جنس جن و آسیب
وغیرہ کے مقابلہ مین بھی آپکو ہمیشہ غلبہ رہا ہے۔ اسکے متعلق حکیم مصطفوی علیہ الرحمۃ ساکن
حکیم آباد گگھٹہ ضلع سارن کی حکایت ہے کہ یہ بزرگ آپکے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے حکیم صاحب
کے مکان مین بالاخانہ پر ایک جن رہا کرتا تھا جسکو اکثر لوگ دن دہاڑے آنکھون سے پھرتے چلتے
اجنبی صورتون مین دیکھا کرتے تھے۔ کچھ دنون سے اُسنے مکان کے رہنے والونکو طرح طرح کی ناقابل برداشت
ایذا دیکر نہایت عاجز کر رکھا تھا مکان مین آتشزدگی تو ایک معمولی بات تھی۔ صندوق مین بند
رکھی ہوئے کپڑے اندر ہی اندر جلکر خاک سیاہ ہو جاتے تھے۔ باورچی خانہ سے چولھے پر چڑھے ہوئے
کھانے یا ترکاریان غائب ہو جایا کرتی تھین کبھی کھانا رکابیون مین نکال کر رکھا گیا اور بجائے
کھانے کے غلیظ پایا گیا اُسکو دفع کرنے کی تدبیر مین جسقدر زیادہ کوشش کیجاتی تھی اُسیقدر وہ
بھی تکلیفین بڑھاتا جاتا تھا۔ اتفاق سے اس زمانہ مین حکیم صاحب علیہ الرحمۃ پھلواری ہی
مین موجود تھے گھر والون نے بہت عاجز ہوکر اسکی خبر خط کے ذریعہ سے حکیم صاحب کو پہونچائی
حکیم صاحب نے فرد الاولیا کے حضور مین حاضر ہوکر بعینہ خط پیش کر دیا اور رو رو کر اپنی اس مصیبت کا
اظہار کرنے لگے۔ فرد الاولیا نے فرمایا کہ اسکے جواب مین آپ یہ لکھ بھیجین کہ آسیب زدہ مکان کی کوئی
ایک کوٹھری اسباب وغیرہ سے خالی کر دیجائے اور باہر کیطرف سے اسکی کنڈی چڑھا دیجائے اور وہانکی
آمد و رفت کھول موند سے لوگ منع کر دیے جائین حکیم صاحب نے فرد الاولیا کے حسب ہدایت
ایسا ہی لکھ بھیجا اُسکے بعد ہی سے جن کی وہ شورش جاتی رہی۔ لیکن آپنے تا زمانہ اُسکے دفع کی کیا
تدبیر کی تھی کسی پر ظاہر نہ تھی ایکدن ایک ناواقف شخص نے اُس کوٹھری کا کواڑ کھول دیا دیکھا کہ

فرد الاولیا وہان مراقب بیٹھی تھی۔ اس اثر کے تمامتر دفع ہونے کی بعد ایک شخص نے آپسے پوچھا کہ اسکے پہلے بہت کچھ تدبیرین اسکی دفع کے لیے کیجا چکی تھین لیکن کوئی تدبیر کارآمد نہین ہوئی تھی حضور نے کیا کام کیا جس سے اتنا جلد دفع ہو گیا آپ نے فرمایا کہ مین نے ایک وقت کا مراقبہ اُسی مکان مین مقرر کر لیا تھا۔

فرد الاولیا کو کثرت ریاضات و مجاہدات کے سبب اشراق باطنی اسقدر پیدا ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے مستور الحال بزرگان جنکی ظاہری وضع سے اُنکی بزرگی کا پتہ کوئی بھی نہین لگا سکتا اور وہ تمامتر اپنے حالات و کیفیات کے پوشیدہ رکھنے مین مصروف رہا کرتے ہون فرد الاولیا ایسے لوگون کو اول ہی ملاقات مین پہچان لیا کرتے تھے مولوی معنوی شاہ محمد ابوالحیوۃ قدس سرہ اسکی متعلق ایک واقعہ لکھتے ہین وہ یہ ہے

نقل ست روزی ما ہمہ برادران و دوستان بحسب دستور نشستہ بودیم شخصے بلباس اہل دنیا آمد و ملاقات کرد و نشست کسی ندانست کہ از کدام جنس ست جناب ایشان نے الفور از مولوی محمد امام صاحب دامت برکاتہ گوش بگوش فرمودند کہ متوجہ ایشان بشوند صاحب باطن معلوم می شوند بالآخر معلوم شد کہ شاغل اند و ہمچنین مردے از اہل ولایت مستور الحال وارد خانقاہ شد کسی اورا خیال نکرد حضرت ایشان بمجرد دوچار شدن فرمودند صاحب دل ست و خود بعجز و انکسار تمامتر آراستہ میداشتند"

ترجمہ ایک روز ہم سب بھائی اور دوسرے احباب حسب معمول نشستگاہ مین بیٹھے تھے ایک شخص اہل دنیا کے لباس مین آکر فرد الاولیا سے ملا اُنکی ظاہری وضع سے کوئی نہین پہچان سکا کہ یہ اہل دل ہے مگر فرد الاولیا نے دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے تیسرے بھائی مولوی محمد امام قدس سرہ کے کان مین جھک کر فرمایا کہ آپ بھی خیال کرین یہ نووارد صاحب باطن معلوم ہوتے ہین انھون نے بھی جو خیال کیا تو صاحب باطن ہی ٹھہرے اسیطرح ایک شخص اہل ولایت سے مستور الحال خانقاہ مین وارد ہوئے لوگ انکی ظاہری وضع سے اُنکو پہچان نسکے مگر فرد الاولیا اُنھین دیکھتے ہی پہچان گئے اور جبتک وہ بزرگ خانقاہ مین مقیم رہے اخلاق و مدارات اُنکی بزرگی کے مطابق فرماتے رہے۔

کشف ارواح کا یہ عالم تھا کہ اسلاف کی روحین آپسے اسطرح ملتی تھین جسطرح ایک زندہ دوسرے زندہ سے ملکر ہمکلام ہوتا ہے۔ اسکے متعلق منشی سید امداد علی صاحب مرحوم ساکن کرائے پرسرائے (جو فرد الاولیا کے قریب رشتہ قرابت مین خسر زادے تھے) انکا واقعہ یہ ہے کہ ان کے نسب نامہ مرقومہ قدیم مین سے کاغذ کا کچھ حصہ نقصان ہو گیا تھا اُن گم شدہ نام کی کمی پوری کرنیکے خیال سے

ممدوح نے بہت کچھ کوششین کین اور اپنے ہم نسب لوگون سے بھی دریافت کیا مگر کہین سے بھی وہ کمی پوری نکر سکے ایک دن فردالاولیا کے ملازمت کو تشریف لائے تو عند التذکرہ نسب نامہ کا بھی ذکر آگیا اور اس خیال سے کہ خانقاہ مین بڑا کتب خانہ ہے جسمین ہر قسم کی کتابین موجود ہونگی کیا عجب ہے کہ کسی انساب کی کتاب مین یہ چند گم شدہ نام بھی نکل آوین فردالاولیا سے کہنے لگے کہ "کسیوقت فرصت پاکر حضور انساب کی کتابون سے تحقیق کرکے ان چند گم شدہ نامون کو مجھے لکھوا دین تو ہمارے نسبنامہ کی یہ کمی پوری ہو جائے" لیکن آپکو عدیم الفرصتی کے سبب سے کسی کتاب کے دیکھنے کا اتفاق نہوا مگر ملاقات مین بار بار تقاضے کے بعد کسی ایک ملاقات مین آپنے انسے فرمایا کہ "ضائع شدہ کاغذ مین فلان فلان بزرگون کے اتنے اسمار اس ترتیب سے تھے لکھ لیجے" ممدوح نے اسیوقت لکھ لیا۔ تھوڑے دن کے بعد انکو اپنے ہم جد لوگون سے پورا نسبنامہ ملگیا فردالاولیا کے بتائے ہوئے نامون کو اس سے ملایا تو کل مطابق تھے۔ دوسری ملاقات مین ممدوح نے آپسے باصرار اس کتاب کا نام پوچھا جسمین سے ممدوح کے خیال کے مطابق فردالاولیا نے نکالکر بتایا ہوگا حالانکہ وہ کل اسما صاحب نام کی روح سے دریافت کرکے انکو بتائے تھے چنانچہ ممدوح کے شدید اصرار کے بعد بھی آپنے یہی فرمایا کہ "مینے کسی کتاب سے نکالکر نہین بتایا تھا بلکہ آپ ہی کے اجداد کے ارواح طیبہ سے پوچھ رکھا تھا"

سلب امراض

سلب امراض مین فردالاولیا کو خاص ملکہ حاصل تھا مشکل سے مشکل امراض کا ازالہ آپکی ادنی توجہ سے ہو جاتا تھا۔ حق یہ ہے کہ موت کا تو کوئی علاج نہین ورنہ کوئی خدا رسیدہ اس سے نجات دے سکتا مگر مایوس العلاج مریضون کو بارہا دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ فردالاولیا کی تھوڑی ہمت سے صحیح اور تندرست ہوکر مدتون جیتے رہے ہین اسکے متعلق دو حکایتین ایک حضرت مولوی شاہ محمد علی اکبر پھلواری قدس سرہ کی دوسری مولوی شیخ بدیع الزمان پھلواروی علیہ الرحمۃ کی اوپر گذر چکی ہین تیسری یہ ہے۔

حکایت پھلواری کے مشہور قوال غوث نامی کی یہ ہے کہ جب یہ قوال مرض موت مین مبتلا ہوا اور روز بروز اسکے مرض کی شدت مایوسی کا ہیبت ناک سماں دکھانے لگی اور نہایت ہی ضعیف و نزار ہو چکا تھا یہانتک کہ کروٹ تک بلا استعانت نہ بدل سکتا تھا تو اسی سال رمضان مبارک کے مہینہ مین اپنے مرنے سے دو دن پہلے زندگی سے نہایت ہی مایوس ہوکر بست دہم کی شب کو حضرت سیدنا امیر المومنین علی مرتضے کرم اللہ وجہہ الشریف کے فاتحہ و مجلس سماع سے پہلے اسنے اپنے ساتھیون سے کہا کہ اب میرا وقت آخر ہے اور دل کا تقاضا ہو رہا ہے کہ کسیطرح عرس کی آخری شرکت

سعادت حاصل کرون پھر سال آئندہ مین کہان اور یہ سعادت کہان نصیب جسطرح ممکن ہو مجھے خانقاہ تک پہونچاؤ اور آخر وقت کی یہ تمنا پوری کراؤ۔ ساتھیون نے کہا کہ تم کروٹ تک بدل نہین سکتے خانقاہ تک کیونکر جا سکوگے اور پھر قل کے وقت مجلس مین کسطرح بیٹھ سکوگے غوثن نے کہا کہ ہین کھاٹ پر لادلو دکر لیجاؤ اور مؤذن کی کوٹھری مین ڈالدینا مین پڑا پڑا وہین سے شرکت کرلونگا۔ غرض لوگون نے اسکی خواہش کے مطابق غریب کو خانقاہ مین لاکر مؤذن کی کوٹھری مین لٹا دیا۔ نماز عشا و تراویح کے بعد فاتحہ و قل کا اہتمام شروع ہوا قل سے فارغ ہونے کے بعد راگ شروع ہوئی جس قطعہ یا رباعی یا غزل سے غوثن گانے کی ابتدا کیا کرتا تھا اتفاق سے اُسی کو دوسرے قوال نے شروع کیا مگر وہ اسکی دھن اور ترکیب کو بخوبی ادا نہ کرسکتا تھا اسلیے سماع کا رنگ پھیکا پڑ رہا تھا اور حاضرین مجلس کچھ خوشوقت اور محظوظ نہین ہو رہے تھے اس حالت کو غوثن نے محسوس کرکے اپنے پاس کے لوگون سے کہا کہ مجھے کسیطرح مجلس مین پہونچادو اس بے قرینہ گانے سے مجھے سخت اُلجھن ہو رہی ہے اگر خود گا نسکونگا تو بتاتا تو جاونگا۔ غرض بہزار مشکل لوگ اُسکو اُٹھاکر مجلس مین لے گئے۔ غوثن نے قدمبوسی کے لیے قصد کیا اور باستعانت فرد الاولیا کے حضور مین حاضر ہوکر قدمبوس ہوا غوثن نے جسدم قدمبوسی کے لیے اپنا سر جھکاکر فرد الاولیا کے زانوی مبارک پر رکھا تو آپ نے اپنا سر مبارک غوثن کے پُشت پر رکھدیا نہین معلوم کہ آپ کے اس پُراسرار فعل نے اُسکی قوت کے حق مین کیا مسیحائی کی کہ غوثن کو وہان سے واپس آنے مین استعانت اور مدد کی بالکل حاجت نرہی اور صحیح المزاج کیطرح قوالونکی جگہ پر آکر گانے والے کا شریک ہوگیا اور دیر تک گاتا رہا پھر تو مجلس کا رنگ ہی دوسرا ہوگیا اور نعرہ ہاو ہو سے خانقاہ گونج اُٹھی۔ گھر واپس جانے تک غوثن بہت اچھا رہا اور بلا استعانت شب تک اپنا کل کام کرتا رہا لیکن صبح کے وقت پھر مزاج اُسکا بدستور ہوگیا اور دفعتًہ ایسا ضعیف آیا کہ دوسرے ہی دن اُسنے انتقال کیا۔

فرد الاولیا کی ایک سگی بھتیجی کسی مہلک عارضہ مین مبتلا ہوگئین اور روز بروز مرض مشتد ہوتا گیا اور کسیدن بھی افاقہ کی صورت پیدا نہین ہوئی ایکدن غایت تجخیر اور ہذیانی کیفیت سے یہان تک نوبت پہونچی کہ نبض ڈوب گئی اور برد اطراف شروع ہوگیا کلمات غیر مربوط زبان سے نکلنے لگی۔ یہ حالت دیکھکر سب لوگ پریشان تھے اور چارہ کار کہین سے نظر نہین آرہا تھا کہ کسی نے جاکر فرد الاولیا کو اسکی خبر کردی آپ فورًا ہی چلے آئے چند لمحہ مریضہ کے پاس مراقب رہکر خلوت مین تشریف لے گئے چند منٹ کے بعد مریضہ کو ہوش آگیا اور تمامی حرکات طبعی

طور پر اُس سے صادر ہونے لگے۔

فرد الاولیا کے روحانی قوت کے واقعات ادر عارضۂ فالج کے زمانہ مین جسقدر خرق عادات بیّن طور پر ظاہر ہوتے گئے اور مجمع عام مین بھی بعض کا وقوع سیکڑون آدمی کے روبرو ہوا وہ اسقدر ہین اگر مین ایک ایک کرکے بیان کرنے کا ارادہ کرون تو یقین ہے کہ ہماری عمر تمام ہو جائے اور مجکو اپنے ارادہ مین کامیابی نہو اسلیے مین چند مشہور واقعات لکھنے کے بعد تذکرہ کو تمام کرتا ہون۔

از انجملہ ایک دن **فرد الاولیا** نے خادم سے تاج طلب فرماکر زیب سر کیا اور قادریہ کُرتا پہنکر خادم کی استعانت سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور دو قدم چلکر تخت پوش کے کنارہ پہونچکر کفش پہنا ہاتھ مین عصا لے کر چلے اور خادم سے فرمایا کہ تم ساتھ ہی رہنا شاید چلنے سے میرے پاؤن ڈگمگا جائین تو مجھے تھام لینا خادم آپکے ساتھ ہو لیے اور آپ بلا استعانت خانقاہ کی جنوبی دروازہ تک آبدار خانہ کے قریب ہوکر خلوت مین پلٹ آئے لوگون کو آپکی اس بات پر سخت حیرت ہوئی کیونکہ چند گھنٹہ پیشتر دیکھ چکے تھے کہ آپ بلا استعانت کروٹ تک نہین بدل سکتے تھے اور یکایک جسم مین اتنی قوت کا آجانا جس سے آپ بلا سہارے آبدار خانہ تک چلے گئے کیونکر ہوا اور پھر اپنی جگہ پر واپس آنے کے بعد حالت بدستور ہو گئی بجز روحانی قوّت کے اور کیا سمجھا جائے گا۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک دن **فرد الاولیا** نے اسی مجبوری کیحالت مین خود سے خلوت کا شمالی دروازہ بند کرکے کنڈی چڑھا دی تھی مشہور ہے کہ آپنے ایسا رنج اور غصہ کے سبب سے کیا تھا چونکہ آپکی اہلخانہ (جنکے متعلق رفع ضرورت کے لیے پاخانہ لیجانے کی خدمت اور مسواک وغیرہ ضروریات ذاتیہ کے انجام دہی کا کام تھا) بوجہ ضرورت خانہ داری جلد نہ پہونچ سکی تھین اور مکرر سہ کرر طلب پر بھی نہ آسکی تھین اس لیے ناراض ہوکر آپنے اسوقت اپنی روحی قوت سے کام لیا اور بلا تکلف ایک صحیح آدمی کیطرح اُٹھکر دروازہ بند کرکے چلے آئے مخدومہ جب تشریف لائین تو دروازہ بند دیکھکر انھین تعجب ہوا کہ کواڑ کسنے بند کیا اور کیون بند کیا گیا چند آواز دینے کے بعد جب کواڑ نکھلا تو سمجھ گئین کہ میری تاخیر نے خاطر اقدس کو ملال پہونچایا اور ناراض ہوکر آپنے دروازہ بند کرا دیا ہوگا دیر تک معذرت کواڑ کھولنے کی درخواست کرتی رہی تھین لیکن مسموع نہین ہوتی تھی آخر مخدومہ نے عزیزون سے اپنے کسی ایک کو بُلاکر فرمایا کہ کواڑ کے درمیان ہاتھ ڈالکر کھولدو مین جاکر اپنا قصور معاف کرا لونگی چنانچہ ایسا کیا گیا اور مخدومہ نے حاضر ہوکر معافی چاہی دریافت سے معلوم ہوا کہ کواڑ **فرد الاولیا** نے خود بند کر دیا تھا۔ یہ نہوا مگر روحانی قوّت سے۔

مجلس سماع میں جوش و مستی کے وقت آپ تندرست آدمی کیطرح دور کرتے اور رقص صوفیہ میں
آپکو بیماری کی مجبوری مانع نہیں ہوتی ۔ چنانچہ ایک مجلس کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کھٹولی پر خلوت سے سماع خانہ
میں تشریف لائے لوگ آپکو صدر جگہہ پر لے آئے سماع شروع ہوا چند ساعت کے بعد آپکو
وفور کی کیفیت پیدا ہوئی اور ایکبارگی کھڑے ہو گئے اور دیر تک دور کرتے رہے مستفیدین توجہ
ڈالتے رہے جب کیفیت کم ہو گئی تو جسم میں بے طاقتی محسوس ہونے لگی خدام باستعانت خاص
جگہہ پر لے آئے اسوقت ایک حکیم صاحب (جنکا مذہب امامیہ تھا اور صوفیوں سے حسن ظن بھی نہیں
رکھتے تھے اور **فرد الاولیا** کے معالج بھی ہو چکے تھے) موجود تھے آپکے پاس جاکر نبض دیکھنے کے
خواستگار ہوئے آپنے اپنا دست مبارک بڑھا دیا وہ نبض دیکھکر اپنی جگہہ پر چلے آئے مجلس تمام ہونے
کے بعد حکیم صاحب نے فرمایا کہ آج میں انکی روحی قوت کا مقر ہو گیا اور مجھے دل سے اقرار ہے کہ بیشک
فرد الاولیا بڑے صاحب قوت ہیں جسوقت آپ دور کرنے لگے تو مجھے عجیب حیرت ہو گئی کہ یہ
یکایک صحیح کیونکر ہو گئے اسی لیے وجد ساکن ہونے کے بعد ہی میں نے نبض دیکھی اگر میں پہلے سے
معالج نہوتا اور یکایک مجلس سماع میں اسطرح بے طاقت اور چلنے سے مجبور ہو جاتے دیکھتا تو مجھے یقین ہو جاتا
کہ فالج انھیں ابھی آگیا ہے ۔

شعیب کہتا ہے کہ پندرہ سولہ برس کا واقعہ ہے کہ ایک سیاح (جسکی عمر تخمیناً ستر سے بالا ہو گی) علاقۂ غازی پور
یا جونپور کا رہنے والا وارد خانقاہ ہوا اور مسجد میں ٹھہرا میں اسوقت بہت کم عمر ۱۲-۱۴ برس کا تھا اور مقبرہ
میں بیٹھکر پڑھا کرتا تھا مجھسے وہ سیاح پوچھنے لگا کہ ایک مدت ہوئی میں ایکبار خانقاہ میں آج سے
پہلے بھی آیا تھا لیکن یہاں کی آبادی میں علی العموم اور اکابر میں خصوصیت کیساتھ کمی پاتا ہوں ۔
اگلے بزرگان یہاں بڑے بڑے صاحب قوت تھے چنانچہ میں نے ایک بزرگ کو دیکھا تھا کہ وہ عارضۂ فالج
میں مبتلا تھے اور لوگ انھیں ایک مکان سے نماز پنجگانہ کے وقت کھٹولی پر بیٹھا کر لے آیا کرتے
تھے ایک روز مجلس سماع میں ہم انکو تندرست اور طاقتور آدمی کیطرح وجد و رقص صوفیہ کرتے
ہوئے دیکھکر مجھے انسے بڑی عقیدت ہوئی میں نے کہا کہ وہ بزرگ اس خانقاہ کے سجادہ نشین تھے
پچاس برس انکے وصال کو ہو گئے ۔

فرد الاولیا کی شادی و اولاد

میں اوپر لکھہ چکا ہوں کہ فرد الاولیا کی پہلی شادی حضرت بی بی ولیہ بنت حضرت مولوی معنوی شاہ
عبد الغنی بن علامہ محمد معین بن قاضی حیات مزید زینبی جعفری پھلواروی رحمہم اللہ سے ہوئی تھی

جنسے صرف ایک صاحبزادے مولوی شاہ ابو محمد علی حسن قدس سرہ پیدا ہوئے اور کم عمری مین تحصیل علوم
ظاہری و باطنی سے فارغ ہو کر متاہل ہوئے اور سنہ ۱۲[illegible] ہجری مین لاولد قضا کر گئے محل اولے کے انتقال کے بعد
فرد الاولیا کی دوسری شادی اسی خاندان مین مولوی عبد العلی بن ملا محمد مبین بن قاضی حیات
مزید مذکور کی دختر عفیفہ بیبی سے ہوئی جنسے دو صاحبزادے ایک حضرت مولوی معنوی شاہ محمد نور العین اور دوسرے
حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قادری قدس سرہما اور ایک دختر بی بی حمیمة النساء
رحمہا اللہ وجود مین آئین حضرت بدیع العصر مولانا شاہ محمد نور العین قادری قدس سرہ فرد الاولیا کی
وفات کے بعد جانشین کیے گئے اور کل ڈھائی برس ارشاد و ہدایت خلق مین مصروف رہنے کے بعد ۲۶ ربیع الآخر
سنہ ۱۲۶۸ ہجری مین معشوق حقیقی سے جا ملے آپکی شادی حضرت مولوی معنوی شاہ محمد حسین قادری پھلواروی
قدس سرہ کی دختر عفیفہ سے ہوئی تھی جنسے ایک صاحبزادے شاہ فضل الرسول نامی پیدا ہوئے جو محض
کم عمری مین قضا کر گئے سوا انکے کوئی دوسری اولاد ذکور و اناث سے پیدا نہوئی جسکو باقی رہنے کے بعد آئندہ نسل جاری رہتی
حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قادری قدس سرہ اپنے بھائی کے وفات کے بعد انیس ۱۹
سال کی عمر مین جانشین ہوئے علوم ظاہری کچھ تو آپنے اپنے منجھلے چچا مولوی معنوی شاہ محمد ابو تراب
قدس سرہ سے پڑھا اور فاتحہ فراغ اپنے چھوٹے چچا مولوی معنوی شاہ محمد حسین قدس سرہ کے ہاتھ پر
پڑھا لیکن تکمیل باطنی آپکی حضرت مولانا شاہ محمد ابو تراب قدس سرہ سے ہوئی و بیعت و خلافت آپکو
اپنے والد ماجد حضرت فرد الاولیا سے تھی اور فن حدیث اپنے چچا زاد بھائی مولانا شاہ آل احمد
بن مولانا شاہ محمد امام قادری پھلواروی مہاجر مدنی قدس سرہما سے حاصل کیا تھا آپکی دو شادیان
ہوئین اور دونون ہی مولوی رعایت علی جعفری زینبی ابن مولوی عنایت علی بن مولوی عبد العلی
بن مولوی محمد مبین بن قاضی حیات مزید مذکور کی صاحبزادیون سے یکے بعد دیگرے ہوئین پہلی اہلخانہ
سے بکثرت اولاد وجود مین آئی جنمین سے بڑے حضرت مولوی شاہ محمد عبد الحق قادری قدس سرہ تھے
اور چھوٹے حضرت مولوی شاہ محمد عین الحق صاحب مد مجدہ اب تک حی القائم موجود ہین اور دو
صاحبزادیان تھین جو صاحب اولاد ہو کر قضا کر گئین حضرت شاہ محمد عبد الحق قدس سرہ کی شادی
اگرچہ بہار مین شاہ عطا حسین صاحب مرحوم کی دختر نیک اختر سے ہوئی لیکن اولاد ہونے کی نوبت
نہ آئی چونکہ شادی کی چھٹے مہینہ آپکا انتقال ہو گیا۔
دوسری اہلیہ سے بھی آپکی اولاد بکثرت ظہور مین آئی لیکن صرف ایک صاحبزادی بی بی قمر النساء مرحومہ
کی شادی ہوئی اور انسے اولاد ہوئی۔

فرد الاولیا کی صاحبزادی بی بی رحمۃ النسا کی شادی مولوی محمود علی بن مولوی محمد عیسی بن مولوی عبد العلی بن ملا محمد مبین بن قاضی حیات مزید مذکور سے ہوئی جو لاولد قضا کر گئین۔

فرد الاولیا کی رحلت

دنیا کی تمامی واقعات سے زیادہ عبرتناک واقعہ کسی مقتدا یا پیشوائے قوم کا روی زمین سے گذر جانا ہے۔ اور یہی ایک ایسا واقعہ ہے جو خدائے بے نیاز کے سچے قول کل نفس ذائقۃ الموت کو قطعی ضروری الوقوع ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ ہماری جیسی اگر ہزار جانین تہ خاک ہو جائین اور یون ملا نیہ ہماری برباد خاک پامال ہو کر خلق کی پیش نظر ہو تو ہرگز ہماری اس پراگندہ خاک پر عبرت کی وہ نگاہ جو ایک مقدس تودہ خاک پر پڑا کرتی ہے نہ پڑیگی حق یہ ہے کہ دنیا مین سب سے بڑھکر قیمتی اور قابل قدر وہ زندگی ہے جو بنی نوع انسان کے لیے مفید ہو بیشک ایسی افراد کا دنیا سے معدوم ہو جانا افسوس و عبرت کا سبب ہونا چاہیے فرد الاولیا کی وفات کا جسقدر غم ہوتا تھوڑا تھا۔ ہر چند آپکی عمر شریف اکیاسی برس سال سے تجاوز کر چکی تھی اور موجودہ عمر و قویٰ کے اعتبار سے سن بھی حد طبعی تک پہونچ چکا تھا لیکن فرد الاولیا جیسے مفید زندگانی کے اشخاص اگر ہزار سال کی عمر بھی پائین تو بہت ہی کم ہے۔

۱۲۵۳ھ ہجری مین فرد الاولیا حسب معمول عصر کی نماز کے بعد بغرض فاتحہ مزار پر تشریف لیگئے وہان پہونچکر کے ساتھ یکایک چھینکین آنا شروع ہوئین اور پیہم آیا کین یہان تک کہ چند منٹ مین سو بار سے زیادہ چھینکین آئین۔ مزار سے واپسی کے بعد تک یہی سلسلہ رہا جب آپ نماز مغرب کے بعد خلوت مین تشریف لیگئے تو ہاتھ پاؤن مین ایک قسم کی بے طاقتی پیدا ہوئی اور معاً فالج آگیا۔ بر وقت تدبیر مناسب ہوئی اور ایکماہ تک تکلیف رہکر دفع ہو گیا۔ دوسری مرتبہ بیستہ ذی قعدہ شب جمعہ ۱۲۵۹ھ ہجری مین مادہ سابق نے پھر عود کیا اور کامل چھ سال تک انواع و اقسام کی تکالیف و مصائب کا نشانہ بنا تا رہا۔

فرد الاولیا خود بھی فن طبابت مین کامل دستگاہ رکھتے تھے خود بھی اور دیگر مریدان و معتقدان ایسے جنھین فن طبابت مین مہارت تامہ حاصل تھی معالجہ مین مصروف ہوئے لیکن صحت کی کوئی صورت پیدا نہوئی ہر طرح کی تدبیرون سے جب معذوری ہوئی تو محض رفع تکلیف کی خیال سے دوا کا استعمال رہا اسیطرح دن بدن ضعف و نقاہت کی زیادتی ہوتی گئی جس سال فرد الاولیا نے وصال فرمایا ہے اس سال مرض کا عنوان عجیب و غریب رہا کبھی محض بیہوشی کبھی دست و پا کی کمزوری کبھی زبان کی بے اختیاری غرض روز بروز مرض بڑھتا ہی گیا جس سے خود فرد الاولیا کو اپنی کار آمد زندگی سے یاس اور متوسلین کو

ہر ساعت مایوسانہ سما کا مشاہدہ کرنا پڑا۔ اور پوری طرح دل نے اسکا یقین کر لیا کہ اب وہ بہیانک ساعت بہت جلد آنیوالی ہے جسمین ہم وابستگان دامن کے سر سے سایہ رحمت الٰہی اٹھ جائے گا۔
چھٹی محرم کا واقعہ یہ ہے کہ سویرے صبح کے وقت حسب معمول مسواک سے فراغت کرنے کے بعد خادم نے چار لا کر دی قفلی ہاتھ مین لیتے ہی رعشہ پیدا ہوا اور پیالی ہاتھ سے گرتے ہی افاقہ جاتا رہا متوسلین کے حواس برجا نہ رہے طبیب بلائے گئے بر وقت کی تدبیر سے افاقہ ہو گیا۔ مگر **فرد الاولیا** نے اُسوقت سے اپنا ظاہری تعلق بالکل قطع کر کے ایکدم سکوت اختیار کر لیا جب کبھی ضرورت کے لیے کوئی آپکو بیدار کرتا تو فرماتے کہ مجھے چھوڑ دو۔ غرض اُسدن سے ۲۳ محرم تک طبیعت کا یہی انداز رہا اس اثنا مین جو باتین بر سبیل خرق عادت دیکھی جاتی تھین وہ یہ ہین کہ اکثر انبساطی کیفیت جوش کیسی آپکے جوارح و چہرہ پر نمایان ہوتی تھی اور اذان کے آواز پر دست مبارک کا ہلانا اور نعرہ لگانا اکثر معائنہ ہوتا تھا۔ بیشتر نعتیہ اشعار سُننے و پڑھنے کی طرف رغبت فرماتے اور گاہ گاہ خود بھی پڑھتے اثنائے علالت مین ایسی عشقیہ کیفیتین اکثر پیدا ہوتی رہتین اور جب آتش شوق باقتضائے عشق نبوی بھڑک اُٹھتی تو زبان مبارک پر نعتیہ اشعار خود بخود جاری ہو جاتے چنانچہ ایک مرتبہ کچھ حالت آپ پر طاری ہوئی اور ایک شعر خیال مین آ گیا اُسوقت مولوی معنوی شاہ وصی احمد پھلواروی (جنکے متعلق تحریر کا کام تھا) موجود نہ تھے آپنے اُسکے لکھنے کا خود ارادہ کیا اور کاغذ و قلم اٹھا کر لکھنے لگے مگر شدت رعشہ کے سبب حرف صاف نہین نکلا محض خط موہوم لکیر سا نمایان ہو کر رہگیا۔ مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ بھی پہونچ گئے **فرد الاولیا** نے دوات و قلم آپکے حوالہ کر کے فرمایا کہ یہ شعر مولوی معنوی رومی کا ہے

چون محمد پاک بود از نار و دود
ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود

مجھے خیال آ گیا تھا تم موجود نہ تھے مین خود ہی لکھنا چاہتا تھا مگر لکھہ نسکا لو لکھ لو مولوی صاحب نے پرزہ آپکے ہاتھ سے لیکر لکھدیا۔ تھوڑی دیر بعد **فرد الاولیا** کے چھوٹے صاحبزادے و جانشین حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ محمد علی حبیب قادری قدس سرہ **فرد الاولیا** کا یہ شعر

بس این دلیل حلاوت باسم پاک رسول
کہ لب بلفظ محمد دوبارہ چسپید

پڑھتے ہوئے پہونچے آپنے جب یہ شعر سُنا تو کیفیت دوبالا ہو گئی اور اُسکے لکھنے لینے کی بھی فرمائش کی تھوڑی دیر مین زلفن قوال پہونچا مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ نے **فرد الاولیا** کا وقت خوش پا کر انھین اشعار کے گانے کا حکم دیا دیر تک مجلس گرم رہی طالبین مستفیض ہوتے رہے اسی علالت

کے زمانہ مین آپنے اپنا دونون دیوان مولوی وصی احمد علیہ الرحمۃ سے پڑھوا کر سنا تھا۔ دیکھنے والونکا بیان ہی کہ ہر شعر پر آپکو کیفیت پیدا ہوتی تھی اور دست مبارک زانو پر ذوق و شوق مین مارا کرتے تھے غرض علالت کے زمانہ مین اسی قسم کی کیفیتین آپ پر طاری ہوا کرتی تھین جسکی تاثیر عام طور پر محسوس ہوتی تھی مختصر یہ کہ محرم کی دس تاریخ کو صبح سے فرد الاولیا کو افاقہ تھا اور بظاہر مستفیضون کیطرف متوجہ تھے طالبین کیطرف اکثر فیض آمیز نگاہ سے فیض پہونچا رہے تھے لیکن قوت نہ تھی کہ حضرت سید الشہدا امام حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے فاتحہ کی شرکت کے لیے حسب دستور خانقاہ مین تشریف لیجا سکین حکم دیا کہ فاتحہ کا سامان کردمین یہین سے شرکت کرونگا جب فاتحہ کا وقت قریب آیا تو قل کا حکم دیکر خود اپنا نگاہ مین کلام الٰہی سننے کیطرف متوجہ ہوے اسوقت آپکی کیفیت لوگون کے قلب کو بیچین کر رہی تھی اور ہر شخص کی آنکھین بحیرت حیجون ہو رہی تھی۔ کبھی فرد الاولیا نعرہ فرماتے کبھی دست و پا کو جنبش دیتے کبھی گریہ و بکا فرماتے۔ بعد اتمام فاتحہ پھر آپ پر استغراق کیفیت طاری ہو گئی لوگون کو بیہوشی کا گمان پیدا ہوا مگر اسکے بعد سے کسیکو ایسی جرأت نہوئی کہ متنبہ کرے ہوش کا پتہ اسوقت لگتا تھا جب آپ ہر نماز کے وقت اشارے سے ادائے نماز کا تہیہ کرتے تھے۔

غرض اسی قسم کی حالت گاہ افاقہ گاہ بے افاقگی کی برابر ہوتی گئی یہان تک کہ وہ روز سیاہ آہی دھمکا اور ۱۲ محرم روز پنجشنبہ ۱۲۶۵ ہجری مین ثلث شب باقی رہتے آپکی روح پر فتوح قالب عنصری کو چھوڑ وصال معشوق حقیقی سے فائز ہوئی

انا للہ وانا الیہ راجعون

روے خود چون آئینہ حیران کرد و رفت	زلف را بکشود جمعی را پریشان کرد و رفت
شمع محفل گشت و بدلہا شعلہ زد	اہل مجلس را سحر چون شمع گریان کرد و رفت

خاتمۃ الکتاب

الحمد للہ والمنۃ کہ آج ۲۶ جمادی الاخری یوم ــــــــ مطابق ۱۳۳۲ھ ہجری کو ہماری یہ سعی مشکور
ہوئی اور حیات فرد کی تدوین سے مجھے اللہ نے فراغت بخشی اور جن جن دقتون اور مشکلون کا سامنا
کا سامنا اسکے مدون کرنیکے زمانہ مین مجھے کرنا پڑا اون سب سے نجات دیکر مجھے اپنے مقصود مین اعلیٰ کامیابی
عطا فرمائی - اور یہ کل عنایات والطاف اوس کریم کارساز کے مجھ ناچیز کے حال پر اوس مقدس
ذات کی بدولت ہوئے جسکی سرپرستی و توجہات سے ہمارے دینی و دنیوی کل کام انجام پاتے ہین -
حق یہ ہے کہ اگر مرے ما وا ملجا حضرت پیر و مرشد مدظلہ العالی کی مدد اسکے مدون کرنیکے زمانہ مین
دستگیری نہ کرتی تو اسقدر واقعات کا معلوم کرنا مشکل نہین بلکہ محال تھا کیونکہ اسقدر تفصیل کے
ساتھ اسوقت تک فرد الاولیا کے واقعات زندگی قلمبند نہین کیے گئے تھے جس سے سوانح نگار کو ترتیب
مضامین آسانی ہوتی اور نہ کوئی ایسا شخص جس نے بخوبی فرد الاولیا کی مفید صحبت اٹھائی
اور آپ کے ہر جزیات زندگی سے واقف ہو زندہ رہا تھا جسکی روایت سے واقعات قلمبند کیے
جا سکتے ایسی حالت مین مجھے اپنی کوشش اور مشکل خیال مین کامیابی کی کیا امید ہو سکتی تھی -
لیکن چونکہ یہ کام ہمارے ہی ہاتھ سے انجام پانیوالا تھا اور خدا کے بے نیاز کو مجھ ہی سے یہ اعلیٰ خدمت
لینی تھی اسلیے ان ناکامیابی کی صورتون کے ساتھ مجھے حالات فرد مدون کرنیکا خیال پیدا
ہوا اور ۱۳۲۷ھ ہجری کے ماہ محرم مین مین نے اسکی ابتدا کی اور جسقدر واقعات فرد الاولیا کی
زندگی کے متعلق بزرگون کی زبانی گوش زد ہو چکے تھے اونکو قلمبند کر لیا - مگر ہماری ہمت جس
اعلیٰ پیمانہ پر سوانح نگاری کے لیے مستعد ہوئی تھی اوس کا سامان نظر نہین آرہا تھا اسلیے ہماری
ہمت پست ہوتی جاتی تھی یہانتک کہ مین نے اپنے اس خیال کا اظہار بیدلی کے ساتھ اپنے پیر و مرشد
مدظلہ العالی سے کیا - ارشاد ہوا کہ متفرق طور پر واقعات جا بجا کتابون مین بطور یادداشت کے
کے لکھے ہوئے ہماری نظر سے گذرے ہین تلاش کرو ملجائینگے یہ مژدہ روح افزا سنکر ہماری ہمت
بڑھگئی اور فوراً ہی تعمیل ارشاد مین سرگرم ہوگیا اور کتبخانہ مجیبیہ کو بالاستیعاب ورق ورق کرکے
دیکھ ڈالا تو کہین پرزہ کہین چند اوراق کہین خطوط پائے گئے جن مین تھوڑے تھوڑے حالات
لکھے ہوئے تھے جسقدر واقعات دستیاب ہوتے گئے ہین اصل مسودہ مین نقل کرتا گیا تھوڑے
دن کے بعد مولوی معنوی شاہ وصی احمد پھلواروی علیہ الرحمۃ کا تالیف کیا ہوا وہ دیباچہ

ملگیا جسکو ممدوح نے دیوان فرد کے پہلے ضمیمہ لگانیکے خیال سے ترتیب دیا تھا کچھ مضامین اوس سے بھی اقتباس کیئے گئے مولوی ابوالحیوۃ قادری پھلواری قدس سرہٗ نے بھی آپکے کچھ حالات قلمبند فرمائے تھے وہ بھی ایک قرابتمند کے کتبخانہ سے دستیاب ہوگیا۔ شیخ طالب علی پھلواری مرحوم نے ملفوظات شیخ العالمین مین بھی کچھ ذکر آپ کا کیا تھا اوس سے بھی مضامین لیئے گئے تذکرۃ الکرام سے بھی بعض واقعات کا پتا لگا غرض ہمارے حضرت پیرومرشد متعنا اللہ و جمیع المسلمین بطول بقائہ کی توجہات نے کچھ اس طرح پر دستگیری کی کہ اس مشکل خدمت کی انجام دہی مین مجھے کوئی وقت نہوئی اور اسکے تدوین کرنے کا معقول سامان مہیا ہوگیا جس سے مجھے اپنے خیالات مین خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی اور تذکرہ حسب خواہ مرتب ہوگیا اوسکے بعد مین نے اپنے پیر و مرشد مدظلہ العالی کے حضور مین پیش کیا آپ نے بامعان نظر بالاستیعاب ملاحظہ فرمانیکے بعد تصرفات و کرامات کے حکایات جسقدر آپکو اپنے پیرومرشد حضرت ابوالنصر قدس سرہٗ سے اور والد ماجد حضرت مولوی معنوی شاہ محمد شرف الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے اور عم محترم مولوی معنوی شاہ وصی احمد قادری پھلواروی قدس سرہٗ سے معلوم ہوتے گئے تھے اونکا اضافہ فرماکر تذکرہ کو مکمل فرمادیا اب مجھے اپنے اخوان طریق و دیگر ناظرین سے اس بات کی تمنا ہے کہ اسکے مطالعہ کے بعد ہماری غلطیون اور لغزشون کو محو فرماکر اپنے خاص وقتون مین میرے و دیگر اخوان طریق کے حسن خاتمت و تذکرہ ہذا کی مقبولیت کی دعا فرمائینگے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واہلبیتہ واصحابہ واحبابہ واولیائہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ٭ حصل الفراغ من تسوید هذه الرسالة تسع وعشرين من شوال يوم الاربعا سنة احد وثلثين وثلثمائة بعد الالف من هجرة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم المعتصم بحبل اللہ القوی محمد الشهير بشعيب الرضوی القادری المجيبی الفلواری غفر له الله البارى ٭

قطعۂ تاریخ اتمام حیات فرد از حضرت
کشش پھلواروی مدظلہ

جس ولی خدا کی یہ تاریخ	ہے محمد شعیب نے لکھی

نام ہے بو الحسن تخلص فرد — واقعی تھے وہ فرد لاثانی
کہتے تھے آپکو یہان اکثر — احترامًا حضور اعلیٰ بھی
الغرض فکر جب ہوئی مجھکو — لکھون تاریخ اب کوئی اسکی

ہے سر کذب یہ ہوئی تاریخ
سچی لائف حضور اعلیٰ کی
۱۳۲۹ھ

قطعات تاریخ وفات حضرت کرسی نشین ولایت فرد الاولیا قدس سرہ العزیز

از حضرت فخر الواصلین مولانا شاہ محمد ابو تراب قادری پھلواروی قدس سرہ
برادر دویمی حضرت فرد الاولیا قدس سرہ العزیز

بو الحسن بود مصدر حسنات — احسن اللہ حالہ ابدا
سالش از روے درد گفت دلم — ما رایت مثلہ احدا
۱۲۶۱ھ

منہ قدس سرہ

از سر اتفاق و جمع نیست چو کس نظیر او — سال وفات او ولا فرد شیوخ دین بگو
۱۲۹۰

از جناب معلے القاب مولوی قاضی سید محمد مخدوم عالم صاحب
رئیس پھلواری علیہ الرحمۃ والغفران

اذا انتقل ابو الحسن المعظم — الی قصبہ مقامات وشامخ
فقد اخرجت من تاریخ نقلہ — بلا وجہ الاذی فرد المشایخ
۱۳۲۲

منہ علیہ الرحمۃ

فرد کہ در شعر و سخن فرد بود — چون ز جہان گذران رخت بست
مرقد والا شدہ در ہند و سال — طوطی شکر شکن فارس ست
۱۲۶۵

منه

صاحب دین و دل احسان و فضل — کان فی الکونین فرد الصالحین

رفت چون صاحب دل و دین سال او — رحمة الله قریب المحسنین

۱۲۶۵ھ

از عالیجناب معلی القاب مولوی محمد فرید صاحب علیه الرحمة پھلواروی

شاه ابوالحسن عارف و کامل — عاشق صادق خدا بو ثوق

کرد نقل مکان چو زین عالم — ناله خلق رفت تا با فوق آسمان

گفت تاریخ انتقال فرید — وصل العاشق الی المعشوق

۱۲۶۵ھ

از جناب منشی محمد طاهر علی صاحب پھلواروی علیه الرحمة

فرزانه عارف کامل ابوالحسن — چون سوے خلد عزم سفر زین جہان نمود

هاتف چو سال رحلت آن آفتاب دین — عقده کشاے اهل طریقت بیان نمود

۱۲۶۵ھ

منه

رفت شهرے که فرد مطلق بود — گفت هاتف که مظهر حق بود

۱۲۶۵ھ

منه

اے منجم یار ده کن تقویم سال — گم شده امسال نجم بے نظیر

۱۲۶۵ھ

از عالیجناب مستطاب معلی القاب علامه اجل مرجع القریب والبعید

حضرت مولوی معنوی شاه محمد سعید عظیم آبادی

قدس سره

توفی ابوالحسن شیخا جلیلا — وکشافا لاسرار الحقیقه

سالت القوم عن تاریخ فوته — فقالوا عامه شیخ الطریقه

۱۲۶۵ھ

منه قدس سره

آمد ندا بگوشم امشب ز هاتف غیب — کامسال کرد رحلت شیخ اجل اکرم

گفتم چہ بود نامش گفتا کہ بوالحسن بود
گفتم کہ شعر گفتی گفتا کہ فرد این فن
گفتم کہ روز رحلت گفتا کہ پنجشنبہ
گفتم چہ بود ماہ و تاریخ و سال فوتش

گفتم کہ وصف او کن گفتا کہ قطب اعظم
گفتم کہ علم ظاہر گفتا بود مسلم
گفتم کہ وقت آن گو گفتا صباح پر غم
گفتا کہ بست و چارم بیدا راز محرم

۱۲۶۵ ہجری

خاتمة الطبع

جس زمانہ میں میں حیات فرد" کی تدوین میں سرگرم تھا اوسی اثنا رمیں مجھے دیوان فرد طبع کرانیکا خیال پیدا ہوا اور اکثر شائقین احباب نے مجھے اس کام کیطرف توجہ دلائی لیکن دیوان فرد بھی ضخیم کتاب ہے طبع کرانیکے لیے کافی سرمایہ کی ضرورت تھی جسکا بہم پہونچنا مجھسے بالکل دشوار تھا میں نے اپنے اس خیال میں زیادہ زور نہیں پہونچایا۔ لیکن احباب کی تحریک مجھے اپنے اس خیال میں خواہ مخواہ زور دینے پر مجبور کرتی رہی یہانتک کہ ۱۳۲۷ھ ہجری میں اونھین احباب نے مجھے یہ مشورہ دیا کہ تم اپنے اس خیال کو اشتہار کے ذریعہ سے ظاہر کرو اور شائقین کو زر پیشگی دینے پر آمادہ کرو اس تحریک دیوان کے بہت لوگ شائق ہیں جب انھیں معلوم ہوجائیگا تو وہ لوگ بدل خریداری منظور کرکے تمہارا حوصلہ بڑھائینگے اسیطرح ایک معقول رقم پیشگی کی مہیا ہوجائے گی جس سے طبع کا کام بآسانی نکل جائیگا۔ میں نے اونکے مشورہ کے مطابق ہزار فرد اشتہار طبع دیوان کے متعلق چھپواکر تمام ملکو نہیں اور شائقین کی خدمت میں شائع کرا دیے لیکن تجربہ سے یہ طریقہ ناکافی ثابت ہوا اور محض قلیل رقم مبلغ ساٹھ روپیہ کے اندازسے پیشگی آئی جو مصارف طبع کا چالیسواں حصہ بھی نہ تھا تاہم میں زر پیشگی کی امید میں کامل ایک سال تک بیٹھا رہا جب مجھے پورا یقین ہوگیا کہ اس عنوان سے روپیہ بہم نہیں پہونچسکتا اور یہ فعل ہمارا لغو ہوا تو مجھے اسپر نہایت ندامت ہوئی اور میں اس خیال میں ہوا کہ کچھ روپیے اور برباد کرکے پھر اشتہار دیدوں کہ دیوان فرد کی طبع کرانیکا خیال اوٹھا دیا گیا کیونکہ طبع کے اخراجات پورے مہیا نہو سکے پیشگی دینے والے اپنے اپنے روپیے واپس لے لیں لیکن بجائے ڈھائی روپیہ کے دو روپیہ سات آنے دیے جائینگے کیونکہ ایک آنہ محصول ڈاک کی زیرباری اٹھانی ہوگی۔ مگر ہمارے احباب نے مجھے ایسا کرنے سے روکا۔ ہماری حسرت اور ندامت جس درجہ میں زیادہ ہوتی جاتی اور مجھے اپنے پیشگی دینے والے حضرات کو انکی تلافی جسقدر دشوار ہو گئی تھیں اوسکو بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن قربان ہوجائی اوس کریم کارساز کی کارسازی کے جس نے اپنے فضل و کرم سے

میری آبرو رکھ لی اور غیب سے ایسا سامان کر دیا جسکا خیال نہ کبھی عقل مین آیا تھا اور نہ واہمہ نے اسکا گمان کیا تھا۔ یعنے برادران دین سے ہمارے ایک باہمت شخص نے اپنی بلند حوصلگی سے بارہ سو روپے ایک مشت دیکر میری ہمت بڑھا دی مین شکر خدا بجا لاکر طبع کرانیکے فکر مین لگ گیا جب امید طبع پوری بندھگئی تب میرا ارادہ ہوا کہ دیوان کے آخر مین بطور ضمیمہ حیات فرد بھی لگا دیا جائے چنانچہ حیات فرد اور دیوان دونون کی کا بیان بیکوقت مین نے اپنے کرم فرما خواجہ محمد عبدالواحد صاحب مالک و مہتمم مطبع انتظامی کانپور کے یہان بغرض طبع دیوان روانہ کر دیا مگر افسوس کہ خواجہ صاحب کو مکروہات زمانہ نے کچھ ایسا مجبور کیا کہ حسب وعدہ جلد دیوان طبع کرا کے نہ بھیج سکے اور بجائے ایک سال کی مدت کے کامل ڈھائی سال کی مدت اسکے طبع کرانے مین گذر گئی الحمدللہ کہ خواجہ صاحب موصوف نے ۱۳۳۱ ہجری مین دیوان فرد کامل و مکمل دو جلدون مین چھپوا کر تیار کر دیا جو شایقین کی خدمت مین حاضر ہو کر انکا عزیز وقت خوش کرنیکو تیار ہے

اعلان عام

دیا جاتا ہی شایقین دیوان فرد خوش ہون اور اس نعمت بے بدل کی حاصل کرنیمین تعویق نکرین کیونکہ اتفاقات سے ایسا مبارک وقت آگیا ہی جسمین دیوان فرد طبع ہوگیا اور شایقین حضرات کی مدت کی تمنا پوری ہوگئی اسلیے مناسب ہے کہ جہانتک جلد ممکن ہو آپ لوگ اپنے مراد کے حاصل کرنیمین کوشش کرین دیوان فرد جیسی متبرک کتاب کی قیمت مبلغ تین روپیہ علاوہ محصول ڈاک بالکل کم ہی خریدارون کی کثرت ہی دیوان ہاتھون ہاتھ نکلتا جاتا ہے اگر آپ حضرات غفلت کرینگے تو مفت مین حاصل شدہ دولت ہاتھ سے کھوینگے

دفتر معارف پھلواری ضلع پٹنہ سے جلد طلب کیجے

المشتہر

محمد حسین منیجر

الہام منظوم

الحمد للہ کہ یہ گوہر فیض نظام حضرت عارف رومی مثنوی ولایت [illegible]

[illegible] حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحسن [illegible] پھلواروی قدس سرہٗ

دفتر اول

مثنوی

[illegible]

[illegible] باہتمام خاکپای فقرا خواجہ عبدالواحد [illegible] سنہ ۱۳۱۸ ہجری

[illegible]

هو الفرد المجیب ولی النعمة

دفتر اوّل

بسم الله الرحمن الرحیم

ردیف الالف ۱۸ غزل

ای نعمت تو بیش ز حدِ قیاس ما | کی در خور نوال تو باشد سپاس ما
بودی نداشت هیچ ازین نیست مشربان | هستی پذیر از تو بود این اساس ما
گردد بلند پایهٔ فکرم اگر ز عرش | باشد همان ز درگه قدست هراس ما
نیرنگیِ تو رنگ رخ عقل کل بریخت | آشفتگیست از صفتت در حواس ما
کی از جهان توان به جهان آفرین رسید | یکسان بود به فکر تو امید و یاس ما
افگنده سر بجوی گریبانم و هنوز | گردی نشد ز راه تو زیبِ لباس ما
دامانِ ما کجا و کجا دُرِّ معرفت | اشک خجالت است چو گوهر بطاس ما
مارا مجال دم زدن ما و من کجا | از نور هستی تو بود اقتباس ما

فردم مرا چو بندهٔ خود خواندهٔ ز لطف
کی خیزد از در تو دل حق شناسِ ما

قدوم موسم گل شوق انگیز است در دلها | اَلا یا اَیُّها السّاقی اَدِر کاساً و ناوِلها
ز جام بیخودی سرشار همت کن مغان ما را | که عشق آسان نمود اوّل ولی افتاد مشکلها
در آمد فوج شاهِ عشق و منزل ساخت در دلها | الا ای عقل و صبر و هوش بربندید محملها
صبا از نکهتِ گیسویش معنبر کن دماغم را | که در افتاده ام از آستانِ وی دست منزلها
بخم افگندم از حکم مغان سجادهٔ تقوی | که سالک بی خبر نبود ز راه و رسم منزلها
چه افسون در حدی ساربان خواندی که من مستم | جرس از شوق نالانست و میرقصند محملها

دل خلقی براه تو ته خاک اندرین حسرت — که هنگام خرامیدن فتد پائے تو بر دلها
زسر تا پا بآب دیده قالب ترازان دارم — که آسان تر بکار جام باده آید این گلها
خدارا همتے اے خضر چون دراول گامم — بگل افتاد پاؤ دورم از مقصود منزلها
زدی آتش زرخ در خرمن هستی پروانه — که خواهد نیست با این جلوه اے شمع محفلها
ته خاک درت بس آرزومندان که درخواب اند — مبادا از خرامت باز خیزد فتنه بر دلها
اگر صد موج طوفان خیز خیزد از سرشک خلق — سر موے زنقش تو کجا می خیزد از دلها
بهر سو میزنم دستی که شاید بر کنار افتم — نمی دارد مگر بحر محیط عشق ساحلها

فرد
منال اے فرد عمرت گر بسر آمد وهم وصلش
ندیدی بر در دولت سرایش حال بسملها

حسنش گواه خوبی صنع خدائے ما — صد آفرین بنقش خوش رهنمائے ما
نقش مراد من بود اے ناقه نقش پات — خوش میدهد نشان زره دلربائے ما
بخت رسا کجا که به محراب ابرویت — گردد دراز پیش تو دست دعائے ما
ما پس رو تو ایم بگامے که می زنیم — باشد نگین نقش کف پات پائے ما
گاهے قدم زحلقهٔ آن نقش پائے تو — بیرون نمی زنیم که باشد برائے ما
شرمنده ایم ازانکه نمائی بهر قدم — نقش نوے که نیست براهِ صفائے ما

فرد
از غزل سرائی ما نیست حاصلے
غیر از شنیدنش که بود مدعائے ما

غوغائے عشق بازی در سر نبود مارا — قربان لعل نوشین کز خود ربود مارا
هنگامهٔ محبت آورد شورِ محشر — زاهد حرم پرستی بخشد چه سود مارا
شوریده سر چو بیدم گفتار ما پریشان — معذور گرد عشق از گفت و شنود مارا
تا سحر بر فگندم جامے بدست کردم — هر عقده که بوده یکیک کشود مارا
پابندی جهانی بود از خرد چو دیدم — برهاند دست عشقش از هر قیود مارا
اے محتسب چه جرمم کز لعل می گسارش — این ذوق مے پرستی در سر فزود مارا
محمود وقت خویشم تا گشته ام ایازت — هر کس که گفت مدحت و انجم ستود مارا
بیعانه نگاهے صد جان ماست ارزان — باشد درین زیانها صد گونه سود مارا

نازم بشان عشقش کز جلوهٔ خود ای فرد
هر مشکلی که آمد آسان نمود ما را

بنگاه نیم مستی ز خودی ربود ما را
سر من فدای چشمش که چها نمود ما را

ز خرام ناز سرو تو چنان ربود ما را
که ز هوش رفتن خود خبری نبود ما را

من و خجلتی ز ناصح که ادب بما نماند
بدرت مباد بیند گهی در سجود ما را

گره قبا کشاده سحر آمدی ببالین
برخت چو دیده واشد چه گره کشود ما را

ز لبت کشیده بودم چو می بخواب نوشین
من و مستی که از خود خبری نبود ما را

سخنی ز شمع محفل زده آتشی بفرقم
که تپی درون فزود این هوس وجود ما را

پروای مشک و عطر ندارد دماغ ما
بویا بود ز عشق تو گلهای داغ ما

روشن شود به پیش تو گر حال داغ ما
پهلو بآفتاب زند این چراغ ما

تنها نه گوشهٔ دلم از داغ روشن است
در لامکان نشست پرتو نور چراغ ما

نازم بچشم او که ز صهبای یک نگاه
پر کرد قدر حوصلهٔ ما ایاغ ما

گوش گلی نوازد اگر نغمهٔ صرا
آموزد عندلیب نواها ز زاغ ما

سیر از بهار چشم تماشا پرست ماست
هر صبح داغ تازه کند گل بباغ ما

مطلب اگر نه دست دهد تنگدل نیم
باشد گذشتن از سر مطلب فراغ ما

دارم نشان آبله در نقش پا مگر
زین راه یافتند رقیبان سراغ ما

سر پیش جام همچو صراحی نمی برم
لبریز آرزوست همیشه ایاغ ما

تر دامنی ز باده بود عیب مشربم
لبریز عشق هست مدام این ایاغ ما

فانوس شمع از پر پروانها بس است
فارغ بود ز منت دامن چراغ ما

بد کرده که شیشهٔ دل را شکسته
از ما به محتسب که برد این بلاغ ما

آورد تا نسیم ز کوی تو نکهتی
روئی ببوی گل ننماید دماغ ما

رفتم به جستجوی لب او چنان ز خود
نتوان رسید فکر رسا در سراغ ما

ای فرد می توانی اگر نامه نویس
عرض فسانهٔ تو نباشد مساغ ما

بوده است زهد ما همه بازی و لاغ ما
بر بود رخت توبه چو موج ایاغ ما

گر عشق پرده وا کند از روی داغ ما
پر تو به لامکان فگند این چراغ ما

فارغ ز فکر هر دو جهانم ز فیض عشق
پابند مطلبی نبود که فراغ ما

با ندیم بر در تو ز شب تا سحر که نیست
در پهلوی رقیب نشستن دماغ ما

شمع فراز گو نبود می شود ز داغ
روشن چو بی فتیلهٔ و روغن چراغ ما

فرق حضور و غیب نباشد دل مرا
یکسان بود به عشق تو بند و فراغ ما

نه سیر دشت غم بردم نه بهار باغ
بی روی تو یکیست صنم باغ و راغ ما

سیر کنار رشک گلستانم ار کنی
باشد بهشت گوشهٔ پایین باغ ما

کام تهی چو جام بمینا نمی بریم
پر خون حسرت است چو لاله ایاغ ما

بالید آنچنان بخود ای فرد داغ دل
گردید دل چو آبله از جوش داغ ما

ناز پروردهٔ حسنی صنما بهر خدا
جلوهٔ در دل سنگین رقیبان منما

خاطر نازک تو آب دل شیشه نمود
حیرت افزود صفای رخ تو آئینه را

منکه یک حرف ز لعل تو غنیمت شمرم
کی توان کرد بعهد تو تمنای وفا

نفریبد دل غمگین مرا مهر کسی
بهر لطف دگرانست بمن از تو جفا

بفریب دل من حاجت حیله نبود
می رباید دل من حسن تو بی ناز و ادا

موسم توبه شکن آمده یارب چه کنم
مژده از فصل بهاران بمن آورد صبا

فرد در مصلحت کار من اندیشه مکن
کرده ام نیک و بد خویش حواله بخدا

یاد کوی تو میکشد ما را ☼
آرزوی تو می کشد ما را

تیغ ابرو مکش بکشتن ما
شوق روی تو میکشد ما را

تهمت خون بغمزه ات نه نهیم
تند خوی تو میکشد ما را

زلف بکشا که وا شود گرهم
تاب موی تو میکشد ما را

که سراغی دهد ز تو صنما ☼
جستجوی تو میکشد ما را

چارهٔ درد هم از لبت چه بود
گفتگوی تو میکشد ما را

چاک پیراهنم صبا از تو
تازه بوی تو میکشد ما را

فرد
رحمی بحال همسایه
های و هوی تو میکشد ما را

بهر کام تو می کشند مرا
بمرام تو میکشند مرا

بی گناهی که من نمیدانم
زیر بام تو میکشند مرا

تا کشد عشق تا ابد نامیت
بهر نام تو میکشند مرا

وعده ها میکنی خلاف و عبث
به پیام تو میکشند مرا

فرد
را صید لاغری گفتی
زین کلام تو میکشند مرا

دل بسوی که می کشد ما را
جان بکوی که می کشد ما را

میرویم از خود و نمیدانیم
بهر روی که می کشد ما را

شب خیال کر برد خواب ز ما
تار موی که می کشد ما را

دل که بر بدم از تمنا ها
آرزوی که می کشد ما را

منکه سرگشتهٔ جهان شده ام
جستجوی که می کشد ما را

بوی پیراهنی که داشت نسیم
باز بوی که می کشد ما را

فرد
از خویشتن چو بگذشتیم
یاد خوی که میکشد ما را

چه پروای شبنم باشد چراغی کو متاب اینجا
که دارد بزم من از یاد رویت آفتاب اینجا

نمیدانم که شد از یاد زلفش سلسله جنبان
که چون سنبل ترمی خورد صد پیچ و تاب اینجا

ز خون آشامی عشقش نمانده لذتی در دل
وگرنه بهر او می ساختم از دل کباب اینجا

چه غم از عمر بگذشته گرت پیرانه سر دیدم
نثار دیده ام پیریست صد عهد شباب اینجا

بهم پیوسته میماند ز شیرینی لب نوشش
حلاوت میدهد گویا خموشی در جواب اینجا

مباش ای محتسب فارغ ازین هنگامهٔ مستان
که شد صد خرقهٔ ناموس غرق باده ناب اینجا

به بلبل منت از صد گل دهد بر یاد بازیها
بجانِ غنچه صد حسرت که آید بی نقاب اینجا

اگر بشکست لیلی کاسه ات بیدل مشو مجنون
که پنهان است صد گنج گهرها در عتاب اینجا

چرا در میکده ناصح زپند این دین فروشیها
به آب باده میشویند سرمستان کتاب اینجا

کسے از آستانش چون رود در کعبه اے زاہد
سر اینجا سجده گاه اینجا نماز اینجا ثواب اینجا

بناے دل برافتاد و حریم سینه ویران شد
چه سازم گر بیاید باز آن خانه خراب اینجا

به پیش خوے او قیمت نمانده هیچ عطرے را
که میریزند جاے آب صد شیشه گلاب اینجا

لب بیگانگان هرچند می بندم من از طعنه
رقیبانم عبث دارند مارا در حساب اینجا

تواند وا و خوابم جلوهٔ بیدارے شبها
که از خود رفتگیها در خیال اوست خواب اینجا

نه از خود رفته ام ای فرد در کوے مغان تنها
مرا آورد قول مطرب و چنگ و رباب اینجا

عبث اے محتسب تو می بری نامِ شراب اینجا
که میسازد نگاهِ یار کار باده ناب اینجا

منه اے زاهد افسرده امین پا درین وادی
دل من جلوه گاه اوست مگذر بیحجاب اینجا

هواے تاک از سر برد ذوق سایهٔ طوبےٰ
بیا زاهد که از خود می برد یک جام آب اینجا

که کرد از گرمیِ هنگامهٔ آن شعله خو ذکرے
که می سوزد ز داغ دل همیشه آفتاب اینجا

چه باک آن شوخ طفلی را ازین ویرانی دلها
تماشائیست جاے اشک او را خونِ ناب اینجا

برافتد پرده زان رازیکه نکشوده ز عقل کل
دمے گر وا کند آن ماه وش از رخ نقاب اینجا

گسست از مدرسه ها درس عشقش بسکه شیرازه
بجز سیپارهٔ دلها نمانده یک کتاب اینجا

رساندم مصرع بالاے او را مصرع آهے
توان از دفتر عالم زدن خوش انتخاب اینجا

اگر دانستمے آید بخواب من شبے جانان
همیشه در خیال یار می بودم بخواب اینجا

ترقی گر همی خواهی ز نظم بد امن گیر
که میریزند در بیعانه اشکِ درِّ خوشاب اینجا

ندانم تا چه خواهد ساخت آن خانه بر اندازم
ندارم گوشه اے فرد تا سازد خراب اینجا

شنانے است عجب مجیب ما را
مژده برسان ز من دعا را

خوش بخت کسے که از دهانش
بشنیده ز لطف مرحبا را

زاهد لیطواف کوے او باش
از کعبه طلب ره خدا را

گردی زده مجیب بر دار
اے چشم بس است توتیا را

تاتار گرفته رهن تاری
افشانده چو زلف مشکسا را

گاهے ز شیشہ بجامم — بکشاے لب گره کشا را
بردار نقاب لن ترانی — بنماے جمال کبریا را

اے فرد فتاده بر درش باش
باشد که نوازد این گدا را

بے نیاز یست شیوه یار مرا — عشق دشوار کرد کار مرا
ناز تنها که خوے او دارد — کرد خونبار چشم زار مرا
نتوان یافت ذرّهٔ بے درد — چرخ بیزد اگر غبار مرا
بر نیامد ز دست من کارے — طاقت این است اختیار مرا
وارهیدم ز گردش سبحه — عشق آسان نمود کار مرا

ملک دل عشق تا گرفت اے فرد
رونق تازه شد دیار مرا

کار با دلبرے فتاد مرا — که ز حال منست بے پروا
لا وفا لوعده قط — لا ثبات لعهده اصلا
بوعلی حال من چو دید بگفت — علة العشق لا دوا لها
روز وصلش قرین شام فراق — لیلة الهجر لا صباح لها
جنگ او با رقیب و صلح بمن — کس ندیده درین دو چیز بقا
عرض احوال پیش او چکنم — یعلم جهرنا و ما یخفی

فرد با ناله تا بجا سازی
که همه خوے اوست استغنا

آنکه واللیل گفت موے ترا — والضحی خوانده است روے ترا
منتشر کرده طیب تو بیمن — نفحهٔ خویش خواند بوے ترا
با وجودیکه از جهت پاکست — جهت خویش گفت سوے ترا
بهر تو ساخت کعبه را قبله — حرم خویش خواند کوے ترا
یک دلے نیست فارغ از دردت — در همه داد آرزوے ترا
فکر دیگر نماند تا دادند — در سر فرد هاے و هوے ترا

ای زفیض صحبت تو عاطی از جنس ما
کامل و فاروق و صدیق و مرتضی

تا جمال جلوه افروزت ہمائی را نواخت
بندگان حضرت والای خاصت اولیا

پرتوی افگند نور روی تو بر هر کسی
آرزومند لقایت راست چون قبله نما

آستانت طائفان را روضهٔ دار السلام
قبلهٔ تو عاکفان را بهتر از عرش علا

ای درت محراب کویت سجده گاه عاشقان
خاک راه رهروانت چشم دل را توتیا

ملتفی شد بر در تو جبهه سائی میکنم
سایه افگن بر سر ما آرزومندان بیا

محرمی کو تا بگوید حال زارم پیش تو
کیست جز لطفت که پرسد از کرم احوال ما

ای خوشا فیروزی بخت علیلان غمت
ای غم و سوز تو درد دردمندان را دوا

چند از روز تکیه بالین مرا بخشی شرف
سر بپایت مالم و گویم اهلا مرحبا

تلخ آن کام و دهان بادا که او شیرین نشد
از نبات نام و از قند درود مصطفی

فرد مسکین کمترین بندهٔ درگاه تست
پادشاها گوشهٔ چشمی بحال این گدا

یارب که رساند ز من آن پیر مغان را
سیراب کن از بادهٔ من تشنه دهان را

نگرفته هنوز این چمنستم حد بهاری
یارب که خبر کرد دگر باد خزان را

مژگان نشود مانع سیلاب سرشکم
آری نتوان بست زخس آب روان را

شد دیدهٔ یعقوب سفید از غم یوسف
اندوه رسد پیر کند مرد جوان را

برخیز ز دامان دل ای آه که یکبار
آتش زنم از شعلهٔ دل هر دو جهان را

ساقی بده آن جام دل افروز که چون فرد
در گوشه نشینیم و ببینیم جهان را

نیست فهم عشق ما موقوف بر تحریرها
معنی عشق است گویا صورت تصویرها

نیست جز دیدن گهی بر روی تو تقصیر ما
پیش خود استاده کردن بس بود تعزیرها

لخت دل می آید اینک همره سیل سرشک
در ره سیلاب گویا بود این تعمیرها

از سر کویش توان برخاست از جور رقیب
گر نبودی حلقهٔ گیسوی او زنجیرها

ایکه تو در نغمهٔ داود دورے داده
میتوان دادن اثر در نالهٔ شبگیرها

ای خضر وقتی که بس صعب است قطع راه عشق
میشود در یک قدم صد خار دامنگیرها

قاصد از فرد ما نامه نویسی شد محال
آتشی می خیزد اندر خامه از تحریر ما

ای گل از نور روی آن محبوب یاد آید مرا
تازه باشی گر ز تو روی خوب یاد آید مرا

باز امشب زلف خوشش اسلوب یاد آید مرا
آن زمان فتنه و آشوب یاد آید مرا

می نهم سر را بپای سرو و بیخود می شوم
چون بگلشن قامت محبوب یاد آید مرا

می روم از خود اگر در سنبلستان میروم
خوبی آن زلف و خط خوب یاد آید مرا

از سفیدیهای صبح و شبنم شبهای هجر
ماجرای دیدهٔ یعقوب یاد آید مرا

تا شب یار از تو روز و روزم شب شده است
حال نور دیدهٔ یعقوب یاد آید مرا

هر کجا برگ گلی افتاده بینم در رهی
از تو پاره کردن مکتوب یاد آید مرا

چشم هر کس را که بینم فرد بر پا دوخته
طرز ناز آن بت محجوب یاد آید مرا

نه تنها سوختی امشب من آزرده جانی را
هزار آشوب محشر ساختی یارب جهانی را

بجنبان آن لب شیرین بجانم تا که شور افتد
که اعجاز فلانی زنده کرده نیم جانی را

مناز ای آسمان بر خویش از رفعت بری ما
که امشب بوسه‌ها دادیم خاک آستانی را

صبا آهسته رو زین ره که زین یک مشت خار و خس
بچیدنهای عمری ساختم این آشیانی را

زبانم از گدایی چیده گر در آن صنم را هم
به پیری برگزیدم آه عشق نوجوانی را

بیا لیلی دمی بگذر که تا غوغا بخلق افتد
فلانی دستگیری کرد فرد ناتوانی را

خود بخود چون باده در جوشم نمیدانم چرا
گه خروشان گاه خاموشم نمیدانم چرا

میزنم مستانه حرفی من حریف کیستم
جامه تن چون گل گهی گوشم نمیدانم چرا

خویش را گم کرده در راه کیم از سالها
اینچنین بی باده مدهوشم نمیدانم چرا

از بد و نیک جهان وارسته و فارغ ز خود
من پی کار که میکوشم نمیدانم چرا

گاه ساغر بر کف و مخموری آلوده دلق
گه سبوی باده بر دوشم نمیدانم چرا

محتسب گاهی گریبان گیردم گاهی مغان
اینقدر سرمست و بیهوشم نمیدانم چرا

باشم توبه زمن بگرفته و اعطا بارها
همچنان می باز می نوشم نمیدانم چرا

داغ می بر خرقهٔ من محتسب صد بار دید
من به حال خویش می پوشم نمیدانم چرا

یار از ابرو اگر تیغ آزمائی میکند
از سر خود یار بر دوشم نمیدانم چرا

او چو میدارد دکان نقد نگاه ناز **فرد**
من دین جو ورا که نفروشم نمیدانم چرا

دیدن یار است در چشم عاشق را دوا
آشنائی نیست اینجا چشم را با توتیا

پنبه پر خون میشود از جوش خون زخم من
صلح با مرهم نباشد زخم تیر عشق را

کی پسندد غیرت عشقش صلاح کار عقل
هست اینجا جان و تن باهم گر ناآشنا

با رقیبان ساختن باید بپاس خاطرش
در ره عشق آشتی با دشمنان باشد وفا

آب تیغ ابروی او هست آب زندگی
در دیار عشق در دست عدو باشد بقا

در فرشته آدمیت نیست تا مثلش بود
گل بهر رنگی نشاید چون نمی دارد ادا

هر دمی دارد زلب تنگ شکر پیش زبان
او چه داند تلخی فاقه کشان بوسه را

بر لبش زان بوسه هر شام دارم آرزو
خواهم از خرما گشایم روزهٔ هر روزه را

عشق اگر خواهد نمود ای **فرد** نیرنگی چنین
میبرد امروز یا فردا دل و دین هم زما

بزم باده کشان بر صبا پیام مرا
هنوز دور اگر پر کنند جام مرا

فرشته کو که رساند باو سلام مرا
کجا نسیم که پیشش برد پیام مرا

حضور پیر مغانم بس از زمین بوسی
بصد نیاز تو او را بگو سلام مرا

چو نیست طاقت عرضم ز خشک کامیها
ز یک دو جام بکن تر زبان و کام مرا

ببارگاه عزیزش گذار ره نیست
بحضرتش که دهد یاد آه نام مرا

فتاده بود بکوی تو **فرد** من بیخود
نگفتی آه چه حال است این عنا مرا

از راه بیخودی بسفر می رویم ما
ناصح خموش راه دگر میرویم ما

گردن بزیر تیغ جفایش نهاده ایم
در راه صعب عشق بسر میرویم ما

خجلت همی کشیم ز بیمایگی خویش
بهر سلامت بخت جگر میرویم ما

عنقا نیم که تکیه بر بازوی خود کنم
چون جان به تن گذاشته ام میپریم ما

نا آشنا ز صورت و از نام آشنا است / زان پیش و بنام دگری می رویم ما
هر گاه می رویم ز کوی تو همچو ابر / با برق آه و دیدهٔ تر می رویم ما
یک نکتهٔ بس است اگر آگهی ز عشق / از ما دگر مپرس خبر می رویم ما
مهمانی خدنگ نگاه ترا چو فرد / با لخت دل براهگذر می رویم ما

این پاره ها که از جگری می بریم ما / بهر سگ تو ماحضری می بریم ما
خاکستر دل است که در آرزوی دوست / بهر نثار رهگذری می بریم ما
با اشک و آه در ره عشق تو می رویم / این چند توشهٔ سفری می بریم ما
ترسم که زیر خاک بسوزد کفن مرا / در سینه جای دل شرری می بریم ما
در عرصه گاه عشق تو ای تیغ آزما / پیشت بکف نهاده سری می بریم ما
باشد که جا دهند به بزم ترا چو شمع / دل اخگری و دیدهٔ تری می بریم ما
از طعن کس گزند نباید بعشق فرد / جان پیش یار بی خطری می بریم ما

نه هر دل خانهٔ عشق و نه هر سر منزل سودا
مده پندم که هرگز کم نخواهد گشت این سودا
سری شوریده باید دلی آشفته باید
بهر پا سر فرو نارد چو زنجیر جنون اینجا
دل عاشق همه عالم بیک کنج فنا دارد
نه هر آیینه [illegible] لطف حبیب و دلربا باشد
بآن عالم که دارم بیخود و بی خودی نگر
نباشد عشق محتاج بیان حال خود هرگز
حباب آسا اگر این چشم ظاهر بین خود بینی
شگفتی نیست گر بر هم زند هنگامهٔ محشر
چو آن مور سلیمان چشم گر داری تماشا کن
کمند عقل کوتاه است از زلف بلند او

دلی پیدا کن ای ناصح که تا عشقت کند رسوا
از اینجا تا به محشر ناصحا ما هم و این غوغا
که با هر بوالفضولی کی [illegible] عشق بی پروا
چو مجنون بایدت گشتن که با این سلسله برپا
که صد صحرای محشر هست در یک گوشهٔ اینجا
نیاید از مه و خورشید طرز دلربا یها
که از شانه نسیم فرق یار سر نی فرق سر از پا
که باشد بی نیاز از رنگ غازه چهرهٔ زیبا
توان دیدن برنگ قطرهٔ پیشانی دریا
که مجنون می برد با خویشتن صد شور صحرا را
که پنهان در ته هر ذره باشد دامن صحرا
سر زلفی اگر خواهی بکن دیوانگی پیدا

چه پرسانم ترا از حشر ای سنگین دل ظالم
که داری صد قیامت زیر پا زین قامت رعنا

از این رنگ جنون دانم که در صحرای محشر هم
مرا چون آورند ای فرد مائیم و همین غوغا

عقل را طفلانه میدانیم ما
عشق را مردانه میدانیم ما

آشنا تا با تو گشتیم خویش را
مردم بیگانه میدانیم ما

گردش آن نرگس مخمور را
گردش پیمانه میدانیم ما

محو حسنش همچنانیم خلق را
جلوهٔ جانانه میدانیم ما

با گدایان قناعت پیشگان
اشک را دُردانه میدانیم ما

تیر او را زان بدل دارم عزیز
میهمان خانه میدانیم ما

هستی خود پیش شمع روی او
چون پر پروانه میدانیم ما

هم دل و هم دیده و هم سینه را
منزل جانانه میدانیم ما

فرد بزمت را از این اشعار نغز
مجلس رندانه میدانیم ما

عیش را بیگانه میدانیم ما
درد را همخانه میدانیم ما

پند ناصح را که غفلت نامه ایست
قصه و افسانه میدانیم ما

عشق را با وسعت آباد دلم
گوشهٔ کاشانه میدانیم ما

با جفاهای رقیبان ساختن
کار بس مردانه میدانیم ما

عقل را ای ناصواب اندیش را
محرم دلها نه میدانیم ما

این عتاب مردمان چشم او
شوخی طفلانه میدانیم ما

بی جگر دل را ز سینه میبری
خوی تو ترکانه میدانیم ما

قلقل مینا به بزم میکشان
خندهٔ مستانه میدانیم ما

پاسبانی بر در والای او
منصب شاهانه میدانیم ما

هر دلی کو منزل عشق تو نیست
خانهٔ ویرانه میدانیم ما

هر دو عالم در خور یک تار زلف
کمتر از بیعانه میدانیم ما

فرد غوغای ملامت پیشگان
شورش دیوانه میدانیم ما

سینهٔ بی کینه میداریم ما — فی المثل آئینه میداریم ما

ناصحا خاموش با این نوخطان — الفت دیرینه میداریم ما

سوز عشق او نهان از بوالهوس — اندرون سینه میداریم ما

ساقیا جامی که امروز این خمار — از می دوشینه میداریم ما

رفعت فرد مرا کس چون رسد — کوشک بی زینه میداریم ما

بکش گر میتوانی کشت ما را — وگرنه چشم جانی کشت ما را

بتیغ ابرویش همت چه بندم — جواب لن ترانی کشت ما را

سوی چشمش خضر میدید و گفتت — که عمر جاودانی کشت ما را

خرابم ز آب حیوان لب او — هوای زندگانی کشت ما را

نه از خود جان بلعل او سپردم — حدیث مهربانی کشت ما را

بآیین درد فراقت زنده ماندم — بتا این سخت جانی کشت ما را

نگشتم جان بلب از ضعف پیری — غم عهد جوانی کشت ما را

بعشق شمع و پروانه چو دیدم — ز هر سو بی زبانی کشت ما را

بذوق لعل او هر دم چه گویم — که آب زندگانی کشت ما را

فتادم از قضا در دام زلفت — بلای ناگهانی کشت ما را

ز جان رفتم پرسش نکردی — غم این جانفشانی کشت ما را

ز ابرویش ندارم شکوه ای فرد — که چشم از سرگرانی کشت ما را

من ترا یارم نمیدانی مرا — بهر تو زارم نمیدانی مرا

بی خیالت نگذرد یکدم بمن — حیرتی دارم نمیدانی مرا

تا شدم در کار عشقت پیش خلق — سخت بیکارم نمیدانی مرا

من ز سحر چشم افسون ساز تو — زار و بیمارم نمیدانی مرا

در خم زلفت تو ای عمرت دراز — تو گرفتارم نمیدانی مرا

تو بخواب ناز و من هر شب ز سوز — شمع بیدارم نمیدانی مرا

سحر چشمت کرد کار من تمام / جان بلب دارم نمیدانی مرا
مدتی شد من باین دولت سرا / زیر دیوارم نمیدانی مرا
ناوک دلدوز مژگان ترا / صید افگارم نمیدانی مرا
آفرین بر بی نیازیهای حسن / من در آزارم نمیدانی مرا

فرد با تو قرنها بردم بسر
لیک پندارم نمیدانی مرا

از کدامین سحر و افسون مهربان سازم ترا / آنچه میخواهد دل من آنچنان سازم ترا
خلوتی بنود ترا غیر از حریم جان من / آرزوی جان من است این جهان سازم ترا
جز تو نبود در دل و در دیده و در جان من / من تمامم در میان و جان نهان سازم ترا
تا کسی غیر ترا هرگز نباید در دم / بی نشانیهای خود را بی نشان سازم ترا
کرده ام خالی حریم سینه را از غیر تو / بر تمنای که روزی میهمان سازم ترا
آنچه میگویند آخر سحر همچون بت کند / خواهم از جذب محبت آخر آن سازم ترا
جز جمالت نیست هرگز آرزوی جان من / در رگ جان خواهم از هر دم نهان سازم ترا

آنچنان چون فرد هم گردیده ام در خواست تو
خلق گر پرسند از نامم عیان سازم ترا

تا ز دست این دل دیوانه مجبوریم ما / محتسب از راه تقوای تو بس دوریم ما
سوخت دل را تا نگاه گرم چشم سرمه گین / از کف خاک دل خود رشک صد طوریم ما
زنده مشرب نیستم تا رو بمیخانه نهیم / از لب لعل کسی مدهوش و مخموریم ما
سینهٔ ما از محبت گر گشاد آید چه باک / همچو خم از باده پر زور در شوریم ما
نرگست بیمار ندید و لب مسیحایی نکرد / زین تغافلهای تو بیمار و رنجوریم ما
ما ببزم تو نگنجیم خاص از جور رقیب / فی المثل ای عیسی ما زنده در گوریم ما
ریخت میدارد همسایه ز آه هستیم / آه از دست دل دیوانه معذوریم ما
غیرتی از ننگ دارد عشق کی باشد روا / یوسف ما بر سر بازار مستوریم ما
مفتی این مشرب رندانهٔ ما دیگر است / اندرین ملت بحکم عشق ماموریم ما
فرد کی از جادهٔ عشاق پا بیرون نهیم / با جنایتها همان قانون دستوریم ما

از عذار خویش کردی لاله زار آیینه را / داده از روی خود جوش بهار آیینه را
از صفای جلوهٔ نیرنگی حسن رخت / از حیا گشته نمد پوشی شعار آیینه را
از رخت ظاهر نشد تاثیر اشک من بلی / دیده گریان نشد ز اشکبار آیینه را
کی به رحم آید دلت از روی گرد آلوده ام / کی کند عکس زمینی پر غبار آیینه را
آب ناگشته دلت کی بنگرد روی صفا / مایهٔ این آبگینی شد بکار آیینه را
مهوشان در دست میگیرند و پیش رو نهند / از صفای طینت است این اعتبار آیینه را
از فروغ نور وحدت بزم کثرت منجلی ست / میکند یک شمع روشن صد هزار آیینه را
دیدن آیینه هنگام سفر نیک ست زان / پیش آورد دم زوال ای شهسوار آیینه را
از رخ گلگون و چشم نرگسین خط سبز / ساختی از جلوهٔ رشک بهار آیینه را
پیش روی او نفس در دیده می آرم برون / ترسم آید از دم سردم غبار آیینه را

ریخت اشک سرخ بر رخسار زرد من مگر
فرد می بینم از آنرو زرنگار آیینه را

دل من میشدی با هم اگر با من درین سودا / نمی گشتیم ما و دل چنین در کوچه رسوا
دل من رشک دیر برهمن شد زان بت دلها / خراب آباد کفرستان بت شد خانهٔ تقوی
درین دریای طوفان خیز عشق افگنده ام دل را / بخوان ای خضر بسم الله مجریها و مرسیها
هزاران طوف کعبه میتوان کردن بیک روزی / محال است آگهی از کوی تو ای کعبهٔ دلها
تماشا گاه رندانست کوی محتسب امشب / نگاه ساقی آخر به سر شد آورد این غوغا
نه بگذشت از نگاه من که هرگز نم بهم ناید / گشاده همچو نرگس دارم این چشم تمنا را
که گفت از می پرستان حال آن لعل لبت یا رب / نه مستانند گرد خم نه دور ساغر صهبا
بتاراج نگاهی میرود امروز از خلقی / دل و آرام و صبر و عقل و هوش و دین و نه تنها
نه غمگین از پی آزادیم لیکن غم اینست / که من افتاده ام در دام زلف یار بی پروا
جگر بستم گر گشاید بادست از رشتهٔ جانم / بکن شیرازه اوراق پریشان دل ما را

بجز رویش نباشد فرد هرگز منظر چشم
بهر گل نغمه سنجیها ندارد بلبل شیدا

دلبرا لطفی بمن بهر خدا / لیس للانسان الا ما سعی

پیش چشمت خون گرستم چند بار
گه نپرسیدی تو از من ماجرا

زیر ابروی تو بگذشتم ز سر
سرگذشت من نبشنیدی چرا

شانه در زلفت چو زد دست رقیب
بر سرم میرفت زین غم اره‌ها

تا زمامم ناقه بخشیدی بغیر
با دل نالان روم همچون درا

سیل اشکم بر درت از سر گذشت
خود ببین این سرگذشت ماجرا

کم نخواهد شد ز فر شاهیت
در رکابت گر رود فرد گدا

مایهٔ صبر دل ایوب ما بوده‌ایم ما
نوربخش دیدهٔ یعقوب ما بوده‌ایم ما

هر کجا بر تافت خورشید جمال یوسفی
جلوه‌گر در روی هر محبوب ما بوده‌ایم ما

یوسفی کو از زلیخا دل ربود و خواب برد
آن جمیل و آن جمال خوب ما بوده‌ایم ما

پرده‌دار حسن و رسوا ساز عشق اندر جهان
در همه رنگ و همه اسلوب ما بوده‌ایم ما

هر کسی کو نامه بنوشت سوی دلبری
فرد مقصود همه مکتوب ما بوده‌ایم ما

بیرون نرود از سر ما خرد قافله‌ها
دارد صدی از نالهٔ دل راحله‌ها

بیگانه ز هر فرقه عجب بی‌خبرانیم
تا پیر مغان می‌رسد این سلسله‌ها

در عشق تو فارغ دلم از نیک و بد خلق
نبود ز کسی غیر تو شکر و گله‌ها

سر تا بقدم صرف ره عشق نمائیم
هر خار بود تر جگر از آبله‌ها

با لب نگشائیم بجز مدح و ثنائی
خلقی است لب آلوده ز غیبت گله‌ها

از خانقه شیخ به میخانه نشستیم
ای فرد خدا راست کند این چله‌ها

ز دین پیری که عشق نوجوانی کرده‌ام پیدا
بجان خود بلای ناگهانی کرده‌ام پیدا

فریبی از لب لعلش اگر خوردم بحمدالله
مسیحائی برای نیم جانی کرده‌ام پیدا

گهی با ابروش گاهی بچشم و غمزه‌اش نازم
برای خود بلای یک جهانی کرده‌ام پیدا

زهی دکان شکر بهم از شور لب شیرین
لبی شیرین دهان شیرین بیانی کرده‌ام پیدا

ز خون خود ورش را کرده‌ام رشک گلستانی
بکوی او پس از مردن نشانی کرده‌ام پیدا

ز لخت دل که بردم هدیه پیش سگ کویش | برای خود بکوی او مکانی کرده ام پیدا

حکایتهای عشق خود بهر جا بر زبان دیدم
چو فرد از غمش ها داستانی کرده ام پیدا

ز نقش پای ساقی سجده گاهی کرده ام پیدا | ز سر در کوچهٔ میخانه راهی کرده ام پیدا
بیک نظاره رویش ز صبر و دین و دل افتم | هزاران فتنه ها در یک نگاهی کرده ام پیدا
بچشم کم مبین سیمم که از گنجینهٔ عشقش | چه امن زان در دولت پناهی کرده ام پیدا
ز خدمتهای دربان در شرا لمنت لله | که جای بهر خواب گاه گاهی کرده ام پیدا
دل فرهاد خون شد از بلا انگیزیم ناصح | بکار عشقبازی دستگاهی کرده ام پیدا
باین رسوائی کوی سلیمانی نمی ارزد | گدا هستم نشد من طرفه جاهی کرده ام پیدا
ز قید کفر و دین گردیده ام آزاد و تا قبله | بسمت آستان کج کلاهی کرده ام پیدا
دل از مهر جهان برداشتم تا روی او دیدم | زلیخا وش عزیزی رشک ماهی کرده ام پیدا

گدائی بی سر و سامانم و بر خویش می نازم
که همچون فرد پاری چون تو شاهی کرده ام پیدا

زلیخا وار عشق رشک ماهی کرده ام پیدا | بجز … ملک خود پادشاهی کرده ام پیدا
بآن چاهی که یوسف بود در کنعان چه میجویم | از آن بهتر ز نخدان تو چاهی کرده ام پیدا
من از سنگ ملامت سر بکویش بر نمی دارم | … ز هجری چو قرب بارگاهی کرده ام پیدا
خرابم کوی عشق یار دارد عزتی دیگر | بجز سوای تو گشتم عز و جاهی کرده ام پیدا
ز جور محتسب چون دو پا ندهم از ره وصلش | ز چاک دل بسوی یار راهی کرده ام پیدا
ثنا شد حاجت شمعی به بزم … جانانش | که شمع بزم افروزی ز آهی کرده ام پیدا
چه پیدا شد دلم از خانقه کوی رندانه | بکوی میغ چو من هم خانقاهی کرده ام پیدا
ندا دل این سیه روزی بهر اندیشه میکردم | از آن عشقی که با چشم سیاهی کرده ام پیدا
لب از زخم مرا چون نخیه … الی یه یران هر گز | ادای شکر تیغت را چو راهی کرده ام پیدا

گلی … فرد ز … مژگان خونریزت
… دعوی … خود گواهی کرده ام پیدا

الهی … که … گاه … وفا او را | … بهر ساقی هم از جفا خود را

میان عاشقان و بوالهوس فرقی نمی دارد
بیک پله همی سنجد سخن ساز و دعاگو را

چو ناگه بیحجابی دیدمش روزی سر راهی
نقاب از روی رشک ماه خود کرد از حیا سو را

نماند از خاندان عشق یک اهل دلی اکنون
نشان زان خانواده چون دهم فرد تنها را

جور خاری نکشد دامن عریانی ما
بار منت نبرد سوزن و سامانی ما

دلق آزادی ما منت سوزن نکشد
خاک کوی تو بود خلعت سلطانی ما

سر ما بار کشد تاج زر بیسر نشود
سر کلاهی است خوشا تاج جهانبانی ما

سجده کوی تو با طینت صافی داریم
شکنی گاه نشد جوهر پیشانی ما

چشم حیران تو ام کرد چو نقش دیوار
وام حیرت کند آئینه ز حیرانی ما

تا که از پیر خرد باز فریبی نخوریم
بیگانه شد عشق تو نگهبانی ما

خوان یغماست برار باب توکل همه جا
مور را هم بسی هست به مهمانی ما

وسعت هفت فلک با دل عاشق کنجی است
مصر هم در هوس یوسف زندانی ما

عاشقان گوشه چشمی سوی دنیا نکنند
گوشه چشم عزلت ملک سلیمانی ما

وسعت خانه فزاید چو فتد دیوارش
دو جهان پیش نگاه است و ویرانی ما

آنقدر سجده دم کشته است بتا
عالمی بر نشست از خط پیشانی ما

بلبل آید بفغان گل ز گریبان بگذشت
فرد شد زیست گلشن به سخن خوانی ما

شکوه با تیر تو دارد گران جانی ما
تیغ ابروی تو کشتن ای جان بی آسانی ما

چند باشی جفا در پی ویرانی ما
رشته باشد ز نگاه هست به سلطانی ما

تا اسیر زلف تو چو مجنون گشتیم
شد به پا است ازین سلسله جنبانی ما

عشق گر کرد خراب این دل آباد خوشیم
بهتری گرد رواج حاجت دربانی ما

همدمی چاره گری بهر جنون کیست چو نیست
غیر زنجیر که باشد به نگهبانی ما

من حیرت زده چون آئینه گیرم بدست
آب گردد دل آئینه ز حیرانی ما

تا نگردد دل ما باسر زلف تو بهم
همچو زلف تو حالیست پریشانی ما

وه که از نام من آگاه کجا است فرد
آنکه نامست ز ازل بر سر خط پیشانی ما

یار گر میل ندارد سوی نظمم ای فرد
آه ازین نظم پریشان و سخندانی ما

یاری ارم آهو چشمی رعنا قامت تن زیبا — زهره صورت نیکو سیرت کبک خرامی جان افزا
جانم مایل سوی رویش لیکن ترسم از خویشش — هر شب وارد دیگر منزل چون مهمان چند روز را
هستم بنده از درگاهت ای تو خواجه لطفی کن — تا در عالم شوری افتد نعم العبد و المولی
انت القلب انت الروح غیرک لیس بشیئ ما — سند صورت نیفن چهائی سدهد بدها پیا سکهولا

دارد از تو فرد هم شکوه جانان سوی پیش شی کن
پروانه بیکس شبها از غم داده جان تنها

مرا پیمان شکن یاریست کافرکیش بی پروا — مسلمان دشمنی ایمان فریبی رهزن تقوی
دل من بود قرآنی که پاره پاره اش کرده — ز جام خود پرستی فتنه انگیز همه دنیا
بکیشش می پرستان از نگاهی رخنها کرده — بزهد زاهد از زنار گیسو آفتی برپا
ز تیغ ابرو و تیر نگاه و شوخی غمزه — همیشه دشمن صلح است و با رنگ و دریا
ز قامت غیرت سرو و ز رخ رشک گل و لاله — ز گیسو آفت جانها ز رو غارت گر دلها
بمانده پای در گل پیش او شمشاد از حیرت — قیامت می کند برپا ز رفتار قد رعنا
بتی خودکام و عیاری جفا جو حیله پردازی — بکار دیگران نادان بکار خویشتن دانا

ندانم از کدامی حیله گردد رام با فرد هم
که این ساده دل دادو پرفن و پرمکر سرتاپا

روی او دیدیم و چندان محو دیداریم ما — هر دو عالم را چو حال یار پنداریم ما
عرض حال خود از و خواهیم لیکن چون کنیم — پیش روی او ز حیرت نقش دیواریم ما
از سیه بختی ز زلفش مانده ام کوتاه دست — ورنه خود از جان و دل در بند زناریم ما
بود از سر رشته زلفش سر و کاری مرا — کار ما از دست ما رفت است بیکاریم ما
آمد او در خواب و از آمدم رفت خواب از چشم ما — چشم بند و در خیال خواب بیداریم ما
ما ز خود رفته ز دست مردم چشم خودیم — از سرشک چشم زار خویش بیزاریم ما
گر توانی دست ما گیر و ببر همراه خویش — گر خرام ناز تو گم کرده رفتاریم ما
گر گدای بینوائیم از در خویشم مران — آرزوی دیدن روی تو هم می داریم ما

لها عوان این غزل ... (marginal note, partly illegible) ... ۱۲

گر نگویی حرف شیرین مگذر از دشنام تلخ
حسرت حرفی از این لبهای تو داریم ما

ساقیا جامی که از قید علایق وارهیم
زیر بار جبه و در بند دستاریم ما

فرد گوهر سفته‌ای یا شعر نغزی گفته‌ای
لب گران زین سحر و این انداز گفتاریم ما

خلوت جان را مکان یار میدانیم ما
خانهٔ دل آستان یار میدانیم ما

هر خیالی را که آید در دل شیدای ما
یار گر نبود نشان یار میدانیم ما

هر کجا افسانهٔ از لعل یار می‌شنوند
از لب شیرین بیان یار میدانیم ما

با همه بیگانگیها آشنای عالمیم
هر دو عالم را از آن یار میدانیم ما

دعوی همه بزمیش بیرون ز حد ما بود
خویشتن را از سگان یار میدانیم ما

رشک شاهان جهان من گشته‌ام تا خویش را
کمترین بندگان یار میدانیم ما

فرد چندان گم شدی در ذوق آن لعل لبش
گفتگویت از زبان یار میدانیم ما

جبه و دستار بر خود بار میدانیم ما
بار کس بر خود گرفتن عار میدانیم ما

مشرب رندانه پیداریم با تقوی چه کار
جز می خواری همه بیکار میدانیم ما

بهتر از ظل هما و سایهٔ طوبی و سدره
پرورش آن سایهٔ دیوار میدانیم ما

عالمی را سر بزیر پای او خواهد شدن
زین ره اندازه که رفتار میدانیم ما

دامن ما هر که گیرد در طریق عاشقی
در ره خود ناصحا چون خار میدانیم ما

دل که شد ویران و فارغ ز هر اندیشه
مطلع انوار کوی یار میدانیم ما

بخت آن عاشق که بیند هر سحر روی ترا
فرخ و فرخنده و بیدار میدانیم ما

بر لب لعل کسی ای فرد عاشق گشته‌ام
از چنین شیرین گفتار میدانیم ما

نیست چاره از وصلان را
میفروشم بزلف ایمان را

خواهم از شوق در گهت روبم
کرده جاروب موی مژگان را

تو بدل باش و از رقیب مپرس
با فضولی چه کار مهمان را

عشق سامان دگرم فرمود
کی پذیرم ز عقل سامان را

خاک کویت عزیز تر دارم / زان بگویی تو میدهم جان را
ما گدایان درگه جانان / ننگریم حشمت سلیمان را
بسکه سوارهم برفت و من از ضعف / خاک می بیزم این بیابان را
بهر فصل بهار آینده / میزنم بخیه من گریبان را
رنگ دیگر جنون بکار هم ریخت / شد چو رنگ دگر گلستان را

[illegible] گر رسد بدامنش
[illegible] ور بیابان را

شهر نیست که ره نیست شد [illegible] مارا / یار جستیم نالهٔ دل فریاد رسان را
یک ذره که در وسعت دل عشق [illegible] / رحمی بضعیفان همه [illegible] درمان را
فریاد که در دشت تغافل همه محو است / آنکس که بپرسد ز کسی حال کسان را
جادو نگهان بر سر ناز از محبت / کشتند بیک کاوش مژگان [illegible] را
عهدیست که در پنجهٔ عشقیم اسیر هم / زنجیر وهد بازوی آهن قفسان را
گم کرده رهانیم و همه بی پا و سراغی / وقت است که لبیک رسد بیجرسان را
رفتند و به آن کعبهٔ مقصود رسیدند / یارب که نیاید رسی ماندهٔ پسان را
دیر است که نامد ز صبا یار صبائی / ای آه سلامی ز من آن مژده رسان را
دود دل من کرد سیه گشم و مه و نجم / دامن که زند سینهٔ آتش فغان را

ما خار و خس ما همه در برق فتاده
[illegible] که دست باز خیال را

آن پری در بزم خود دیوانه می خواند مرا / من بخود می نازم و شادم که می خواند مرا
بعد مدت یاد ایام نشد چون سگ کوی او / گاه می خواند مرا و گاه [illegible] راند مرا
زین غم هجرش نگاهم نیست [illegible] / آنقدر تاب و توان در تنم جان ماند مرا
رفت با سیلی [illegible] / می سپارم دل باو تا کس نرنجاند مرا
در قفس کردم فراموش [illegible] پرواز را / چون گشایم بال گر صیاد برهاند مرا

[illegible]

فرد [illegible] می فروشم [illegible]
[illegible] که بی زر مفت [illegible]

عقل گو دیوانه میداند مرا / عشق او فرزانه میداند مرا
خاک بر این آشناییهای من / یار من بیگانه میداند مرا
می برد ناحق مرا از کوی او / محتسب مستانه میداند مرا
گر روم بی باک در بزمت صریح / عالمی دیوانه میداند مرا
ای سگ کویش چرا غوغا بمن / چونکه صاحبخانه میداند مرا
چون کنم خود را بهای یک نگاه / کمتر از بیعانه میداند مرا
سوز من از شمع بزم خود مپرس / دلبرا پروانه میداند مرا

مشرب رندانه تا فردم گرفت
ساقی میخانه میداند مرا

مشرب رندانه می باید مرا / ساغر و پیمانه می باید مرا
انس با ناصح نمی گیرد دلم / صحبت جانانه می باید مرا
شیب بکس شمارم ای زاهد کجا / سبحه صد دانه می باید مرا
تا رسد روزی به شمشیرش سرم / همت مردانه می باید مرا
کشته آن شمع رویم من کفن / از پر پروانه می باید مرا
تا گدایش گشته ام از ناز و رشک / مسند شاهانه می باید مرا

کی به چشم فرد از مهر اعتکاف
گوشه میخانه می باید مرا

برد هوای تو هر جا که نگاه مرا / هنوز نیست ز وصل تو هیچ راه مرا
چو سگ بکوی تو دادن گردم نصیب شود / بس است در نظر خلق عز و جاه مرا
هنوز تیغ تو آلوده است در خونم / بس است مهر بها این قدر گواه مرا
مباد شحنه بکوی تو گیردم از عشق / بده به آن در دولت سرا پناه مرا
مریز خون من از تیغ تا نشوی بد نام / بکش بکوی خود از ناوک نگاه مرا
تو داد من ز رقیبان ستان برای خدا / که کشته اند بکوی تو بیگناه مرا
تو بوده ای بسرم یا که خواب می دیدم / باضطراب فکنده است اشتباه مرا
کلاه بر سر من تا ز خاک کوی تو هست / سر نیاز نهد پیش پادشاه مرا

ازان ز محتسب شهر میگریزم من   فتاده بر در تو دیده است گاه مرا
ادب مجو که بعشق تو نو گرفتارم   جنون نکرده چه تعلیم رسم و راه مرا

بعاشقان که شده فرد نام من مشهور
نمود شهره بهمسایه شور آه مرا

ز زلف و روی تو بس شام و صبح گاه مرا   به ملک عشق چه حاجت بمهر و ماه مرا
بیاد زلف تو شد نامه گر سیاه مرا   بروز حشر چه باک است زین گناه مرا
دلم فتاده بچاه از هوای سیب ذقن   برآر بهر خدا ای صنم ز چاه مرا
ز داغ تو که مرا سکه بر جبین باشد   از آن خاص تو داند گدا و شاه مرا
نداشتم هوس خواب و دیده ام   فگنده است بدین چرخ مهر و ماه مرا
ز بیم حشر نه اندیشه آنکه از خود رفت   بس است روز جزا عشق عذر خواه مرا
بعشق سبزه خطی رفته ام ازین عالم   چه باک ار دمد اگر از لحد گیاه مرا

بهیچکس دلم ای فرد گه نسازد و
ندانم اینکه که کرده چنین تباه مرا

ذوق می برهم نموده ای خرد کار مرا   رهن جام باده کردانید دستار مرا
میتوان کردن علاج دیده از افسون عشق   ورنه افسون کی بود بی سود آزار مرا
عشق من افسانه هر کوچه و بازار شد   نیست آگاهی هنوز از حال من یار مرا
تا گره شد در گلو از ناتوانی ناله ام   گرمی دکان نماند ای آه بازار مرا
جان من تا لب رسیده در سر و سودای او   نیست پروای ز حالم یار غمخوار مرا
گه بسیر و تماشا هم بمن چشمی نکرد   کم ز آب چشم باشد گریه زار مرا
شب اگر بیدار مانم روز هم روزش بخواب   کی شود هم چشم انجم چشم بیدار مرا
می سپارد وعدهٔ وصلم بفردای دگر   انتظار حشر باید آه دیدار مرا

فرد این شور و فغان را در دل او راه نیست
یاوه گوی می شمارد یار گفتار مرا

گلزار بی تو باشد در دیده خار ما را   به از گل است خارت ای گلعذار ما را
اول که با رقیبان کردی شمار ما را   آخر چرا فگندی از اعتبار ما را

انصاف نیست جانان در دور چشم مستت / باده کشد رقیبم باشد خمار ما را

با دل بگیر از ما یا صبر ده ز وصلی / دل میبرد خدا را از اختیار ما را

در مجمع رقیبان چون زر کاب رانی / صد تازیانه آمد ای نی سوار ما را

از ناوک دگر کن بهر خدا یا هم / بگذار از زخم خورده آشفته وار ما را

دامن مکش ز خاکم بر تربتم چو آیی / انگار ذره خاکی از رهگذار ما را

هر چند بستر من باشد ز فرش مخمل / بی خاک آستانت نبود قرار ما را

خود نیم جان شدم من تا عاشق تو گشتم / کشتی عبث بوعده از انتظار ما را

درد سر ای مسیحا تا چند در علاجم / جز شربت لب او نبود بکار ما را

بهر کشاد خاطر ای فرد شعر گویم / این شیوه نیست هرگز ورنه شعار ما را

شبی بنواختی در بزم از راه کرم ما را / بیفزود از رقیبان صد غم و رنج و الم ما را

تو غمخوارم اگر باشی چه باک از هیچ غم ما را / بود یک کاسهٔ دریوزه به از جام جم ما را

نه در دیر بود جای نه در کوی حرم ما را / بعشقت بس عجب از کفر و دین شد ای صنم ما را

دل ما کعبه بود و ز عشقت شد صنمخانه / برهمن کردی آخر ای بت بیت الحرم ما را

دلم بتخانهٔ چین گشت از نیرنگی حسنت / بتخیرم از در دل گاه از پا بیت قسم ما را

بحلق تشنهٔ من ریخت تیغ تو دم آبی / وگرنه کشته بود این تشنگی در یک دو دم ما را

نظر اندازم و چشمی نیندازد بسوی ما / بهم بر مان شمارد از رقیبان نیز کم ما را

چه باک از طعن همسایه چه چشم کم اگر بیند / بچشم تو لیکن گر داری عزیز و محتشم ما را

نه از پیرانه سالی کوز پشتم این چنین جانان / نموده بار عشقت در جوانی پشت خم ما را

ز خشکی کی جگر میسوخت گر اندا می گردی / برای یک دو دم از اشک ریزی چشم نم ما را

بچشم ما نیرزد دلبر با یک ذره از کویش / بس است از بهر سرمه خاک نقش آن قدم ما را

ز تهمتهای کفر خویش حیرانیم زین یاران / نه در همسایه ام جای نه در دیر و حرم ما را

نصیحت کم کن واعظ جوانی و توانائی / که آخر پای پیری کرد چندین پشت خم ما را

ز فکر ما سراغی زان میان و لب نشد پیدا / ببین اندیشه آخر برد در کوی عدم ما را

نے ز جور آن جفا اندیشش مینالیم ما / با خود از خوی وفای خویش مینالیم ما
حال آه و نالهٔ ما را چه می پرسی حبیبا / کم نمودی التفات و بیش مینالیم ما
یوسفا جذب زلیخا سوی مصرت میکشد / همچو یعقوب از غم دوریش مینالیم ما
چشمت از دنبالهٔ سرمه چو عقرب زخم زد / مار درد و سوزش این نیش مینالیم ما
سینه را صد چاک کردی و نداری مرهمی / از لب فریاد بهر ریش مینالیم ما

خویش را برباد کرد آخر ز عشقت فرد ما
از وفای این مروت کیش مینالیم ما

یا رسول عربی قبلهٔ حاجات روا / مستغیث آمده ام چارهٔ کارم فرما
دردمندم جگر ریش مرا مرهم نه / چاره ساز اکرم تست بهر مرض دوا
دل پر از آبله دارم ز هجوم صد رنج / ای نسیم کرمت عقده کشای دلها
دست بر نبض ز بیمارگیم کس ننهد / دستگیری که کند جز تو کریمے شاها
هست تعبیر ید الله ز دست کرمت / زیر دست الم دست ده ای دست خدا
چند باشیم بدست غم ایام اسیر / ای رهائی ده هر نامه سیه روز جزا
بندهٔ عاجزم و درگه تو بنده نواز / عاجزان را که کند از غم ایام رها
روزها رفت بدرگاه تو سر میسایم / تاب اکنون نه بجا نیست نه دل را یارا
نشتر آمد برگ جان من ای عیسی من / نیست جز یک دو نفس هیچ امید کارا
فرصت لحظه بکارم چو روا خواهد شد / نشنود هیچ کس از آه من خسته صدا
خشک کامم بلبم قطرهٔ ای ابر کرم / برکشا سوی سما بهر خدا دست دعا
بکه نالم که کند گوش بآهم گاهی / دگری نیست بجز از خوی تو فریادرسا
بهر زهرا و علی و حسن و هم حسین / نظر لطف بحالم بکن ای عقده کشا

[illegible]

جز درت نیست مرا جای پناهی دیگر
کیست تا حال بپرسد ز من فرد گدا

آه از ضعف و بیقراریها / ماند اکنون نفس شماریها
ابر را کرد غرقهٔ خجلت / چشم زارم ز اشکباریها
او ز افسانهٔ رقیب بخواب / من و شبها و آه و زاریها

یار دامن فشان گذشت ز ما
خاک بر فرق خاکسار رهیا

گرد رسوای کوی میخانه
فرد را ذوق باده خوار رهیا

خاکم و آرزوی درگه والاست مرا
ای نسیم سحر این لطف تمناست مرا

بسکه حیرانم ازین فکر که پیداست مرا
گر ادب دورم و قرب تو تمناست مرا

من و آن سایهٔ زلف تو خیالست محال
در سر اندیشهٔ وصل تو چه سوداست مرا

شب و اندیشهٔ سودای توام میگذرد
روزها نیز همان فکرت شبهاست مرا

نیست سمع کرم و لطف تو محتاج بعرض
کاین خموشی بصورت لب گویاست مرا

روز و شب دیده چو نرگس که همه واست بفرد
یک نظر دیدن روی تو تمناست مرا

میرسانم در گمان خود باو فریاد را
میدهم هر شب تسلی این دل ناشاد را

آه چه باد بهار از خون خود بیحدم
میکنم رشک گلستان خانهٔ صیاد را

ای خراب تو دلم چون از سر من میروی
می کنی ویران چرا این خانهٔ آباد را

گریه در جوش است از دل پاس می آید مرا
سیل از پا افگند در راه خود بنیاد را

میکشد هجرت من خود کرده وصل ترا
مرگ بی باشد خزان مرغان گلشن زاد را

حیرتی بخشد بهائی چشم حیرت زای او
زیر دندانست انگشت از قدش بهزاد را

براسیر تو بود این رخت هستی بار دوش
موی تن بار است بر دل مردم آزاد را

گر بسنگ آستانش سر زنم اورا چه باک
جان شیرین تلخ شد زین کوه غم فرهاد را

دعوی زیبائی کس راست ناید پیش او
پای در گل هست پیش قامتش شمشاد را

بیوفائی با وفا کیشان شعار خوب نیست
خو مگیر ای مهربان این شیوهٔ بیداد را

در حقیقت نیست جز نقش نگین فرد وقف
خوب فهمیدیم ما خود معنی ایجاد را

فروغ باده باشد شمع بزم میگساران را
بنور پارسائی نیست حاجت باده خواران را

سرت گردم صبا کو آن قرار بیقراران را
بتشریف قدومی مژده ده سوگواران را

بیک جلوه توانی داد داد معجز عیسی علیه السلام
بیا کز هجر تو جان بر لب آید صد هزاران را

نه تنها از نگاه چشم مستت من ز خود رفتم
که شوری در سر افتاده چو من صد هوشیارانرا

بیاد عهد پیمان بستنت بستم صرف چاک دل
وگرنه می‌نوشتم گاه گاهی نامه یاران را

حجاب ذات میباشد صفت هر چند محمود است
که رنگ غازه باشد پرده روی گلعذاران را

نگردد ابر را این خشکی روی زمین باعث
تقاضای کرم کافیست خود حاجت برارانرا

نباشد پرده غفلت اگر ره نیست شیطانرا
که پروای عسس نبود گهی شب زنده دارانرا

مسیحا را ز گردون می‌توان آورد بر بالین
برحم آرد لب خشک چمن ابر بهارانرا

سرم خاک ره آن قدردان گردد اگر یارب
ازین خوشتر نباشد منزلت ما خاکسارانرا

بطفلی وقت بازیها چوبی را داد جولانی
بزیر پای او شد سوده سرها شهسوارانرا

چه شد گر مشت خاک من شود پامال بازیها
که از ویرانی دلها چه پروای سوارانرا

سمند ناز جولانست و من از ضعف در حسرت
ز مشت خاک بر بادم سلامی شهسوارانرا

چه باک از فرد خواهد ترک بزم دیگران از تو
که حقی هست بر مولای خود خدمتگذارانرا

قناعت بس بود بهر بضاعت گوشه گیرانرا
بقدر حوصله کشکول باشد ما فقیرانرا

کف دست تهی خوش جام باشد ما فقیرانرا
قناعت مایه عیش است آری گوشه گیرانرا

چه ریحانی صبا از مژده گل ما اسیران را
مبارک باد این فصل بهاران هم صفیرانرا

بکن مشق عصیان نامه را تا خط سیه باشد
سفیدیهای مو صبح قیامت هست پیرانرا

بحیله کی توان کردن اسیر دام افعی را
ز مهر تو نباشد مهره گر مارگیران را

بود جمعیت اسباب سامان پریشانی
که پنهان هست ربطی خاص با گنجینه ویرانرا

ز قند پارسی خوشتر بود این نظم شیرینم
برسم ارمغانش میفرستم اهل ایرانرا

عجب نبود اگر از صحبت فرد است ننگ او را
که از بزم گدایان عار می‌باشد امیران را

من ره نداده‌ام بدل خویش غیر را
فارغ ز فکر خویش مرا کرد یاد تو

نشناختم ز کعبه چه فرق است دیر را
آری جزای خیر بود کار خیر را

خاطر گرفته چون گل پژمرده ایم فرد
از ما مپرس معنی تفریح و سیر را

شوخی ز نظر گذشت ما را / چشم از همه درگذشت ما را
همسایه ترحمی که فریاد / از شام و سحر گذشت ما را
ای چشم بما ترحمی کن / سیلاب ز سر گذشت ما را
کردی چو اشارهٔ بابرو تو / تیری ز جگر گذشت ما را
آنی است بما زمانهٔ حشر / بی روی تو گر گذشت ما را
فریاد که از تطاول تو / از ناله اثر گذشت ما را
تا رفته دلبر از بزم هم / دل نیز ز بر گذشت ما را
لخت جگر از غم فراقت / از دیده که تر گذشت ما را
ای فرد ورش نمیگذاریم / صد رنج اگر گذشت ما را

از دل رفته بزلف تو گمانست مرا / اضطراب سر زلف تو نشانست مرا
از برایت بسر افتاده مرا پاس رقیب / یک دل و آه بسر فکر جهانست مرا
بهر سودا گران خود بزبانم چو قلم / در ثنای دگران سوده زبانست مرا
پای آلوده بخواب ره گران میباشد / هر نفس میروم و پای دوانست مرا
خواب غفلت نه هد چشم گشادن چو حباب / بر سر عمر روان خواب گرانست مرا
صرفه نیست اگر قلب بر آید دل من / اشک در شهر تو چون نقد روانست مرا
چه قدر بیخبر از رفتن خویشم ای فرد / رفته در خواب من و عمر روانست مرا

می برد تا گلشنم هر صبحدم بوی شما / یاد می آید مرا از رنگ گل روی شما
می روم از خویشتن و سر رامیزنم بر پای او / آیدم از سرو یاد آن قد دلجوی شما
نی وفاداری نه پاس آشنائی خود بخود / حیرتی دارم چرا دل میکشد سوی شما
حاجتی نبود که باشد بر صنم چون فرد / حلقهٔ دامی بدوش از تار گیسوی شما

ساقیا لبریز مشکین جام ما / آتش زن در خیال خام ما
پای بند این و آن باشیم چند / شعله زن در رشتهای دام ما

از فروغ مهر روی دلفروز — جلوهٔ صبح بده در شام ما
بزم ما را برفروز از جام می — صرف مدهوشی کن این ایام ما
جز شراب لعل نوشین تو یار — تلخ باشد شهد هم در کام ما

کم نشد ای فرد هرگز ننگ از و
می گریزد داد هنوز از نام ما

گلستان کردم از داغ محبت کاشانهٔ دل را — چرا بگذاشتی ای نازپرور خانهٔ دل را
میفگن ناصح سنگین دل این سنگ ملامتها — مبادا بشکنی ای بی‌خرد پیمانهٔ دل را
گهر ریز تکلم کن لب لعل خود ای کم گو — نثار تو کنم این گوهر یکدانهٔ دل را
ز دست غم نمودم چاک چاکش تا شبی از سهو — بکار زلف آرائی درآری شانهٔ دل را

نمیدانم چرا آتشخوست فرد آن شمع روی من
ندیدم جز کف خاکستری پروانهٔ دل را

[illegible] دل را

اگر مجیب اجابت کند دعای مرا — بطاق کعبه نگارند مدعای مرا
بود بگوشش مجیبم چو جا دعای مرا — باوج عرش رسد پایه مدعای مرا
بحضرتش که کند عرض التجای مرا — که نیست تا بدرش راه نالهای مرا
بران سرم که بکویت بسر شود عمرم — دهند خلق نشان از در تو جای مرا
باوج عرش نهم پا گرم سگت خوانند — فرشته رشک برد بر رتبهٔ رسای مرا
بس است گر گذری گاه بر سر خاکم — که به از این نبود هیچ خونبهای مرا
جز از سنگ ملامت گر آیدم بر سر — تلافئی نکنند هیچ گه وفای مرا
فتاده ام ز درت دور بر سر راهی — بیا و خود بنگر بخت نارسای مرا
ز دستیاری لطفت بود که برخیزم — که بار خویش شکست است آه پای مرا

[illegible]

بگوی درد دل خویش با مجیب ای فرد
که داند از همه او بیشتر دوای مرا

ای ابروی تو بس روی نیاز است مرا — از سر زلف تو امید دراز است مرا
تا بیفتاده به چشم تو نظر حیرانم — دیده چون نرگس بیدار تو باز است مرا
بسته ام دل بخم طره ات از عهد دراز — که بگوشت هوس گفتن راز است مرا

شعلهٔ حسن تو تا چهره برافروخت به بزم
شمع سان بیش رخت سوز و گداز است مرا

دامنت اشک مرا گر نکند پاک چه باک
از منت جمله نیاز و ز تو ناز است مرا

بر در کعبه سر خویشش فرو کی آرام
خم ابروی تو محراب نماز است مرا

تا اسیر غم عشق تو شدم آزادم
آن نشیب سر کوی تو فراز است مرا

با غم عشق تو تا ساختم از دولت تو
قلق و نالهٔ و گریه همه ساز است مرا

لب جان بخش تو تا هست بکام دگران
لب ز خون جگرم لاله طراز است مرا

فرد چون خاک نگردم ز در پاک محب
که منش بندهٔ و او بنده نواز است مرا

رسید امشب بسوی من پیام قیس از صحرا
برون از شهر رفتم تا ز عشقت شد بپا غوغا

نه حسنت میگذارد تا تو باشی بی من شیدا
نه عشقم می رهاند تا بمانم از تو بی پروا

تو شمع بزم افروزی و من پروانهٔ بدمست
تو خورشید جهانتابی و من چون ذره ناپیدا

باین رخسار رشک گل تو هر باغی که آرایی
برای تو غزل خوانی کنم چون بلبل شیدا

سرت گردم یقین دانم باعجاز یکه می آیی
ز پا زنده نمایی مردگان عهد عیسی را

ملامتهای ناصح را بسنگ کو و کان سنجم
اسیر زلف تو هستم سر من هست و این سودا

جنونم گوش کی دارد بحرف طعنهٔ زاهد
من و آن طاق ابروی که باشد کعبهٔ دلها

ندانم حسن بی پروا چه افسون خواند بر فردم
که خود در پردهٔ ننگ است و او در کوچه‌ها رسوم

نه حسن و نه ناز کشت ما را
خود خوی نیاز کشت ما را

از دست تغافلش نه نالم
کین عمر دراز کشت ما را

پوشید لباس سرخ امروز
آن شوخ بناز کشت ما را

آن یار بخاطر رقیبان
از حیلهٔ ناز کشت ما را

فریاد ز آه خود ندارم
بنهفتن راز کشت ما را

ای نامه بر از تو شکوه ام نیست
کان نامه طراز کشت ما را

دیدن بسلام سویم از ناز
این وضع نماز کشت ما را

چشمت باشارهٔ لب تو
فریاد که باز کشت ما را

نازشِ چشمم بعشقِ محمود	انداز ایاز گشت ما را

برگشتن فرد از دو چشمت
فتوائے جواز گشت ما را

هدف تیر کرده اندمرا
آه نخچیر کرده اندمرا

گه گدازند و گاه بنوازند
مشق تقدیر کرده اندمرا

مغز ورا ستخوان نماند از سوز
شکل تصویر کرده اندمرا

از وجودم غرض خرابیها است
طرف تعمیر کرده اندمرا

بستند نقش ره خرد بر من
پابزنجیر کرده اندمرا

سر کشیدن ز ابرویش نتوان
زیر شمشیر کرده اندمرا

نیست سودم بذات خود چون آه
صرف تأثیر کرده اندمرا

میبرم جان بذوق دشنامے
بسکه تسخیر کرده اندمرا

این جوانان ز دردهائے فراق
ناتوان پیر کرده اندمرا

میکنند آنچه خود همی خواهند
محو تدبیر کرده اندمرا

جرم عشق این قدر نبود و ز هجر
سخت تعزیر کرده اندمرا

میگدازم مگر چو شمع ز سوز
فرد تخمیر کرده اندمرا

صد گنه کردم و یک بار نجستی دل را
بر گدائی که نه امروز شکستی دل را

من دل خویش بتو بستم و تو بهر شکست
با رقیبان من خسته ببستی دل را

لب نگویم که چرا لب بلبت بنهادم
بردی از خود و هوس باده پرستی دل را

از پیم بردی و پامال ز رشکش کردی
پیچ افگنده ز اوج به پستی دل را

وه شکل لعل تو چه می ریخت بکامم ساقی
همه گردیده فراموش ز مستی دل را

بود در کنج عدم خانه ز عالم فارغ
داد این خانه خرابی سر مستی دل را

فرد تا کے بطواف حرم دل باشی
کعبهٔ جان نگر و تا چند پرستی دل را

چه خیال در دل آمد بت ناز مست مارا	بدرستی رقیبان نگرد شکست مارا

جگرم چو خون شد آخر شده دولتی بدستم / که ز پنجهٔ حنائی بگرفت دست ما را
من و سجده در او که حریم کعبهٔ ما است / که رساند این نیازم بت خود پرست ما را
چو بخیزم از سر جان بودش چه باک چون او / بدرش ز نقش پا کم بنشست ما را
همه رتبه بلندم ز در تو خاک بودن / سر همسری بعرشش است نه زمین پست ما را
من چو شمع یکشب رخ خویشتن برافروز / که فروغ تو بسوزد همه بود و هست ما را

ز گشاد و تاب زلفت در فتنها گشوده / که چو فرد بر شکستی همه بند و بست ما را

ردیف الباء

۱۱ غزل

[illegible]

گرد بادم که در هوای مجیب / کو بکو گردم از برای مجیب
شب مهتاب و خلق و بالش نرم / سر ما و در سرای مجیب
بد دماغم ز مشک و عطر مبو / بوی آن زلف مشکسای مجیب
فکر درمانم ای مسیح مکن / به شود دردم از دوای مجیب
جز بیادش نیس من که بود / که ندارم کسی سوای مجیب
خاک کاشانهٔ مسیح چه سود / صندل ما است خاک پای مجیب
آستانش سر سلطنت است / سلطنت میکند گدای مجیب

فرد افتاده باسش کآخر کار / دست گیرد ترا دعای مجیب

راست گویم قسم بجان مجیب / تنگ شکر بود دهان مجیب
زاهد اند و حلقهٔ محراب / من و آن طاق ابروان مجیب
روی خمّار و کوی میخانه / سر ما خاک آستان مجیب
بر جبین نقش کرده ام نامش / خلق ناخوانده ام از آن مجیب
در مشامم سحر صبا آورد / طرفه بوئی ز بوستان مجیب

رتبهٔ خواجگی عطا کردند
فرد تا شد ز بندگان مجیب

بردم بگریه بی تو بسر شب تمام شب
چشمت بمن نکرد نظر شب تمام شب

زین آرزو که بگذری ای ماه بر درت
ماندم ز شام تا به سحر شب تمام شب

یاد لب تو برده چنانم ز خویشتن
کز خود مرا نمانده خبر شب تمام شب

زان نالها که داشتم از صبح تا بشام
بودم در انتظار اثر شب تمام شب

بخت رقیب تیره که روزم سیاه کرد
می سوزم از فراق تو هر شب تمام شب

مردیم ای مسیح ازین درد هجر او
گر همچنین گذشت دگر شب تمام شب

از نالهٔ شبم چه کنی پرسشی که من
مینالم از برای تو هر شب تمام شب

در انتظار دولت بیدار وصل تو
چشمم نخفت تا به سحر شب تمام شب

تاریک بود کلبه ام ای شمع بی رخت
افروختی کنار دگر شب تمام شب

در خواب دیده مست که به بالینم آمدی
زانرو درست خفته ماندم اگر شب تمام شب

همسایه را ز نالهٔ ات ای فرد شکوه هاست
نالیدهٔ زور دگر شب تمام شب

از هجر تو در نسیم گاهی دریاب
ای غمزه فریب از نگاهی دریاب

بر مردن دوست آه کردن ستم است
در عشق تو مرده ام به آهی دریاب

صد چشم ز خوی تو وفا بود مرا
ای مردم دیده از نگاهی دریاب

عمریست فرد شده بچاه ذقنم
یک جلوه تمام را بچاهی دریاب

در خلوت زاهدان نیابی ما را
با بربط و نی بخانقاهی دریاب

از شرم رقیب گر نپرسی حالم
پنهان ز رقیب من براهی دریاب

گر کشتهٔ چشم خون بها کی طلبد
از معجزهٔ لعل جان پناهی دریاب

آوارهٔ کوی زلف هر شب تا کی
از طلعت روی همچو ماهی دریاب

ای چاک قبای صبح هر روز ز تو
تا کی ز غمت شب سیاهی دریاب

از سیل حوادث ار پناهی جویم
گر دست نمیدهی بکاهی دریاب

از صومعه فرد به میخانه نمود
تا صبح ز عنایتی براهی دریاب

کجاست پیک که آرد بمن پیام مجیب — بجان مرده دهد مژده‌ئی ز نام مجیب
زمنتش شدم از شیخ و برهمن فارغ — که در دو صبح و مسای سنت تمام مجیب
نه پند بیهده در دو سرم دهد ناصح — که گوش ما نکند یاد جز کلام مجیب
هزار جان گرامی فدای پیر مغان — که ریخت بر لب من جرعه‌ئی ز جام مجیب

ازین رواق جهانم بس است گر بخشند
چو فرد گوشهٔ کوئی بزیر بام مجیب

مطلع صبح سعادت رخ تابان مجیب — رونق شام سواد خط ریحان مجیب
قدر شام شب قدر است ز تار زلفش — دولت صبح ازل روی درخشان مجیب
وسعت سایهٔ حق را نبود هیچ حدی — سرپرست دو جهان سایهٔ دامان مجیب
سر ارباب نیاز است دم ابرویش — رونق روی دعا هست ز احسان مجیب
هوس قصر بهشتی چه کنی ای زاهد — هست رضوان و بهشت این رو دربان مجیب

قدر تسنیم چه بود بلبل شیدائی را
هستم ای فرد نواسنج گلستان مجیب

با رخت نسبت ندارد آفتاب — کی برآید کار آئینه ز آب
ای بلاگردان رویت آفتاب — دیده‌ها تا چند از سوزت پر آب
شام را از جعد مشکینت سواد — صبح را از حسن رویت فتح باب
شب سیاه از زلف تو کردم بسر — بی دل از آن درد و داغم پیچ و تاب
بیخود تو لب نیالاید بمی — چشم مستت میکند کار شراب
در جهان تا زلف تو شد مشک بیز — خشک شد ورنه ز خون مشک ناب
گو دل عشاق و سیماب از کجا — فرقها باشد میان اضطراب
میزند بر هر شه منصور دار — از انا الحق جوشش صهبا خون ناب
ساقیا جامی درین فصل بهار — چند باشم در غم عهد شباب
آفرینا اختر شناسی را که گفت — خانها در عشق تو گردد خراب
عرش گشتی منزلش گرمی شدی — ذره از خاک رهت آفتاب
گرمی خوی تو ای خورشید رو — کرد دلهای جهانی را کباب

فرد اگر اینست حالِ عشق تو
جمع خواهد شد در احوالت کتاب

تتاب ای مه برِ این کاشانه امشب
که دارم مجلس شاهانه امشب
فروزای ماه بر بام و در من
که شد مهمان من جانانه امشب
بیفکن پرتوی بر ساغر من
که تا بد همچو مه پیمانه امشب
شعاع ماه و تاب تار زلفش
بلا شد بر من دیوانه امشب
زخلوت گاه دل زاهد چه پرسی
ندارد راه هر بیگانه امشب

مغان امروز محو میهمانی است
که فرد ما است در میخانه امشب

آفتابی بلکه رشک آفتاب
آفتاب از روی تو در سوز و تاب
باز آمد یار من مست شراب
چون نگردد خانهٔ تقوی خراب
ای لبت سرچشمهٔ آب حیات
هستی ما پیش تو نقشی بر آب
کی خیال شب بماند در سرش
آفتابی گر کسی بیند به خواب
سوخت دل شاید زسوز عشق تو
کاید از سینه این بوی کباب
بستهٔ هر تار زلف تو ختن
کوی تو رشک خطا زین مشکناب
از رخت تا قطره از خوی چکید
آب شد اندر قرابه ها گلاب
طلعت روی ترا طالبیم ما
از سیه بختان خدا را رو متاب
خاطرم بگرفته تا کی در غمت
وز در تو هر کسی را فتح باب
دلق ما در دوز تو شد رهن می
ای نگاهی چشم مستت باده تاب
کی توان شبهای هجرت را شمرد
این شمارم ماند تا روز حساب
حسن عالمگیر و زلفت هم دراز
با چنین خیمه چنان باید طناب
او به تسکین دل اغیار و من
جان بلب هستم بامید جواب
خوبی این بخت خفته بین که یار
قصه ام بشنید لیکن وقت خواب

به ازین آبادی دل نیست فرد
گرد رو تابد گهی آن ماهتاب

برفگند از روی خود آن مه نقاب / همرهان بگذشتم از ننگ و حجاب
آبروی زندگی از روی او است / بی رخ او خانهٔ هستی خراب
دو جهان در ظل ممدودی است / از کشاد روی او صد فتحیاب
نیستم خو کرده با دام نصیح / چشم تو تا کی کند بر من عتاب
کی پذیرم پند هر دیوانه را / توبه کی زیبا است در عهد شباب
گوش من خو گر بقول مطرب است / هرچه گوئی ناصحا گو بار باب
نذر کردم مغ چو خواند بنده ام / این رز و این باد و این دور شراب

دل چه بندی **فرد** در دنیای دون
بی حقیقت هست چون موج سراب

ماند از عمر دمی جان من زار مخسپ / بسکه کم ماند شب ای دولت بیدار مخسپ
بس گرانست شب فرقت و من جان بلب / یک دم ای عمر بسر آمده غمخوار مخسپ
بستر خواب بچین چند بغفلت ببری / خواهی ار دولت بیدار تو زنهار مخسپ
خوی او نیست که در خواب هم آید گاهی / خیز ای بخت چرا خفته ای بیکار مخسپ
حیلهٔ خواب ز دیر آمدن شب تا چند / صبح نزدیک شد ای دولت بیدار مخسپ
ای خردمند چو بنیاد جهان محکم نیست / بگذر از راه و درین سایهٔ دیوار مخسپ

ترسم از طعنهٔ اغیار بغیرت آید
فرد بگذر ز تمنا و بر یار مخسپ

ردیف التاء

۱۰۸ غزل

نه همین از آتش عشقت دلم تنها بسوخت / شمع سان هم رشتهٔ جان من شیدا بسوخت
گرم افسانه بزمش شد چو شمع از سوز من / ناتمام آن قصه ماند و شمع سرتاپا بسوخت
تا چکیده خون بر آمد تشنهٔ نشتر از رگم / اینقدر خون در رگ من جوشش نمود و بسوخت
همزبان شمع گفتم شب چو راز عشق خویش / شمع و هم پروانه از سوز دلم یکجا بسوخت

گرمی خوبیت فگنده آتشی در خرمنم / برق رویت حاصل صبر و قرار ما بسوخت
سوختم چندانکه دود آه من چون شد بلند / آفتاب از سوز من بر عالم بالا بسوخت
برق بیتابی چرا کاین اخگر پنهان دل / خوب خاطر خواه از سر تا بپا ما را بسوخت
دامن جمعیت من بود چاک از خار فکر / منت ساقی که هر خس ز آتش صهبا بسوخت
هم جگر هم سینه و هم استخوان آن شعله خو / از نگاه گرم در یک لحظه برق آسا بسوخت

فرد
چهره برافروخت تا آن آفتاب حسن / ننگ و ناموس و خرد هم از من رسوا بسوخت

رسید عمر به پایان و کارها باقیست / تمام گشت شب و دوریها باقیست
شتاب میکند عمر و کارها باقیست / ز خوکشش میرم و دوریها باقیست
امید وصل چه دارم بوعده صبحش / ز بخت تیره ندانم چه شامها باقیست
صبا ز لطف جواب سلامم آوردی / سرم فدات جواب پیامها باقیست
تغافل تو چه بیداد کرد ای صیاد / ز صیدهای تو پرها بدامها باقیست
ز خاک کشته خود ای نسیم من مگذر / هنوز از لب لعل تو کامها باقیست
صبا ز گرم روی قصه ام مکن کوتاه / دمی نشین که هنوزم کلامها باقیست
غبار گشتم و از خون دیده ام رقمی / هنوز بر در و دیوار و بامها باقیست

فرد
فنا ز گوشه نشینی نمی‌شود ای فرد / ز خفتگان ته خاک نامها باقیست

عشقت من اختیار نگذاشت / درد تو بدل قرار نگذاشت
الفت و متاع و مهر با خود / دل واشده ام که یار نگذاشت
در دور تو ذوق می چه باشد / چشمت لب من خمار نگذاشت
این گریه زار زار من آه / مرهم بدل فگار نگذاشت
صبر من و زلف آن پری را / این چرخ بیک قرار نگذاشت
عشق تو بجز جگر خراشی / در دست من اختیار نگذاشت
بی تابی نیم بسمل تو / در کوی تو هیچ خار نگذاشت
[illegible] او [illegible] باد / [illegible] ز در ما غبار نگذاشت

این گردش چشم فتنه خیزت — آرام بروزگار نگذاشت
چشم ز گهر نثار روے خود — از روے تو شرمسار نگذاشت

جز گریه بفرد من غم تو
افسوس که هیچکار نگذاشت

آشوب بر دلم ز قد فتنه زاے کیست — افتاده صد هزار قیامت بپاے کیست
این صبح جیب چاک بیاد قبای کیست — باد نسیم سرو نفس در هواے کیست
گر مژده قدوم تو باد صبا نه برد — نرگس کشاده چشم به گلشن براے کیست
انکار قتل من نتوان کرد لے نگار — خون دلم برنگ حنا صرف پاے کیست
حسن تو گر نه جلوه فروش نگاه ماست — این دل مثال آئینه محو اداے کیست
وامانده دیده من قربانی نگاه — در انتظار آن لب معجز نماے کیست
درویش ربوده از دل زارم توان وتاب — آن آرزوے جان بشفا و دواے کیست
قند لبت کجاست که تلخ ست کام من — جانم بلب رسیده لبت جانفزاے کیست
در بزم همچو شمع ز سوز و گداز عشق — سرتا بپاے سوختنم مدعاے کیست

از حال فرد هیچ نشد آگهی مرا
دل ورنه کرداده بجان مبتلاے کیست

تنها نه سراپا چو دل آغشته بخون است — هر آبله پا چو دل آغشته بخون است
این دیده من تا چو دل آغشته بخون ست — هر گوهر دریا چو دل آغشته بخون است
انکار ز قتلم نتوان کرد که امروز — هر بام و در ما چو دل آغشته بخون است
بگذشت کرام آبله پا زین ره پرخار — هر سنگ بصحرا چو دل آغشته بخون است
سیلاب سرشکم مگر از دامن دل بود — کین دامنه سراپا چو دل آغشته بخون است
تنها نه ز داغ تو دلم غرقه خون هست — هر لاله حمرا چو دل آغشته بخون است
از مستی چشم تو چه خون در دل خمهاست — هر شیشه صهبا چو دل آغشته بخون است
یک صید ز تیر نگهت جان نتوان برد — هر آهوے صحرا چو دل آغشته بخون است
گر نافه مشک است وگر غنچه گلها — زان نو گل بویا چو دل آغشته بخوان است
این سرخ شفق نیست که لخت جگر چرخ — زان دست محنا چو دل آغشته بخوان است

از ناوک مژگان که ای فرد ندانم
هر جزو تن ما چو دل آغشته بخون است

زبان من شکایت آشنا نیست — وگرنه بر دل از جورت چها نیست
بت شوخ مرا ترس خدا نیست — بغارت بردن ایمان حیا نیست
بیاد تو مرا جان بر لب آمد — لبت با نام من هم آشنا نیست
ز سنگ آستانت باشم به — سرم خو کرده بال هما نیست
مشام گل نگشتی عطر آگین — اگر بوی تو در باد صبا نیست
بود پامال قهر عشق آن دل — که او ممنون الطاف شما نیست
اگر گشتی بغمزه لطف کردی — گذشتن از مسیحائی وفا نیست
بگوییت می نمودم شب بسر لیک — سگ کوی تو با من آشنا نیست
ترا زاهد نه گشتی حلقه در گوش — گر ابروی تو محراب دعا نیست
بدرمان و مداوایم مکوشید — که دردم را بجز وصلش دوا نیست
چه سود ارجای یوسف را گرفتند — اگر در دیده یعقوب جا نیست
چه گویم جور چشم سرمه گینش — مرا جز خموشی بر دها نیست

بحال فرد لطف تو چرا نیست
که شاهی چون تو و چون او گدا نیست

رنگ چمن بدامن دل نقشها نه بست — دست بهار گاه بپایم حنا نه بست
عهدی نبوده است که آن بیوفا نه بست — لیکن چنانکه با دگران آن بما نه بست
خوابیده بخت چند چو نرگس بود مرا — شب تا سحر بیاد توام چشمها نه بست
خون شد ز دست بر و حنا بسکه دل مرا — کز خون من زمانه بپایت حنا نه بست
نگشاد ناخن خردم عقده که باز — آن تاب جعد و آن خم زلف دوتا نه بست
صد بار بسته ام کمر همت و هنوز — مضمونی از میان تو نیکو زمانه بست
ما زیر بار منت عریانی خودیم — بی برگیم بدوش کسی رخت ما نه بست
صیاد از جفای تو امسال عندلیب — از بال خود بکنج قفس آشیانه بست
بگشاد ماند تا لب گورش لب سوال — همت کسیکه بر در مشکل کشا نه بست

چون چشم یار بوقلمون حال گشته ام	خوش مشربم بعهد بے ثبات که با من زمانه نیست

ما زیر بار منت پیر خرد نه ایم
عشقست برِ کسے فرد در مدعا نه نیست

آرام دلم باشد در گوشهٔ ابرویت	هر سو که روم باشد پیش نظرم رویت
دارند بمن کارے پیوسته دو ابرویت	بر دیدهٔ زار آن دل می کشد هر سویت
دل در خم زلف تو تا کے بفغان باشد	زنجیر گران باشد هر تار ز گیسویت
دارد بچمن سنبل سودای سر زلفت	هر نافه بدل خونست از رایحهٔ مویت
کے دست طلب دریا می برد سوے سلیمان	گر در کف او بوسه یک قطره از خویت
هر سرو که می روید دارد سر پا بوست	در گردن هر قمری طوقیست ز گیسویت
از نقش کف پایت تاج سر سروران	اے جمله گداے تو نیکوست همه خویت
پرسد اگر او از من اے باد صبا گوئی	جان داده به عشق تو تا کے شده از کویت

اکنون نتوان اے فرد نه پا سے برآوردن
این نخل محبت را از سینه به بیخ و بن

در سجده فرو برده زاهد سر خود سویت	محراب حرم باشد طاق خم ابرویت
آن رنگ که گل دارد یک رشحه از رویت	زان بوے که در مشک است یک نفحه ز گیسویت
هر لاله که می روید داغے بجگر دارد	زان خال لب لعلت و ز عارض دلجویت
صد شیشه گلاب آنجا با آب نمی ارزد	هر جا که بود آید یک قطره از خویت
افتاده بکوے تو چون رو بهشت آرد	می سود سر خود را زاهد بسر کویت
از برگ گل و ریحان فرش ره او سازم	گر باد صبا آرد یک دسته از بویت
شوری که بسر باشد سودائی زلفت را	تسکین ندهد هرگز جز سلسلهٔ مویت
سودے ندهد پندے آوارهٔ عشقت را	تا سر نزند حرفے از لعل سخن گویت
آن ناصح بدگو را اے کاش که در راهے	یک بار نظر افتد بر این رخ نیکویت
روے تو برهمن را برهاند ز دام بت	ایمان ز مسلمان برد این گیسوی هندویت

خاموش که عالم را دلها بقرار آید
خلقے بفغان آمد ای فرد ازین هوهویت

مرا نه شکوه ز زلف بلند یار خود است ز دست کوته خود عقده‌ها بکار خود است
مثال آینه شرمنده خودم از زنگ حجاب جوهر ذاتی خود غبار خود است
بزلف او نتوان تهمت نقاب نهاد حجاب مهر رخ او چو چشم زار خود است
بباغ دهر زباد مراد لب نگشا چو گل بخنده شود دشمن بهار خود است
نگشت زلف و رخ یار رفتن از سرهم که بیقراری شبها کار و روزگار خود است
بفیض آه خود از سیر گلشنم فارغ بهار نخله آتشین هم از شرار خود است

چه گویمت آه که انداخت در بلا ای فرد
دل خود است که پرورده کنار خود است

اذیت از درد بجان است به بیمار غمت زندگی بار گران است به بیمار غمت
ضعف افزون ز بیان است به بیمار غمت خامشی مهر دهان است به بیمار غمت
شربت عیسی جان بخش باو سود نکرد سحر و شام همانست به بیمار غمت
بعیادت بسر زار گذر کن گاهی کآرزوی تو چنان است به بیمار غمت
زندگی گرچه حباب است بچشم مردم لیکن از کوه گران است به بیمار غمت
حرز جان از خط مشکین پی تسکین نفرست سحر چشم تو گمان است به بیمار غمت
آخر ای سنگدل این ننگ ز مردم تا کی نام تو ورد زبان است به بیمار غمت
دست برداشت طبیب از سر نبضش امروز فرصت لحظه و آن است به بیمار غمت

کیست ای فرد که گوید ز من او را کامشب
ناله و شور و فغان است به بیمار غمت

نامه بر آمد و آن شوخ کتابی نه نوشت نامه شوق مرا هیچ جوابی نه نوشت
لطفها مد نظر بود ز دست کرمش لطف اینست که از ناز عتابی نه نوشت
رقم حرف جفایش غلط ار بود ز من من خطا کردم و او راه صوابی نه نوشت
دفتری گشت بعالم ز وفاداری من آن سیه چرده یک از صد بحسابی نه نوشت
بس خطا کرد طبیبی که دوای عاشق الیکه درد ز لعل تو شرابی نه نوشت

صد جهان گشت رقیبان ز کلامش معمور
آه یک حرف باین فرد خرابی نه نوشت

سر من خاک آستانهٔ اوست / دل من گوشهٔ خانهٔ اوست
ناوک غمزه چون بر اندازد / جگر خسته ام نشانهٔ اوست
دلم آباد شد به دولت عشق / سینهٔ من پر از خزانهٔ اوست
ذکر او یاد در میان آرید / زین میانم غرض فسانهٔ اوست
مطربا از لبش حدیثی گو / گر ترا گوش بر ترانهٔ اوست
یار با آشنا و بیگانه / از کجا او که هر کسی بیگانهٔ اوست
پرده از روی حسن خود بکشود / هستی ما همه بهانهٔ اوست
قند ریز است گر لبم چه عجب / اثر بوسهٔ شبانهٔ اوست
زاهد از دین درست پیمان باش / آفت عهد من میخانهٔ اوست

فرد چون از در تو برخیزد / باسگت عهد در میانهٔ اوست

عرصهٔ کون و مکان ساحت زیبائی گشت / خاکیان را شرف از جلوهٔ رعنائی گشت
قدسیان نقد نیاز اند بکف بهر نثار / دیدهٔ انجم افلاک تماشائی گشت
عرش آراسته شد بهر پی معراج تو هست / مشعل ماه و کواکب پی شب آرائی گشت
جلوه افروز شد امشب که شب معراج آمد / رونق عرش برین از قدر افزائی گشت
پای بر فرق جهان برنه و از ناز خرام / دیده‌ها فرش ره بادیه فرسائی گشت

عقده‌های دل او را به تبسم بکشا / فرد جان داده باميد مسیحائی گشت

جلوهٔ آن گلعذارم آرزوست / طلعت صبح بهارم آرزوست
کلبهٔ من بی رخش تاریک هست / پرتو روی نگارم آرزوست
آه ازین حسرت که او از من برنج / وز لبش بر دل قرارم آرزوست
میکشم جانرا نثار مقدمش / ای صبا پیغام یارم آرزوست
تا بکی باشد ز شام بخت خویش / شمع روی در کنارم آرزوست
تو شوی بالین من چون طبیب / جلوهٔ او یک دو بارم آرزوست
سر بپایش سودن و از خود شدن / از پی صبر و قرارم آرزوست

همرهان از سنگ پای آن صنم | بهر خود لوح مزارم آرزوست
شمع و گل بر تربت من گو مباش | شمع روی گلعذارم آرزوست

پند من سودی ندارد فرد را
معجز عیسی بکارم آرزوست

رسید وقت که بلبل شود نثار بسنت | که باز شد چمن آباد از بهار بسنت
صبا ز طرف چمن باز مشکبار آمد | که دور پیر مغانست و روزگار بسنت
ز بخت باده کشان باز شد چمن سرسبز | دمید صبح بهار و کشود کار بسنت
بگو به پیر مغان می دگر بجوشش آمد | بده پیاله که باشم بکار و بار بسنت
شراب و شاهد و عهد شباب و فصل بهار | غنیمت است شکن ساقیا خمار بسنت

به بوستان نجیبی خوشا بسنت ای فرد
نوای بلبل شیدا است نغمه زار بسنت

غم نیست دل ز دست غمت پاره پاره ایست | دستی به نبض من که بدست تو چاره ایست
گل هست یا عذار تو یا ماه پاره ایست | در گوش تو دُر است صنم یا ستاره ایست
نازم صنم نیاز تو و این نیاز خویش | کز من وفا و از تو جفای شماره ایست
هم دل ز دست رفت هم از دل بجان رسید | دل نیست در بر تو مگر سنگ خاره ایست
کس را بود چه دعوی هستی برو تو | تو آفتاب حسنی و دیگر ستاره ایست
افتاد تا به عشق تو ام کار چون خسرو | جسم از جان و جان ز تنم نابکاره ایست
گر نیم شب بکوی تو خفتم عجب مدار | کز بهر بخت خفته نکو استخاره ایست
کو آن لبت که شربت درد مرا است | بس گر این تبسم بقرافت دوباره ایست
جز چاک جیب هیچ نه سر زد ز دست من | این زاد دل حکایت عشق تو پاره ایست
دامان دوست و تیغ میان بجان من | کافی برای کشتن من یک اشاره ایست

فرد تو چون بساحل مقصود خود رسد
طوفان موج و بحر غمت بی کناره ایست

عشق آمد اختیار از دست رفت | ای خرد کاریکه کار از دست رفت
از صبا چون بید آنجا زلف او | ور من شیدا قرار از دست رفت

یادگار عشق بود این دل ز داغ / ای دریغا یادگار از دست رفت
آمدی و آمد تو سحر بود / دست من از کار و کار از دست رفت
از شکسته بالیم صد شکوه‌هاست / کز چمن دورم بهار از دست رفت
عشق چون آمد دلم بر جا نماند / غم چو آمد غمگسار از دست رفت
بوسه می باز از لبم تا صبح شد / توبه ام را اعتبار از دست رفت
محتسب شرمنده ام کز بهر می / خرقهٔ من چند بار از دست رفت
این گریبان چاکیم رسوا نمود / آنچه بر من رفت یار از دست رفت
روزگارم گردش چشم تو بود / تا تو رفتی روزگار از دست رفت
آمدی و فتنه کردی بپا / صبر از دل ننگ و عار از دست رفت
ملک دل زیر نگینم بوده است / یار آمد آن دیار از دست رفت

فرد یار از میخور رها توبه کرده / لذت فصل بهار از دست رفت

نامرادان یار از دست رفت / چاک دامن تا کنار از دست رفت
خاک بر سر صبح نافرجام را / در برم بود ماه و یار از دست رفت
دستش از خونم حنا گاهی نبست / وای ای خون گلین بهار از دست رفت
دیدمش چون بی سوار اینجا مرا / خود عنان اختیار از دست رفت
گریهٔ من بر در استم نبود / کاین چنینم صد هزار از دست رفت
یک نگه دیدم چو روی آن صنم / سبحه افتاد و شمار از دست رفت
تاب آه آتشین دیگر نماند / این عصای زرنگار از دست رفت
آمد گل بود افتادم بدام / آه ازین موسم بهار از دست رفت
شد نگارین جامه از خون گریه ام / دوستان آن نگار از دست رفت

دام برچین ای خرد از راه فرد / صید عشق او شد شکار از دست رفت

صبا منازترا با گل ارچه همرنگی است / نصیب غنچه درین باغ بهره دلتنگی است
غبار خاطر آئینه‌ها نمی‌گردد / اگرچه پیش رخ آئینه رخنه تنگی است

صفای دامن آئینه را چه آلایش
اگر مقابل او میکشش سست و دورنگی است

زعکس روی تو روشن شد از دلم چه عجب
که نقش‌های دل آئینه زبیرنگی است

بجز صحبت دیرینه شرم دارد اشک
که فاش کردن راز کسی زبی‌ننگی است

دل تو سنگ و برت از صفا چو آئینه
بسینه تو دلت را عجب که همسنگی است

نکرد چشم تو از قتل مردمان شرمی
فتاده کار من افسوس با بت جنگی است

بود بپرده نظم نوای من ای درد
نصیب بلبل شوریده گر خوش‌آهنگی است

ساز و برگ من از حمایت اوست
آنچه دارم همه عنایت اوست

هرچه خواهیم و آنچه میگوییم
غرض اندر میان حکایت اوست

غیر او کیست تا از و نالم
شکوه از بخت هم شکایت اوست

علم قامت سرافرازان
سرفگنده ز فر رایت اوست

ایکه زان لب سراغ میجوئی
همه گفتار نغز آیت اوست

بهر دو زلفش کسی که ظل هما
بر سرم سایه حمایت اوست

باختم دل بیاد لغزشش
چه توان کرد کاین بدایت اوست

جذبه عشق خضر راهم بس
هرکجا میروم هدایت اوست

آتش افسرده دامن نگهم
جلوه حسن بی‌نهایت اوست

نیست سرحلقه گر شود مرا
اینهم از دولت رعایت اوست

قصه حسن هرکجا شنوی
همه یک ابجد حکایت اوست

خانه دل سکه خراب مباد
زانکه یک گوشه از ولایت اوست

فرد

حسن زبیگانگان نهان ای درد
اوست تا چون آشنا شکایت اوست

ای لب عجب که جای کسی در دل تو نیست
یک دل نباشد آنکه در و منزل تو نیست

نتوان ترا نهفت ز مردم بچشم خویش
در دل درآ که بهتر ازین منزل تو نیست

بیگانه از دلم بله ای صنم ساختی
سنگین دلی که الفت من در دل تو نیست

تا کی ز آسیای فلک افسوس سوخت
گردانه از خرمن کس حاصل تو نیست

بگذشت گر رسید گهی تا وقت رقیب
توسن دگر ستاره که از جبل تو نیست

لیلی مهار ناقه بگردان که قیس را
از ضعف پای همرهی محمل تو نیست

پروانه را چه قدر به بزم تو زاهدا
شمعی ز آه دل چو درین محفل تو نیست

آماده بوده‌ام ز ازل فرد بهر مرگ
تهمت منه بیار که او قاتل تو نیست

بجرم عشق تو ناصح مرا گرفت و گذاشت
ندانم اینکه چه دید و چرا گرفت و گذاشت

بپرسشم از که دل و صبر داشتیم همه
نگاه یار بیغما چها گرفت و گذاشت

ز نازه دوشش بپاس رقیب دست مرا
چو دست مردم ناآشنا گرفت و گذاشت

بیا و نکهت گیسوی او صبا سحری
نسیم مشک ختن از خطا گرفت و گذاشت

عبیر خاک درت یاد آمدش به تتار
که گرد سر کویش هوا گرفت و گذاشت

خیال کوی تو اش خجلتی به بلبل داد
که بوی گل گلستان صبا گرفت و گذاشت

اگر بیاد خم ابرویش خمیده سرم
بطاق کعبه دل من که جا گرفت و گذاشت

فتاده با صنم بی نیاز کار که دل
دو بار آن سر زلف دوتا گرفت و گذاشت

حیا به کشمکش از من و رقیب افکند
که چند مرتبه خوی وفا گرفت و گذاشت

گذشت از دل من چون ندید جای قرار
خدنگ او بپا من که جا گرفت و گذاشت

ربود ناز خرامش ز خویش فرد مرا
کرشمه بناز سر راه ما گرفت و گذاشت

ما عاشقیم و رهگذار تو جای ماست
هر گوشه‌ای ز کوی تو دولت سرای ماست

زاهد چه میدهی ز ره کعبه ام نشان
رفتن ز خویش قبله حاجت روای ماست

ابروی یار هست به پیش نظر مرا
فارغ ز طاق کعبه همه مدعای ماست

حرفی که نیستش اثری باشد آه ما
تیری که بر هدف ننشیند دعای ماست

نقشی که بر مراد نشیند جفای تست
نخلی که بر نداد دگر آن وفای ماست

از خون خویش پرورش خارها کنیم
عمریست سرخ روی صحرا ز پای ماست

در کیش عشق گبر و مسلمان برابر است
از خود گسستگی بر ما او خدای ماست

فرخندگی صبح ز روی شما بود
یک خنده شما سحر دلگشای ماست

تا مانده ایم ما و دل از خود گسستن جدا
ما کوچه گرد بهر دل و دل برای ماست

رسم وفا ببین که بپاس دل کسی … خوشنودی رقیب جفاجو رضای ماست

ای محتسب شکسته مشو پا به بزم من
امروز فرد وارد مهمان سرای ماست

تا جلوه گاه یار دل مبتلای ماست … یکسو ز عالمیم و دو عالم فدای ماست
یارب چه حالت است که تا عشق در ربود … بیگانه از خودیم و جهان آشنای ماست
تا پشت پا بقصر بلند فلک زدیم … رفعت ببین که روی زمین زیر پای ماست
حرفیست اینکه غمخور عاشق کسی شود … خود غمخورده زماست اگر غم دوای ماست
گلبانگ عندلیب اگر نغمه خوش است … گوشی بناله ام که اثر در نوای ماست
باکم ز هجر اوست نه از مرگ خویشتن … دانم که رشته زلف او دوای ماست
از دوزخ و بهشت ندارم امید و بیم … باب السلام عشق گشاده برای ماست

هستم غلام خاک نشینان کوی او
ای فرد بادشاه و گدا از ان گدای ماست

عیش من از باغ و گل بگذشته است … تشنه ام از جام و مل بگذشته است
اگر از من بلبل و پروانه نیست … عشق من از شمع و گل بگذشته است
ناصحا پندم ز رسوائی مده … کار من از جزو و کل بگذشته است
ای خرد در کار من رسائی مزن … رای من از عقل کل بگذشته است
ای خضر دستی که طوفان کرد عشق … آب این دریا ز پل بگذشته است

نامه و قاصد چه سودای فرد کار
از رسائل و ز رسل بگذشته است

مست چشمان سیه تو مستی دگر است … بیخودی دگر و باده پرستی دگر است
دست بر شاخ گل از حسرت و شتت چه زنم … دسته گل دگر و دست تو دستی دگر است
چشم بر روی تو افتاد و دل از دست برفت … صفت رسوا دگر و حسن پرستی دگر است
از خطا هم نگهش گر بمن افتد بجهد … ای غزال ختن این شوخی جستی دگر است
از سر زخم نشاسند جهان صید ترا … ناوکت را بدل صید نشستی دگر است
جلوه جام و هر گل بگلشن دشت خوش است … بلبل محو تماشای تو مستی دگر است

شوخی رنگ حنایت دل مرجان خون کرد — شاخ مرجان دگر و دست تو دستی دگراست
وقف سرمه شدم از خاک رهت گر دیدم — سرمه‌دان دگر و پیست تو بینی دگراست
قیمت و قدر شکست از شکر و لعل لبت — عهد را نیز ز لعل تو شکستی دگراست
از نگاهت بنر و جان بسلامت صیدی — ناوک تو دگر و شست تو شستی دگراست

از کلامت دل بگرفته ام ای فرد گشاد
معنیت تازه و هم بیت تو بیتی دگراست

رایت حسن برافراخته قامت اوست — زلف سر تا قدم انداخته قامت اوست
ترسم از ناز عتابی کند ای ناله خموش — کین همه فوج بلا تاخته قامت اوست
سرو بالا که کشیده به چمن سر بفلک — سایه ناز بپا ساخته قامت اوست
من که افگنده سرم در ره تسلیم و چه غم — منت سیف وفا آخته قامت اوست
زان خرامیکه قیامت لب شهیدان برخاست — فتنه هست که پرداخته قامت اوست
شمع که سینه او سر زند این شعله شوق — پای تا سر همه بگداخته قامت اوست

رست از بندگی ناز پرستان جهان
فرد آزاد که جان باخته قامت اوست

تم نیست جان بلاکشی درد فراق اوست — دل خاک رهروان ره اشتیاق اوست
چشم گشاده در ره کحل الجواهری است — زان خاک ره که سوده سم براق اوست
این گلشن جهان که بود جلوه گاه حسن — [illegible] نهاده به پیوسته طاق اوست
عرش برین که قبله قدوسیان بود — یک گوشه ز کوی حریم رواق اوست

از بی گناه چه پروا الفقیر فرد
عفو گناه خلق گنهگاران مذاق اوست

سر بکوی او منزل صفا این است — طاق ابروش می بینی قبله دعا این است
دست و نیشتر فصاد دل بکوشش سودائیش — لب بذکر نام او حال مبتلا این است
درد مند اگر آگه عشق او طبیب بس — از خودی چه بگذشتی صحت شفا این است
لعل او مسیحا شد چاره از که می جوئی — سوز سینه گر داری چاشنی دوا این است
بهر آفرین خلق چند ز ادعا یهاهو — خامشی و می گوید یا ... مرحبا این است

گیرد او ز شوخیها گر بدست چوگانے
گوے از سر خود کن بازی وفا این است

عذر عشوه ات خواهم زانکه گفتمت خونریز
کشته می شوم دیگر گر ترا حیا این است

صد جفا توان برداشت گر رضاے تو باشد
بهر غیر اگر گشتی جان من جفا این است

سر گر ز سنگ طور پیشم زاهد از اباد
خاک راه او میجو **فرد** توتیا این است

عمرے گذشت در رهے ارادت بکوی دوست
دل از همه کناره گزیده بسوے اوست

بشنو دم کجا اگر بهر باغم ز یار دل چه
در هر گلے که می نگرم رنگ و بوے اوست

جانم بهاے یک نگهش نیست چون کنم
با این دل فسرده که در جستجوے اوست

وصلش چو نیست بخت من خسته بعد ازین
او دلے و جان من و آرزوے اوست

عمرم اگر دراز کند اے خضر راه عشق
این رشته حیات من و تار موے اوست

فرد مرا چه پند دهی ناصحا ز عشق
دیوانگی و عشق پرستی چو خوے اوست

روے تو هر که دید ز هر آرزو گذشت
از ننگ در گذشت و هم از آبرو گذشت

ناصح ز پند بیشتر آتشم می شود
سوزن مزن که چاک دلم از رفو گذشت

شرم ابر سیاه و سر اغنش بیافتم
لیل و نهار من به همین جستجو گذشت

از ماجراے گریه شب هاے من مپرس
چندان گریستم که ز سر آب جو گذشت

جز طاعت نیاز نبرد و بجا شفق
تقواے ما ز رهن نماز و وضو گذشت

این تلخ کامیم ز جفاے رقیب نیست
بر ما گذشت آنچه از آن تندخو گذشت

بند قبا گشاده بگلشن چو پا نهاد
بلبل ز گل گذشت و گل از رنگ و بو گذشت

فرد مرا بیاے حسن ساقیا ملن
ذوق و لبش ز شیشه و جام و سبو گذشت

تو بیامرز شراب کهن شکست
از آمد تو رونق بازار من شکست

بیو ز سنگهاے ملامت ز بهنود
نازم به تیشه که سر کوهکن شکست

یارب ... ماب را بزلف تو دست حسن
زنار کفر بر کمر برهمن شکست

ما کم گرفته ایم نفس را که در سخن
هر حرف تا رسیدن لب در دهن شکست

ساز رهِ حرم چه کنم همرهان که ما / پیریم و پای طاقت ما در وطن شکست
در کوی تو بجای خود دم هست گردشی / چون آسیا به در تو پا در وطن شکست

با نظم فرد تا شده گوش من آشنا / دیگر دلم ز گفت و شنود سخن شکست

فتنه ئی نیست که از چشم تو بر جانم نیست / از نگاه تو چه آزار به پیمانم نیست
شد به لطف تو دل من به چه ساعت پیوند / یک شبی نیست که آن خواب پریشانم نیست
غنچهٔ دل ز چه امید گشاید یارا / گذر ابر بهاران بگلستانم نیست
گوهر اشک من آخر به زمین ریخته شد / خجل از گریه‌ام امروز که دامانم نیست
عشق را گو که بتاز و بدل من بی باک / که جز این یک کف خاکی سر و سامانم نیست
داده‌ام خوان دل خویش سپاها چه خلیل / نیست یک تیر بلای تو که مهمانم نیست
آشیانی چه کند مرغ غزل خوان چمن / که خزان سایهٔ برگی بگلستانم نیست
خجل از نامه سیاهی عشق ز دست ستمت / آه یک رقعهٔ بی چاک بدامانم نیست
از چه جان خلوت این قالب خاکی بگزید / زاهد آگاه از آن راز که پیدایم نیست
ناصحا بخیه ز دست کرم خود که هنوز / چاک پیراهن من تازهٔ دامانم نیست
بفگن خاک مرا در رهِ دیگر ای باد / که درین رهگذر تخت سلیمانم نیست
رقم او همه اندر دل سی‌پارهٔ ماست / یک تر و خشک بنا شد که بقرآنم نیست

خاطرم از حسرت آن قامت موزون فرد / کاینچنین مصرع برجسته بدیوانم نیست

از دست غمت هیچ دلی شاد نمانده است / اقلیم دل از جور تو آباد نمانده است
خلقی است بجان آمده در کوی تو از درد / دریاب کنون طاقت فریاد نمانده است
تا درس غمت داد مرا عشق تو والله / جز مصحف روی تو دگر یاد نمانده است
گسترده بصحرای جهان زلف تو دامی / فریاد که یکدل ز تو آزاد نمانده است
افواج غمت آمد و ما مور ضعیفیم / رحمی که مرا طاقت بیداد نمانده است
از کوه گران است غم فرقت شیرین / جز کندن جان چاره به فرهاد نمانده است
افتاده چو کاهم بره تخت سلیمان / آرام مرا از ستم باد نمانده است

با فرد چه مانده است که آئی پی غارت
از دین و دل و صبر که بنیاد نمانده است

ترا به بخت خود ای زاهد ارجمندی نیست / که او گره به جبین در نیازمندی نیست
در مغان چو در شیخ و برهمن نبود / که آستانهٔ شیخ جای خودپسندی نیست
ز فیض جام چو از خویشتن برون رفتی / ترا به هیچ دگر جای پای‌بندی نیست
از دیر و صومعه بر آ و رند مشرب باش / درین طریق ز اغنیا مستمندی نیست
ز بزم باده‌کشان محتسب مرو هشیار / به میکده حذر از باده هوشمندی نیست
منه ز جادهٔ عشاق پا برون ای فرد / که زیر سقف فلک جای سربلندی نیست

قامت او دگر و شجرهٔ طوبی دگر است / راست بودن دگر و قامت رعنا دگر است
پیش لعل لب او حرف ز باده مزنید / مستی لب دگر و نشئهٔ صهبا دگر است
واله روی ترا لاله چه تسکین بخشد / حسن او روی دگر و لالهٔ حمرا دگر است
آرزومند ترا نیشکر و سرو چه سود / نیشکر خود دگر و قامت زیبا دگر است
باده حلوا چه کند پیش لب نوش توکس / لذت لب دگر و قند و حلوا دگر است
چشم بد دور کجا چشم تو کو نرگس زار / چشم حیران دگر و نرگس شهلا دگر است
عاشق خسته کجا بلبل و پروانه کجا / شمع و گل دیگر و آن حسن سراپا دگر است
فرد گر عاشقی از بزم رقیبان پرهیز / بوالهوس خود دگر و عاشق شیدا دگر است

آهست دگر و عصای موسی دگر است / شهدست دگری و من و سلوی دگر است
رزق همه گرچه ز آسمان می‌آید / خوانست دگری و خوان عیسی دگر است
در ذکر لبش حدیث حلوا تا چند / لب دیگر و این حدیث حلوا دگر است
کوته نظری ز دوستش باغ جنت ندهم / گل خود دگری و روی سلمی دگر است
فرد است شب عمر تو با فسانه گذشت / قصه دگری و آه شبها دگر است

رستن ز خویشتن شریعت ماست / رستن ز بندگی طریقت ماست

عشق از راه من دوئی برچید
دیدن غیر کفر ملت ماست

آنچه فهم کسے نه در یابد
عین ذات من و حقیقت ماست

در گذشتن ز حیطۂ امکان
سیر باز بلند همت ماست

بحرم وصال او ماندن
گوشۂ امن و خاص خلوت ماست

محو گشتن بجلوه اش اے فرد
حق پرستی ما و طاعت ماست

بادۂ عشق از سبوے دیگر است
عاشقان را های و هوئے دیگر است

سینه چاکان غم او را ز زلف
از سر هر مو رفوے دیگر است

محرمان خلوت اسرار را
بے زبانها گفتگوے دیگر است

مشک بیزان حرم یار را
از شمیم زلف بوے دیگر است

از نسیم

خاکساران در آن شوخ را
در عزیزان آبروے دیگر است

بهر تماشا هیچگه جز وصل تو
در دلم گر آرزوے دیگر است

عشق خود پابند خط و خال نیست
عاشقان را جستجوے دیگر است

فرد را امروز از خود رفتگی است
رو بخلق و دل بسوے دیگر است

شمع بر بزمش سوخت لیکن کے بسوز ما بسوخت
ما بروز و شب همه سوزیم او تنها بسوخت

جلوۂ شایان موسی بر نتابد کوه و دشت
طور از آن جلوه که شد بهر دل موسی بسوخت

سوختم تا دیده ام سوز دل پروانه را
شمع را بگداخت و آخر ز سر تا پا بسوخت

برق خرمن سوز هستی جلوۂ حسن تو شد
شمع یکسو سوخت و پروانه هم یکجا بسوخت

ناصحا من نیز جائے داشتم در مسجدے
برق حسن او اساس پارسائیها بسوخت

بودم اندر صومعه سر حلقۂ زهاد چند
آتش عشق آن همه زهد و همه تقوی بسوخت

تا کجا اے شمع گر آید به پیشش ذکر فرد
گو که ما پیش تو میسوزیم او تنها بسوخت

ز غمت تو چند نالم که بناله ام اثر نیست
بچه کار این فغانم که تر از من خبر نیست

ز کدام دل بنالم بکدام دیده گریم
دل و دیده که دارم بتو هیچ کارگر نیست

زکجا دلی بیارم که اثر بناله دارد ؛
ز شکنج طرهٔ تو چه گره که نیست در دل
بچه رو شود هویدا بتو حال من که چون خس
ز رخت کدام حسرت که مرا بدل نباشد
همه شب نخفته ام من که سحر کنم دعائی ؛
بچنین هوس که دارم چه زنم ز عشق لافی ؛

ز کدام چشم گریم که چو چشم من دگر نیست
منم و کدام سودا که ز زلف تو بسر نیست
بره فتاده ام من که ترا بدان گذر نیست
چه گناه دیدی از من که ترا بمن نظر نیست
چه کنم ز بخت خفته که شب مرا سحر نیست
که هنوز جیب و دامن ز سرشک دیده تر نیست

شب و نامها نوشتن دم صبح پاره کردن
شده این شعار فرد چو سبیل مه نیست

تا صبح قسم بعزت حسن و جمال دوست
از هستیم نشان چو نماند به بیش و ؛
در بارگاه قدس نشد چون گذر مرا ؛

در جان من نماند سری جز خیال دوست
بس باشد این مراد دلم از وصال دوست
ماییم و آستانهٔ عز و جلال دوست

لب میگزند شهد فروشان ز نظم فرد
تا خوانده ام حکایت شیرین مقال دوست

از زبانم انچه میریزد نه از ذوق منست
نیستم آگه که هستم من برین ارض و سما

وز دل من انچه می خیزد نه از شوق منست
یا زمین تحت منست و آسمان فوق منست

زلف کس در دست عشق خویشتن پیچیده فرد
یا که آن در گردنم بند من و طوق منست

زلف بر داشتن و روی تو دیدن هوس است
پردهٔ ننگ تو و پرده دریدن هوس است
تا نقاب از گل روی تو براندازد باز ؛
تلخ کامیم چو فرهاد ز ناکامیها
این قدر تنگ مگیر ای بت قاتل که مرا
تیغ ابرو و سر زلف ترا تا دیدم ؛ ؛
تو خمیدی پی گل چیدن و بهر تعظیم
فصل گل آمد و صیاد پر و بالم کند

شب بسر آمدن و صبح دمیدن هوس است
کز لب لعل تو دشنام شنیدن هوس است
نفسی باد سحر باز وزیدن هوس است
لب شیرین ترا بسکه مکیدن هوس است
بوسه بر پای تو هنگام تپیدن هوس است
با تو پیوستن و از غیر بریدن هوس است
سرو را نیز به پیش تو خمیدن هوس است
آه زین بال شکسته که پریدن هوس است

بوی پیراهن آن گلبدنم یاد دهد ... ای صبا نکهت گل باز شمیدن هوس است
شوق پابوس که میداشت که هر لخت دلم ... آمده بر سر مژگان و چکیدن هوس است
فرد کن فرش ره دوست نگاه خود را ... گر ز خاک قدمش سرمه کشیدن هوس است

پیشت ز حال خویش حکایت نمودنی است ... وز جور غفلت تو شکایت نمودنی است
جانی بلب رسیده فدایت نمودنی است ... این نقد را نثار بپایت نمودنی است
بی مهری تو چند که ما ذرهٔ تو ایم ... خورشید را بذره حمایت نمودنی است
عمری بخاک کوی تو برباد داده ایم ... شاها بیک نگاه عنایت نمودنی است
آنرا که سرنوشت بنام تو کرده اند ... ای پادشاه حسن رعایت نمودنی است
یاری بیا که از سر هستی رها شویم ... کاین نیم جان مانده فدایت نمودنی است
این فرد بنده را که ندارد بجز تو کس ... کاریکه کردنی است برایت نمودنی است

عشق را امروز رنگی دیگر است ... با من و دل باز جنگی دیگر است
ناصحا از عود و نی پندم چه سود ... اختیار من بچنگی دیگر است
ساعتی بگذر درین گلزار عشق ... کاین چمن را آب و رنگی دیگر است
کی شود هر سنگ موسی را عزیز ... پیش بینا طور سنگی دیگر است
عاشقان بدنام و رسوا کی شوند ... عشق را نام و ننگی دیگر است
زان کمان ابروی کی چون بگذرد ... تیر مژگانش خدنگی دیگر است
محتسب دامن بجنگ من مچین ... فرد را با خویش جنگی دیگر است

آرزوی چشم من دیدار اوست ... گوش من در حسرت گفتار اوست
از خرد پندم چه سود ای عاقلان ... عقل سوز آن آتش رخسار اوست
رو نمای خضر بارا تا درش ... زندگی بر وعدهٔ دیدار او
خوش خرامان را ربود از خویشتن ... آن روشها بیکه در رفتار اوست
مهربان لبها بحسرت میگزند ... زان حلاوتها که در گفتار اوست

ای خوشا فرزانهٔ دیوانه وش / غافل از خود گشته و هشیار اوست
هر عزیزی با جمال یوسفی / بندهٔ نو بردهٔ بازار اوست
بی جگر طعنه زن ناصح به عشق / عالمی را سینه‌ها افگار اوست
صد گره افتاده در کارم به عشق / از خیال فرقت دشوار اوست
روضهٔ رضوان بزاهد نیک باد / جنتم در سایهٔ دیوار اوست

فرد
نتواند نمود انکار شعر / شیوهٔ او ظاهر از اشعار اوست

جان اسیر ابروی خمدار اوست / دل به پیچ طرهٔ طرار اوست
شکرستانی است هر بازار شهر / زان شکر ریزی که در گفتار اوست
مصریان را دل ز یوسف سرد کرد / گرمی حسنی که در بازار اوست
عالمی را نقد جان گردد خراب / اینچنین گر دلبری با کار اوست
نیست ممکن عهد بشکستن ز عشق / در میان چون مصحف رخسار اوست
محتسب بر چشم مستم عذر دار / چون بجز تو هر کسی سرشار اوست
دام راه عقل هر فرزانه / حلقه‌های گیسوی خمدار اوست

فرد
از آزار عشق من مپرس / آفت من نرگس بیمار اوست

ای قبلهٔ خلق آستانت / محراب نماز ابروانت
تو خواجه و جمله بندگانت / مانند تو نیست در جهانت
صبح از رخ روشنت غلامی / شب بسته به تار گیسوانت
یک دل نگذاشت بی جراحت / تیری که بجست از کمانت
خضر است به رهروان مقصود / آواز درای کاروانت
طوبی ز قد تو پای در گل / ای رشک بهشت بوستانت
طوبی اگر به زبان طوبی است / زان سرو روان دلستانت
شهد است هر آنکه گو رود دست / هرگز نخورم قسم بجانت
گل راست شگفتگی ز رویت / رنگ رخ غنچه از دهانت

هر کوچه نمونهٔ قیامت / از کشتهٔ تیغ ابروانت
آزاد ز قید دو جهان ست / دیوانهٔ هر دو گیسوانت
چون لاف برابری زند کس / عرش است زمین آستانت
کے بستهٔ مخملی پسندد / خو کرده خاک آستانت
بستان نجات گشت هر شهر / از فیض بهار جاودانت

از نعمت خویش بنده را ده / فرد است کمینهٔ سگانت

صبر من غارت تامل اوست / جان من کشتهٔ تغافل اوست
آفت سنبل و بنفشهٔ باغ / طرهٔ آن نگار و کاکل اوست
بوستانها خراب جور خزان / از سر زلف رشک سنبل اوست
از غم هجر او بمینالم / جان من بر لب از تطاول اوست
دل مبادا که خون شود در وی / ستمت بیش از تحمل اوست
من نه خود گشته ام اسیر بلا / فتنهٔ صبر و هوش کاکل اوست

فرد را ذکر اوست ورد سحر / شاید این نغمه سنج بلبل اوست

بیار باده که دور زمانه بس تنگ است / غنیمت است زمانی که بزم یکرنگ است
برو بگردن مینا چه میزنی دستی / بسینه جای دل ای محتسب ترا سنگ است
چه لاف میزنی ای دل بمجلس عشاق / هنوز عشق تو پنهان به پردهٔ ننگ است
بصبر راحت دل میشود ولی چه کنم / میان عشق و صبوری هزار فرسنگ است
حدیث پند توام محتسب اثر چه کند / مرا که حلقه بگوش ارادت از چنگ است
ز پلصراط هراسم چه میدهی ناصح / که راه عشق ز جمله طرق بس تنگ است

دلی که فرد بپر درد در کنار خودش / ندانم اینکه چرا بیخودانه در جنگ است

برو دل نشین که خلوت نشست / چشم بستن ز خلوت عزلت نشست
سر بجاے قدم بخاک بنه / خاکساری نشان رفعت نشست

گوشهٔ دل اگر بدست آری
همه عالم بگنج وسعت تست

ذرهٔ نیست از تو بیگانه
دو جهان پر ز اثر صحبت تست

هر گل و برگ بوی تو دارد
همه یک جلوهٔ ز طلعت تست

از غلامان خود شمار او را
فرد ما را هوای خدمت تست

خانقاه ما حریم کوی اوست
خلوت ما گوشهٔ ابروی اوست

دل بپیچ افتاده از گیسوی اوست
رشتهٔ جانم بتاب از موی اوست

بایدم چون خضر بس عمر دراز
این تغافل گر بجستن خوی اوست

زان پی طوف دلم آید ملک
جلوه گاه قامت دلجوی اوست

فرق شیخ و برهمن در عشق نیست
کافر و مسلم همه هندوی اوست

تا باینجا سر کشید آخر نیاز
سجده ام هر سو که باشد سوی اوست

خلق بر طاق حرم دارد نگاه
چشم من بر گوشهٔ ابروی اوست

ناصحا بر خود ندارم اختیار
جان من در پنجهٔ قابوی اوست

کرد عشقم فارغ از رد و قبول
از همه بیگانه جانم سوی اوست

چشم زخمش کشت ما را ای مسیح
قاتل من غمزهٔ جادوی اوست

چون رمد از صیدگاهش جان من
تیر خورده بر دل این آهوی اوست

حال دل از فرد گم گشته مپرس
بیخودانه یاوه گوئی خوی اوست

باز یار من نیامد رفت آخر رفت رفت
در کنار من نیامد رفت آخر رفت رفت

صد شکار افگند و ما را دیده لاغر سوی من
شهسوار من نیامد رفت آخر رفت رفت

یار سوی من نیامد تا نثار او کنم
جان بکار من نیامد رفت آخر رفت رفت

در رهش ملک دلم افتاده بود اما ز ناز
در دیار من نیامد رفت آخر رفت رفت

تربت من دیده دامن چید و از ره بازگشت
بر مزار من نیامد رفت آخر رفت رفت

باز نامد آن دل محرم ز کوی یار فرد
راز دار من نیامد رفت آخر رفت رفت

فتنهٔ نیست که در نرگس جادوے نیست
آتشے نیست که انگیختهٔ روے تو نیست

چون نسوزد دل افسردهٔ زاهد ہیہات
آتشے نیست که افروختهٔ روے تو نیست

نیست یکدل که بر دتیر نگاهت نرسد
آهوے نیست که منت کش ابروے تو نیست

نغمهٔ مرغ چمن نیست بجز ورد غمت
یک گلے نیست بگلشن که در بوے تو نیست

باقدت دعوی شمشاد نمی آید راست
خوبی نیست که در قامت دلجوے تو نیست

نغمهٔ بلبل شوریدهٔ و غوغاے زغن
هر سحر گه که شنیدیم بجز نالوے تو نیست

مو بمو چون سر زلف تو پریشان بادا ‡
هر که وابستهٔ این سلسلهٔ موے تو نیست

بخت آن دیده سیه باد که روے تو ندید
واے بر مردمک چشم که او سوے تو نیست

دست کوتاه کن از جنگ من اے ناصح شوخ
که بجذب دل من زور بازوے تو نیست ‡

دست برداشتم از دل که دگر چاره نماند
دادن دل به کسے باز چو از خوے تو نیست

چاره جز صبر نباشد بغم عشق اے فرد
ورنه برکندن غم طاقت و نیروے تو نیست

(غوثیه)

شور جنون و چاک گریبانم آرزوست
در عشق غوث این همه سامانم آرزوست

قصر بهشت و روضهٔ رضوان مراچه سود
یک گوشه از در شه گیلانم آرزوست

کے دل کشایدم ز شب بدر آسمان
یک پرتو از رخ مه جیلانم آرزوست

بیرون زحد ماست تمنائے بزم او ‡
یکچند خدمت سگ دربانم آرزوست

دل را زما سواے تو خالی نموده ام ‡
لطفے بکن که چون تو ئی مهمانم آرزوست

دارم ازان ز کجکلهان ملک دل نگاه
بر تخت دل چو غوث سلیمانم آرزوست

بنمام از مصحف رخسار آیتے ‡
در ابروے تو سجدهٔ ایمانم آرزوست

روزیکه آفتاب سر نیزهٔ رسد
هر پناه سایهٔ دامانم آرزوست

از یک زبان بیان چه کند فرد حال خویش
داناتے از انچه که در جانم آرزوست

یک دل ویرانه نبود کز غمت معمور نیست
با کسے ناگفت عشق تو کز او رنجور نیست

از ادب دور است ما را آرزوے بام تو
خاکساران را رسائی تا فلک مقدور نیست

بسکه دارم در دل خود آرزوے دیدنت
سوخت جان من ز دے تاب فغان و شور نیست

برزبانِ شمع پیشت سوز دل گفتن توان
لیکن از بیقدری خود اینقدر مقدور نیست

سوزن آهم زدی بخیه بجیب چاک صبح
دوختن چاک گریبان جنون دستور نیست

چشم بیمار تو میدارد چنان زور نگاه
هیچ کس نبود که از جادوی او رنجور نیست

در شکست عهد خود تا چند آری عذرها
هیچ معشوقی بکار خویشتن معذور نیست

پرسش حالم نفرمود از لبت این شکوه‌ها
گرچه میگون است چون چشمت مگر مخمور نیست

فرد
نرگس را بینا شد نسبتی با چشم او
گرچه مخمور است لیکن دیده‌اش را نور نیست

تنها نه همین که وقت صهبا بگذشت
صد جور ز محتسب که بر ما بگذشت

خوناب ز چشم من که آنسو میرفت
دل آب شد و چو سیل دریا بگذشت

بیباک مزن بهر شکاری تیری
دل نیز چو آهوم بصحرا بگذشت

بودیم نشانه و فلک کرد بر غیر
تیر تو گذشت لیک بیجا بگذشت

با جمع رقیب سیر بستان میکرد
چون دید مرا ز باغ تنها بگذشت

فرد
جور و ستمی که دید فردم از یار
دانم بحساب خود ز صدها بگذشت

مرا ز پیر خرابات نکته یاد است
که جز بخدمت میخانه جمله برباد است

کسیکه از سر زلفی قد سرو کارش
ز جمله بندها گشت و مرد آزاد است

چه دولتی است غم تو که هر که دریابد
همیشه خورم و فیروز بخت و دلشاد است

نسیم فصل بهار و هوای کوی مغان
بنای توبهٔ من زین دو چیز برباد است

چو شایگان بود این گنج عشق تو جانان
که هر خرابهٔ دل از غم تو آباد است

هر آنکسیکه کند گم ز محمل یار
چو خضر راهبرم هست و پیر ارشاد است

بلطف گر نوازی بجور هم بنواز
به مستمند تو یکسان چه مهر و بیداد است

چه غمها که به آبادی دلم شد صرف
زیاده گشت خراب این عجب افتاد است

فرد
مرا بکوی بتی دل فتاده است ای فرد
بگیر راه خود آخر ترا چه افتاد است

بلند گو بجهان نام قیس و فرهاد است
ولی زیاده از آنم ز عشق ارشاد است

فغان که سیل سرشکم بجوش و طوفان است
دل شکسته من سخت سست بنیاد است

نه آه خویش بگوشش رساندم هوس است
ز آه بے اثر خود فغان و فریاد است

ز دام زلف تو کے مرغ دل کند پرواز
که الفتے بقفس عادت قفس زاد است

به قفس لعل لبت نقطۂ نهاد ز تنگ
مگر لب تو بتا معجزے به بهزاد است

زخاک من بجشد قیس از ادب سرم
به آستانۂ من سر بسنگ فرهاد است

چو در میانۂ عشاق نام من بردند
شنید نام مرا قیس و گفت استاد است

بکوه عشق چه اندیشۂ ز تیشه بود
ازین سبب که بهر تیشه کوهکن شاد است

رقیب و بام تو و نغمه هاے مستانه
مرا همیشه بکوے تو آه و فریاد است

فرد

بخاک فرد شنیدی قیس و کوهکن چه گذشت
سلام کرد و بپرسید و گفت استاد است

بران عزم که گر از محتسب دستم دهد فرصت
زجان و دل کنم یکچند در میخانه هم خدمت

بود یک جام مے بهتر ز صد جام جم اے ناصح
دگر خود از کف تازه جوان باشد زهے قسمت

نگردد راه عشق اے کوهکن هموار از تیشه
مکن بر جان شیرین زندگانی تلخ از حسرت

شنیدم تیغ بر کف ترک من آمد سر کوے
اگر چه ناتوانم میکنم لیکن ز سر همت

شهان منت برند از جان برائے ذرۂ خاکت
فزون تر باد یارب خاکساران ترا عزت

فرد

نفرد من میدارد نصیحت سود اے ناصح
که او خود خوب میداند بکار خویشتن حکمت

باز رقیبان خاطرش را هیچ یک پرواش نیست
جز جفا دارند لیکن هیچ یک پاداش نیست

سر برائے امتحان تیغ او کردم فدا
من زجان هم رفتم و از قاتلم شاباش نیست

از تهی ظرفان چه آید جز دعائے خیر باد
خواهش مهمان چسان در کاسۂ من آش نیست

کس چه بشناسد که آن بیگانه اکنون آشناست
گر کرم گاهے نگاهے از غلط برماش نیست

ترسم از غمازی این طفل اشک خویش باز
ورنه بر اغیار هرگز راز عشقم فاش نیست

این دل صد پاره گز بهر کسش میداشتم
آب شد چندانکه از صد پاره اش یک قاش نیست

پیش رویت آبروئے کس نمیدارد شها
کیست کاندر خانۂ خود ورنه خواجه تاش نیست

رندی از پیر مغان دارد دل من مستند
از دل من محتسب بگذر که او اوباش نیست

رفته رفته از وجودم رنج طبع او فزود ... می شدم بهر رضایش یا الٰہی کاش نیست
بس بود هوشش پریده پیک بهر عرض حال ... لیک عقل شرح حال دیگران برجاش نیست

بردر تو عمرها بگذشت فرد خسته را
از چه میرانی ز کوی خود که او خوش باش نیست

بلا در عشق من گر هست این است ... مزاج خود پسندش نازنین است
مرا از بندگانش می شمارند ... نشانم سکهٔ داغ جبین است
بیا مش کی رسیدن میتوانم ... درش را عرش چون فرش زمین است
بجز یاد تو نبود در دل من ... همین نام تو نقش این نگین است
خطا باشد به زلفت نسبت مشک ... که رهن یکسر موی تو چین است
به گنج لعل تو نتوان رسیدن ... که مار زلف هردم در کمین است
بهر توسن کمر زین بار بشکست ... سمندی تراتا زیر زین است

چه می پرسی ز فرد خویش ملت
همین عشق تو اش امروز دین است

لعل تو بکام دیگران است ... این کار دمرا باستخوان است
پیمان خود ارچه بر شکستی ... آن عهد وفای من همان است
شکرانهٔ تیغ تو چه گویم ... هر یک لب زخم ترجمان است
تکلیف دوا مکن مسیحا ... خود زندگیم وبال جان است

از بار غم تو سر نتابد
گو فرد ضعیف و ناتوان است

بتی شوخی خدای خانهٔ ماست ... طریق دین ره بیگانهٔ ماست
عجب رنگی جنونم کرد پیدا ... که قیس و کوهکن دیوانهٔ ماست
عزیز از بهر آن داریم دل را ... که خلوت خانهٔ جانانهٔ ماست
برو گر آسمان رشکی عجب نیست ... که ما هی چون تو در کاشانهٔ ماست
بچشم من در آگر ناپسند نیست ... زویرانی دل ویرانهٔ ماست
سحر سی بر دل ما گرد می لی شمع ... که امشب گرم پروانهٔ ماست

مغانم را خداوند انگهدار / که میر مجلس رندانهٔ ماست

مپرس ای فرد احوال دل ما / که از گفتن برون افسانهٔ ماست

امید زیست از بیمار تو نیست / کهی گاهی ازین آزار تو نیست
بهر کوی ز عشقت هایهوئی است / نباشد کس که او سرشار تو نیست
چه گیرم ذوق از قند لب کس / چه شیرینی که در گفتار تو نیست
چه آرم ارمغان در حضرت تو / دلی دارم که او در کار تو نیست
هجوم کشتگانت را جای نیست / کجا در سایهٔ دیوار تو نیست
نه در کار دکان و نه خریدار / چو من جنسی درین بازار تو نیست

هنرهایت چه در کار سلی فرد آید / یکی هم چون پسند یار تو نیست

بهر تقلی سبحهٔ صد دانه را زاهد شکست / جوش رندان محتسب دید و در کعبه ببست
در کرامات مغان ای شیخ کعبه ریب نیست / هر که از میخانه آمد دیدمش مدهوش و مست
گفتم از ساقی که کی آیند این رندان بهوش / گفت از می شد خمیر طینت از روز الست
محتسب برخاست بر بالا قدان از قامتش / شد فرو صد فتنه چون در خلوت ناز او نشست
از شکست دل شده احوال من ظاهر بخلق / پرده کی ماند چو خانه را شود دیوار پست
ناصحا من آن قیامت دیده ام از قامتش / صد چنین هنگامهٔ محشر به پیشم دست بست
گر نشست آن شاه من در مجمع خوبان چه باک / چون نگین در حلقهٔ انگشتری بر جا نشست
از خرد دور است ای همسایه با دیوانه چند / از گریبانم خجل خود از جنون چیره دست
شد نشانه یا دل کس یا جگر هر سو که رفت / ای کمان ابرو هر آن تیری که از شست تو جست
هر که را دیدم بجولانگاه تو ای فرد سوار / صید تو یا کشته ات یا زخمی تیر تو هست
این غرور حسن او از خاکساریهای ماست / این نیاز و سجدهٔ من کرد او را خودپرست
دام زلفش مایهٔ آزادی از هر بند ماست / هر کسی کو شد اسیر او ز هر قیدی برست

فرد را گفتم عطای کیست این حرمت بگو / گفت ما را آبرو از خدمت میخانه هست

از نگاهی کشتی و گفتی که این ناز من است ‌‌ باز زنده از تبسم کردی که اعجاز من است
گفتمش چون از نظر انداختی جانان مرا ‌‌ گفت با هر عاشقی این وضع و انداز من است
گفتمش کم کن جفا با خستگان ای سنگ دل ‌‌ گفت با اهل نیاز خود همین ناز من است
گفتم آئینه که تو داری ندارد هیچکس ‌‌ گفت این عادت همین بی ساز و پرداز من است
در لب ما تلخ کامان شربتی از بوسهٔ ‌‌ ایکه ذکر لعل نوشین تو دمساز من است
میپرد هوشم چه سازم نیست چون نامه بری ‌‌ چیز بی رنگ رو که مرغ تیز پرواز من است
پرورش کردم درون چشم طفل اشک را ‌‌ گشت آخر طرفدار یار و غماز من است

هر گره کاندر خم گیسوی او افتاده **فرد** ‌‌ عقدهٔ سربستهٔ عشق من در راز من است

بر سر بالینم آمد یک دمی بنشست و رفت ‌‌ عهد و پیمان من از تقوی همه بشکست و رفت
خرقه و سجادهٔ من پاره کرد از دست ناز ‌‌ وز نگاهی کرد ما را بیخود و سرمست و رفت
شیخ را سرمایهٔ از دل که نقد وقت بود ‌‌ در سر سودای زلفش او فتاد از دست و رفت
بعد عمری شد دوچار از من براهی ناگهان ‌‌ چون مرا نشناخت همچون آن شخصی بر جست و رفت
از فریبی چون بدام آورد و شش آخر گریخت ‌‌ چون اسیر نو که ناگه از قفس وارست و رفت
دید چون از چاک دل آمد شد من سوی خود ‌‌ از فریب مرهمی آن راه بر من بست و رفت
گوشهٔ دل نام بهر سایهٔ میداشتم ‌‌ از جفا کردش چو خاک رهگذاری پست و رفت

گفتمش در کوی تو دیوانهٔ بوده است **فرد** ‌‌ گفت آری همچنان حالا ز جنونش رست و رفت

نه همین تنها من کرد این ستم ایجاد و رفت ‌‌ صد هزاران خان و مان کرد از نگه برباد و رفت
آمد و بنشست بر جان منتی بنهاد و رفت ‌‌ وز جدائی همچو لاله داغ بر دل داد و رفت
از پی صید که این مرغ گلشن زاد دوش ‌‌ در گلستان دام بر دوش آمد آن صیاد و رفت
چادری بر رو نهاده میگذشت از کوی من ‌‌ خاطر محزون من یک دم نکرده شاد و رفت
من بجای خویش ماندم دل بسوی یار رفت ‌‌ همچو آن صیدی که شد از دام کس آزاد و رفت
رفتم از شوق وصالش جائی در بزم نداد ‌‌ بر رقیبان صد در عیش و طرب بگشاد و رفت
نه همین تنها مرا از خان و مان ویران نمود ‌‌ کرد ویران صد هزاران خانهٔ آباد و رفت
با رقیبان شد بسیر باغ و از احوال من ‌‌ هیچیک پرسش نکرد آن غیرت شمشاد و رفت

آرزوی بوسه میداشت جانم از لبش
بهر تاراج دل من چون سمند ناز تاخت

در حق من وا نکرده هیچ یک ارشاد و رفت
روی خود ننموده بر من کرد صد بیداد و رفت

نالهٔ میکردی بکویش **فرد** از درد و غمش
یار ما آمد برسر و بگریست زین فریاد و رفت

هر که می آید ز کویت بیخود و مستانه ایست
ای نگاهِ تو شراب و چشم تو پیمانه ایست
شانه تا شد آشنای زلف تو شد مشکبو
از درازی شاعران بند کمند گیسو را کمند
عزم تاراج دلم جانان عبث فرموده که
یکالم رو بهر یک آستان دلبران
میتوان گاهی برسم سیر بگذشتن فیتاﺀ
هر متاعِ عقل و دین با اینکه غارت کرده است
کی اسیر تو شود زاهد دلِ دانای من
با علائق ماندن و آزاد بودن از همه

کوی تو در دور چشمت عبرت میخانه ایست
بو العجب ناصح بدورت همچنان فرزانه ایست
این دلِ چاکم ز زلفِ تو همان بیگانه ایست
شاید از زلف درازت این همه افسانه ایست
دل کجا اکنون برای بیت یک ویرانه ایست
گرد آلوده رخ من از در کاشانه ایست
گو دلِ من گوشهٔ بنود ولیکن خانه ایست
میکشد دل باز سوی او عجب جانانه ایست
گرچه در دست تو دام از سبحهٔ صد دانه ایست
اینچنین دولت بدست همت مردانه ایست

گفتم از شور و فغان **فرد** میداری خبر
گفت بگذشتم از و کو مردم دیوانه ایست

چو حالم از لبش بشنید فی نیست
لبش تریاق و زلفش گرچه مار است
مده گوشی بلاف دیگران هم
میانت را چسان گویم چو مو نی
چه میپرسی صبا حال دل من

که گفت از عنبرم پرسید فی نیست
ازین مار سیه ترسید فی نیست
نیاز من اگر بگزید فی نیست
که مو دیده شود و آن دید فی نیست
که این افسرده را بالید فی نیست

دلم را گر کند صد پاره ای **فرد**
ز زلف او مرا ببرید فی نیست

ناله ها دارم دگوشش تو بفریادم نیست
قطرهٔ اشک توان بر و بنای دلِ من

یک سر موی کمی از تو به بیدادم نیست
قوتی در دلم از سستی بنیادم نیست

سر فدای تو کنم تیشه چو رانی به سرم
روی سرتابی حکم تو بفرهادم نیست

تا خراب دل من عشق تو آباد نمود
خلشی ز محتسب و شحنه آبادم نیست

ناگهان بر در تو آمده ام رنج مکن
چه کنم غیر در تو که دگر یادم نیست

میروم از خود و بس توشهٔ من خون دلم
گر نپی ز این سفری بهتر ازین زادم نیست

در قفس داشت مرا بی پر و بالی به بهار
شکوه زین موسم و بی رحمی صیادم نیست

گر رهاند ز سر زلف تو عشقم این بار
هوس قید دگر در دل آزادم نیست

چون گل و شمع که خنده شود آتش آفت او
حسرت عیش و طرب در دل ناشادم نیست

نقش این هستی موهوم مرا کس چه کشد
فهم این نکتهٔ باریک به بهزادم نیست

بر نخیزم ز درت گر فکنندم کوه بسر
همچو فرهاد به عشق تو که افتادم نیست

گریه هر نیم شب ای فرد عبث میدارم
ثمرهٔ وصل درین محنت بر بادم نیست

نه همین سینه ام آه دل بریانم سوخت
اشک گرم آمد و تا جیب و گریبانم سوخت

گرمی اشک نه تنها همه مژگانم سوخت
هر کجا قطره افتاد بدامانم سوخت

عشق آن شمع نه تنها سر و سامانم سوخت
همه تن سوخته چون کاغذ و خندانم سوخت

موسی آسا طلب دیدن رویش کردم
شعلهٔ حسن درخشید که چشمانم سوخت

طینتم ز آتش عشق تو نمودند مگر
سوختم سوختم این آتش پنهانم سوخت

خشک شد خار و نمی ز آبله پایی نرسید
جگر سوختهٔ خار بیابانم سوخت

از رهٔ تندی محبت چو سرشتند گلم
گرم آغوشی یک مغبچه ایمانم سوخت

در چمن ز آتش رخسار تو گردم رقصی
لاله و هم گل و هم بلبل دیوانم سوخت

بیرون از صومعه آورد مرا جوشش عشق
گرمی جوشش محبت جگر و جانم سوخت

سبز شد باغ و گلی تازه بهاری نرسید
دلم این لالهٔ پر داغ گلستانم سوخت

جای من کرد به پایین رقیبان در بزم
همچو پروانه شب آن شمع شبستانم سوخت

اخگر عشق نشد سرد ته خاک مرا
از گریبان کفنم تازه دامانم سوخت

گرم نظاره چنان پیش رخ او رفتم
نگه از گرمی دیدار به چشمانم سوخت

برق خوی بدل فرد سیه جلوه نمود
آه از این طلعت مهر رخ جانانم سوخت

صد الحمد که غیر از تو مرا یارے نیست
با کسے جز سر زلف تو سروکارے نیست

یک شبم نیست که در کوے تو از غایت شوق
تازه زخمے بسر از صدمهٔ دیوارے نیست

پرسشِ حال مرا نامده تیرے از تو
غم بدوران ست ز اندازه و غمخوارے نیست

نیست از دام سر زلف تو یکدل بیرون
حاجت تیر نگاہے بگرفتارے نیست

عشق تو طرفه بلائے و عجب آشوبے است
یکدلے نیست ز دستش که به آزارے نیست

پیش حسنش دل من هست متاع کاسد
با چنین دل چکنم گرمی بازارے نیست

تا یکی ناز مسیحا کشم از بهر علاج
دردمندے که بود همدم بیمارے نیست

نیست یک شهر که آنجا بو و ماه وشے
بت هزار اند و لے هیچ پرستارے نیست

قدر اشکم بجز از فرد نپرسید آن شوخ
ورنه هر قطره کم از گوهر شهوارے نیست

سودات بسر دارم جز یاد تو کارے نیست
با هم و غم عشقت جز درد تو یارے نیست

شبهاست که در کویت گرد حسرت گردم
از خویش و ز بیگانه در عشق تو عارے نیست

جز اینکه رقیبانم دارند خلشش از من
دیگر بره وصلت بالله که خارے نیست

اے ناصح غمخوارم رنجے مبر از تنبیه
باقی ز رگ جانم افسوس که تارے نیست

از پاس رقیبانم گردی که بدل دارد
هیچش ز من اے گریه رنجے و غبارے نیست

عمرے بسر کویش هر چند فغان دارم
پروا بدلش گاہے از ناله زارے نیست

صد بیشم اگر آید سر از تو نمی تابم
جز کوه غم هجرت بر فرد تو بارے نیست

خوب میدانم بتا تقدیر در دست خداست
لیک حیرانم که دل ترسان ز خوی تو چراست

گرمی دکان چه جویم در دیار عشق تو
دل که میدارم ببازارت متاع ناروا است

هست پیغام اجل تیر نگاه تو ولے
بر نشانه مردم از حسرت بلے انهم قضاست

بے بها و بے گنہ بے خون عاشق ریختن
این عجب رسم جفا دستور در شهر شماست

عمرها بگذشت و خاک راه گردیدم و لے
در رہ منزلے عشق بے پایان هنوزم ابتداست

گفته اغیار باشد بدولت نقشے به سنگ
گر به روز و شب من پیش تو باد هواست

دلربائے هیچو بوے زلف تو در نافه نیست
نسبت زلف تو با مشک ختن عین خطاست

ای مسیح دردمندم حال دل از من مپرس — مدتی شد دل ز پهلویم بعشق کس جداست
نام من ناگفته باید بر داز گوشش مرا — تا اگر گریه بنقشم آبروی مرگ ماست
می‌کنی بال و پرم بی سودای صیاد من — نیست در کار کسی بالم نه چون بال هماست

جای ماندن شد بکویت فرد شیدای ترا
شکر کز من آن سگ تو یار و دربان آشناست

چه گویم ناصحا آن بت خدا نیست — ولی از سر حق دانم جدا نیست
چه نسبت سرو را با قامت او — که در سرو گلستان این ادا نیست
گره از غنچه وا کردن تواند — گشاد خاطرم کار صبا نیست
ز چاک دل روم هر شب بکویش — سر و کارم بشمع و رهنما نیست
بود از ناتوانی گریه آهسم — بهم عهد پشیم صدا نیست
ملامت نیست ای همسایه سودم — که عقل من درین سودا بجا نیست
بجز هجران مرا هر جور سهل است — مرا اندیشه از سنگ جفا نیست
نباشد هیچ پروایم ز طوفان — که تا دامن بدست ناخدا نیست
چرا میکنی بال و پر من — که ای صیاد این بال هما نیست

ندارد گوشه‌ی تنهائی ولی شکر
که فرد از دولت عشقت گدا نیست

مریض عشق را داروی شفا نیست — بجز جان دادنش دیگر دوا نیست
ز دل مایوسم از روز اسیری — رهائی از خم زلف شما نیست
صدای آه پشیمان بلند است — درین ره حاجت بانگ درا نیست
چه خواهم در دل خود میهمان است — که این ویرانه‌ام دولت سرا نیست
وفا کردی بقتلم وعده لیکن — ز تیغ هجر کشتن از وفا نیست
رسیده تا بپایت اشک و افسوس — چه سازم چون مرا بخت رسا نیست

سگ تو آمد و شرمنده هستم
که سامانی بفرد بینوا نیست

هیچم شکایت از ستم روزگار نیست — جز اینکه در غم ایم و کسی غمگسار نیست

امروز امید ناز ازان شهسوار نیست — پیدا بدست من اثرے از غبار نیست
هم شربت مسیح و هم آب زلال خضر — درد دل حزین مرا سازگار نیست
یک جرعهٔ ز شربت قندلبے کسے — بارنہ — می بایدم ولے بشفاخانهٔ یار نیست
آن غمزه ران عاشق مسکین که بوده اند — نقشے ز پاے شان به کسے رهگذار نیست
از بے نیازی تو مرا جاے شکوه شد — زین گردش زمانه که بریک قرار نیست
طفلانه خوے تو ز غم پیر کرده است — وعده اگر هزار کنی اعتبار نیست
ناحق براے کشتن من تیغ آختی — از بهر مور حاجت این کارزار نیست
جانم بلب رسید قدم رنجه کن شتاب — جز دیدن تو هیچ مرا انتظار نیست
میرم بکوے تو بکدام آرزو که چون — انبوه کشتگان است که جاے مزار نیست
خون دلم بکاسهٔ من هست ریخته — خاموش عندلیب که باغ و بهار نیست

تفریح اے رقیب ازین گریه ام چرا
سیل سرشک فرد من است آبشار نیست

داغ سوداے توام در دل نورانی ماست — سرخط بندگی آرایش پیشانی ماست
عشق رویت صنما باعث حیرانی ماست — وز سر زلف تو این جمله پریشانی ماست
ما بجز اشک ندارم به نثار قدمت — اشک بارانی ما بس گهرافشانی ماست
ملک جم را چه کند هر که گداے تو بود — گوشهٔ درگه تو تخت سلیمانی ماست
گر قبول تو فتد بندگی اے خواجهٔ ما — سکهٔ بندگیم تاج جهانبانی ماست
همچو بلبل که بداستش گذرد موسم گل — هر سحر آه بکوے تو غزلخوانی ماست
ناصحا عشق و خرد جمع نگردد هرگز — ترک راه خرد و عقل زبیدانی ماست

بیرون از دل نتوان کرد خیالش اے فرد
جانم آشفتهٔ این یوسف زندانی ماست

چون سراب موج زن نقشم هویدا هست و نیست — هستیم چون عکس در آئینه پیدا هست و نیست
اینچه می بینیم خیال و وهم یا موجود هست — آشکارا یا بسان خواب و رویا هست و نیست
با همه دانش بشفقت عاجز از کار خودم — من بعقل خویش حیرانم که برجا هست و نیست
مرده میدانند خود را عارفان زنده دل — نیک دانستند اهل دل که دنیا هست و نیست

عاقبت اندیشی فهم نکتهٔ اسرار خلق
در نگاهش همچو موج آب دریا هست و نیست

راه بزم او چو بند است از برای چون منی
در دل پر آرزو دیدم این تمنا هست و نیست

گفتمش می بایدم یک شربتی از بوسه ات
در جواب من نفرمود آن مسیحا هست و نیست

طوطی شیرین مقالم لیک با گفتار تو
در دهان من زبان چون گنگ گویا هست و نیست

سر نزدیک کار عقل از دست فرد هیچگاه
در حساب عاقلان این مرد دانا هست و نیست

طاق شد شیشهٔ تقوای من بشکسته است
عهد و پیمانی دگر دل با مغانم بسته است

پای بکشائید همیدری که انس از خانه کرد
همچنان در بند گیسویت دل من بسته است

رفته ام از یاد تو چون معنی بیگانه
این تغافلهای تو جان عزیزم خسته است

پند ای همسایه در سودای من بی سود هست
چون دلم جز زلف جانان ز همه وارسته است

صرف شد عمرم بفکر و مصرعی موزون نشد
مصرع قدش ز استاد ازل برجسته است

این پریشانی ز زلفت نیست امروزی مرا
از ازل آشفتگی جان مرا پیوسته است

شد خرامان سوی صحرا آن قیامت قامتی
هوشیار ای آهوان تیر بلایی جسته است

حال فرد خود چه میپرسی که چون دیوانگان
مو پریشان بر در دولت سرا بنشسته است

ای لب لعل تو و جان جهان هر دو یکیست
رفتن تو ز بر و رفتن جان هر دو یکیست

شمع سانم که بجز سوز ندانم کاری
گریه و خندهٔ ما سوختگان هر دو یکیست

بجز عشق ترا نیست زبان فریاد
همچو پروانه خموشی و فغان هر دو یکیست

عشق با عقل فرومایه ندارد کاری
پیش سوداز دگان سود و زیان هر دو یکیست

پند از وحشت تو رو بست بمجنون بیسود
که بدیوانه بیابان و مکان هر دو یکیست

دل ندانم بچه امید بزلفت دادم
که بسر زلف تو و آفت جان هر دو یکیست

حاجت عرض نباشد بر آئینه دلان
پیش آئینه خموشی و بیان هر دو یکیست

لب شیرین تو و شربت اعجاز مسیح
بهر تر کامی ما تشنه لبان هر دو یکیست

از میان تو که موئیست سراغی گویم
رشتهٔ جان من و موی میان هر دو یکیست

خیمه زد عشق بصحرای دلم ای ناصح
اینک آن پند تو و ذکر بتان هر دو یکیست

فرد

بر مشرب رندانه کسے طعنه مزن
مشرب صوفی صافی و مغان هر دو یکیست

چشم ز دوری در تو چشمها گریست — هر دم ز جوش سینه پرخون جدا گریست
مشت غبار ما که ز دامنت گرفت — هر ذره ز خاک دو چشم جدا گریست
بر مشت خاک ما که ز کویت بباد رفت — مژگان تر چو ابر بران خاک ما گریست
از نام آب پاشی خاک مزار قیس — ابرے ز نجد آمده و چشمها گریست

فرد

در گوشه‌ام که بو ز کوے تو جاے
بگذشت هر کسے که درانجا بجا گریست

جز در دل بجهان گوشه گزینی نیست — این قدر جاے که بنشیم دمے بنشینی نیست
چند بر باد ازین زندگی نقش بر آب — چون حبابے که دگر بار گرش بینی نیست
ناصحا کام تو شد تلخ چرا از سخنم — راست گفتم که گفتار تو شیرینی نیست
بر در دل بنشین تا که برآئی از فکر — که درین گوشه سر راحت و غمگینی نیست
ملت عشق گرت هست چه باک از ناصح — بهر دیوانه که پاداش زبے دینی نیست
نگه گرم مغان برق خودی سوز بود — که درین مشرب صافی سر خودبینی نیست

فرد

از مدرسه برخیز و به میخانه نشین
که درین جا کسے بحث و سخن چینی نیست

بتے دارم که دل بتخانهٔ اوست — حریم جان من کاشانهٔ اوست
بتے دارم که مه دیوانهٔ اوست — چراغ و شمع هم پروانهٔ اوست
دلم رشک پری خانه ز رویش — حصار سینه خلوت خانهٔ اوست
عزیز مصر دل یوسف جمالے — که مهر و ماه در بیعانهٔ اوست
نه تنها من غلام روے او یم — جهانے عاشق دیوانهٔ اوست
رباید آنچه خواب شب ز چشمم — حکایات وے و افسانهٔ اوست
ز لعلش آبروے آب حیوان — خضر هم تشنهٔ پیمانهٔ اوست
دل و جان همه خوبان عالم — خراب جلوهٔ ترکانهٔ اوست
بکار خود علاجے از که جویم — دل و جانم همه دیوانهٔ اوست

بملک دلبری هرتا چداری / غلام نرگس مستانهٔ اوست
رسد روزی بآن مقصد دل من / چنین گر همت مردانهٔ اوست
چه باک افتد نگاهش گر باغیار / که این هم لغزش مستانهٔ اوست
دلم را نیست امید رهائی / که دامش گیسوی جانانهٔ اوست
مکن از باده نوشی عیب فرد م / اثر در مشرب رندانهٔ اوست

سودای من از دست تدبیر برونست / دیوانگیم از حد زنجیر برونست
حال دل پُرشوق ز تحریر برونست / گفتن نتوان هم که ز تقریر برونست
شرمنده زبی بابی خویشم که دل من / ز اندازهٔ آماجگه تیر برونست
مانی چه کشد صورت آن غنچه لب او / این نکتهٔ باریک ز تصویر برونست
ای خامه درین ورطه میفگن قدم خویش / احوال من از حیطهٔ تحریر برونست
این خرقهٔ تلبیس بیک جرعه بیرزد / کاین مشرب رندانه ز تزویر برونست
دعوی چه کند کشتهٔ ابروی تو از خون / کین کشتن از نیزه و شمشیر برونست
چون صید ضعیفیم بفتراک بیاویز / رفتن بیت از طاقت نخچیر برونست
کی راست شود خواب من از دیدن زلفت / خوابیست پریشان که ز تعبیر برونست
آن نکته که سر میزند از لعل لب او / با خلق چه گویم که ز تقریر برونست
صد آه که یکدا ختن آن دل سنگین / از طاقت این نالهٔ شبگیر برونست
هر نقطهٔ خالی که بر آن مصحف رو هست / فهمش نتوان کرد ز تفسیر برونست
ای فرد ز اندیشهٔ انجام چه پرسی / کاین قاعدهٔ عشق ز تقدیر برونست

ابروی تو عشق را کمان است / صید نگه تو یک جهان است
ناوک فگنی سوی رقیبان / این کار دمرا باستخوان است
جانست عزیز جمله ما را / خاک تو عزیز تر زجان است
سوسن به چمن بروی هر گل / در وصف تو جمله تن زبان است
بر سود خرد طمع نمودن / در عشق تمام تر زیان است
در تنگی آن دهن سخن نیست / شد جای سخن در آن است

زین پس تو بخاک من بیائی — از خوے توام نه این گمان است
یک دل نبود ز دامت آزاد — زلفت چه بد بلا چنان است
چشمے بمن اے مسیح از لطف — آزار که داشتم همان است

از فرد مپرس حال عشقش
این زردے رنگ ا و نشان است

خاک راه تو بودنم هوس است — سر بپاے تو سودنم هوس است
گذری سویم اے نسیم رهش — غنچهٔ دل کشودنم هوس است
سوز پنهان سینهٔ خود را — شمع سان وا نمودنم هوس است
همه تن گوش گشته ام چون گل + — گر تو حرفے شنودنم هوس است
دام میخواهم از دو چشمت سحر — که دل تو ربودنم هوس است
همچو سایه برهگذار کسے — یک دو ساعت غنودنم هوس است

[illegible]

اشک سازان رسیم اینقدر اے فرد
زنگ از دل زدودنم هوس است

چشم مرا گریه ره خواب بست — راه ملاقات تو سیلاب بست
غیر در تست نیست مرا هیچ جاے — عشق تو بر من ره هر باب بست
پاے براهت چه کشاید کسے — دیده ز دیدار چو خوناب بست
شکر که حرمان شده بخت رقیب — بار الم بر دل احباب بست
بستهٔ زلفت دل بیتاب ماست — سنبل بستان تو سیماب بست
رست ز دیر و حرم آن دین پرست — دل که در ان حلقهٔ محراب بست
تهمت این صبر بر و چون نهم — راه قرارم دل بیتاب بست
مست پے پاے تو بخونم نماند — تازه حنائے که ز خوناب بست
نیست حجاب رخ او خط چه باک — هاله اگر حلقه به مهتاب بست
هست جفا در دل او خط لبسنگ — عهد چه نقشے است که بر آب بست

فرد که از خون جگر زد رقم +
نامهٔ خود در پر سرخاب بست

هرگز از یار خودم شکوه ز مهجوری نیست — شکوه اینست که هر گله دستوری نیست

رنج اغیار بمن رخصت بزمت ندهد — تو اگر لطف نمائی بتو مجبوری نیست

صورت یار اگر نقش نگین دل بست — فرق صد مرحله گر پیش بود دوری نیست

من دیوانه چه باک ار ره تقوی نروم — شرع را حکم چه در حالت معذوری نیست

مرد جانبازی خود از چه هوس میداری — عشقبازیست دلا کار هر مزدوری نیست

قاضی و مفتی شهرم چو همه میدانند
فرد در باده کشی حاجت مستوری نیست

نه تنها دل خراب روی او هست — که جانم هم اسیر موی او هست

از آن روزیکه جانم شد غلامش — تن من نیز خاک کوی او هست

همین چشمم نه تنها هست سویش — دل و جان هم بچشم سوی او هست

نه تنها در حرم غوغاست از روی — جهانی در فغان از بوی او هست

دل بلبل ز لیلایش بافغان — گریبان چاک گل از بوی او هست

خضر در قید عمر جاودانی است — از آن غفلت که زمزم جوی او هست

عبیر عنبری گردی ز راهش — گل و ریحان خسی از کوی او هست

چو سرو بوستان هم فرد آزاد
غلام قامت دلجوی او هست

نمیگویم محبت یار او جز من نیست — که کس را در دهان او سخن نیست

دهانش چون سیه ناپید در نگاهم — چه گویم من که جای دم زدن نیست

مکن آگه ز حال دل زبان را — که هر لب راز دار هر سخن نیست

ز شور آن شکر گفتاری او — همی میرم که او را کام من نیست

لباس خود نمائی جان بپوشید — دگر تا این نزاکت کار تن نیست

هزاران جان ازین حسرت خراب است — که هر رنگ صفائی آن بدن نیست

نگنجد جز خیالش در دل من — که خلوت خانه جای انجمن نیست

صبا در کوی جانان یاد سنبل — که هست این بارگاه او چمن نیست

ز لعلش نکته کردم تمنا — نفهمیدم که بر انداز من نیست

بگوشش فرد از آرام بگذر
دیار عشق هست آخر وطن نیست

سحرها در حسن فتنه زای اوست
عالمی سرگشته و شیدای اوست

جان گرفتار فریب لعل او
دل خراب نرگس شهلای اوست

هر گره در تار مو دارد سحر
دو جهان دیوانه از سودای اوست

سیل خون دل رود از چشم من
زان حنای سوده کان در پای اوست

بند در عشقش چه سود از خوف حشر
خود قیامت قامت بالای اوست

نی منم در بند آن زلف دراز
هر دو عالم سر بسر رسوای اوست

نیست گر خوی وفا او را چه غم
دل فریبی در قد زیبای اوست

سرگران از فرد گر باشد چه باک
کاین چه خوی نرگس رعنای اوست

دلبری دارم که خلقی عاشق و شیدای اوست
آفت صبر و قرارم نرگس رعنای اوست

کو بکو رسوا ایم از حسن بی پروای اوست
این خرابیهای من از پیچ بنیا زیبای اوست

خانها برباد آشوب نگاه ناز او
عالمی چون من خراب نرگس شهلای اوست

مرده را زنده همی سازد نسیم کوی او
صد قیامت در خرام قامت بالای اوست

خاکسارانش نظر بر فر شاهی کی کنند
بر فلک می نازد آن خاکی که زیر پای اوست

گوش کی دارد بشور محشر آن دیوانهٔ
کو بزنجیر محبت در سر سودای اوست

پا نمی دارد به تخت جم گدای او ز ننگ
عزتی از بارگاه عشق در رسوای اوست

کی فریبد فرد را حور و قصور زاهدان
وقت خوش او را که بر درگاه جانان جای اوست

شمع در بزمش بسوز از آتش رخسار اوست
گل گریبان چاک از حسن ملاحت زار اوست

بر لبم جان ای مسیح از حسرت دیدار اوست
چارهٔ درد دل من شربت گفتار اوست

سر فرو نارم ز بار منت بال هما
چتر شاهی بر سر من سایهٔ دیوار اوست

طره پر دستار بست او من پریشانم چو مو
این بلاها بر سرم از طرهٔ دستار اوست

ساربان محمل لیلی حدی را گو مران
خضر قیس آن نقش پای اشتر رهوار اوست

سرکشیدن از قضا ناصح نباشد حد من — گردن من زیر تیغ ابروی خمدار اوست
کی کشند دامن ازین ره عاشق از جور بتان — خار راه از جور جانانش ره هموار اوست
محرم راز دل خود داشتم جان عزیز — کان جدا از من ز عمری همره دلدار اوست

فرد من ای خضر از پیری برای مانده است
همت مردانه از امداد تو در کار اوست

مخرام ای بت من زین رشک سرو قامت — ای از قد بلندت قد قامت القیامت
بیخود شوم چو آرد پیکی ز تو پیامت — چون سازم از زبانت گر بشنوم کلامت
برداشتی تو دستی بهر سلام و خلقی — برداشت دست از جان ز انداز سلامت
ای صد هزار چون من خاکی ز رهگذارت — گو از غمت بمیرم تو باش با سلامت
حسن تو روز افزون یارب همیشه بادا — عالم اگرچه رنجد مائیم و صد ملامت
زین جلوه برق آسا دل [illegible] و جانم — همت ببین که خواهم بینم بتا مدامت
مرگ است زندگانی گر دور از تو مانم — یک ساعت فراق و صد سالها ندامت
زد خنده هر که بر من رسوا چو من شد آخر — نازان بعشق خویشم دارد چه کرامت
نادیده شمع رویت پروانهٔ تو گشتم — نام تو آفتم شد ای من فدای نامت

ما خواجه ندارم بغیر تو سرپرستی
قربان یک نگاهی چون فرد صد غلامت

بیدلم تنها جمال آتش فزایش بسوخت — صبر و عقل و جان هم از سوز تمنایش بسوخت
گرمی بازار حسن از سوخته جانان بود — مهر رویش صد چو من ز آرایش بسوخت
شمع سرتابی نمود و ختم شد پیش قدت — غیرت عشق تو در یک شب سراپایش بسوخت
آتش روی تو افکنده بجانم اخگری — دل که بود آن مایهٔ آرام و آسایش بسوخت
گرم می آید ز سوز سینه اشک از چشم من — آه از طفلی که در هنگام پیدایش بسوخت
سوز هجرت هر که را در سینه اجزایش بسوخت — وای بر وی کز در تو دور و بیجایش بسوخت
دوش از من وعدهٔ فردا نمود آن شعله خو — جانم امشب ز انتظار عهد فردایش بسوخت

فرد را گر سوخت عشق تو همین بودش سزا
لیک دور از بزم تو افسوس تنهایش بسوخت

فتنه تنها ز جمال تو نه بر جان شدنی است / دانم از خوی تو صد رخنه بایمان شدنی است
گر ببازار در آئی صنما جلوه فروش / چند بتخانهٔ صد ساله که ویران شدنی است
شور حسن تو گر اینست تنها میدانم / چند ناقوس نوازی که مسلمان شدنی است
چند زنار برهمن که ز زلفت شکند / مومنی چند ازین دام برندان شدنی است
چند دیوانه بگیسوی تو گردند اسیر / صد هزاران دل مجموع پریشان شدنی است
زین سیه مستی چشمان تو آخر روزی / آفت از زهدی کار برندان شدنی است
ابجد آموزی ما دید چو در مکتب عشق / گفت استاد که این صفحه دیوان شدنی است
پاره‌های دل صد پاره بهم می‌سازم / تا شنیدم که سگ کوی تو مهمان شدنی است
چشم خود بین و زبان خویش تا دل مغرور / از چنین زهد کجا دولت ایمان شدنی است

طعنه بر فرد من ای ناصح نادان چه زنی
چاک از دست غمش چند گریبان شدنی است

بی سبب از بزم من آن تند خو رنجید و رفت / برق آسا یک بیک دامان خود پیچید و رفت
چون لبش از همی شبی آن غنچه لب آمد ببزم / یک دهن همچون گل نو صبحدم خندید و رفت
من بامید یکه شرح حال خود یک یک کنم / او همه حال رقیبان سر بسر بشنید و رفت
من ز تیغ غم گریبان چاک ماندم چون سحر / او چو صبح دلکشا دامان خود برچید و رفت
بر امید وصل او چون با رقیب آمیختم / بر سر کوی رقیب افتاده ما را دید و رفت
بر سر راهی دو چارش گشته بودم ناگهان / در نقاب زلف روی خویش را پوشید و رفت
از خرام ناز با جمع رقیبان میگذشت / دید چون سوی من از راه خویش برگردید و رفت
سرگذشت دود آه و ماجرای گریه ام / از زبان شمع بزم خویش هم نشنید و رفت
سالها شد سر بدرگاه ویم هر صبح و شام / نامم از دربان بصد بیگانگی پرسید و رفت

حال فرد از من چه میپرسی که از رنج دلت
چون بپرسش ره نشد او را درت بوسید و رفت

دل به آن زلف دلاویز تو بستن هوس است / بر سر کوی تو یک چند نشستن هوس است
هیچ عهدی نه که بستی و درستش سازی / عهد خود نیز مرا با تو شکستن هوس است
ساقیا جرعه که یک بار رباید ز خودم / که ز هر بند بیک لطف تو رستن هوس است

می کنم جمع از آن خاک سر کوی رقیب / که ز اغیار ره وصل تو بستن هوس است
زهد و تقوی نبود مصلحت از بهر همین / تا ز در موسم گل توبه شکستن هوس است
تا چو جان کو پر پرواز ندارد فرد م / تا به بند سر فتراک تو جستن هوس است

دلبری دارم که در دل جای اوست / جان من آشفته سودای اوست
زندگانی در لب جان بخش اوست / فتنه جان چشم فتنه زای اوست
در خرام از ناز او حشری بپا / صد قیامت در قد بالای اوست
مهر و مه از جان بلا گردان او / دلربائی در رخ زیبای اوست
آفت دین زلف کافر کیش او / صد بلا در نرگس شهلای اوست
سرو و طوبی بنده فرمان او / دلبری در قامت رعنای اوست
معجز عیسی که شد مشهور خلق / نکته ای از لعل جان افزای اوست
تکمه تاج شهان ملک و حسن / ذره گرد از خاک پای اوست
شد دو فردم مگر از خوی عشق / کاین بلا از دلربایهای اوست

منظر چشمم جای دیگر است / در دل و جانم جمال دیگر است
هر کسی را هست سودائی بسر / در سرم فکر محال دیگر است
گرچه دورم از سرای قدس او / هر زمان جان را وصال دیگر است
سرو بالا اند در عالم بسی / آن سهی قامت نهال دیگر است
عاشقم از دور رخ شیشه چکار / روز محشر از من سوالی دیگر است
قیس را تعلیم دانش سود نیست / لیلی او بی او خود بحالی دیگر است
فرد من در شکرستان سخن / طوطی شیرین مقالی دیگر است

دریا شده چشم و ره بسوی تو گرفت / تن خاک شد و هوای کوی تو گرفت
جان مایه زندگی بلبل تو سپرد / دل آینه گشت و عکس روی تو گرفت
همشیرگی چنین که دارد جانم / این سلسله جنون ز موی تو گرفت

دل رابرم که نیست یک لحظه قرار — بگذشت ز خوی خویش و خوی تو گرفت
قمری که بیاد سرو کوکو میکرد — بگذشت ز سرو و های و هوی تو گرفت
دیوانه صفت که فرد تو میگردید — آرام بزلف مشکبوی تو گرفت

ایضاً

نمیگویم کسی چون او جوان نیست — ولیکن نازنینی آن چنان نیست
ندارد تاب مه این دلفریبی — نظیرش از زمین تا آسمان نیست
کند خاکم همان طوف در او — اگرچه تربتم بر آستان نیست
گدازم غم مخجل کرد از سگ او — که باقی در تنم یک استخوان نیست
ندارد گلشنی رونق چو کویش — بچندین آب و رنگی بوستان نیست
دلم پروانه شمع رخ اوست — که از سوزش بلب آه و فغان نیست

قطعه

ز پامال رقیبانش نگهدار — شهید خسته سنگ آستانیست
بسوی فرد گر ناوک فگندی — ز قتلش بهر تو هرگز زیان نیست

ایضاً

ذکری چو از آن عهد قدیمی بمیان رفت — خندید و بفرمود که آن دور زمان رفت
جز وعدهٔ وصلش که گهی راست نیامد — شد راست همه آنچه که گاهی بزبان رفت
نامد بمن حلقه بگوشی ز وفا باز — کی باز رسد تیر که از دست کمان رفت
افگنده نقابی بگذشت از سر کویم — در ابر نهفت سیم ماه نهان رفت
ترسم ز دل رفته که هنگامه خیزد — دیوانه چو بی سلسله بیرون ز مکان رفت
در عشق تو سودم همه وصل است و زیان هجر — از گرمی بازار تو هر سود و زیان رفت
از اول عشق این همه جور تو یقین بود — آخر ز تو دیدیم همان کز تو گمان رفت
از فرد چه پرسی ز کجائی و کدامی — تا بندهٔ عشقیم همه نام و نشان رفت

ردیف الثاء

غزل ۲

مرا بباده نه دفع خمار شد باعث
دل گرفته و صبح بهار شد باعث

نگشت توبه شکن موسم بهار مرا
قدح بدست خوش آن نگار شد باعث

چگویم آه چسان روزگار من برگشت
فغان که گردش آن چشم یار شد باعث

هوای سیر گلستان نبود در سر من
بباغ رفتن آن گلعذار شد باعث

پی تسلی طبعم بدشت گرد و بهانهٔ
فغان و گریهٔ بی اختیار شد باعث

محال هست نگه از تو و نظاره ز من
ترا حیا و مرا چشم زار شد باعث

ادب بکوی تو بارم نداد در بر یار
هزار بار دل بیقرار شد باعث

فرد

بباد رفتن این مشت خاک فرد ترا
سمند ناز تو ای شهسوار شد باعث

داری هوای منزل آن ماه من عبث
آواره گشته دل من از وطن عبث

چون هست نسبت تو به آن پیرهن عبث
دم میزنی چه ای گل ازان بوی تن عبث

صد همچو من بحسرت لعلش چو مرده اند
دارم خیال آن لب شکرشکن عبث

خو کرده ام بتلخی دشنام او مرا
در سر هوای لذت شیرین سخن عبث

نگشاد عقدهٔ ز لب او چو از کسی
من دم زنم ازان گل غنچه دهن عبث

بر فرش برگ گل چو گے خواب نایدش
گل راست لاف همسری آن بدن عبث

از کوه سخت تر دل شیرین چو دیده بود
این بار برگرفت بسر کوهکن عبث

آئینه شکسته نشد از کسی درست
دارم امید وصل ازان دل شکن عبث

فرد

هر روز صد بلای نو ای فرد میرسد
داری بهی امید ز چرخ کهن عبث

ردیف الجیم

غزل ۶

از کف پای تو شها نه زمین را معراج
ای زپابوس تو شد عرش برین را معراج

جلوهٔ طور دهد گر تو برآئی ببراق
ایکه درگاه تو جبریل امین را معراج

بادشاهی بگدائی تو سلیمان میداد — ای گدائی بدرت تخت نشین را معراج

روضهٔ خلد برین فرد حزینست چه کند
ای سر کوی تو بس فرد حزین را معراج

ای ز پابوس تو شد عرش برین را معراج — خود چه جا بود که شد بهر تو آنجا معراج
خاک راهت سر من باد بفرقم پا نه — آنکه دید از قدمت مسجد اقصی معراج
منصب غاشیه برداریت ای شاهسوار — شد بجبریل امین در شب اسرای معراج
بود معراج همه تا بحریم امکان — شد ترا از همه جا برتر و بالا معراج

جبهه سائی بدرت هست تمنای دلش
فرد را بس بود این رتبهٔ والا معراج

زلف کج ابرو کج و مژگان کج و دستار کج — راست آید کار من یارب چسان زین چار کج
تا بچشم خویش دید آن طرهٔ طرار کج — کج پسند افتاده ام خوش میکنم بسیار کج
دیده ام ای همنشین تا کوی زلف یار کج — خوش کنم شهریکه دارد کوچه و بازار کج
کج همی آید ز دستم آنچه می بایست راست — بسکه کردم مشق زلفت می شود هر کار کج
قامتش از نار پستان خم اگر شد باک نیست — شاخ نازک می شود از بار گل ناچار کج
زان شکنها یکه دارد طره اش محوم چنان — خود بخود می پیچم و گردیده ام بسیار کج
تا بپای او رسد هنگام گلگشت چمن — سرو را شاخ از صبا شد پیش قد یار کج
ترک من از کج کلاهیها گرفتی دل ز من — ساختی از بهر تاج هم کله یکبار کج
میخورم چون دود آه از پای تا سر پیچ و تاب — چون به بینم دست او در گردن اغیار کج
عرصه بر من تنگ گشت از کجرویهای فلک — می روم ناچار با این چرخ کجرفتار کج
کج به کم قدر جهان آسیب گردون میرسد — نقطه کی گردد ولی از گردش پرکار کج
خود بکج طبعان رسد پاداش تو ای کج میر — می فتد آخر ز پا چون می شود دیوار کج

مسطر ابروی کسی شاید مستقیم بود فرد
می نویسیم سطر انشاهای خود هر بار کج

لعل لب تو داده انگبین را رواج — زین بیشتر بود بخوبان شیرین را رواج
جان تلخ بوسهٔ تو بس ارزان شمرده ام — یارب همیشه باد بعهدت همین رواج

ازگرد نعل پاے سمند تو سرمهٔ | هرگز مده بدیدهٔ کوتاه بین رواج
نام تو نقش جز به نگین دلم مباد | زنهار در رقیب مده زین نگین رواج
اے شهریار من گذرے سوے ملک دل | دیدم بشهر عشق همه بهترین رواج
نایاب جنس هست وفا در دیار حسن | تو بهر نام خود بده اے دلبر این رواج
گاهے ندیده هیچ کسے ماه بر زمین | الا بعهد تو که شد این بر زمین رواج
دل بستگی نداشت بزنار مومنے | از گیسوی تو یافته در اهل دین رواج

فرد
داغ دگر ز هجر دل فرد را مده
کز داغ بندگی است صنم بر جبین رواج

بیمار خویش را مکن اے بیوفا علاج | دارو اگر رواج بشهر شما علاج
لطفے بحال خسته دلان گر نه خوی تست | خوبان گهے کنند برائے خدا علاج
از جان بلب رسیده طبیبان کشند دست | خیر نیست گر کنی ز لب جان فزا علاج
نوش لبت دواست وے کے میسرم | شاها کن از کرم بمن بے نوا علاج

فرد
فرد مراد واچه دهد سود اے مسیح
باشد ز همتے بکنی از دعا علاج

مست ترا بباده و مینا چه احتیاج | این نشه را بساقی و صهبا چه احتیاج
خود عشق درد میدهد و خود دوا کند | آزار عشق را به مسیحا چه احتیاج
دردت چو آرزوست بدرمان چه حاجتم | با راحت دلم به مداوا چه احتیاج
یکسان بود بعشق تو بند و رهائیم | زنجیر پا بچون من شیدا چه احتیاج
عالم همه چو پر ز همین آن جمال اوست | ناز و ادا به آن بت رعنا چه احتیاج
منصور ما ز دار نمی ترسد اے فقیه | حق گوی را نهفتن سرها چه احتیاج
چون عشق ما ز عاشق و معشوق درگذشت | ما را بنقش صورت لیلے چه احتیاج

فرد
طرز قلندرانه پسندد چو فرد ما
چون صوفیان بخرقهٔ ما را چه احتیاج

ردیف الحاء ۷
غزل ۳

از مهر روی یار نیم شرمسار صبح
دارد کنار من ز رخ او بهار صبح

ای بر فروغ عارض حسنت مدار صبح
افگنده ز زلف چرا شب بکار صبح

ای از فروغ روی تو باشد بهار صبح
برهم شد از درازی زلف تو کار صبح

افزوده ز گیسوی مشکین سواد شام
افروختی ز طلعت عارض عذار صبح

صبری بدل نماند و شب هجر بس دراز
چون شمع سوخت جان مرا انتظار صبح

این چاک سینه که در ریش دل که بود
از بهر داغ کیست چنین پنبه زار صبح

یا روی مهر وش چو سحر آمدی بیام
افزود طلعت رخ خوبت بهار صبح

بر وعده تو عمر بسر چون برد کسی
که شام آمدی که کنم اعتبار صبح

برگشت روزگار چو برگشت چشم تو
در دست تست کار شب و اختیار صبح

فرد

روشن نشد به تیره دلان حال فرد من
آگه نگشت آری شب از روزگار صبح

ز پیر میکده جستم بکار خویش صلاح
اشاره کرد بزاهد که نیست راه فلاح

قسم بحق خداوند فالق الاصباح
که صبح روی تو ام بهتر از هزار صباح

بفتح باب ز رندی سوال کردم گفت
بدست پیر خرابات هست این مفتاح

بیاد زلف و رخت روز و شب بسر آرم
همیشه باد ز لطفت همین صباح و رواح

بخواند نامه من تا جواب من چه رسد
هزار بار نوشتم باو بصد الحاح

روم بدر سر بار دگر ادیب چسان
نه شد چو مشعل راهم منار و نه مصباح

فرد

هنوز فرد کلامت بپختگی نرسید
به نبدلب چو بخواهی ز کس حک و اصلاح

رسد یارب بدانجا کار ناصح
که گردد رهن می دستار ناصح

بجز آن مطرب حدیثی از لب یار
پریشان گشتم از گفتار ناصح

ز ساغر کی جدا گردد لبم تا
جوابی گویم از تکرار ناصح

ز مسجد میروم در کوی ساقی
کشتم تا چند این آزار ناصح

گریبانم مبادا بار گیرد
گذشتم از سر انکار ناصح

بکوی ناصحان هرگز مرو فرد
حذر از سایه دیوار ناصح

ردیف الخاء

غزل ۲

کسی چون دل نگهدارد از آن شوخ
نگه شوخ و سخن شوخ و زبان شوخ

نگاهش آفت جان خود چنین است
بدل بردن ادای او چنان شوخ

خدنگش از جگر بگذشت بر دل
چه سازد کس چو باشد میهمان شوخ

ز شوخیها نمی‌دارد ولیکن
ادب از عاشقان می‌جوید آن شوخ

برهمن زادگان را رام خود ساخت
بت من هست از جمله بتان شوخ

بنام امتحانم کرد بسمل
چو او کس نیست در سنگین دلان شوخ

فدای شوخیش ای فرد گشتم
به بالینم چو بیباک آمد آن شوخ

مرا چه کرده‌ای یار مهربان گستاخ
چه باک گر بزنم بوسه بر دهان گستاخ

هزار بار زند بوسه‌ها بر حسارت
چو زلف تو نبود هیچ در جهان گستاخ

نگاه شوخ و دلت شوخ و چشم تو هم شوخ
ندانم اینکه چرا گشته‌ام چنان گستاخ

ادب ز عاشق شوریده دل اگر جویی
جفا مکن که نباشند عاشقان گستاخ

کرشمهٔ تو چنان برد صبر از دلها
که می‌نهد همه کس سر بر آستان گستاخ

چه فتنه چشم تو انگیخت بر دل عالم
ندیده‌ایم که بیمار و ناتوان گستاخ

بمن ز آمدن ناصح است بار گران
بدل چو سنگ بود شد چه میهمان گستاخ

ایاز خود بشمار و بحکم خاص نواز
که بر در تو رود فرد هر زمان گستاخ

ردیف الدال

غزل ۱۶۲

دل فریبان بتان خو مروت نکنند
ور نمایند نگاه که عادت نکنند

گر نوازند بسوزند چو شمع بزمش
ور گدازند بحالش نگه حسرت نکنند

خون بریزند و ندارند نگاهی بگناه — بشهیدان خود این طائفه حرمت نکنند

در پرستان مغان رو سوی کعبه چه کنند — غیر از خدمت میخانه عبادت نکنند

پند بی سود بتقلید خودم ناصح داد — جز به معشوق چو عشاق اطاعت نکنند

حاجیان حرم کعبهٔ کوی عشقت — جز طواف در والای تو طاعت نکنند

تو بتاراج دلم تاختی ای ترک چرا — کشور خویش شهان گاه چو غارت نکنند

فرد قطع ره عشق از تو محال است و محال — رهبران تا بتو امداد به همت نکنند

از نگهش عالمی بیخود و سرشار شد — صومعهٔ زاهدان خانهٔ خمار شد

بانکه مست او گشت چو ناگه دوچار — حلقهٔ اوراد شیخ مجلس میخوار شد

مستی چشمش کنون گشت دوبالا زمی — فتنهٔ خوابیده باز سرکش و بیدار شد

محتسب شهر ما سر بته خم نهاد — ساغر و مینا بکف بر سر بازار شد

حلقهٔ زلفش مگر دام بلای دل است — هر که ز کویش گذشت صید و گرفتار شد

باده کشیها رساند تا بچنین حد که دوش — فرد مرا رهن می جبه و دستار شد

وله

آزمودیم که دل قابل یک کار نماند — تا ز من رفته ز خود رفته و هشیار نماند

می نشستیم و کنون کرد دو چشم طوفان — آه یک گوشه بکویش پس دیوار نماند

ما بافسانهٔ خویشیم و ترا خواب گرفت — اندکی باش که کم ماندهٔ و بسیار نماند

خواستم بر تو شود حال شب من روشن — تا بمن مدعی ای ماه شب تار نماند

ناوک غمزهٔ او آمد و از دل بگذشت — بارها آمده مهمانم و یکبار نماند

محتسب نکتهٔ از پیر مغانم یاد است — هر که می خورد بر و عقدهٔ دشوار نماند

با مسیحای من فرد صبا باز بگو — طاقت صبر دگر در دل بیمار نماند

ترا به آه دل دردمند من سوگند — بگو که غلغله در جان زار من که فگند

نمود زلف تو این فتنه ها بپا بر من — که گشته است ز بالای این بلای بلند

شده است بانگه ناز تو بلای دلم — که هوش و صبر و قرار مرا ز بیخ بکند

مکن ز عاشق مسکین حذر بگفتن راز — که عاشقان سخن یار رایگان ندهند

فرد

شکفته بود مرا دست لے عشق و این پیری
خراب کرد ترا صحبت جوانے چند

گر بدبینان ز تو حاجات روا خواهد بود — طاق ابروے تو محراب دعا خواهد بود
با چنین حسن گرت خوے وفا خواهد بود — دائم آخر در تو قبلۂ ما خواهد بود
ترسم احوال من آنگاه چها خواهد شد — فتنۂ زلف تو ز روز یکه بپا خواهد بود
گر ز کویت گذرِ بادِ صبا خواهد شد — از براے دلِ من عقده کشا خواهد بود
هیچکس نیست که سر بر سر پایت ننهد — حلقۂ زلف تو گر دام بلا خواهد بود
با طبیبان جهان نیست مرا روے نیاز — در تو بهر دلِ خسته دوا خواهد بود
سرمۂ چشم توان کرد ز خاکِ کویش — گر بدبینان گذر باد صبا خواهد بود
سر بخاک اند جهانے بامید قدمت — این نصیب که رود این بخت کرا خواهد بود
می تنناسیم ازین حسن که روز افزونست — کوے تو قبلۂ ارباب وفا خواهد بود
می توانیم بآن منزل مقصود رسید — نظر لطف تو گر جانب ما خواهد بود
جبهه سائی بدر عیسے مریم نکنیم — خاک کاشانۂ تو صندل ما خواهد بود

فرد

زنگه نه اگر یار ترا خواهد بود
در گهت سجده گه شاه و گدا خواهد بود

هر کرا شربت وصل تو دوا خواهد بود — حالِ او در غمِ هجر تو چها خواهد بود
پاے بیرون منه از دائرۂ لطف قدیم — ترک آن خوے قدیمانه جفا خواهد بود
جان من گر بفدلے تو رود باکم نیست — گر براے تو چنین است بجا خواهد بود
فتنۂ دهر چو با خاک برابر سازد — منت خاکم بسر کوے شما خواهد بود

فرد

از سر زلف اگر سایه فگن خواهی شد
بر سر فرد گدا ظلِ هما خواهد بود

دلِ من میل با پاسے ندارد — که جانم تاب آزاری ندارد
سرم سوداے بازارے ندارد — متاع من خریداری ندارد
بیاد دستِ نخچیان ز خویشم رفتم — دلم با کس سروکارے ندارد

لبم تا شهد خاموشی چشیده است / زبانم ذوق گفتاری ندارد

چه لافد با خرام ناز تو کس / که پیشت سرو رفتاری ندارد

خوشا سلطان وقت آن مرد آزاد / که بهر سایه دیواری ندارد

ز خون کشتگان تازه بهاریست / بکوی تو که گلزاری ندارد

سبک رفت از برم دامن کشان دل / گلستانم مگر خاری ندارد

چه نسبت با دو چشم جویبارم / که ابر این چشم خونباری ندارد

چه سودا معجزهٔ عیسی است با او / لبش پروای بیماری ندارد

نگاهش آنچنانم کرد مدهوش / سرم پروای دستاری ندارد

تو این خوی جفا با من که داری / بعالم هیچ دلداری ندارد

ز بیم فتنهٔ جادو نگاهان / نگاهم شوق دیداری ندارد

چو صید لاغرم بگذار صیاد / کسی چون من گرفتاری ندارد

مسلمانش نگویم تا خودی هست / چه شد گر فرد زناری ندارد

یار الفت بریده می آید / چین بابرو کشیده می آید

سحر آیا چه دیده می آید / که گریبان دریده می آید

مدد ای صبا که آن طناز / زلف بر رو کشیده می آید

تا غباری ز تربتم نرسد / دامن آن شوخ چیده می آید

در عدم هم ز لعل او شوریست / خنجرم در خون طپیده می آید

می توان جست راز او از اشک / بر سر دل رسیده می آید

پیش ابروی آن سراپا ناز / ماه نو بس خمیده می آید

نفس صبح عاشقی دارد / بوی زلفش شمیده می آید

دل سنگین او مگر شد نرم / نالهٔ من شنیده می آید شب

مشکبار است باد صبح مگر / تا به بویش رسیده می آید

منزلی نیست تا به چشم از دل / اشک نا آرمیده می آید

طاس این دهر نیست جای قرار / در غلطان دویده می آید

فرد شاید پیام خوش وارد
قاصد من دویده می آید

بیتوام این زندگانی میکشد — جان من این سخت جانی می کشد
لعل تو جان بخش اغیار و مرا — آرزوی مهربانی می کشد
مردم و از یاد آن تیر نگاه — بار ذوق جانفشانی می کشد
جان نمی گنجد بتن از نام وصل — زود آئین شادمانی می کشد
دست بردار ای مسیح از من کنون — عشق هنگام جوانی می کشد
بی سبب رنجیدن از ناز و ادا — این بلای ناگهانی می کشد
ای لبت سرچشمهٔ حیوان مرا — ذوق عمر جاودانی می کشد

رشتی و چون نقش پا بندم بجا
فرد ما را ناتوانی می کشد

مهر و مه تا همه گردنده بعالم باشد — جلوهٔ حسن تو پاینده بعالم باشد
همه آفاق پر از پرتو حسنت بادا — طلعت روی تو تابنده بعالم باشد
گو که من خاک شوم لیک تو باشی و رخت — مهر وش نور فزاینده بعالم باشد
دلبرا حلقه بگوشان تو فرخنده مدام — دشمنت در غم و شرمنده بعالم باشد

سایهٔ گیسوی مشکین تو اش بر سر باد
فرد مسکین تو تا زنده بعالم باشد

ناله ها میکردم و سوی لب صیادم نکرد — فصل گل آخر شد و یک لحظه آزادم نکرد
آه ازین بیرحمی صیاد و تاثیر فغان — در قفس جان دادم و گوشی بفریادم نکرد
گاه بر دوش صبا و گاه در دامان سیل — این قدر ای سنگدل کس خاک بربادم نکرد
گشته ام دیوانه وش صبح الور دو کوچه گرد — پرسشی از حال من گاه آن پریزادم نکرد
بر رخ صیاد میدیدیم و میدادیم جان — چشم سوی من نکرد و هیچ ارشادم نکرد

فرد نزد آشنایان معنی بیگانه ام
هر کرا از یاد رفتم او دگر یادم نکرد

بیوفای من ار وفا گیرد — دل عالم بیک ادا گیرد

[illegible]

خون شد آخر جگر ز حسرت دلم — هر که خواهد دلی ز ناگیرد
دعوی عشق مهوشی نکنم — که بجرم کسی مرا گیرد
ای گل تازه تا چمن بخرام — بوی زلف تو تا صبا گیرد
هر که بیند مرا بگلشن دهر — همچو غنچه دلش ز ما گیرد
نشوم چون رقیب سنگ عشق — سنگ دل کو ره جفا گیرد

فرد آخر بمنزلی برسد
هر کسی کو ره رضا گیرد

امید بود که آرام جان توانی بود — توان جان من ناتوان توانی بود
باین گمان دل غمدیده با تو بسپردم — که غمزدای من خسته جان توانی بود
اگر بگوش تو از من رسد شبی آهی — بحال خسته من مهربان توانی بود
بحال زار بخاک اوفتاده چون بینی — تو سایه افکن و روح روان توانی بود
اگر به بستر غم بینیم شبی تنها — انیس و غمخور ما بیکسان توانی بود
جفا نمودی و پروای من نبود ترا — گمان نبود که آخر چنان توانی بود
سر وفای توام زنده در جهان پیدا — کرا خیال چنین سرگران توانی بود

چه شد ز **فرد** که در غم گذاشتی او را
گمان نبود ز چشمش نهان توانی بود

آه من گاه چو از دل بزبان می آید — شمع را شعله ز دل تا سر جان می آید
از غمت آنچه مرا بر دل و جان می آید — بگمانم که دم تیغ خزان می آید
غیر عشقش نبود هیچ مرا کار بهیچ — هر که فارغ چو من از سود و زیان می آید
بس سبکسارم و او گاه نپرسد گاه — سخن نرم منش سخت گران می آید
سینه‌ام چاک سحر مرهم کافور نداشت — که ز دود دل خود مشک فشان می آید
چه کنم گر نزدم بر سر راهش از خویش — که به آزردن من باد گران می آید
گر همت مانی ز نخجیر شکست — از میان تو چو حرفی به بیان می آید
باز ای پیر مغان پنبه مینا بگذار — کز نشوق دگر آن تازه جوان می آید
دار و انگشت بدندان ز تصور بهزاد — از دهانت سخنی گر بزبان می آید

طوق گردن ملکن ز بازوی خود ای قمری
کہ بسیر چمن آن سرو چمان می آید روان

آنچہ در ضبط بیانست نباشد حالش
طاقت فرد کسی کے بہ بیان می آید

تا توانید دل از حرص و ہوا پاک کنید
خویش را مردہ شمارید و تہ خاک کنید

جلوہ گر یار بہر ذرہ و ما محو تلاش
خاک بر فرق شناسائی و ادراک کنید

ترسم از رہگذر یار پریشان گردد
خوبتر خاک من سوختہ نمناک کنید

دائم از لعل لبش ربط نہانی دارد
رشتۂ سبحۂ زاہد ز رگ تاک کنید

اخگرے ہست نہان در تہ خاکستر دل
قدرے پیش گریبان کفن چاک کنید

اے حریفان دو سہ جامے دگرش باز دہید
چند محجوب ز من باشد و بیباک کنید

تا ز صیدش نشمارند پس از مرگ مرا
سر ما بیتر بیک گوشۂ فتراک کنید

در لحد باز ہنوز است مرا چشم امید
از مژہ تربت من پاک ز خاشاک کنید

اعتبارے بز قلب نباشد اے فرد
جان نثار قدم آن بت چالاک کنید

دیدنش روزیکہ در رم راہ صحرا پیش بود
صد بیابان وحشت و از غزالان بیش بود

بعد عمرے یک دہن خندیدہ بر زخم دلم
گوییا ذوق نمکدان زنخدان بر ریش بود

شربت قند لب شیرین او نوشش رقیب
قسمتم از تلخئ دشنامہایش نیش بود

از برہمن کار خضر آید چہ ہمت کامل است
رہبرم تا کعبہ در کیش زلف کافر کیش بود

فرصتے خوش یافتم بہر تماشایش بقتل
من بکار خویش بودم او بکار خویش بود

تا بہ بزم او رسیدم بعد چندین فکرہا
دور گشتم چون قرینش غیر بد اندیش بود

بر جراحتہاے من سوئے چہ بخشد مرہمے
خندۂ او بار قیبانم نمک بر ریش بود

فرد کوچہ بے بسوے عشوۂ دنیا نگرد
ہمت مردانہ صاحبدلے درویش بود

از بزم رفتہ و در زلف دلارام افتاد
کار من آہ بدست دل خود کام افتاد

عشق را طشت ز فریاد دل از بام افتاد
کار من آہ بدست دل تا کام افتاد

شد عجب کیفیتے نشہ دوبالا گردید
عکس لعل لب آن شوخ چو در جام افتاد

[illegible]

بیخود از خانه چو برخاستم آزرده ز دل　　سایه بر پای من رفته بهر گام افتاد
هر که در دل هوس سیب زنخدانت بپخت　　نارسیده چو من اندر طمع خام افتاد
فرصت وصل چه ماند آه که هجران آمد　　صبح کی رفت که این غلغله در شام افتاد
چرخ را گو هر طلسم من سرگشته مگر　　عقده در کار من از گردش ایام افتاد
جرعه از لب میگون تو ام نوشش مباد　　از خطا هم نظرم گر بلب جام افتاد
عمر در چشم زدن رفت و لیکن حیرت ماند　　صبح کی آمد و کی غلغله شام افتاد
این ز خود می برد و آن بخودش می آرد　　مست را عکس ز چشم تو که در جام افتاد
سحر چشمت مگر آورد دلم را در زلف　　مرغ زیرک شنیدیم که در دام افتاد
خضر ره کو که به بند د کمر همت من　　راه کم آمدم و غلغله در شام افتاد
بر جبین نام تو تا کنده ام ای سنگین دل　　بر سرم آنچه فتاده است از این نام افتاد
با دل غنچه نکرد آنچه نسیم سحری　　دوش در جان من از لذت پیغام افتاد

فرد

فکر امروز نباشد بسرم ز عشق
کز آغاز بد اندیشه انجام افتاد

شب دلم را کار با سنگین دلی افتاده بود　　کشتن من سهل بود و مشکلی افتاده بود
کاش دست انداز در کارم نمی گشتی حیا　　از قضا دستم بدست قاتلی افتاده بود
خاک میرفتی بچشم ای فتنه و یا ناقه چه کار　　از پی کاروان نقش پای محملی افتاده بود
چون کشم فکر بلند بام او کز ضعف دوش　　از درش تا خانه رفتن منزلی افتاده بود
گاه حرفی هم نخواند و نامه را چاک کرد　　سر نوشتم آه خط باطلی افتاده بود
از تغافلهای او افتاده دو مشکل مرا　　او نباز د و سر به تفتیش مائلی افتاده بود
آه ازین حسرت که از سیل سرشک خود مرا　　از تماشای تو دریا حائلی افتاده بود
من بکویش غرق اشک و دل بیام آویخته　　من بآب و رخت من بر ساحلی افتاده بود
میزنی ای آه در کشت دلم آتش چرا　　خرمن ما را برق خود در حاصلی افتاده بود
ما و سرگردانی کوی گریبانست و دل　　بر سر ما عشق ز حال غافلی افتاده بود
اختیار شیوه دیوانگی سودم نکرد　　[illegible] آن پری [illegible] قابلی افتاده بود
این قدر دانم ز حالش یکه می پرسی ز خود　　بر سر کوی [illegible] افتاده بود

همره اشکم برون لخت دلے افتاده بود / خلق میداند که خشتم در گلے افتاده بود

من به بستر ماندم و دل در خیالش شد بخواب / شب میان ما و دل بس منزلے افتاده بود

شب که سر گرم کرم آمد ببالینم ضعیف / سر بپاے او رساندن مشکلے افتاده بود

اینقدر کوتاهی ساے دست قضا در کار من / بسکه با تیغش دل من مائلے افتاده بود

از پس عمر دراز این دست کوتاه مرا / شانهٔ آن زلف مشکین حاصلے افتاده بود

محتسب گو آبروے من چو می در خلق ریخت / سر بپاے خم چو من لایعقلے افتاده بود

از خط سر نامه گر دریافت خط را قاصدا / عذر می کردی که خطے باطلے افتاده بود

سر بکف رفتیم و او تیغ آزمائیها نکرد / کار با بیرحم و ظالم قاتلے افتاده بود

تا بسر غرقم با شک و گریها دارم به بخت / هر کرا دیدم کرا او به ساحلے افتاده بود

سیلها از رنگ پان بر سرخی دامن چرا / خلق میداند بگویید بسملے افتاده بود

فرد

دل نگه میداشتی اے کاشکے فرد از بتان
دیدمش روئے نگاه کاملے افتاده بود

صبا وزید و طربها بجان زار آمد / براے باده کشان مژده بهار آمد

صبا به تهنیت بزم می گسار آمد / که گل بخنده شد و موسم بهار آمد

هوا بسبح نفس گشت و صد چمن در باغ / دمید سبزه و عشرت بروے کار آمد

نسیم رنگ طرب ریخت بر رخ گلزار / که دور باده گلگون بلاله زار آمد

نهالها ز شگوفه کلاه پوش شدند / عروس غنچه بهر شاخ در کنار آمد

رسید مژده که مے بکشان مبارک باد / که باز نرگس بیمار در خمار آمد

کشیده جامهٔ رنگین چو ارغوان در بر / دگر بسیر چمن سرو گلعذار آمد

نهاده گل بکف از مژدهٔ قدوم بهار / گشاده از طرب آغوش شاخسار آمد

حدیث عشق بخوان مطربا که صبح بهار / دگر به بلبل شوریده سازگار آمد

بیار باده که باد بهار باز وزید / دگر ز طرف چمن نغمهٔ هزار آمد

بیا و [illegible] شکرانه مطربا بردار / که خود ببزم حریفان باده یار آمد

فرد

چو گشت فرد ثنا خوان بوستان عجیب
چو عندلیب نوا سنج تاجدار آمد

دلم تاب شکیبائی ندارد
توان بار تنهائی ندارد

چگونه از سر جان بیتو خیزم
که جان من توانائی ندارد

سر من جز بدرگاه تو هرگز
تمنای جبین سائی ندارد

نشاید عشق بار خود پرستی
سرم سودای خودرائی ندارد

چه پیداست سپیدائی از ننگ ناصح
سر فردم باک رسوائی ندارد

بدل خواهم که سودا از سرش خیزد نمی خیزد
غبار از خاطر غم پرورش خیزد نمی خیزد

غبار کلفت معشوق را عاشق چه بردارد
تو میدانی که از چشم ترش خیزد نمی خیزد

چه آتش بود پنهان در دل افسرده عاشق
که خواهی شعله از بسترش خیزد نمی خیزد

هم آغوشی است یا جلوه فروشی این نگاه هم
که من جان میدهم تا از برش خیزد نمی خیزد

باین رسم وفاداری که هر جا خواست بنشستم
تمنا کردم از دل گرد درش خیزد نمی خیزد

دلم کو سوختی از هجر کو بیتاب کے گردد
که دانی از صبا خاکسترش خیزد نمی خیزد

نمیدانم سپیدارا چه شد از حال فرد من
که من صد بار گفتم کز سرش خیزد نمی خیزد

شمشاد قامتان چه قیامت نموده اند
بر سرو باغ صد در آفت گشوده اند

نوباوگان گلشن حسن اند زین باغ
خندند صد چمن گل و غارت نموده اند

سرهای غنچه رفته بجیب تحیر است
در هر چمن که لعل لبت را ستوده اند

رحمی که غنچه داشت بصد ته نهان بدل
کردند دست برد بغارت ربوده اند

دائم ز دست جور تو صیاد سنگدل
زین پیش بلبلان بگلستان نبوده اند

شبهای عمر زنده کسانیکه داشتند
امروز زیر خاک براحت غنوده اند

این غنچه ها که لب ز شکر خنده بسته اند
آیا مآل خنده ز گلها شنوده اند

ای فرد بر درش چو دمی سر نهی مناز
جز استخوان نماند بسرها که سوده اند

دوش از دولت جاوید نشانم دادند
جای بر خاک در پیر مغانم دادند

هوس دیدن روی تو بجانم دادند
فرصتی داشته ام فکر جهانم دادند

سالها آنچه من از کعبه تمنا کردم
خدمت میکده کردیم و به آنم دادند

گوشم از حلقهٔ او گاه مبادا فارغ
خواستم از در او هرچه همانم دادند

شمع سان سر زد اگر شعله ز آهم چه عجب
مو سپیدم شده و عشق جوانم دادند

از در دیر سوی صومعه نتوان آمد
که بدل از ازل این مهر بتانم دادند

جمع کردند خود اسباب پریشانی من
که بدست سر زلف تو عنانم دادند

شب بگرد دل خود مار سیاهی دیدم
روز تعبیر ز زلف تو نشانم دادند

بود اعجاز لب او که ز ذکر صفتش
تنگ شیرینی و سحری به بیانم دادند

فرد در بزم تو خاموش چو پروانه بسوخت
تا به محفل خبر از راز نهانم دادند

چه باشد ار لب تو شست دوای من باشد
بشربتی که تو داری شفای من باشد

اگر بکلبهٔ احزان من شبی گذری
سزد که کعبه بطوف سرای من باشد

اگر خیال عیادت ترا بدل گذرد
شفای هر مرض لا دوای من باشد

اگر ز لطف نهی دست مرحمت بسرم
ز فخر عرش برین زیر پای من باشد

روا مدار که رنجور و از درت مهجور
اسیر درد دل مبتلای من باشد

بود ز رشک بر رضوان بهشت زندانی
اگر بگوشهٔ کوی تو جای من باشد

جفاست اینکه کنی وعدها بغیر وفا
بلای سهو و تغافل برای من باشد

حکایت دگران گویم و همی شنوی
بااین گمان که مگر مدعای من باشد

بجان طور فتد آتشی دگر از رشک
اگر ز خاک درت توتیای من باشد

لب تو شربت اعجاز و کام من تلخ است
چه باشد ار لب تو جانفزای من باشد

ازین نیاز خود و ناز تو یقینم بود
سواد زلف تو روزی بلای من باشد

تو نو گلی و منت عندلیب می زیبد
ترا چه گوش دمی بر نوای من باشد

به بستر غمت افتاده ایم و جز ناله
نبوده است کسی کاشنای من باشد

بطاق ابروی تو سر نهاده ام صنما
بااین امید که حاجت روای من باشد

فرد تأملی مکن ای خواجه در خریدن
که یک نگاه عنایت بهای من باشد

اشک مرا تاب روانی نماند
پیک مرا نامه رسانی نماند

آنقدر از سوزش دل سوختم
چشم مرا اشک فشانی نماند

چون کنم از پی قفس آشیان
زور پر و بال فشانی نماند

خنده و دشنام لبش خو گرفت
یار مرا غنچه دهانی نماند

دست در آغوش تمنا زدم
طاقت گفتار شبانی نماند

چون کنمش نرم دل از آه خود
در لب من سحر بیانی نماند

از ستم گریهٔ غماز من
در دل من راز نهانی نماند

کرد می خاموشش چراغ رقیب
شمع مرا شعله زبانی نماند

(رباعی)

فرد

ندارد سخنش من اثر ✽
عشق مرا زور جوانی نماند

مباد غیر ازین مدعای من باشد
که من برای وی و او برای من باشد

خوشا که جلوهٔ یکتاییم ز خویش برد
که من بجای وی و او بجای من باشد

بهم چو جلوه فروشند حسن و عشق خوش آن
که من بهای وی و او بهای من باشد

فرد

ادای ناز و نیاز من و دل است اے درد
که من فدای دل و دل فدای من باشد

مبادا هندوی زلفت دل زاهد بخم گیرد
مده رخصت که این کافر ره بیت الحرم گیرد

فلک را دل گر از خورشید خندان صبحدم گیرد
بغربت می برد تا انتقامش شام غم گیرد

تغافلهای او تیز است در کشتن ز تیغ او
همی میرم که یکدم او بکف تیغ دودم گیرد

متاعی را که باشد شاهی مصرش بیعانه
بیک جذب محبت پیر کنعان بیدرم گیرد

عجب گر زیر بار منت تیغ دو ابرو شد
اگر ما ترک حشمت را بیک عشوه بخم گیرد

بغارت بردن دل عارضت خود عالمی دارد
نمیدانم چه خیزد فتنه چون از خط حشم گیرد

سراغ لعل جانبخش تو دارد زنده‌اش درنه
عجب نبود گزین حسرت خضر راه عدم گیرد

ز بلبل میتوان پوشیده گل چیدن ولی ترسم
اگر چینم گلی خار گلستان دامنم گیرد

بگلشن چون رود شوخی دل بلبل بدر آید
مبادا از بی نیازی برگ گل زیر قدم گیرد

بعرض من بنه گوشی که باشد وصف شاهانرا
دعای از گدا گر بادشاه محتشم گیرد

قلم شکستگی میدار و ما بسم و طومارے
مگر زنجیر حرفم از ادب پاے قلم گیرد

سر خود گیر اے ناصح کزین راہ نیک بیگیری
دل شوریدہ عاشق ازین رہ پند کم گیرد

گمانم نیست از چشمت کہ ریزد اشک بر عالم
کہ این وحشی چو بیند عکس خود در آب رم گیرد

آہو

مگیر اے برہمن ما را بجرم عشق خام ما
کہ خواہ آن محتسب گیرد مرا یا خود صنم گیرد

سویداے دل من شد چراغ خلوت جانان
عجب نبود کہ مہر چرخ آتش از دلم گیرد

گرت عار است از من کہ ثبات من ہندی
بفرما مصحف رو را ز فرد تو قسم گیرد

دو گرہ از زلف دوتا باز کرد
عقل فرومایہ جنون ساز کرد

آفت تنگ من رسوا شدہ است
جلوہ مستانہ کہ از ناز کرد

ہوش من از ناز فریبی ربود
خندہ لب یار چو دمساز کرد

دامن عصمت ز کلہ پاک باد
عشق در فتنہ بمن باز کرد

شکر سرشت مند ناصح ہم
رشک تو دیدہ بمن اغماز کرد

دل ز تو چون باز ستاند کسے
ناز ترا چشم تو انباز کرد

جان بسلامت نتوانم ربود
چشم تو گر عشوہ چنین باز کرد

اینقدر آشفتہ نبودم کسے
فتنہ بپا چشم فسون ساز کرد

چون نشود خانہ صبرم خراب
عشق جفا پیشہ ز انداز کرد

مسیح و فسیلے ز لب من زیادہ شد
لعل لب یار چہ اعجاز کرد

کوہکن و قیس ندارند نگاہ
انچہ بمن گریہ غماز کرد

کشتہ چشمت شدہ ام آرزو
تا لبت آوازہ اعجاز کرد

خندہ گل فاش نہ بلبل نمود
با دصبا گو سخن راز کرد

رشتہ جان می برد امروز سیل
گریہ کہ فرد من آغاز کرد

آفت جان غمزہ خونریز شد
فتنہ دل زلف دلاویز شد

حشر بپا گشت ز آشوب خلق
قامت آن شوخ بلا خیز شد

رنگ قباہا ز شفق شد ہم چو یار
نغمہ بلبل طرب انگیز شد

حسن تو خود بود بلای جهان
تیغ تو از جوهر خط تیز شد
تلخی کامت بر شیرین دهد
شهرهٔ فرهاد ز پرویز شد

حیلهٔ عشقش بدل حیله جو
فرد عتاب کرم آمیز شد

دل شکست و آرزو را جا نماند
فارغم با هیچکس پروا نماند
سر گران میداشتم ز اندیشه‌ها
عشق آمد بر سرم غوغا نماند
چشم بی‌پروا ته لاف عشق چیست
سوختی و محنت شبها نماند

بازیچ سنگ طفلان چیرا
فرد را سرمایهٔ سودا نماند

یاد لب میگونش می‌خواره چنینم کرد
سودای وصال او آواره چنینم کرد
نه در هوس و نیم نه با سر دنیایم
عشق تو به هم بزمان ناکاره چنینم کرد
رسوای جهانم کرد زلفت بدل آویزی
دست ستم شانه دل پاره چنینم کرد
با لطف تو ام بنود پروای رقیبان هیچ
از ناز عتاب تو بیچاره چنینم کرد
از بهر تماشای رفتی بلب جوئی
خون جوش ز حسرت تا ز فواره چنینم کرد
نشناخته کوی تو زین راه گذر کردم
عشق تو اسیر غم یکباره چنینم کرد

عشقش نه که امروزی دارد سر غمخواری
ای فرد تو میدانی همواره چنینم کرد

سودای سر زلفش سر گشته چنینم کرد
شوری ز لب لعلش صد رخنه بدینم کرد
از زلف دوتا بگشاد از ناز گره امشب
بر بود خرد از من دیوانه ازاینم کرد
نیرنگی عشق او نگذاشت بیک عالم
از جلوهٔ بوقلمون بتخانه چنینم کرد
چشم تو بخونریزی بگشاد چو مژگان را
از عشوه چها فتنه بر جان حزینم کرد
کج کرده کله روزی بنشست سر راهی
شاهانه ادای او بس خاک نشینم کرد
نقاش ازل نقشم چون بست ز آب و گل
از خاک در پاکش تخمیر جبینم کرد
عشق تو رهایم کرد از دین و ز دنیا هم
بر داشته دل زانم بر خاسته زینم کرد
چون نقش کف پائی در کوی تو افتادم
بربادی نام من ای فرد همینم کرد

ساقی قدحی که دل رباید — جامی که بمن جهان نماید
از ذکر لب شکرفروشش — مطرب غزلی که جان فزاید
یک جرعه می بکامم امروز — فردا شب حامله چه زاید
آورد پیام وصل قاصد — ای دل قدری شکیب باید
ما را تو بسی بتبسم کشیدن — ای دل الفتش ترا چه باید
چون سگ بدرت فتاده ام من — مگذر تو از آنچه از تو شاید
بگشای دهان شیشهٔ می — تا از دل من گره گشاید
لعل لب خود بخنده واکن — باشد که غم از دلم زداید

شاید عجب عجیب ما راست
ای فرد مراد تو برآید

چنین آرایش زلف تو حسنش گر تماشا خواهد کرد — مرا سودای زلف او دگر دیوانه خواهد کرد
ازین اندیشه بر تو به که آنجا حسنش کمی باشم — ز خم پیر مغان گر باده در پیمانه خواهد کرد
سخن گر دم که با من آنچه کرد از دلربا یکها — نه گل با بلبل و نه شمع با پروانه خواهد کرد
بخیر چشم مبادا جلوه گاه او کمی ترسم — بیک جلوه هزاران خانمان ویرانه خواهد کرد
بود آن داغ دل گل و از سوز سینه می — طواف تربت من بلبل و پروانه خواهد کرد
بیکدم دست بر داد ام از آن راز بگفتندش — هزاران خوشه چین پیدا همین یک دانه خواهد کرد
مبادا ای زاهد فسانه در میکده من هم — چو من بیخود ترا آن نرگس مستانه خواهد کرد

سر بالین فرد من چه می آری مسیحا را
علاج درد را او طبیب جانانه خواهد کرد

گفتمش در کوی تو شب بود غوغایی بلند — گفت هر شب آنچنین غوغاست در کویم چند
گفتمش دیوانهٔ شاید شد ازین جا کجا رفت — گفت صد دیوانه اینجا هست از زلفم به بند
گفتمش از چشم تو جانها گرفتار شد — گفت خوبان اینچنین آتش بخرمنها زنند
گفتمش آیا بحال خسته رحم میکنی — گفت اهل عشق آیا میرسد کس را گزند
گفتمش افسانه از حال خود گویم — گفت کی آیم از افسانه و افسون بیند
گفتمش گاهی برای عاشقان یار کنی — گفت نشنیدی که می باشند خوبان خودپسند

گفتمش چون بر دل عشاق بشکستی مرا | گفت می اندازم از گیسوی خود در دل کمند
گفتمش دل بردی و بیکار بس کردی مرا | گفت خوبان همچنین با عاشقان خود کنند
گفتمش این عشوه و نازت کشد آخر مرا | گفت تو عاشق نه‌ای ای بیخبر معشوق و پند

گفتمش این گفتگو با کیست پیدا کی کنم
گفت با دیوانه دل داده فرد مستمند

می عشق تو در مینا نگنجد | بجام و شیشه این صهبا نگنجد
تجلی گاه تو نبود بجز دل | که این جلوه بهر صحرا نگنجد
نه هر دل هست شایان محبت | که این گنجینه در هر جا نگنجد
نباشد اشک در چشم حبابی | که این گوهر بهر دریا نگنجد
مگو از توبه بار خرابات | به بزم میکشان تقوی نگنجد
نباشد در خور روی تو خورشید | بهر این دلربایها نگنجد
همت با هر تنک ظرفی نسازد | که این باده بهر مینا نگنجد

تو می‌پرسی و حیرانم چه گویم
که حال فرد در انشا نگنجد

بخوبی چون تو در عالم نباشد | چو باشد از بنی آدم نباشد
ندیدم موی چون ابرو هلالی | که ابرو پیش ابرویت خم نباشد
ز دستت جام می دارم تمنا | که این دولت بجام جم نباشد
صبا زلف نگار ما مجنبان | که تا کار جهان برهم نباشد
مرا سودی نبخشد یک دوا گر | ببالین آن مسیحا دم نباشد
نوشتن میتوان صد نامه سویش | گر او آگاه از حالم نباشد
بگوشش او صبا حال دلم گو | که جز تو دیگری محرم نباشد
تو گاه از من نمی‌پرسی و جز تو | کسی تا من بود نازم نباشد

اگر تو دستگیر فرد باشی
ز اخلاق تو چیزی کم نباشد

قالب آدم ز گل پروا ختند | مسجدی بهر ملائک ساختند

رایت خوبی چو برافراختند — عشق را دیوانهٔ خود ساختند
از نفخت فیه من روحی دمی — این تهی قالب چه نی بنواختند
زین می و میخانه از صد سال پیش — غلغله بر آسمان انداختند
تا صلا از جلوهٔ خود بر زدند — در ره آدم ملک سر باختند
عکس چون از بهر خود آئینه خواست — بهر جلوه خاک را بنواختند
پرتو تابد آفتاب آن جمال — قرعه بر نام خاک انداختند
تا کسی شوریده پیدا شود — رایتی از حسن خود افراختند
هر کجا در دل نهان بود است عشق — بی محابا بهر غارت تاختند
تا ز نقش بر کسی نتوان کشید — تیغ ابرو بر دو عالم آختند

روز افزون باد این حسنی که زو
فرد ما را بندهٔ خود ساختند

فتنه از زلف برپا کرده اند — سختی بر من ز سودا کرده اند
پرده بر روی حسن افگنده اند — عقل را حیران و شیدا کرده اند
آفت دل روی رشک ماه شد — عشق را بدنام و رسوا کرده اند
سلسله جنبان سودا زلف بود — قید ما دیوانگان را کرده اند

فرد از حسن بت درمان مپرس
دل برای درد پیدا کرده اند

با سگانش یکتا باید بود — بر درش زین بهانه باید بود
تا به چشم جهان عزیز شوی — خاک آن آستانه باید بود
تا بفتراک او رسی روزی — تیر او در نشانه باید بود
با دل فارغ از خمار سحر — مست جام شبانه باید بود
هستی خویش از میان بردار — گر ترا جاودانه باید بود
پند ناصح بگوش تا نرسد — همچو چنگ و چغانه باید بود
تا بدست آیدت سر زلفش — چاک دل همچو شانه باید بود
گر ره مستقیم خواهی فرد — بر طریق میانه باید بود

بچشم جلوه فرمائی نفرمود
کرم آن نور بینائی نفرمود

نگاهش کشت ما را چشم بیمار
لب لعلش مسیحائی نفرمود

بتشریف قدومی از عیادت
علاج درد تنهائی نفرمود

نکرد از مرحبائی سرفرازم
بچشم مهر بینائی نفرمود

براه انتظارش خاک گشتم
نگاهی جلوهٔ رعنائی نفرمود

نشد آباد خلوتخانهٔ دل
تجلی حسن بزم آرائی نفرمود

نشد روشن دگر حال دل من
که آن مه رونق افزائی نفرمود

لبش می ریخت در کام رقیبان
بما هم باده پیمائی نفرمود

جهانی بی‌نشان گشت و نشانه
ز خود آن یار رهبر جائی نفرمود

بدل صد پندها دارم ولی گوش
یکی از صد ز خود رائی نفرمود

مرا گر بی‌خرد فرمود ناصح
سخن از راه دانائی نفرمود

سگی هنگام رخصت از عیادت
کرا از لطف ای فرد که آئی نفرمود

بدینم قبله جز ابرویش نباشد
حرم کعبه جز کویش نباشد

درین ملت که باشد عشق مسلک
چو از سجده جز سویش نباشد

عبادتگاه با جلوه پرستان
بجز محراب ابرویش نباشد

نمی ارزد درین بازار یکسر
بجز یک تار گیسویش نباشد

بود کم قدرها هم از لبت گل
چو بوی او که همخویش نباشد

نشاید بندگی را آن کسی که
گرفتار سر مویش نباشد

درین گلشن نمی گیرند با خار
گلی را کاندرو بویش نباشد

بجنگ زاهد و ناصح چه آید
دل و جان را چو نیرویش نباشد

کجا این بار عشق ای فرد خیزد
مرا گر زور بازویش نباشد

بپندارم مسیحا بر سرم یار می آید
که جان تازه امشب در تن بیمار می آید

نویدم میدهد امشب تپیدنهای نبض من
که آن عیسی ببالین من بیمار می آید

چو ماندی عمرها جان گرامی یکدم اکنون هم
که از بهر عیادت بر سرم آن یار می آید

به پهلوی جگر بنشانمش یا جا دهم در دل
خدنگش را که غمخوار دل افگار می آید

کف افسوس می مالم به پایش تا حنا دیدم
ز حسرت خون دل از دیده خونبار می آید

ز تو جنبیدن از نقش صبا شد آفت جانم
که جان از بیقراری تا لب صدبار می آید

صبا گر می توانی خاک من در دیده پنهان کن
که با لب بار طوفان ابر دریابار می آید

گذشتم تا سحر یک دم به امید نوید دل
که فرد امشب به بالین دولت بیدار می آید

سحر چون آفتاب از دامن کهسار می آید
مرا یاد آن لب بام و رخ دلدار می آید

ز می چون جوش دستار از خانهٔ خمار می آید
مبارک باد ای دل محتسب سرشار می آید

هوای سرد می آرد پیام وحشت از امشب
که ابر از هر طرف می آید و بسیار می آید

برا هم شد دو چارش صوفی تقوی فروش آن یا
که چون من بیخود از صهبای چشم یار می آید

خدنگ غمزه اش را خانه دایم میهمان تو هم ای دل
به پهلوی جگر بنشین که آن غمخوار می آید

چه گویم از لب شیرین او خاموش ای طوطی
نباشد وصف آن لب هیچ در گفتار می آید

چه نسبت سرو را با قامت رعنایش ای قمری
که این را پای در گل هست و آن رفتار می آید

بگفت پا ندارد جای حرفی آن دهن یا خود
سخن را از لبش بیرون شدن دشوار می آید

چو فرد مبتلا گردد برهمن گر ترا بیند
که بر دوش تو گیسو خوشتر از زنار می آید

شب عبارت ز موی او باشد
صبح تعبیر روی او باشد

از بهشت آنچه میکنند بیان
یک حکایت ز کوی او باشد

آنکه گویند نافهٔ تاتار
طرهٔ مشکبوی او باشد

بعد از مرگ هم غبار مرا
گو بگو جستجوی او باشد

برسان ای صبا پیام مرا
اگر گذارت بکوی او باشد

بجز امید فرد و بیماری
که عیادت نه خوی او باشد

چرا زاهد رود در میکده تا مست باز آید
چرا با رند ننشیند که بیخود در نماز آید

ببوی باده در کوی مغان خود چون رود واعظ
که در وعظش چو مستان بر زبانش حرف راز آید

نمی ارزد بحرف مطربی صد دفتر ناصح
ز سامان بگذرد ناصح اگر مطرب بساز آید

مگو حال من دل سوخته در صومعه هرگز
مبادا افسردگان خام را جان در گداز آید

خدا داند چه بار خنده بدین زاهدان گردد
اگر در صومعه آن شوخ من سرمست ناز آید

ز فیض چشمهٔ لعلش بیکدم می توان کردن
ز دست خضر هر کاری که در عمر دراز آید

اثرها دارد افسون محبت ورنه کی ممکن
دل محمود از خود رفته در دست ایاز آید

ز حسن شاهی دربانی ملک از پی دوم رد بد
اگر در کلبهٔ من یکشب آن مسکین نواز آید

ازین حسنی که میداری عجب نبود باین تقوی
اگر بر آستانت فرد با روی نیاز آید

هر کرا دیدم بچشم آن عین دیدار تو بود
هرچه بشنیدم ز گوش آن نغمهٔ گفتار تو بود

هر پریزادی که پا در ساحت امکان نهاد
بندهٔ حسن بهشت بود و پرستار تو بود

گرمی دکان این جلوه فروشان جهان
آنهمه تیزی ز گرمیهای بازار تو بود

جان به پیمانه که آورد در بازار مصر
هر کرا دیدم ز جان و دل خریدار تو بود

هر کجا دیدم اسیر دام گیسوی کسی
بود آن دام تو و او خود گرفتار تو بود

نرگس حیران بود یا چشم مست دلبری
آرزومند جمال تو و بیمار تو بود

رند میخانه بود یا صوفی سرمست ذوق
بیخود از صهبای عشقت بود و سرشار تو بود

با چنین اعجاز لعل زندگی افزای خلق
عیسی جان بخش هم رنجور و بیمار تو بود

چشم تو بر فرد من یارب چه افسون خوانده است
کز همه بیکار گشت و در سر و کار تو بود

حیرت آئینه عکس چشم حیرانت فزود
آئینه را حیرت اندر حیرت از چشم تو بود

آن دهان و لب که گویا راز اندر راز بود
چون فرو ماند این خرد آن نکتهٔ عشق آخر گشود

کاشکی بهر تسلی هم آن افسون خواندی شبی
تا بهر من بودی بکوی میکده با چنگ و عود

زاهد و صوفی که شبها بود و در تسبیح و راز
سحر گفتار لب او هر دو را از خود ربود

چون دل ما را بآن زلف خم اندر خم نماند
با دل صد چاک شانه بین که حسرت میبود

تا فلک افسانهٔ خال و خط و زلفت رسید
می شنیدم شب سماع زهره از چنگ کبود

فرد

کار بند عشق تو تا گشته ام ای دلربا — بندهای جمله کارم از کرم عشقت گشود
نیست جز حیرت تماشای باهل بزم او — محرم او هر که شد وا ماند از گفت و شنود

فرد
والای هر ایک نکتهٔ لعل لبت
بر در میخانه و سر حلقهٔ رندان نمود

او چو مستانه وار می آید — عقل دیوانه وار می آید
تا بگلزار رخسار او آید — اشک دُر دانه وار می آید
چارهٔ کارم ای خرد فرما — عشق دیوانه وار می آید
میرود پارسائی از دستم — یار مستانه وار می آید
گاه گاهی به بزم او صد شکر — ذکرم افسانه وار می آید
از همه دل بریده ام بشنو — یار بیگانه وار می آید
شمع روی تو تا فروغ نمود — خلق پروانه وار می آید
بیخود آخر فتاد پیش رخت — هر که فرزانه وار می آید

از جفاها نمی توان راندن
فرد مردانه وار می آید

تا خون غمت جگر نباشد — در گریه تو اثر نباشد
آهی که در او اثر نباشد — نخلیست دران ثمر نباشد
شرمنده ز عشق ناگزیرم — بر من اگرت نظر نباشد
از عشق کسی نگردد آگه — تا اشک تو پرده در نباشد
زاهد چه بری تو راه تا دل — این کوچه رهگذر نباشد
نتوان ز ره خرد رسیدن — آنجا که ز خود خبر نباشد
گستاخ مزن قدم درین راه — تا تو بخودی سفر نباشد
نقد دل خود بخاک افگن — تا در ره تو خطر نباشد
جایت بنود ببزم رندان — گر دلق ز باده تر نباشد
بردار لوای عشق منصور — پروا اگرت ز سر نباشد
بشکستن او بسینهٔ او — آهی که در او اثر نباشد

نشنیده فرد [illegible] شو [illegible]
بهتر ز تو چیز دگر نباشد

ور پا گریستم بدل او اثر نشد | دل آب شد ز حسرت و اشکم گهر نشد
بنمایم همتت از دل گم گشته چون عکس | دل رفت از بر من و چشمم خبر نشد
صد عقده‌های شوق گره گل واشد از نسیم | بندم گشوده زین دم باد سحر نشد
تار وز حسرت ما ز زلف تنگ ما همه | شبها بسر شد و سخن من بسر نشد
عمری بسر گذشت که از رشک با صبا | ذکری ز داستان غمت یک سحر نشد
خون شد جگر ز غیرت و دل آب شد ز رشک | صرفت چپای حنا بپای تو از خون جگر نشد
آزاد شو ز بار تعلق که سرو رخت | سنگی نیامده بسرش تا ثمر نشد

این راز عشق فرد چه پنهان کنم که فاش کرد
جز آه و گریه هیچ کسی پرده در نشد

شب نه دانم سر زلف که پریشانم کرد | خواب بر بود ز چشم من و حیرانم کرد
گرو مستانه نگاه و ز سرم هوش ربود | زاهدی بودم و از باده پرستانم کرد
حلقه زن بر در دل گوشه نشینی بودم | چشم مخمور تو سر حلقهٔ رندانم کرد
خرد و صبر و دل و جان همه غارت فرمود | تا رسیده بسرم بی سر و سامانم کرد
آه بشکست بدل اشک بچشمانم سوخت | شد دو چار از من و بد فتنه که پریشانم کرد
دردها در دل من داد ز بی رحمیها | وز تغافل همه در مانده ز درمانم کرد
خنده رو چون گل رعنا بکنار دگران | وز بلای دگران خار بدامانم کرد
چاک زد جیب من از غصه بجای رقیب | خنده بر ریش رقیبان ز گریبانم کرد
گشت ابروی تو ام از سبب خنده بپیر | لب ز تیغم که دم تیغ تو خندانم کرد
خاک گشتم ز رهش تا که بپایش برسم | لطف انگشت که پامال رقیبانم کرد
شمع سان سوز جگر دارم و آگاه نیم | از چه این سوز دگر از است که گریانم کرد

آفرین باد برین شکر لب فرد هم
بیت ابروی تو مطلع دیوانم کرد

آب تیر تو دگر تشنهٔ پیکانم کرد | کاین [illegible] تشنه لب [illegible] کرد

پرده برداشت گر شنگرف بی پرده جان گشتن
فارغ از ملک جم و تخت سلیمانم کرد
زلف افگند چو بالقمر در من و دل
آنچنان جمع نبودم که پریشانم کرد
غمزه شوخ تو در کشتن من بی‌پنداشت
معجزه لعل لبت بنده احسانم کرد
اگر بدامان سگی دست تمنا زدم چه
عشق پامال تر از خار بیابانم کرد
کوه تمکین مرا زین پیش که بودم تا چه
آفتاب رخ او ذره رقصانم کرد
خواستم دل وهم از تیغ تغافت بر هم
لب شیرین تو شرمنده احسانم کرد

منت خویش منه فرد به آتش خوی
آتش تیزی ورنه دل بود که بریانم کرد

ماه رویت را کسی همسر نشد
همسر شست کسی دیگر نشد
سیل اشکم از سر کویت گذشت
گو بیشه چشم تو هرگز تر نشد
گم شدم از بیخودی در راه او
او ز خود بینی مرا رهبر نشد
مرد باید تا که نفس او کشد
ورنه هر شمشیر زن صفدر نشد
کوکب اقبال چیزی دیگر است
همسر خورشید یک اختر نشد
بر سر راه تو یک دو گشتم ز سر
همچنان سودای تو از سر نشد
خواستم همی کاسه با چشم یا نگشت
از رقیبان جای من بهتر نشد
از بر هم رفت و مرا بیکار کرد
خوب شد گر کار دل بهتر نشد
آب طفلان با چنین در باد پیش
هر صدف را مایه گوهر نشد
خاتم عشق شمس می‌شمارد شمع
هر کی چون پروانه خاکستر نشد
بر فروزان سوز تا می عشق گشت
ختم این قصه از دیگر نشد

فرد چون هست دریا از عشق
خوب شد گر فرد را چه هر نشد

یاد باد آنکه سرم بر در او استاده بود
سایه گستر به سرم گوشه دامانت بود
نگه و شوخ ادای کاسه را جاسوس بود
حل هر مشکلم از گردش چشمانت بود
گر هی در سر کارم چو فتادی ناگاه
واشد عقده ام از ناخن مژگانت بود
یاد باد آنکه در دست قبله‌نما ... بود
کار دیارم همه ... بود

دن پنچه

اینچه اندیشهٔ من از طلبش قاصر بود — آن محالم همه در حیطهٔ امکانست بود
یاد باد آنکه ز تو خاطر من بود بهم — سر سودای من از زلف پریشانت بود

یاد باد آنکه تو در خلوت دل می‌بودی
فرد مسکین بدرت چون سگ دربانت بود

یاد باد آنکه درت قبلهٔ حاجاتم بود — کوی تو خلوتگه اوراد و مناجاتم بود
یاد باد آنکه ز آب گرشش می‌شستی — داغها یکه بر آن خرقهٔ طاماتم بود
روز و شب بر در تو خاک نشین می‌بودم — بهتر از صومعه آن کوی خراباتم بود
هر شب احرام در تو بستم و هنگام سحر — دیدن روی تو به از همه طاعاتم بود
هیچ وا از باده کشتی بدرت می‌بودم — رهن میخانهٔ تو دلق کراماتم بود
در نگین دل من نقش حیات می‌بود — زیر حکمم همه از دولت آنجاتم بود

فرد را غیر درت تکیه گهی هیچ بود
در نگاه تو همه حل مهماتم بود

هر که از حال من خبر دارد — دل سوزان و چشم تر دارد
هر که نگریست حال من نگریست — عشق من این قدر اثر دارد
چشم را دوست تر از آن دارم — که بروی تو گه نظر دارد
تو و مسلک سیاک حساب — چشم من چه قدر گهر دارد
سر موئی نمی‌توان گفتن — تا ز گیسه سا گران گهر دارد
شب ز همسایه تا لب برخاست — چه قدر آه من اثر دارد

در جهان گرچه شاعران خوب اند
فرد ما خوبی دگر دارد

سر شوریده دارم که سودای دگر دارد — زبر پای جهان دارد سر غوغای دگر دارد
نباید از مسیحا چارهٔ درد دل مجنون — که عاشق هر در دو خود مسیحای دگر دارد
سر خم باز کن ساقی که جامت فتنه انگیز است — نگاه یار را نازم که صهبای دگر دارد
مئ پر زور شفقت در خم گردون نمی‌جوشد — بیا این باده‌ی در مینای دگر دارد
چه باک ار تیز راند ساربان آن ناقهٔ لیلی — که مجنون تیز پای دشت و صحرای دگر دارد

ز سیر وسعت عالم گشاده خاطر مستم شود
دل عاشق بهر یک گوشه صحرای دگر دارد

قدم در جلوهٔ عاشق مزن ای ناصح غافل
که این ره دیگر است و راه پیمای دگر دارد

بتنگنای درای دل چو راه محبت را
که هر یک ذرهٔ این راه صحرای دگر دارد

توان دریافت حال جسم و جان از عالم دنیا
که جان از بهر سیر خویشتن پای دگر دارد

عجب نبود که تن اینجا و جانم پیش او باشد
که تن را پای دیگر است و جان پای دگر دارد

نشان فرد جستن از منزل عنقا چه میجوئی
که این دیوانه تن جای و جان جای دگر دارد

بچشم غیر آن جانان نگنجد
بهر یک گل درین دامان نگنجد

ز سیب ابرویش شیدا ام من
معما بینکه در دیوان نگنجد

ز خط شد صفحهٔ رویش [illegible]
ز معنیها که در قرآن نگنجد

دلی دارم که با کفر آشنا است
سر موئی در و ایمان نگنجد

خوش است آن دل که فرد در روی تیغ بود
بجز آن خسرو خوبان نگنجد

می شب بزم یار که دور شراب بود
دیدم بسی که دل او کباب بود

مانند شمع بان ز می لعل سرخوشم
از غصهٔ محتسب بقدح خون ناب بود

در سنبل و بنفشه از آن جعد تابدار
هر شاخ نو برآمده پرپیچ و تاب بود

روزم ز هجر تیره و در خانهٔ رقیب
از زلف و روی یار شب ماهتاب بود

هر دم صبا که تا سر زلف تو می رسید
از بیقراریم نگرش اضطراب بود

بر خاک فرد خود گذری کن ز راه لطف
آخر ترا گدا و سگ این جناب بود

گر سرم ما گل سروی کسی خواهد بود
عاقبت خانهٔ من کوی کسی خواهد بود

همچنین است اگر شیوهٔ حیا و نگهان
دل من کشتهٔ جادوی کسی خواهد بود

دانم این زلف بتان گر به صید است چنین
دام من حلقهٔ گیسوی کسی خواهد بود

ای گریبان کهن امروز گلوگیر مشو
حلقهٔ گردنم از موی کسی خواهد بود

چاک خواهد شدن از پنجهٔ عشقش جیبم
در سر من چه همین هوی کسی خواهد بود

گر این گلشن جهان اینقدرم شگفتگی است
سر فدای قد دلجوی کسی خواهد بود

این دل رفته محال است که آزاد شود
از بزم رفته بقا بوی کسی خواهد بود

از دل خود ز ازل بود یقینم سجده
کاین مسلمان گهی هندوی کسی خواهد بود

گر همه عشق گرامیست به فرد امروزی
خانه سوز دل او روی کسی خواهد بود

پر نور روی آن پری آفت آفتاب شد
نکهت زلف عنبرین فتنه مشک ناب شد

پرده ز رخ چو برکشید جلوه آفتاب شد
داد به زلف چون گره نافه مشک ناب شد

زلف ز شانه چون گشاد عرصه قدر شب فزود
شانه ز پرتو رخش پنجه آفتاب شد

جلوه به چشم من چو کرد صد دریا گشت و
مردم دیده را فزود بستر نرم خواب شد

هر که شنید سوز من هم دل و سینه آتش گرفت
هر که بدید گریه‌ام غرقه خون ناب شد

ز آتش آه پر شرر سینه محتسب بسوخت
دیده خشک زاهدان تر شد و غرق آب شد

سیل سرشک و آه گرم فتنه چها پدید شود
پاره دل به آب رفت پاره دگر کباب شد

چشم ز جوش گریه‌ام چشمه آبشار گشت
مایه صبر دل که بود خانه او خراب شد

فرد کجا فتاده خیز و بیا به کوی یار
بهر رخ خلق بهر تو [illegible] آفتاب شد

گر به سینه محبت جا کند
سنگ ز هر دل عقده را وا کند

عشق خود با چون خرد دیوانه نیست
تا به هر سو منزل و ماوا کند

آب حیوان نوش باد خضر را
کار من یک جرعه صهبا کند

می دهم صد زهد و تقوی گر نهان
گوشه چشم بسوی ما کند

ننگ میدارد ز هر تا هوسها
هر کسی را عشق رسوا کند

عقل را ویران کند از خان و دلان
عشق هر جا خیمه بر پا کند

هر جا بنازی دلا آماده باش
حسن چون هنگامه برپا کند

بی نیاز زیباست شان حسن فرد
کی نگاهی بر من شیدا کند

صهبای محبت را پیمانه نمی باید
این باده صافی را پیمانه نمی باید

در بزم خراباتی ره نیست ترا زاهد
در مجلس ما رندان فرزانه نمی باید

بیرون بکن ای ناصح از سر هوس زلفش
کاین سلسله را چون تو دیوانه نمی باید

چون جلوه فروش آید آن شوخ ببازاری
جان نقد بده کاینجا بیعانه نمی باید

محو و صفت می شود در پیش بازا بیدل
در عشق ره و رسم شاهانه نمی باید

جان باز براه او مردانه چو پروانه
هرگز گله از جور جانانه نمی باید

پروانه صفت سوزان بال و پر هستی را
با شمع جهان سوزی همخانه نمی باید

کی شمع جمال او با بوالهوسان سازد
در طوف گه عاشق پروانه نمی باید

در بزم مغان واعظ از وعظ مزن حرفی
در میکده جز هوی مستانه نمی باید

در بارگه جانان از فکر خودی بگذر
در خلوت یکرنگی بیگانه نمی باید

یک گوشه ز کوی تو از قصر بهشتم به
با خاک نشینان را کاشانه نمی باید

با فرد خراباتی ای صوفی سر حلقه
جز ذکر مستیهای رندانه نمی باید

موسم گل است و آغاز شباب ای بیخرد
توبه از می گر کنم ساقی گریبانم درد

ساقی و پیر مغان در بند سبوکش کنند
از کجا می عقل بر پیمانه‌ام من دست برد

از شکسته بالی خود جان بلب دارم هنوز
همت ای طائر قدسم مگر آنجا برد

دیر ماندم در قفس یاران پی پرواز شدند
آه مگر جانم بایام بهار از تن پرد

دل متاع کاسد آن گرمی بازار نیست
فرد جنس ناروا داری کسی کی می خرد

حلاوتهای لعل یار در گفتن نمی آید
حدیث آن شکر گفتار در گفتن نمی آید

مپرس ای بیدل که راز یار در گفتن نمی آید
بغیر از محرم اسرار در گفتن نمی آید

نه آگاه ای زاهد از آن حال لیکن من دارم
ره پیچیدم که با اغیار در گفتن نمی آید

سخن آنست کان مطرب به زیر پرده بگفت از من
چه پرسی باز چون هر بار در گفتن نمی آید

از آن بزمی که شب در خلوت دل ساختم با او
بهر کس بر سر بازار در گفتن نمی آید

از آن جذب کمند زلف او چون رفت دل از من
ز خونبهای آن رفتار در گفتن نمی آید

حدیث آن لب شیرین چه شکر ریخت در کامم
ز لذتهای آن گفتار در گفتن نمی آید

بناشد مصلحت خونریزی چشمش با گفتن
با احوال با بیمار در گفتن نمی آید

مگر از وقت مستی خورده ام کان حرف مستانه
بغیر از نشهٔ سرشار در گفتن نمی آید

ازین زلف تو هر یک مسلم آزاده و رشته است
سر موی کز این زنار در گفتن نمی آید

مگر راهش کنم از حیلهای خفتن و مردن
اگر آن دولت بیدار در گفتن نمی آید

برون آئی گر از قید عناصر بشنوی حرفی
که با هر یک ز در و دیوار در گفتن نمی آید

منال ای فرد گر دل از بر او رفت سوی او
بمن گر و آنچه آن دلدار در گفتن نمی آید

نسیم از حال شبهایم نداند
که حرفی پیشت از حالم براند

نه قاصد گر از درد درونم
که در بزم تو احوالم رساند

بجز دل اگر نامه نویسم
ندانم پیشت آن نامه که خواند

چه می پرسی ز آه من که از ضعف
ز دل بیرون شدن کی می تواند

نمانده سینه ام را تاب ای دل
که در پهلو ترا یکدم نشاند

نگارا گره افتاد زان زلف
دل از تو فرد مسکین چون ستاند

در جهان هیچ کسی نیست ز عشقت آزاد
ای مسکین بندهٔ درگاه تو سرو و شمشاد

عزت تن چه بود گر نه براه تو فتاد
لب چه کار آیدم ار بوسه پای تو نداد

سود از سر چه بود گر بدرت سوده نشد
فدای آن سر که جبین بر کف پایت ننهاد

خاک بر رو که نه آلوده شد از گرد رهت
آه از آن لب که بکوی تو ندارد فریاد

گریه چشم که در رهگذرت آب نزد
آه از آن آه که عقده ز دل او نگشاد

دیده بی نور بود گر همه روی تو ندید
دل که او جلوه‌گه نیست مبادا آباد

ثمرهٔ دل چه بود گر نه ز عشق تو بسوخت
زندگانی چه دهد جان که نرفت از تو بباد

غیرت عشق من انست که خواهم پس ازین
کس چو من باز اسیر سر زلف تو مباد

من چنین خویش فراموش نبودم زین پیش
عشق بر بود چنانم که همه رفت ز یاد

صبح فرخندهٔ رویت غم شبهایم برد
روز تو شاد و شبت شاد و همه وقت تو شاد

چون بیک تیشه گشاد سر عشقش میدید
کرد بی سود چنین کوهکنی با فرهاد

صد بتو ساعد او سر پنجه‌ام کرد جدا
آفرین باد که از زور دستم کرد آزاد

جان شیرین مده ای فرد ازین تلخی هجر
هجر در عشق چو سیلی است ز دست استاد

دل من از نسیم صبحگاهی وا چه خواهد شد
بغیر آن هوای سیر گلزار ما چه خواهد شد

سپردم بی صلاح عقل دل با سر زلفش
نمیدانم سر انجام چنین سودا چه خواهد شد

بطفلی اینچنین غوغاست زان سرو چمان فردا
نمیدانم قیامت زین قد رعنا چه خواهد شد

به چشمش نگاه آمیزم گهی با زلف آویزم
بجز ور ستم زهر سو فتنه‌ها بر پا چه خواهد شد

بزندان میکنی بازی بقتل خویش میتازی
بساقی می‌برم این قصه بینم تا چه خواهد شد

بران عزمم که میرم بر در میخانه ای زاهد
بجز انجام نخواهم ازین تقوی چه خواهد شد

بامید شب دیگر چه سازم صبر در وصلش
ز دست من چه شد امروز تا فردا چه خواهد شد

سماع و می چو باشد اجر طاعات تو در جنت
ندانم حالت ای منکر که در عقبی چه خواهد شد

نمی‌بینم خبر کس زین دل افتاده در زلفش
بچندین بند هر موزین دل تنها چه خواهد شد

نه تا بد شاهد من بار این دلق ریائی را
ازین طامات زاهد را بجز دنیا چه خواهد شد

من از دل دست بردارم رود هر جا که میخواهد
صلاح کار فرد من ازین شیدا چه خواهد شد

گلستانم چه کار آید که با کویت نمی ماند
گل تازه برنگ و بوی با رویت نمی ماند

دل سودائی ما را مده زحمت بزنجیری
که این دیوانه در جای بجز کویت نمی ماند

نسیم آورد بوی گل سحرگه در مشام من
پریشان شد دماغ من که با بویت نمی ماند

هلال عید می‌بینند خلق و من بابرویت
به چشمم هیچ ماه نو بابرویت نمی ماند

چه سازم ای بت هر جا بچم از می چشم خود
که این حیران از روی تو بجز سویت نمی ماند

به محراب حرم کی عاشق تو سر فرو آرد
که در خوبی و خمداری بابرویت نمی ماند

کجا بخشد بشارت سنبل تر چشم فردم را
بنفشه با بوی سنبل گیسویت نمی ماند

عیان چون روی رنگ ماه کردند
جهانی را ز عشق آگاه کردند

نهان در پرده چون راز محبت
بهر رنگی بدل‌ها راه کردند

جفا افزون کنند آخر چو خوبان / وفائے از خط اگر گاه کردند
بکن روشن ز لطفی بزم عشاق / که روز خود سیه از آه کردند
چرا نبود غلامش فرد مسکین / گدائے را ز لطفش شاه کردند

سحر نگاهان به نظر می کشند / تیغ نرانند مگر می کشند
زنده باعجاز لبم گر کشند / از نگهی بار دگر می کشند
زنده دل از عشق اگر شد کسے / چونکه شنیدند خبر می کشند
روز و شبم شمع صفت می رود / شام بسوزند و سحر می کشند
تهمتے از عشق بمردم نهند / بیگنهان را چه قدر می کشند
باک ندارند ز خون کسے / بر سر هر راهگذر می کشند
چشم تو از شیوهٔ جادوگری / از نگه تیر اثر می کشند
خال لبش همچو مگسهای شهد / تلخ دهانے ز شکر می کشند
خلق همه کشته به تیر تو اند / چیست گناهم که بدر می کشند
هر که میان بست بانجام عشق / در سر و سودائے کمر می کشند
چشم مرا گر به ره خواب بست / آری صدف بهر گهر می کشند
غمزهٔ خونریز دو دو زلفش بلاست / فرد امان چیست اگر می کشند

هوا خواه ترا دل از صبا چون گل چه بگشاید / دل پژمردهٔ ما را هوائے دیگرے باید
نسیم صبح یا بوئے از آن پیراهن یوسف / برائے وا شدن دل بستگان تو همی شاید
دلے چون غنچه نشگفته از هجر تو دارم / لبم چون دم جیبے نیست کو کو بگشاید
قرار بیقراران رو می بستست هائے صبرم / کجا جان حزین من بجز کویت بیاساید
نمیگویم بیا بر کشتگان خویشتن یکدم / همی ترسم که دامانت مبادا از خون بیالاید
خراب عقل ناصح ما بگردم کو بگو تا کے / پیالهم ریز یک جرعه که تا از هوش بر باید
دل ویرانهام آباد کن از جلوه امشب / سحر دانم شب امید من فردا چه می زاید
رسیده تا بلب جانم دوائے به از این نبود / که لعل جانفزائے تو ز لطفی جانم افزاید

بماند تا بکے روزم سیہ اے مہر فیروزی
کہ اے شمع شب من جز تو بزم فرد آراید

جان بلب گر بہوائے سخنش خواہد شد — آخر آگہ ز سراغ دہنش خواہد شد
در لطافت چو کم از پیرہنش خواہد شد — برگ گل کے بہ نزاکت چو تنش خواہد شد
برہمن گشتم اگر خندہ مگیر اے زاہد — بت گر اینست جہان برہمنش خواہد شد
اثر سبزہ بگرد گل رویش پیداست — تا دگر جوش بہار چمنش خواہد شد
صد گریبان قبا چاک شود گر ز پیشان — جامہ گل رنگ ز عکس بدنش خواہد شد
جذب عشقم نگذارد دل او را فارغ — والم آخر نظرے سوے منش خواہد شد
ہمچو یوسفؑ رسد آخر بشہنشاہی عشق — ہر کہ درماندہ بچاہ ذقنش خواہد شد
گر باین قامت رعنا بخرامد بہ چمن — صد سہی بندۂ سرو سمنش خواہد شد
تلخ کامم نگذارد دم نزع عشقش — شربتم از لب شکر شکنش خواہد شد
ریش دل را نہ بود علاج عیسیٰ — عشق خود مرہم زخم کہنش خواہد شد
گوشۂ چشم سوی روضۂ رضوان نکند — ہر کرا بر سر کویت وطنش خواہد شد
خاک کوے تو بہ بسمل ز تپیدن چو رسد — مفشانش کہ بجاے کفنش خواہد شد

بگذر اے فرد دل آزاد ز کوی زلفش
ورنہ وابست ہمہ پیچ و شکنش خواہد شد

شد خاک سرم و لے بجائے نرسید — برباد شد و بزیر پائے نرسید
خون بدم ہمہ میان رگہا — شد خشک و بپائے حنائے نرسید
دل در ہوسے شد از کنارم بیرون — آوارہ شد و بدلربائے نرسید
گویند کہ خونبہائے عاشق یار است — خون گشت دل و بخون بہائے نرسید
جان رفت براہ او بامید وفا — رفتم ز وفا پے جفائے نرسید
در کوے تو ہر شب از فراقت نالم — این درد دل مرا دوائے نرسید

اے فرد خموش باش شکوہ نبود
گر شاہ بکلبۂ گدائے نرسید

سر خاک شد و باستانے نرسید — خون گشت دل و بدلستانے نرسید

این لخت دلم سنگت که بو کرد و گذاشت
از کار رشد و بہانے نرسید
جان آمده بر لبم ز ضعف پیری
یک نامه ز سوی آن جوانے نرسید
صد تیر دعا برای وصلش بسما
رفت از دل ما و بر لبانے نرسید
خلقی است ز شربت لب او تر کام
یک جرعه از آن به نیم جانے نرسید
صد بار ز حال خود بقاصد گفتم
یک حرف یاد ز داستانے نرسید

صد وعده بفرو خویش کردی و هنوز
یک وعده تو بامتحانے نرسید

از جان خیال آن قد رعنا نمی رود
نقش جمال او ز دل ما نمی رود
ناصح بعاشقان نه دهد سود پند تو
از یاد قیس صورت لیلا نمی رود
جامی ز لعل یار کند دفع این خمار
درد فراق یار ز صهبا نمی رود
گر صد هزار بار برد بر درت صبا
این خاک کشته تو از اینجا نمی رود
گویند خط بر آب بود نقش بی ثبات
دل آب گشت و نقش تمنا نمی رود
پرورده قفس نکند یاد گلشنے
خو کرده در تو بصحرا نمی رود
زنجیر سودمند نبود دلے عشق نیست
گشتم اسیر گیسو و سودا نمی رود
لعل لبش دوائے دل دردمند بس
این درد از علاج مسیحا نمی رود
در سر هوای نرگس مستش چنان فتاد
دیگر دلم ز نرگس شهلا نمی رود
گر گوهر مراد کند جا بهر صدف
عشق تو دولتی است که بیجا نمی رود
راهی که میروی بدر دل نمی رسد
زاهد درین طریق کس از پا نمی رود
بنشین بگوشه که سیر اربود ترا
کز خانه چشم بهر تماشا نمی رود

یک جرعه بکام من از شربت وصال
کاین تشنگی فرد ز دریا نمی رود

سوز جگر ز عاشق شیدا نمی رود
این مرض لا دوا بمداوا نمی رود
لعل لب تو کار دم عیسوی کند
بیمار عشق پیش مسیحا نمی رود
عشقم ز وصل و هجر ندارد امید و بیم
در هجر هم خیال تو از ما نمی رود
سودا بنقد وقت نبود عاشق را
عاشق گهی بوعده فردا نمی رود

زاهد عبادت تو به مزد قیامت است — عاشق گهی به لذت عقبی نمی رود
گر تشنه بیا به لب سلسبیل من — خود سوی تشنه آب ز دریا نمی رود
برق تجلی تو به هر کوه کی فتد — این نور جز بمظهر موسی نمی رود
صد بار رد داد محتسب شهر سلیم — ای فرد خوی عاشقی از ما نمیرود

برسد بدردم آن کو به بلا فتاده باشد — چو من از درت زعمری که جدا فتاده باشد
بره تو پایمال همه خلق گشته ام من — چو درخت خشک بیدی که ز پا فتاده باشد
زهی بخت ناتوانی که بزور طالع خود — بره هست فتاده باشد چه بجا فتاده باشد
تو بپرس حال زارم مگر از کسی که دانی — که چو من ز زلف یاری به بلا فتاده باشد
چه شود کم از تو شاها که گهی دم سحرگه — برخ تو یک نگاهی ز گدا فتاده باشد
صنما گهی نگاهی ز کرم بسوی آنکس — که برنج جانگدازی ز وفا فتاده باشد
همه غنچه سرنگون اند مگر از لب تو غوغا — به چمن بگوش گلها ز صبا فتاده باشد
بدر تو دوش دیدم سر و برگ فرد مسکین — برزمین چو خشک برگی ز هوا فتاده باشد

سحر میخانه را چون در گشادند — در مستی برندان بر گشادند
سحرخیزان مخمور شبانه — لب شکرانه چون ساغر گشادند
حریفان بر در میخانه سرمست — زر از سینه صد دفتر گشادند
نقاب از دخت رز چون برکشیدند — ز مستان هر گره یکسر گشادند
چو پنبه از صراحی برگرفتند — هزاران راز پنهان بر گشادند
بزاهد جرعهٔ زین می ندادند — بکم ظرفان ره دیگر گشادند
بپای خم نیفتادی چرا فرد — چو میدیدی که خمها سر گشادند

شوخ من مست می ناز و ادا می آید — ناصح از توبه درین عهد حیا می آید
یار ترکانه پی کشتن ما می آید — مژده ای درد که امروز دوا می آید
از نسیم کرمش آن دم اعجاز مسیح — در گلستان ز دم باد صبا می آید
از می آلوده از آن جامهٔ رندی کردم — زاهد از خرقهٔ تو بوی ریا می آید

شاید امروز روان گشت بشیرے از مصر
بوے پیراہن یوسف ز ہوا می آید

کیمیا گشت بجائے کہ نہادی کف پا
بہر سجدہ بدرت خلق خدا می آید

میرسد در دلم آواز درائے از دور
کاروانے مگر از شہر سبا می آید

محتسب رنج برد بادہ بہ بزمست چو چشم
در کنم توبہ ز چشم تو حیا می آید

تا گشادی بہ گلستان گرہ از بند قبا
ہر گل نو بہ چمن چاک قبا می آید

جز دعایت نبود در دم سحرگاہ مرا
لب بہ آمین بگشا وقت دعا می آید

گشت خونم ہمہ پامال و نہ سر زد گاہے
آن قدر کار کہ از دست حنا می آید

بہر من کار لبت جز بہ خموشی نبود
با رقیبان ز لبت ورنہ حیا می آید

ناصح از غصہ ز خود رفتہ و من از بادہ
از دو بدمست کجا کار بجا می آید

گر ز دیوانہ خود غاست بشہرت چہ عجب
فرد در کوے تو زنجیر بپا می آید

کج کلہ کردہ و گر بر سر ما می آید
رخصت اے صبر کہ امروز بلا می آید

گرد بادیکہ سر کوے شما می آید
خاک ماہست کہ بر دوش ہوا می آید

دم عیسیٰ است مگر ہم نفس باد نسیم
کہ شمیمے ز سر زلف شما می آید

ہست خون دلم امروز ز غیرت در جوش
کز کف پاے کسے بوے حنا می آید

جوش سیل است و ہوا تند و جہانی طوفان
شاید از جانب او قاصد ما می آید

شاید از جانب او کس بعیادت برسد
کز دم باد سحر بوے شفا می آید

شاید اے فرد وزید از طرف مصر صبا
نکہت پیرہن یوسف ما می آید

بحمد اللہ کہ ساقی با مے و پیمانہ می آید
سر و دستار و بند جامہ وا ستانہ می آید

پئے ہر سجدہ ابرو پرستان ترا جانان
صدائے مرحبا از کعبہ و بتخانہ می آید

مگر جوش بہار امسال رنگ نو بکار آورد
صدائے نالہ زنجیر از ہر خانہ می آید

نمیدانم چہ پیش آمد ز زلف تو دل ما را
کہ امشب از سر کوے تو دل دیوانہ می آید

نہان در سینہ چون دارم کہ شوخ کجکلاہ من
بیغماے متاع این دل ترکانہ می آید

لبش ز جوش مستی میچکان و چشم مخموری
کہ ماند با خود اے زاہد کہ او مستانہ می آید

بعشقش کرد قطع آشنائی جان و دل از من
چو می آید ز سوی او بمن بیگانه می آید

ز لب بوی شراب و خرقه می آلوده پا لغزان
مگر امروز فرد از مجلس رندانه می آید

روشن آن دیده که در آئینهٔ روی تو دید
بهره ور آن گوش که از لعل تو حرفی بشنید

بهوایت نه همین رنگ رخ من بپرید
رنگ دیگر چو شد این جان ز تنم نیز رمید

فرخ آن سر که شود خاک درت صندل او
بخت فرخندهٔ آن پا که بکوی تو دوید

دل نثار قدم قاصد فرخنده قدوم
جان فدای لب لعلی که بپای تو رسید

همه تاتار و ختا و ختنش خاک ره است
خوش نسیمی که ز گیسش سوی جانم بوزید

نگه از گوشهٔ چشمی طرف طور نکرد
سرمه از خاک کف پای تو هر کس که کشید

فرد خود را که پیشش گران میداشت
دید پیشش پیر مغان دوش بپا جرعه خرید

در دلم نقش یار پیدا شد
راه صبر و قرار پیدا شد

چشم او در خمار پیدا شد
فتنهٔ روزگار پیدا شد

بود جرم ز عقل کم اندیش
از جنون اختیار پیدا شد

از دو دل نثار می سبزه
شاید آن شهسوار پیدا شد

بوی آن پیرهن صبا آورد
چشم را انتظار پیدا شد

شکر ایزد و بکسوت اغیار
جلوهٔ حسن یار پیدا شد

آب لب یار دمی نداشت چمن
ساقی آمد بهار پیدا شد

از جنون دست من بجیب رسید
بهر بیکار کار پیدا شد

فرد از نشتر جفای رقیب
خونش پاره بار پیدا شد

آن پیر مغیشش که ذکرش بخیر باد
لطفی بما نمود که اجرش خدا دهاد

زان راز لیسته که دل من گرفته بود
ساقی بپیک گشاد سرش همه گشاد

پیر مغان و ساقی و رندان چو یک دل اند
از محتسب چه باک چه حکمش سخت نباد

او جز سر مرا ننمود بیش از زمین قضیه
شکر خدا بپای خم آخر سرم نهاد

از جنگ محتسب که دلم بس شکسته بود　خوش وقت ساقیی که بجامی نمود شاد
ساقی که دوشش داد بمن جام پی به پی　خواهم ز عمر خضر که عمرش ورا زیاد
باشد همان هوای در تو بجان مرا　هر چند دور چرخ دهد خاک من بباد
از یاد خویشش گرچه تو دورم فکنده　مارا نمی شوی تو دمی هم جدا ز یاد

ای فرد بس شکسته دلم من چو [illegible] دل
ز آندم که او ز سینهٔ ما پا برون نهاد

زلبت سخن چه رانم که بفهم در نیاید　چه حدیث از تو خوانم که بفهم در نیاید
ز شراب لعل نوشت که دوای تلخکامیست　مژه [illegible] انم که بفهم در نیاید
ز رموز عشق اگر نشنوند هوشمندان　که من این ز عشق [illegible] وانم که بفهم در نیاید
من و صد زبان چو سوسن که بعرض حال دارم　چه کنم اگر زبانم که بفهم در نیاید
همه شب بسوز و گریه بر خست چو شمع محفل　ز غم تو در فغانم که بفهم در نیاید
چو درای کاروانان بر کاب محمل تو　همه ره بپا [illegible] ستانم که بفهم در نیاید

من و فرد و آستانت دگر از غمم چه پرسی
که ز عشقت آنچنانم که بفهم در نیاید

خود را بلباس نامه خواهم پوشید　زین حیله بچشم و روی تو خواهم دید
در کسوت نظم گه نهان خواهم شد　لعل تو ازین بهانه خواهم بوسید
بختم ز قضا اگر نشد یاور من　چون کفش بزیر پایت خواهم چسپید
این جمله اگر نشد میسر مارا　روزی ز ره تو خاک خواهم گردید
این هم چون نداد دست از خون جگر　مانند حنا بپات خواهم پیچید

گر هیچ ازین نگشت چون فرد ز جان
ما هم بر کاب یار خواهیم دوید

تمنا میکنم کوی ترا بختم اگر باشد　چو سنگ آستانت جای من آن خاک در باشد
مرا چون خضر نگرفتم اگر از چشمه ات آبی　سکندر طالعان را چشم بر ملک دگر باشد
ببندم چشم تا زین عالم فانی همی خواهم　مرا [illegible] نظر باشد
ز چشم تار [illegible] تو در نگاهی آنچنان فرما　[illegible] خبر باشد

خوش آن دیوانگان کز عشق فارغ از جهان گشتند
نه امیدی بود از نفع و نه بیم ضرر باشد

دل سنگین او را موم کردن می توانستم
اگر بهر دمے یارب باه من اثر باشد

مکن بیهوده وقت خویش را در مدرسه ضائع
که جنس ناروا در شهر عشق او هنر باشد

نظر بودم ابر خامے عشق رقیبانم
هر آن عیبے که طبع تو پسندیده هنر باشد

هوائے تخت بلقیس و سر تاج سلیمانی
گدائے آستان بر تربت را کے بسر باشد

الٰهی کاش بسپارند خاک من بکوئے او
که بوسد خاک من پایش چو زین راهش گذر باشد

زعشق اے فرد می لافی بیندانی که عاشق را
جگر بریان و دل نالان و چشم از اشک تر باشد

در عهد لب نوشش بیمار نباید شد
دل تنگ لب تنگش از آزار نباید شد

در دست بود شیشه یا ساغرے بر کف
تا دست رسے باشد بیکار نباید شد

ناهوشی نگاهت را بیدار نباید شد
در بزمگه مستان هشیار نباید شد

بے اجر دهن بخشند آنجا که سبوی مے
اے رند خراباتے هشیار نباید شد

بنود که ز سرمستی پائے تو فتد بر جم
بیش از حد ظرف خود سرشار نباید شد

از زلف بتے داری سر رشته گراے زاهد
منکر ز ره دیر و زنار نباید شد

بر بوسے سر زلفے خود را بغلط مفگن
رهن ختن و چین و تاتار نباید شد

در موسم گل آخر گردند بزنجیرت
دیوانه چنین اے فرد این بار نباید شد

یک چمن بود که سبز از گریه زارم نشد
غنچهٔ دل گاه مارا از نسیمے وا نشد

همچو شبنم در کنار و دامن خود پروردو
چین زسیرم گاه بر پیشانی صحرا نشد

خاک بربادم زبے پروائی او کو بکو
گه غبار از نے سوارم در پیے پیدا نشد

بر رقیبان ناوک افگندی و بگذشتی زمن
بر هدف تیرت بجا آمد و لے بر جا نشد

اینقدر بیگانگی دارد سگ دربان زمن
یک شبے بود که در کویت بمن غوغا نشد

سوختم تنها و لے هر جا ز من افسانه هاست
همچو من در خامشی کس اینچنین رسوا نشد

عرصه بر من تنگ شد اے غنچه لب از جور تو
در تمنا مردم و راز لبت افشا نشد

در بلند آوازه کے منت ز کوه و تیشه بود
کوهکن شاید که آگه از من شیدا نشد

قطرهٔ اشکم دهد چون جلوهٔ طوفان نوح / پاک نبود گر روان از چشم من دریا نشد
ورنه می سازی وفا با غیر پیمان دبا / نیست یک عهد که در وی وعده‌ات فوات شد
راستی آموخت از بالای تو شمشاد و سرو / خوشنما گردید لیکن چون قدت رعنا نشد
در ازل دست قضا چون جامهٔ هر کس بدوخت / خلعت غیر از جنون بر قامتم زیبا نشد

کامگاران از لبت هستند خلقی کامیاب
جرعه نوشی درد هم گه فرد زین صهبا نشد

خردمندان مرا دیوانه دانند / بحمد الله ز خود بیگانه دانند
ز لعل تو مرا مستانه دانند / خوشم چون رند این میخانه دانند
بهر سو گردش چشم تو عشاق / به بزم مست گردش پیمانه دانند
بااین دیوانگی طعنم زنندم / معاذ الله گر فرزانه دانند
بعهد لعل تو بزم مرا خلق / ز مستی مجلس رندانه دانند
خوشا داغ غمت کاین را بدل ها / چو حسن خلق چراغ خانه دانند
بهای یوسف ار جان و دلم نیست / الهی کاش در بیعانه دانند
عجب نبود بزلف تو چو بینند / دل صد چاک ما را شانه دانند
بمحفل دلبران کی شمع سوزند / اگر سوز دل پروانه دانند
ز جان پروا نباشد عاشقان را / فدای حضرت جانانه دانند
هوسناکان زنند از عشق کی لاف / اگر خوی ترا ترکانه دانند
رقیب و محتسب کی رهزن تست / گرت با همت مردانه دانند

زنم ای فرد نوبت از غلامی
مرا گر زین در شاهانه دانند

یک جفا نبود که آن بی رحم با ما نکرد / دلبری گاهی چنین با عاشق شیدا نکرد
بر سر خاکم گذر گاه از قد رعنا نکرد / هیچ امدادی بمن از عالم بالا نکرد
یک نگاه گرم هم گاهی بصد رنج و عتاب / بر من دل سوخته آن شمع سیمای پروا نکرد
هر که در سودای زلفش داد جان بس سود یافت / در زیان تا عمر ماند آنکس که این سودا نکرد
یک نگاهش ای بسی چند میخانه بریخت / اشک می آید ز چشم او که صهبا نکرد

آنقدر چشم و نگاهش کرد مشهورم برند
اینچنین بدنام ما را ساغر و مینا نکرد

بارها طومار سوز من بیزمش گفت شمع
گاه از بهر تسلی وعده فردا نکرد

شد سفید از گریه چشم من چو یعقوب از غمش
از قمیصی آن بشیر یوسفم بینا نکرد

این ستیزه بر من ای طفلان همسایه چرا
این قدر شور جنونم فتنه برپا نکرد

عالمی رستند زین قید خرد از فیض جام
وای بر بخت تو زاهد کار تو صهبا نکرد

تا کنم استعداد می گشتن مگر یارب نداشت
ناشده بی سر گشت و نشه پیدا نکرد

عزتی کی یابد آن گمنام در دیوان عشق
هر که او را کوچه خود عشق رسوا نکرد

چاره سوز دل و سینه فگار من نماند
هیچ کار اینجا چو فکر بوعلی سینا نکرد

ماه شب افروز من هرگاه تابان می شود
در پس شب آفتاب از رشک پنهان می شود

هر سحر گل بحسن خود که خندان می شود
شبنم از یاد گل دیروز گریان می شود

گرد دل پُر داغ از من وام گیرد لاله زار
رونق لاله درین گلشن دو چندان می شود

هر جفائی را توان برداشتن در راه عشق
آفت جان و دل عشاق هجران می شود

گریه می آید مرا هر شب چو سوزم شمع را
صد دل پروانه ها در بزم بریان می شود

شکوه از بیداد می دل در غم عشقش چرا
گنج چون وا رهد در معموره ویران می شود

شمع را جانی است با پروانه کز هر گوشه
جمع می آیند هر جا شمع سوزان می شود

فرد گر خواهی وصال یار از خود درگذر
هر که از جان بگذرد مقبول جانان میشود

جانان سر مهر ما ندارد
روی لطف به گدا ندارد

مهر و کرم او چرا ندارد
لیکن بمن این روا ندارد

جان میدهم و سگی نگاهی
سوی من مبتلا ندارد

کی سود دهد علاج عیسیٰ
درد تو صفا و دوا ندارد

در طره تو اسیر بادا
آواره دلی که جا ندارد

دل هدیه در گه تو کردم
کین گوهر من بها ندارد

گل را چه بود بروی تو یار
آن دلبری و ادا ندارد

۵۱ تاک یعنی انگور ۱۲

در این غزل ... [illegible] ... ۱۲

دیوانهٔ گیسوی تو هستم / جان بیم سر بلا ندارد
ای ناله بیا که کاروانم / یک رهبر و یک درا ندارد

ای فرد چه سرکنم که آن ماه / مهری بدلم چرا ندارد

چه سلسله کین دلم را سوختن بود / غرض بزم رقیب افروختن بود
چه باک ار سوختی جان و دل من / متاع من برای سوختن بود
شدم بیجا به تزیین اشک ریزی / پر امن این گهر اندوختن بود
خردمندان گریبان چاک ما را / ز تار گیسوی کس دوختن بود

نشانه از دل فردم نه کردی / گرت تیر افگنی آموختن بود

کسی بار روی یار ما نشانند / سهی بالای قد رعنا نشانند
ز گیسویش بهر یک کوچه شوریست / که خالی یک سر از سودا نشانند
اگر امداد از زلفش نباشد / جنون را سلسله برپا نشانند
بشهر او منادی هست کاینجا / کسی جز عاشق رسوا نشانند
بکام ساقیا خمخانه ریز / هوس از توبه تا برجا نشانند
عیادت کن دمی بیمار خود را / که حسرت در دل شیدا نشانند

بجز عشقت نگنجد در دل فرد / که در مینا بجز صهبا نشانند

خیالم یار بی پروا ندارد / که چشمی بر من شیدا ندارد
جمال تو کسی همتا ندارد / چنین زیبائی یک زیبا ندارد
ز حسن سرو ای قمری مزن لاف / که نسبت با قدش طوبی ندارد
نمودم صبر از دل چون مسیحا / علاج این چنین سودا ندارد
مگر بردست نشان پای ناقه / که مجنون کار با صحرا ندارد
ورای او دل نالان مجنون نیست / جرس گر ناقهٔ لیلی ندارد
ازان شد بندهٔ تو سرو آزاد / که قد دارد ولی رعنا ندارد

بچشم مست تو نرگس نماند
که رنگ و نشئهٔ صهبا ندارد

دل من آنچه کرد امداد گریه
چنین همت دل دریا ندارد

چرا لیلی نگیرد رشک از تو
که چون من عاشق رسوا ندارد

همه لطف و کرم دارد بت من
ولی گاهی بحال ما ندارد

بود از جان و مال دیوانهٔ آن کو
که با زلفت سر و سودا ندارد

شده تا بندهٔ عشق تو جانم
سر دنیا و هم عقبی ندارد

چرا ای محتسب با من ستیزد
که فردم در بغل مینا ندارد

نه تنها زاهد از ذوق بیت رندانه میرقصد
که در میخانه شیخ امروز بیباکانه میرقصد

نگاه چشم مست کس نگر افتاده بر ناصح
که امشب پای کوبان آمد و مستانه میرقصد

بکیش پارسائی فتنه انگیخت چشم او
که دیدم محتسب خود بر در میخانه میرقصد

چرا گیری بجرم رقص من ای مفتی دانا
بنا شد رخنه در شرع گر دیوانه میرقصد

دل من آنچنان آمد برقص از جوش سیمها
که بر لوح دل من صورت جانانه میرقصد

چنان رقصید فرد از عالم مستی که بر دوشش
ز رقص او شراب و ساغر و پیمانه میرقصد

شمشاد سرا گرچه ببالا کشیده بود
پیش قد تو هر سر شاخش خمیده بود

بشگفته ماند هر لب زخمش بشکر تیغ
هر کشته که بر سر پایت تپیده بود

از ذوق ناوک تو بصحرا دگر نرفت
هر آهوی که گاه بکویت رسیده بود

وارند رشک آهوی مشکین بصیدگاه
زان سگ که در رکاب تو گاهی دویده بود

در پهلوی رقیب نشستی و جای تو
ابود سینه و دل من یا که دیده بود

خار غم تو سینهٔ من چاک چاک کرد
خوش صحبت آنکه از تو گل عیش چیده بود

در عشق هر دو طعنه سگ هم نشد دلش
صیدیکه از نشانهٔ تیرت رمیده بود

تیر سخن مگر نخورد که نامد دگر بمن
آن مرغ نامه بر که ببویش پریده بود

واکرد لب تو قصه باز و درسیده
آن روح را که در تن عیسی دمیده بود

دیگر بهوش نامده فرد تو از ازل
تا جرعهٔ ز ساغر عشقت چشیده بود

دیدم شبی ترا ندانم چه حال بود
در چشم بود جلوهٔ تو یا خیال بود

زاهد به بزم شب که دلم شمع بزم بود
آئینه دار ظلمت صاحب جمال بود

ای شیخ کعبه راه ز دل یافتم به یار
این دولتم ز خدمت اهل کمال بود

از راه وصل یار مپرسید عاقلان
بگذشتنم ز خویشتن طریق وصال بود

ای نی سوار گشته از این درد و حسرتم
هشتم جهان و طاقت من در زوال بود

دیدم بر آنگذار کسی خاک فرد را
گاهی چو گرد باد و گهی پایمال بود

سر من بر سر پایت فدا شد
بحمد الله حق عشقم ادا شد

ز تیغ تو سرم از تن جدا شد
سرم از حق تیغ تو رها شد

به بلبل منت لطف باد صبا شد
که از تو خاطر هر غنچه وا شد

کمندش از رگ جان بر فکندم
ز بخت کوتهِ من نارسا شد

به بستم تا بدست عهد یاری
ز من بیگانه هر یک آشنا شد

بحکم تیغ تو گردن نهادم
بحمد الله عهد من وفا شد

بدل عشق تو یک اندیشه نگذاشت
دل اکنون خلوت خاص خدا شد

نمیدانم چه جرمی دیدی از من
که کار من حواله با قضا شد

زنهاری بتان از دل بپرهیزم
که خلوت خانه ام مهمان سرا شد

رقیبان را که دربانی سپردی
چه آفتها که بر فرد گدا شد

دل من بی غم جانان ندارد
رهی تا در کفر و ایمان ندارد

دلم هیچ پروای دربان ندارد
که دیوانه کار از نگهبان ندارد

ازین کاوش سینه دست جنونم
سر و کار با جیب و دامان ندارد

خرد باز تکلیف تجنیس معنی ما
جنون آشتی با گریبان ندارد

صبا مژده گل نه بخشد نشاطم
دل من هوای گلستان ندارد

ز طفلان کلوخی نیامد بسویم
تحمل من امروز مهمان ندارد

مده ناصحا باز تکلیف توبه
دل من ثباتی به پیمان ندارد

میادا آگهی جمع یارب هر آن دل / که کاری بزلف پریشان ندارد

چه خوانم ترا فرد زین وضع عشقت
که این رسم گبر و مسلمان ندارد

نظر بر حال من جانان ندارد / که عشق من سر و سامان ندارد
دلم فکر در و دربان ندارد / نگهبان خانهٔ ویران ندارد
نمی‌گذرد دمی بی ناوک او / خلیلم حسرت مهمان ندارد
بحال خود مرا بگذار عیسی / که این درد دلم درمان ندارد
چنین رفعت که میدارد در او / بعالم هیچ یک ایوان ندارد
خردمندان چه تکلیفست بخیه / جنونم کار با دامان ندارد
مپرس از من ز زخم ناوک او / که این تیر نگه پیکان ندارد
چه با دیر و حرم سازم که عشقم / سری با کفر و با ایمان ندارد
فرشته یا پری یا حور هستی / که خوبی اینچنین انسان ندارد
خدنگ آن کمان ابرو بلاییست / که زخمش مرهم و درمان ندارد
مرا پیر خرد این نکته فرمود / که عاشق جز غم جانان ندارد

چه پرسی فرد از احوال عشقم
که این طومار من پایان ندارد

با گنج شهرت کاشانه نباید بود / یا در هوس جام و پیمانه نباید بود
در دایرهٔ اهل هوش فرزانه نباید بود / از مشرب رندانه بیگانه نباید بود
در بزم گل تو پروازی چکنم تا صبح / تا عقل بجا ماند دیوانه نباید بود
تا نام تو ننویسید در دفتر عشق او / چون بوالهوس نادان افسانه نباید بود
تا در دل تو جذبه از شمع رخی نبود / با شعلهٔ هر آتش پروانه نباید بود
بر پای خم افکن دستار سر تقوی / گر بیخبر از رسم رندانه نباید بود
ویران نکند عشقش تا این دل آبادت / اندر هوس بزم و کاشانه نباید بود
چون رفت بیغما دل بگذشتم ازین خانه / تنها چو در آن کنج ویرانه نباید بود
در حلقهٔ مستان فرزانه میا زاهد / با خویش درین بزم مستانه نباید بود

آنرا که ز سر مستی فرق سر و پا نبود
با عقل فرو مایه همخانه نباید بود

ای فرد ز خود بگذر تا جلوه کند جانان
یا در طلب وصل جانانه نباید بود

ای آنکه داد عشق تو بر باد خاک مرا
از سهو هم تو گاه نیاری مرا بیاد

از خاطرت چو خواب فراموش گشته ام
چون من کسی فراموش جانانه مباد

تکلیف توبه می دهدم باز محتسب
یارب چو توبه های دگر بی ثبات باد

شیرین دهان شور جنون باد چون مرا
از تلخی زمانه بخوبی نجات داد

سودای زلفت از همه غمها مرا رهاند
طوق غلامیت چو مرا در گلو نهاد

دیدم که فرد بر در تو سر بسجده بود
صد آفرین بهمت و اجرش خدا دهاد

بکوی او گذر آه هم ندارد
پیام او بسوی من که آرد

به ناگه سوی هم ار نامه نگارد
سفیدی جای نام من گذارد

ز هر دیوانه و عاقل برآند
حکایتها و ذکر من نیارد

چو نشمارد گه از بیگانگان هم
میان آشنایم کی شمارد

مثال قامتش جز سایه اش نیست
ولی سرو قدش سایه ندارد

ز سوز عشق خود هم در جگر سوخت
غمت را گو که پیش من نخارد

ندارد قطره چون اشک گرم
اگر صد چشم دریا بر ببارد

نمی ماند بکار دیگرش دل
بدل تخم محبت هر که کارد

قبولت گر سلام فرد نبود
خدا را کن سلام ما بکارد

کی حاجت درمانی بیمار ترا باشد
در عشق تو جان دادن زین به چه شفا باشد

زین گونه لب لعلت گر روح فزا باشد
دانم که در تو آخر حاجات روا باشد

لطفت نه اگر زیشان و مساز صبا باشد
بهر دل هر غنچه کی عقده کشا باشد

رو کی به مسیحای بیمار غمت آرد
درد دل عاشق را لطف تو دوا باشد

در ذوق دم آبی زان تیغ تو می میرم
از خون چه پرم سودا تا جای حنا باشد

از کوی تو گر زاغی سایه فگند بر سر
به خاک نشینت را از ظل هما باشد

از لعل لبت ذکرے نبود بجز شیرینی گرچه
در مدرسه عشقت چون باد هوا باشد

افسانه گرم شب کان سوخت زبان شمع
دائم بیقین جانان آن قصه ما باشد

جائے نبود خالی از جلوه جانانه
هر گبر و مسلمان را دل خانه خدا باشد

هم دیر و کلیسائے هم مدرسه و مسجد
زان دلبر هرجائی جلوه همه جا باشد

گفتار رہے نام گاہے ز لبم بشنو
چون باده دیوانه نقش ہیچ فنا باشد

چون عاشق مسکینے جز یار نمی خواهد
آواره ز کوے او در شهر چرا باشد

هر کس بجهانے خود از عشق زند لافے
آن یار بنید اینجا فرد کرا باشد

مراد جان من آنگه بر آید
درون دل مرا گر دلبر آید

علاج درد دل جستم ز عیسی
بگفتا صبر کن از دل گر آید

بگفتم درد دل تا کی کشیدن
بگفتا جانت از تن تا بر آید

چنان سودا به رگها سوخت خونم
خیال است اینکه خون از نشتر آید

دل من موم وار آتش مزاج است
بجز گریه چو شمعم اخگر آید

زهجرم جان بلب آمد ز لب آه
بدین گونه چه صبح دیگر آید

ز چاک دل برون رفت است دوست
که قطع راه دل بے رهبر آید

ز گریه کے شود سرد آتش دل
کجا این کار از چشم تر آید

بیک تیشه ز غمها رست فرهاد
مرا صد تیشه هر دم بر سر آید

همه خوبی ز تو حسد کمال است
بجز لطفے کم از تو کمتر آید

به بزم تو سخن شاید اگر فرد
اجازت ده که گاہے تا در آید

فاش در عشق تو گر راز درون خواهد شد
چاک صد جیب که از دست جنون خواهد شد

نتوانم رسیدن بدر دوست تو
خنجر عشق تو اگر راهنمون خواهد شد

عشق من دیده است [illegible]
گر چنین شورش من روز فزون خواهد شد

ناز لیلے مزاج تو مرا گر خشم است
عاقبت عالم ازین جوش تو چون خواهد شد

از تپشهاے دل خویش تو شیدا کم
[illegible] آن ز جنون خواهد شد

صد زلیخا که برآید ببازار عزت — حسنت آن روز که از پرده برون خواهد شد
گر در آید بحرم آن مه من بهر طواف — سر محراب حرم نیز نگون خواهد شد
حال من دیده ز اندوه مسیحا میگفت — باز در سال دگر جوشش جنون خواهد شد
دائم از حال دل خویش که در عشق تپان — پیشتر از زمین آنچه نگر دید کنون خواهد شد
از میان تیغ گران ترک برآرد بیرون — علمی را جگر از جوشش که خون خواهد شد

فرد امید از وضعیت که آید بسرم
حالم از پیش از این نیز زبون خواهد شد

شمع را شعلهٔ بیتابی شود از سر بلند — دود آه ماست هر شام و سحر یکسر بلند
خاک ما را تا لب بامش نشد که رفعتی — ورنه بر دوش هوا هر خاک شد اکثر بلند
خاکساری کن که از پستی بر فتها رسی — میشود دود از زمین تا گنبد اخضر بلند
قدر دل افزود گر شد چاک از عشق کسی — شوکت خانه نماید میشود چون در بلند
مهر کن بر خاکساران تا رسی سکه بخلق — هست نام آفتاب از جملهٔ اختر بلند
استخوانهای من آخر سوخت این سوز دلم — در نیستان من آتش شد از این اخگر بلند
آتش من همچو شمع از جور اهل بزم نیست — از ته خاکستر دل گشت خود آور بلند

ابجنی ۱۲ آتش

فرد سالک را نباید یکدمی آسایشی
هست از هر مرحله یک منزل دیگر بلند

دل دیوانه ام در قید زلفش الفتی دارد — که تا صبح نیز از ذوق دل من حسرتی دارد
توان و صبر از من التماس رخصتی دارد — تو گر آئی بهر صورت تحمل صورتی دارد
تغافل اینقدر ای لیلی از حالش چرا داری — که قیس از دولت عشقت بعالم عزتی دارد
غبارم را رسائی با هوا هم نیست تا بامش — تعالی الله چه ایوان بلندش رفعتی دارد
ندیدم نشئه صاف اینچنین در بادهٔ گلگون — نگاه چشم مست او عجب کیفیتی دارد
ز گل چیدن چرا بر بلبل ای ظالم جفا کردی — بگفت است اینکه گل با روی خوبت نسبتی دارد
بکیش کیست بقتل عاشق جان داده ای قاتل — که آن شوق مردهٔ از بیخودی که فرصتی دارد
قدح نوشان عشقش را ببین از چشم کم زاهد — چو میدانی که می از حکم شرعی حرمتی دارد
بگوی تو جهانی بیخود از عشق تو می آیند — در این میخانه هر رندی بهوای خدمتی دارد

تعجب بنود کر گیرد آتش دل استخوانم را
بسوز خانهٔ همسایه آتش عادتی دارد

هوای کوی تو کی بعد مردن هم رود از سر
شدم گر خاک لیکن جان زارم همتی دارد

کمند زلف کس کی میزند داد اسیر تو
که نخچیر نگاهت در حرم هم حرمتی دارد

نه در معمورهٔ ماند نه با ویرانه می سازد
دل دیوانه ام امروز طرفه حالتی دارد

نوید مقدم تو تا صبا برده است در گلشن
ز هر شاخ خمیده هر درختی حالتی دارد

گمان عاشقی بردی که رنجیدی ز فرد خود
کجا آن خسته و کو عشق ناحق تهمتی دارد

اگر در صومعه زاهد خیال عزلتی دارد
بدل بهتر که با دلدار یکدم صحبتی دارد

گوارای دلت گر نیست صحبت با نظربازان
دل ویرانهٔ من نیز کنج خلوتی دارد

نگرداند اگر پهلو ز اغیارم مرا این بس
که گاهی گرم آغوشی مکن هم ساعتی دارد

طمع زاهد چه دارد از زمین شوره زار خود
محبت گر نباشد قطرهٔ کی طاعتی دارد

نمیگویم نظر بر غیر من گاهی نیندازد
بس است ار گوشهٔ چشمی بسویم ساعتی دارد

مده از شربت خود در تنهای تلخ کامیها
بدردا و دل من ای مسیحا راحتی دارد

گل خوشبو آن پیراهن یوسف نمی سنجد
که در کنعان نسیم امروز دیگر نکهتی دارد

درین عزلت نشد فرد ار آسوده ز کمنامی
که چون عنقا باین عزلت بعالم شهرتی دارد

نه تنها روی تو بهر تماشا عالمی دارد
ترا ای قامت زیبا سراپا عالمی دارد

کم از بتخانهٔ چین سینهٔ من نیست در عشقت
کزین نیرنگی جلوه دل ما عالمی دارد

بعهد تو نمانده قدر حسن دلبران جائی
که یک حسن سراپای تو تنها عالمی دارد

ز کویت رشک رضوان می برد شاید نمیداند
که بام تو ز کویت نیز بالا عالمی دارد

بسیر عالم دل هم خرام ناز کن گاهی
که هر یک پارهٔ دل بشکسته ما عالمی دارد

نه من تنها اسیر دام عشقت گشته ام جانان
که از دیدار روی تو تمنا عالمی دارد

بیان شکوه ام پیش رقیبان بس عبث کردی
که پیش دلبران این گفتگو با عالمی دارد

بظاهر فرد شکوه اگرچه کرد صد پاره
بدل از تو هنوز این فرد شیدا عالمی دارد

پی رخصت به ناچار تو چه جانم بر لبم آمد
وداعش را به غمخواری فغانم بر لبم آمد

زور دهجر تاب ضبط از دل آنچنان رفته / زراه سینه آه ناتوانم بر لبم آمد
توان و صبر هم رفت و فغان و آه و ناله هم / دم نزع از درد غم یار روانم بر لبم آمد
ز جور تست حال عشق من نشد به همه ما ظاهر / ز طعن خلق این راز نهانم بر لبم آمد
نه بهر التماس رخصتی جانم بلب آمد / پی اظهار درد چند جانم بر لبم آمد
به عشقت هیچ فرق ظاهر و باطن نمیدارم / بدل من آنچه میدارم همانم بر لبم آمد

عبث از تو نمیدارد شکایت فرد مسکینت
پس از صد جور یکبار این بیانم بر لبم آمد

نیاز تو مرا تا در جناب یار حاصل بود / نهان بد عشق و هردم دولت دیدار حاصل بود
همیشه همنشینی بود و تازه گفتگو هردم / مدامم خلوتی بی خندکهٔ اغیار حاصل بود
نه پروای ز رنج خلق و نی از طعن همسایه / چه راحتها که بی رنج و بی آزار حاصل بود
تماشای جمالش بود و ما بودیم و شوق دل / رهائی از غم بی منت غمخوار حاصل بود
ز قصر جنتم به بود آرامم بکوی او / چه راحت پرورش در سایهٔ دیوار حاصل بود
چرا استغنا گر من میداشتم از دولت وصلش / ز فیض صحبت آن دلربا هر کار حاصل بود
محبت یا چه چیزی در سینهٔ من جوشها میزد / چه مستیها که هردم بی می و خمار حاصل بود
ز دوران ساغری جامی نداز رندان [illegible] / ز لطف چشم مستت نشئهٔ سرشار حاصل بود
نمی آمد بدل اندیشه از سختی دوران / بطولی بحل عقدهٔ دشوار حاصل بود

بجز او در خیال و خواب نگذشتی بفرد من
بخوابش نیز هر دو دیدهٔ بیدار حاصل بود

اندرین سودا اگر زنجیر با من می شود / در سر کویش دوبالا شور شیون می شود
بر سلامان ز گیسویت بلای تازه ایست / هر که با زلفت درآمیزد برهمن می شود
همچنین گر آشنائی با سگت چندی بماند / رفته رفته بر در تو راه دادن می شود
یاوری جستم بعقل او شد ز عشقم بر خلاف / هر کرا ما دوست می گیریم دشمن می شود
میزند برهای دگر صبر و خرد در کار عشق / عقل رهبر خود براه عشق رهزن می شود
در ره عشق تو سختی آنقدر برداشتم / موم گر گیرم بدست خویش آهن می شود
نیست با عشقت فروغی آفتاب عقل را / گر فلاطون است عقل و کم از زن می شود

خانهٔ دل گو خراب از مدتی افتاده است
گر خرام ناز فرمائی نشیمن می شود

طرفه سحر است این ز کویت چون رود بیرون کسی
نقش پا در هر قدم بخیهٔ آهن می شود

گر قدم رنجه کنی گاهی درین ویرانه ام
این دل بشکستهٔ من رشک ایمن می شود

گو عصای آه می گیرم بدست خود بزور
لیک هر نقش قدم از ضعف مسکن می شود

از سر کوی جنون چون بر در سیلی روم
بند پایم حلقه های چاک دامن می شود

از کنار فرد تا رفتی تو ایجان شد یقین
همچنین بس رفتن جان نیز از تن میشود

فصل گل امسال بس با جوش و طوفان میرسد
مژده باد ای دل جنون را نیک سامان میرسد

صبح را گر دست چاکش تا گریبان میرسد
هر سحر گه چاک از جیبم بدامان میرسد

راه در شهر تو چون یابد مسلمان ای صنم
صد بلا پیشش بدل و فتنه با ایمان میرسد

میرود دل بهر استقبال و چشمم می جهد
مژده ای جانم مگر امروز جانان میرسد

جز شب هجرم که از طولش فلک آگاه نیست
ورنه هر شب تا سحر آخر بپایان میرسد

تا بهم شد مصحف روی تو و زنار زلف
آفتی تازه بهر گبر و مسلمان میرسد

زاهدا از خلوت مشو بیرون که در شهر تو باز
آن بلا و فتنه و آشوب ایمان میرسد

گرمی هنگامهٔ روی تو تا گردون رسید
هر سحر خورشید در کوی تو لرزان میرسد

گرد باد آسا بطوف کوچهٔ لیلی هنوز
خاک مجنون همره باد از بیابان میرسد

پاره های دل ازان در سینه میدارم نگاه
هر دمم از ناوک او تازه مهمان میرسد

تشنگان آب تیغت را نظر بر خضر نیست
آب شمشیر ترا کی آب حیوان میرسد

مصر دل ز جوش سیل اشک خود ویران مکن
ای زلیخا کاروان از سوی کنعان میرسد

بر لب بام آ که در کویت مگر دیوانه فرد
جامه خون آلوده با فوج طفلان میرسد

جان بشوق دید بهر تست و دلم هم می طپد
میدهد صبرم گواهی یار بشتابد میرسد

چارهٔ عشق ای مسیحا گر توانی زود کن
از جنون ترسم که روزی پردهٔ ننگم درد

همدمان بگذشت حال من ز اصلاح شما
می سپارم من بدست عشق هر یک نیک و بد

سوز آه من کند تاثیر آخر در ویش
گاه گاهی این تپاک دل گواهی میدهد

گر پی صیدم هوس داری تغافلها مکن
تا رسی بر من مبادا مرغ روح من پرد

سالها سبب نبود چندین بها که دارد چشم من
امتحان دارم که روز مقدم کس می جهد

گرمی بازار یوسف از زلیخا شد بمصر
ورنه جنس بی بها جز عشق دیگر کی خرد

یکدمی بر فرد خود بنشین که بهر امتحان
از پی اخلاص بر تو سورهٔ یوسف دمد

کار خود از دولت حسنت جهانی ساختند
در هوایت هر دو عالم از نظر انداختند

در قمار عشق تو هر پاکباز تیز هوش
بار اول نقد صبر و عقل و جان در باختند

مسجد و دیر و حرم را کار برهم خورده است
تا که ناقوس محبت بر درت بنواختند

صومعه در عهد تو برباد شد تا زاهدان
بهر سجده طاق ابرویت مقرر ساختند

سرنگون شد قامت زیبای خوبان سربسر
رایت حسن ترا تا در جهان افراختند

از دل آباد ما ای همدم چه گویم قصه ایست
شد خراب از چند روزی تا که ترکان تاختند

چاره جز سر نهادن نیست پیش دلبران
چون برای امتحانم تیغ ابرو آختند

فرد باید دید جانان میکند منزل کجا
عالمی دلها ز غیر از بهر او پرداختند

دردا که بدرد من مسیحا نرسید
جانم ادم از لبش مداوا نرسید

ترکی که نمود دوش تاراج دلم
امروز دگر بمن به یغما نرسید

این وعدهٔ تو بمن قیامت کرده است
صد صبح شد و هنوز فردا نرسید

برخاست اگرچه ابر بهر مددش
با سیل سرشک جوشش دریا نرسید

از دست تو قتل سرنوشتم چه بنود
یک تیغ تو گاه بر سر ما نرسید

از من چه گذشت ناوک تو بر غیر
آمد بنشانه لیک بر جا نرسید

ای فرد مثال ریش گر شد دل تو
کز عشق بجا بجا بلا نرسید

شب این کاشانه ام قبله نما بود
که صاحب خانهٔ دل خود خدا بود

نمیدانم چه حالی شب مرا بود
فرازم تا سحر دست دعا بود

چه گویم شب ز میر مجلس خویش
به بزم جلوه گر آن مه لقا بود

ازین پیداو تیغ ابروی تو / سر کوی تو رشک کربلا بود
مسیحا چاره دردم ندانست / که بهر من لب نوشش دوا بود
نه در همسایه ام بود و نه با من / نمیدانم دل من شب کجا بود
به عشق خویشتن دیوانه هستم / وگرنه کو دل و کو دلربا بود
به آواز دل خود بود رقصم / نه مطرب بود و نه از نی نوا بود
درین سودا فگند عشقت وگرنه / بزلف تو دلم کی آشنا بود
ز سیل اشک شب در آب ماندم / چه گویم فرد بر من ماجرا بود
پس از عهدی به بختم گشت یاور / سر ما و در دولت سرا بود
بکویت گر بپرسند از مزارم / بگو بیچاره اهل وفا بود

نکردی وفا یک وعده هم
چه با عهدی که با فرد گدا بود

هزاران دلی که ز زلف تو در کمند آمد / تمام عمر درین حلقه پای بند آمد
بگلشنی نه چنین سرو سربلند آمد / بباغ حسن قدت بسکه دل پسند آمد
مرا ز مهر تو حسرت که زندگی دارم / چه باک از سر زلف تو گر گزند آمد
ز بخت خویش مرا تا بخواب خوش دیدم / فدای خویشتن بختم ارجمند آمد
مباد این که رود گوش من ز پند بباد / بواعظان چه خرابی ز راه پند آمد
ترا ز چشم بد حاسدان چه باک ای شوخ / دلم به مجمر عشق تو چون سپند آمد
صبا غبار مرا بر در تو برد آخر / اگرچه خاک شدم همتم بلند آمد
مرا حواله مکن ای قضا بدست تلخ / که شکرم ز لب یار نوش خند آمد

چه باک گر لب فرد شد تلخ از چو نبات
حلاوت سخن فرد به ز قند آمد

جامه کان بر قد مجنون سر او دوختند / بعد از آن باز دگر بر قامت ما دوختند
خرقه بیچاک این دست جنونم گشته است / دوستانم پاره های جیب بیجا دوختند
خلعت عزلت چو بر بالای من کوتاه بود / بهر من روز ازل دامان صحرا دوختند
نیست هم سنگ گلیم و خرقه پشمینه ام / پادشاهان صد قبا گر بهر ما دوختند

عشق چابک دست تا پاره گریبانم نمود — همرهان با تار زلفی چاک ما را دوختند
کسوت آزادگی را کی رسد دست غبار — این قبای طرفه بهر بینواها دوختند

فرد تنها جامهٔ عریانی از بهر من است
ورنه هر گونه لباسی بهر تنها دوختند

در دل من آتشی از عشق کس افروختند — مایهٔ صبر و متاع دانشم من سوختند
گرمی بازار حسنت را سبب من بوده‌ام — عشقبازی‌ها ز من فرهاد و قیس آموختند
پیش خود کن نیاز از عشق سید ازین ولا — خلعت ناز از برای جامه زیبان دوختند
گوهر اشکی که گردم بر سر راهت نثار — جا مگر از آستانت مایه‌ها اندوختند

هیچکس آگه نشد از زخمهای عشق من
این قبا بر قامت بالای فردم دوختند

نقد پیدا این گونه چو ابروی تو خم کرد — صد فتنه بپا بر سر محراب حرم کرد
آن ناوک دلدوز تو امروز ستم کرد — آمد به دل غیر و دلم پاره ز غم کرد
از بار گران کرد رها گردن ما را — بشکفت که فرد ترسم از راه کرم کرد
الفت تو آن داد و دولت را بدل من — آنکس که دلم با سر زلف تو بهم کرد
پیمان شکنا عهد بمن بازچه بندی — با در نکنم لعل تو هر چند قسم کرد

از نظم پیچ آشوب غم تو عجبی نیست
حسان عرب رشک گر از فرد عجم کرد

بقطع منزل عشقش دل محنت کشی باید — محبت پیشه شوریده مجنون وشی باید
براه تو چو من خلقی سر امید میدارند — به نخچیری رهی گریه میانت ترکشی باید
نه هر یک بوالهوس مست جام عشق میخوانند — ز دست ساقی شیرین لبی جرعه چشی باید

دل سخت بتان هرگز نگردد نرم از آهم
باین سنگین دلان ای فرد بس تیز آتشی باید

آشنا زخم گهی با پیکر مرهم نشد — عمر من آخر شد و ریش دل من کم نشد
عاشقان زین پیش هم بودند لیکن نه چنین — عاشقی همچون من شوریده در عالم نشد
کار من از دست رفت و دست هم از کار رفت — این قدر کاری کسی از زلف تو برهم نشد

سجده گاه خلق از تشبیه ابروی تو هست / گرچه محراب حرم چون ابروی تو خم نشد
غنچه سان درد تو در دل آنچنان بنهفته ام / راز عشقت را ز حال من کسی محرم نشد

فرد بیوجه نباشد ربط جان را با بدن
جان آدم بی سبب در قالب آدم نشد

سخن نشنیده افتادی بعشق ای دل ز رسوای خود / بجز انجام باد ابسکه بد کردی بجای خود
ز داداری بمن چندانکه ای جانان جفای خود / بحمد الله فزون می یابم از جورت وفای خود
سپردم دل بآن شیرین لب و خوردم فریب تو / چه سازد کس زند چون خود کسی تیشه بپای خود
صبا را گرچه پیمان است با خاک مزار من / مرا اندیشه می آید ز بخت نارسای خود
هماندم بر سر فرهاد آمد آفت تیشه / که کوه عشق شیرین را نفهمید او بلای خود
بعشقت گر بمردم بر سر کوی تو ای جانان / سگ من دور خاکم از در دولت سرای خود
دلم صد چاک شد چون شانه تا زلفش بدیدم / بهشتی برم شکوه ز بخت نارسای خود
شدم از سیل سرشکم گوشه دل غیرت صحرا / کنار جو مگر میداشتم یارب بنای خود
شب دیجور چه بود تا برین زلف او باشد / که هر تاری ز زلف اوست دیجوری برای خود

چو دیدم شهر و بازار متاع کاسه دل را / فرد
سپردم بی زر بش تا کرده یکسوی بهای خود

خوشا دل کو سر و کار تو دارد / دو چشم از بهر دیدار تو دارد
خریداری ندارد روی یوسف / ز گرمیها که بازار تو دارد
علاج درد تو کس از که جوید / مسیحا نیز آزار تو دارد
ندارد هیچ پروای پدر مادر / نه هیچ درد بیمار تو دارد
ندارد در سر گاه از خمار / چه مستیها که سرشار تو دارد
چه دارد میل جنت عاشق تو / که طوبی رشک دیوار تو دارد
ندارد نبات و قند مصری / حلاوتها که گفتار تو دارد
سلیمان می برد رشک از گلیت / عجب شانی پرستار تو دارد
رگ جان می شمارد رشته را / که بر پا تو گرفتار تو دارد
سری باکس ندارد فرد آزاد / اگر دارد سر و کار تو دارد

دلی دارم که سودای تو دارد — سری دارم که غوغای تو دارد
ندارد بادهٔ عشقت خماری — میی بی کیف مینای تو دارد
همیشه باد سرخوش آن سیه مست — که سرمستی ز صهبای تو دارد
سر من سایهٔ دولت پناهی — ز سرو قد رعنای تو دارد
خوشا همت بلند آن رسا بخت — که روی بر کف پای تو دارد
نباشد رفعت طوبی به چشمش — هر آنکو عشق بالای تو دارد
کسی همتای تو دلبر ندیدم — عجب حسن سراپای تو دارد
تماشاگاه عالم چون نباشی — تماشا حسن زیبای تو دارد

چه سازد گر نگردد دشمن خود
که فرد تو تولای تو دارد

نه هر یک نکته دانی از سخن انداز من داند — زبان ناله ام هر کس که فهمد راز من داند
کرا آگاهی از انجام عشق من کند پیهم — مگر دل سوخته حال من از آغاز من داند
نباشد آگه از حال درون سینه ام آهم — ز خوناب دل من گریه غماز من داند
به انباز متاع خود فگندم آتش عشقش — سخن بی ساخته گویم که عشقش ساز من داند
طبیب عشق می باید که فهمد نبض عاشق را — مسیحا کی ز احوال دل ناساز من داند
بهانه داستانی گفته بودم شب بکوی او — که راز عشق من تا آن بت طناز من داند
مرا روشن دلی چون خضر باید رهبر ظلمات — که راه آن لبان عیسوی اعجاز من داند

دلم خون گشت و پیش او نکردم فرد یک ناله
مبادا تا بنازم آن سراپا ناز من داند

آن شکار افگن بصحرا میرود — در پیش دل از پیش ما میرود
خلق را چشم تماشا سوی اوست — یار چون بهر تماشا میرود
صبر یکسو میرود دل یکطرف — جان من هم بی سر و پا میرود
تا فلک آهم که میگردد بلند — پیک من سوی مسیحا میرود
گریه های من چه داند آفتاب — کاروان من بشبها میرود
ای صبا شوخی مکن با زلف یار — اختیار از جان شیدا میرود

اے بقربانِ نگاہ ناز تو — صبر ما امروز از ما میرود
نالہ ام در کوے او گستاخ نیست — ورنہ افغانم بہر جا میرود

صبر و جان و دل ہمہ یکسو شدند
فرد من امروز تنہا میرود

بہ بالین تا کہ آن دلبر نیاید — الٰہی جانم از تن بر نیاید
خرام ناز و رعنائی کہ دارد — چنین ہا از بتِ آزر نیاید
چہ گویم قاصدا با تو پیامے — کہ راز دل بگفتن در نیاید
شکنج طرہ اش دام بلائیست — اسیرش تا قیامت بر نیاید

نہادم سر بہ نقش پایت اے فرد
کہ طے راہ بے رہبر نیاید

چہ گویم من از آن لعل شکر خند — نہ با حلواے تر ماند نہ با قند
نگوید با کسے یک حرف از ناز — جہانے ہست او را آرزومند
مزن شانہ بزلف خویش بیباک — کہ با زلفت دلم را ہست پیوند
سر موے بکس نگشاد زان جعد — دل خلقے ز زلفش ہست در بند
بپاے خود حنا ہرگز نہ بندد — جہانے خون دل از چشم ریزند
نہ تنہا من ز لعلش تلخ کامم — ز حسرت دلبران لبہا گزیدند
نشد زین آب حیوان خضر آگاہ — ندانم از لبش شورے کہ افگند
دل سنگین دلان شد پیش او موم — بتان دعوے دل بردن ندارند
ز کویش جان بری کس کے تواند — کہ باشد ہر دم آنجا کشتہ چند
جہش در حلقۂ زلف سیاہش — ہمہ ترکان غلام روی اویند
نمیدارند یارا شہسواران — کہ در جولانگہ او اسپ تازند

نمیدارد چو بر دل اختیارے
چہ سود اے دوستان فرد را پند

فرزانگان کہ در رہ جانانہ می روند — از خویشتن گذشتہ چو بیگانہ می روند
زاہد براہ یار نہ فرزانہ می روند — چون سیل تند بیخود و دیوانہ می روند

با دل شکستگان مکن ای محتسب ستیز
کز خویشتن چون زگردش پیمانه میروند

رحمی بحال بیجگران ای سنگ درشت
ساز سفر چو کرده مهیا نمیروند

وحشت برند از دل آباد بیدلان
از خانمان گذشته بویرانه میروند

زاهد بکوی میکده زینسان که می روی
رندان نه این روش سوی میخانه میروند

صد مهر گر بود بدل دلبران ولی
هرجا روند صورت ترکانه میروند

در دور چشم مست تو زهاد صومعه
پیمان شکسته بر سر پیمانه میروند

کی میتوان رسید بآن شمع فرد من
خلقی هجوم کرده چو پروانه می روند

دل نازپرور من هوس نیاز دارد
که بطاق ابرویت خم چو سر نماز دارد

که ربود خواب شبها که دلم ز حسرت او
بامید تا سحر گه در چشم باز دارد

همه شب بزیر پنجۀ زنخدان ما جهانی
کرمی نما که ما را ز گناه باز دارد

چه بلاست سوز عشقت که بهر دلی که آمد
بمحنت چو شمع محفل همه تن گداز دارد

ز تطاولی که دارد بحرم کمند زلفت
بخدا که شیخ کعبه کله دراز دارد

بسر عیان عشقم ز نهفتنم چه گوئی
دل ناصبور و رسوا که نه هیچ راز دارد

چه خبر که من رسیده خبر از دل خرابم
که وگر باین خرابه چه خیال ناز دارد

نگرش ز حال عشقم خبری رسیده باشد
که بمن ز چند روزی چو عتاب ناز دارد

تو و بی نیازی تو که نظر بمن نداری
دل من نیازمندی چو دل ایاز دارد

دل فرد چون غلامش نشود که خواجه او
ز گدازش و نوازش همه سوز و ساز دارد

دل شوریده ام احوال زلفت سربسر داند
پریشان روزگار از حال سنبل بیشتر داند

مسیحا دست انداز علاجم کی تواند شد
ز سودای سر زلف تو آزارم اگر داند

ببزمش میروم بیگانه وش چند آنکه نشناسد
مرا آشفته و شوریده از عشق دگر داند

زلیخا وار نادیده جمال یوسفم شیدا
ز حسن او چه می پرسی که این اهل نظر داند

شنیدم موی زلفش تا میانش میرسد زین رو
جهان از موی زلفش او نشانی از کمر داند

مرا این عشق بی پروا برد چون سیل دیوانه
نه باک از خار میدارد دلم نی رهگذر داند

چه می پرسی ز راه وصل آن دلدار هرجائی
نیم آگه ولی دانم که فرد بیخبر داند

از منت اینک که خبردار کرد — کار مرا آه که دشوار کرد
چشم تو صد بتکده بیکار کرد — کوی ترا خانهٔ خمار کرد
پیش از این جوش نجوم نبود — اینقدر آن ابروی خمدار کرد
چشم تو آگاه ز حالم نبود — فتنهٔ خوابیده که بیدار کرد
غمزه فریب تو دلم چون ربود — در شکن زلف گرهدار کرد
چاره چه جویم ز لعل مسیح — جادوی چشمان تو بیمار کرد
عقل فروماند ز تدبیر کار — عشق تو دیوانه بیک بار کرد
عشق جگرسوز که خونم بسوخت — بس خجل از تشنگی خار کرد
باده که بس تشنهٔ چشم تو هست — کز نگهی بیخود و سرشار کرد
کشتهٔ سفاکی تیغ توام — کوی ترا غیرت گلزار کرد
سهل بمن بود بخود آمدن — عشق تو بس عقده که دشوار کرد

اذن درت فرد ز دربان نیافت
شب بسر آخر پس دیوار کرد

مده از دست همت را که همت کارها دارد — رسی روزی بمطلبها که همت کارها دارد
مشو نومید گر امروز کارت بر نمی آید — بیابی کام خود فردا که همت کارها دارد
ولی فتح باب رزق چون عیسی گرت باشد — رسد از عالم بالا که همت کارها دارد
چو موسی همتی باید که علم غیب بگشاید — شود خود خضر ره پیدا که همت کارها دارد

بفردم آرزوی بود از زنجیر زلف تو
تمارض کرد از سودا که همت کارها دارد

کوی تو بود یا چمن لاله زار بود — یا خون کشتگان و دل داغدار بود
خونین کفن شهید ترا بود داغ دل — فانوس سرخ بود و چراغ بهار بود
دیدم بکشتهٔ تو که از داغ عشق تو — روشن تنش بخاک چو شمع مزار بود
در آرزوی کوی تو دیدم که زیر خاک — سر تا بپای عاشق زارت غبار بود

رسم دلم نبود که بیرون رود بشب / با زلف کس برفت و ندانم چه کار بود
از دل گذشته ام که علاجش بدست نیست / دیوانهٔ که مرا بکف اختیار بود
هر ترک خو که آمده غارت دلم نمود / افسوس این بنا بسر رهگذار بود
دست جنون مگر بگریبان من رسید / کز جیب تا بدامن من تار تار بود
احوال چاک دل که نمودم بچشم او / بی سود شد که نرگس او پرخمار بود
گو شحنه ام گرفت ولیکن چه کردمی / بی طوف کوی او بدلم کی قرار بود
شاهان که خاک درگه او سرمه میکنند / بیچاره فرد کی بدرش در شمار بود

دولی من چو دیدار تو گردد / تمن آسمان همه آزار تو گردد
ز زلف خود شکن از شانه مکشا / مبادا کس گرفتار تو گردد
اگر بشناخت درد من مسیحا / همی ترسم که بیمار تو گردد
منه پا در رهِ میخانه ای شیخ / که رهن باده دستار تو گردد
چه خوش باشد که پرورده زخونم / گیاه خشک گلزار تو گردد
بدیوارت زنم سر تا زخونم / نشان من بدیوار تو گردد
خرامی تا به بتخانه گر از ناز / برهمن هم پرستار تو گردد
بتا بیند ترا گر شیخ و زاهد / اسیر دام زنار تو گردد
باین تقوی اگر بیند ترا فرد / یقین دانم طرفدار تو گردد

بارِ غمت کشیدن جانم نمی تواند / دل بیتو آب گردد دانم نمی تواند
کرد از شکسته بالی عشق آستخوان ضعیفم / پرواز کردن از تن جانم نمی تواند
بیسود هست گفتن راز تو با طبیبان / عیسی علاج دردم دانم نمی تواند
بعد از وفات چه بود از آب خضر چشمم / زنده ز سر نمودن جانم نمی تواند
گل در گل است شاید فردم گر گرد باشی / بیرون ز خاک کویت رانم نمی تواند

صبحدم نغمهٔ مرغ سحرم یاد آمد / دل بیتاب ز یاد تو بفریاد آمد

شبنم افتاده چو دیدم بگل و سبزهٔ باغ
از گل روی تو و چشم ترم یاد آمد

سر برآورد چو از جیب خودم صبح شعور
عشق بیباک بمن بر سر بیداد آمد

ز آشیان پا ننهادیم برون سوی چمن
پر و بالی نگشودیم که صیاد آمد

کم ز طوفان نبود جلوهٔ سیل اشکم
دل ویران مرا آب به بنیاد آمد

قابل تیشهٔ عشق تو نه هر سر باشد
دولتی بود که آن بر سر فرهاد آمد

خواست نقش لب لعل تو کشیدن ز نی
حیرت و بیخودی تازه به بهزاد آمد

سحر دارد غم تو هر که اسیرش گردد
همچو خورشید همه خندهٔ و دلشاد آمد

چه هوا بود که از این عشق تو وزید
خرمن صبر و قرارم همه بر باد آمد

هر که در قبضهٔ عشق آمده کی باز رهد
همچو کنجشک که در پنجهٔ فولاد آمد

سر هر عقده زنیک تیشه بفرهاد کشود
خلق دانند بلا بر سر فرهاد آمد

از خرد کار دل **فرد** خرابی میداشت
دیدم از دولت عشق تو که آباد آمد

بیا ز نامهٔ ما را نخوانده چاک نمود
هزار قصه بیک عذر ناز پاک نمود

چه فتنها بجهان آه دردناک نمود
که از سمک خبر عشق تا سماک نمود

نشان سجدهٔ ما چون بکوی خویش شناخت
ز پای خویش همه را بزیر خاک نمود

نشد ز چشمهٔ حیوان نشستن داغم
گراستی که بها آب صاف تاک نمود

شدیم خاک در او ولی ببین این هم
چرا ز رهگذر خویش یار پاک نمود

بحال ما چو کند ابر گریه باکی نیست
که تیره روز مرا آه دودناک نمود

بناز مندیم آموخت خوی ناز ترا
ترا که شد هنر و **فرد** را هلاک نمود

یاد باد آن روزگاران یاد باد
بزم عیش باده خواران یاد باد

دور جام و بزم یاران یاد باد
های و هوی میگساران یاد باد

مجلس انسی که با هم داشتیم
هر سر فصل بهاران یاد باد

جان و دل بر آستانت باختن
همت ما جان نثاران یاد باد

از مژه جاروب کردن بر درت
خدمت خدمتگزاران یاد باد

آب در کوی تو پاشیدن ز چشم
حال چشم جوی باران یاد باد

کودکان بودند و تو بودی و نے
ترک تازے سواران یاد باد

سوز سوگ هجر تو جانم گداخت
درد سوگ سوگواران یاد باد

یکدگر را غمزدے بوده ایم +
اجتماع غمگساران یاد باد

بر درت از شوق میدادند جان
چون من خسته هزاران یاد باد

ماه من همچون ستاره گرد تو
مجمع آن گلعذاران یاد باد

غمزدایها که با هم کردے
یاد با دلے غمگساران یاد باد

بیخود افتادن بیاد لعل تو
آرزوے دوستداران یاد باد

عاقبت **فرد** تو در کویت بمرد
از وفاے خاکساران یاد باد

یارب نمیدانم که این خود دلبر من میرود
یا صبر از دل میرود یا جانم از تن میرود

دل از بر من میرود در یاد شمشادش چنان
موئے بسوے شجره وادے ایمن میرود

صد فتنه برپا کرده بر کفر و اسلام همه
اسلام از شیخ حرم کفر از برهمن میرود

عشق تو پنهان چون کنم دانی دگر نتوان نهفت
بیرون شرر چون از درون سنگ و آهن میرود

جز بستن دستم بزلفے نیست چاره ناصحا
هر روز چاک تو ز جیبم تا بدامن میرود

باشد زشے وزشے هوا گر بسته گردد در سخن
لے **فرد** بے کلفت غذا در حلق الکن میرود

ماه شب افروز من از کلبه من میرود
آه چون یعقوب نور از چشم روشن میرود

کے نقاب زلف باشد پرده حسن رخت
روشنی از خانه بیرون راه روزن میرود

خار را نبود خلش از دامن عریانیم
آشتی اینجا میان چاک و سوزن میرود

عشق زلف و روی او در کشمکش ما را فگند
بس کجا لتها که از شیخ و برهمن میرود

رهنما عشق است اینجا مشغل دیگر چه کار
موسے من سوی طور از راه ایمن میرود

در میان سنگ و آهن تا نهفتی آتشے
شررها در میان سنگ و آهن میرود

منتے از کس نگیرد جامه عریانیم
اشک من از جیب بے کلفت بدامن میرود

یا دل **فرد** تو داند یا تو دانی کز غمت +
صبح و شام و روز و شب خودا بچشم بر من میرود

زندگانی بسر اپردهٔ جانان باید + صرف این عمر گرانمایه بدینسان باید
بهر دیدار رخت دیدهٔ حیران باید + چشم بگشاد چو نرگس همه نگران باید
دارم آماده کباب از دلِ بریان لیکن بچنین خوان چو سگِ کوی تو مهمان باید
حرمے نیست وگرنه دل تو قبله بس است جلوهٔ کعبه همه جاست مسلمان باید
یار من هست بهر کافر و مسلم نزدیک بهر دیدار دلے صاحبِ ایمان باید
آفتابی و همه ذرّه بسویت نگران مهر تو با من و اغیار بیکسان باید
پئے جمعیت خاطر چه روم پیش مسیح که دل آشفتهٔ زلف تو پریشان باید
دل خرابست چو شود هست امیدِ گنجے عشق گر هست هوس خانهٔ ویران باید
نسبت موی تو با سنبل و مشک است خطا با شبِ تارِ منِ کشتهٔ هجران باید

فرد ذرِ منظوم خودلے فرد بهر بزم مریز نکته فهمِ سخنت مردم ایران باید

خاک من شد گرد و گردِ من هوائے می برد گو پریشانم هوا ما بجائے می برد
از غبارِ تن که دامن میفشاند جان من حسرتِ طوف در دولت سرائے می برد
ساربان ناقه لیلے حدی ناخوانده است بیخودانه از برم دل را صدائے می برد
نه کمند زلف و نه غمزه دل من میکشد در رهِ بیگانه خو دخوے وفائے می برد
هان خدا حافظ که عشق افگند در بحرِ هلاک کشتی ما را بسوے ناخدائے می برد
من بسودائے سرِ زلف کسے دیوانه ام کو دل و صبر و قرارم از ادائے می برد
دل که می بالد بخود درد او دیِ این مگر بخت من زین راه سوی آشنائے می برد
کم مدان از صخره موسئ اگر سنگ است دل رفته رفته تا بکوے رهنمائے می برد
از غمِ عشقت مبادا اندیشه است افزون شود عاقبت این غم بسوے غمزدائے می برد

فرد در جاے خود است و عشق او را موکشان از دل و جان بر درش بیدست و پائے میبرد

دست من کوتاه و بختِ نارسا زلفش بلند چرخ زینسان در کمین آه از علوّ آن کمند
نیست سود اے هراسوے زیکا افسون وحیله پا بیند از زنجیرِ زلفے داد کم در پاے بند
شمع فانوس است روے شرا ز نقاب لطفاو خلق چون پروانه در طوفش بجانها میرفند

چشم من بدخو و یارم برقع بر رو از حیا　　آرزوی دل چنان و اینچنین بخت نژند
گرمی جوش طلب چون کاه می سوزد مرا　　مجمر عشق ترا تا چند باشم چون سپند
آرزو در دل هزار و شوخ بی پروای من　　اینچنین نازک مزاج و نازنین و خودپسند
ای خرد در جامهٔ عریانی من چاک نیست　　نه گریبان است و نه جیبی نه دامان است و بند
خویش را گم کرده خاک راه تو گردیده ام　　از خرام ناز سازی سرفرازم تا بچند
رنگ زرد و دیده حیرانی و لب خشک آنچنان　　کس میان عاشقانت نیست چون من مستمند
شمع گر خندد بخاک تربتم نبود شگفت　　کشت ما را حسرت بوسه ز لعل نوشخند

ای بقربان لبت نامم چه می پرسی که چیست
تو مسیحائی و من فرد غریب دردمند

حسنت از عشق من و عشقم ز حسنت کم مباد　　کار حسن و عشق تا دور فلک برهم مباد
ریش ریش از پنجهٔ شانه دل من تا بکی　　دست مشاطه بزلف تو گهی با هم مباد
بی تکلف بر دلم یا بر جگر تیری بزن　　زخم پیکان ترا گه حاجت مرهم مباد
چرخ از سنگین دلی گر خاک من بیزد بجبر　　خالی از نقش جمال تو دلم یکدم مباد
فارغ از یادش مبادا یک سر مو تا بهم　　در دل او مهر من هر چند ای همدم مباد
باد هر صبح تو فرخ تر ز صبح عید خلق　　دامن تو گاه آلوده ز گرد غم مباد

صد چو من عاشق بحسن روی تو شیدا شوند
چشم تو بر مردن فرد تو هرگز نم مباد

گردش افکار عشق و گریه ام غماز شد　　ضبط ناله کردم آخر آشکارا راز شد
این دل بیتاب و رنگ زرد من آفت نمود　　بهر سنگ اندازی طفلان سبب شیدا ساز شد
فتنه انگیزم جنون شد در میان دوستان　　گریه ام دیده به یاران خنده ها آغاز شد
نیست اندازم که بر من بگذرد یکدم بخیر　　جور تو زینسان برون گر از حد و انداز شد
عیب نبود امتیازم گر دهی در بندگان　　نام خواجه شد بلند از بندهٔ ممتاز شد

بندگی شایان من نبود سگ خود خوان مرا
کم نگردد از تو چیزی فرد سرافراز شد

سراپا جسم و جانم محمد　　مسلمانم هستم ایمانم محمد

فزون تر از شب قدرش شمارم — شبی باشد چو مهمانم محمد ﷺ
نباشد غیر از اینم مدعائی — که باشد ساز و سامانم محمد ﷺ
ندارم همدمی جز یاد درویش — انیس و یار و جانانم محمد ﷺ
برآید کاشکی یارب آرزویم — کند جلوه بچشمانم محمد ﷺ
ازان گردم ز خون خود بهاری — کند سیر گلستانم محمد ﷺ
شبم روشن ز روی اوست چون روز — بود شمع شبستانم محمد ﷺ

بخود ای **فرد** می نازم که هستم
منش بنده و سلطانم محمد ﷺ

چه استغنا است خونم بر در او گر عدو ریزد — نمک بر زخم من از خنده با آن تندخو ریزد
مبادا ای می پرستان محتسب صهبا بکو ریزد — همان بهتر که ساقی می کشان را در گلو ریزد
نباشد ای موذن کم ز بانگ حی این قلقل — بمینا چون سحرگه باده ساقی از سبو ریزد
الهی خیر باد امیرو د تا صبح میخانه — مبادا از خطا می در پی آب وضو ریزد
منه در کوی میخانه قدم ای محتسب گاهی — مبادا از دست میخواران به مستی بر تو ریزد
میفشان زلف ای خانه برانداز جهان هرگز — که جان بستگان زلف از هر تار مو ریزد
اگر صد ابر دریا بار و بر سر کویش — محال است اینکه یک ذره ز خاک مشکبو ریزد
ز بخیه بشکند هر تار تا صبح تا بکی دوزد — بچاک من مگر تاری ز سوزنش در رفو ریزد
نه بخشند تشنه لعل ترا تسکین شراب کس — بکام ار شربت وصل کسی هر چند جو ریزد
ز یک دو جام بگذشت است یارب نوبت رندان — مگر پیر مغان در کام میخواران کدو ریزد
بجان منت کشم آن غمزه و شمشیر ابرو را — بهای خون نمی خواهم اگر خون من او ریزد
شود تا کی گلویم خشک از آه و فغان هر شب — بفرما تیغ ابرو را که آبم در گلو ریزد

کند جذب محبت بار یکجا پیش بکوی او
اگر ای **فرد** خاک من هوا هر جا بسو ریزد

مزاج نازکش در یک سخن از من چنان گیرد — که هر قول رقیبان از فراقم امتحان گیرد
نباشد حاجت تیر و کمان آن صیدافگن را — هزاران دل بیک غمزه چه تیر و کمان گیرد
نفس تنگی کند بر خلق از دل گر کشم آهی — جهان یکسر ز دود آه رنگ آسمان گیرد

اللهم صل وسلم و بارک وعظم و رحم علی هذا النبی الامی
مستفعلن ... علی اله و صحبه و اولیاء امته اجمعین

نه پابند مصلایم نه رهن دلق و دستارم
بجام می فروشم گر ز من پیر مغان گیرد

دل زارم گرفت و باز قصد جان من دارد
مبادا پیش از ینم قابض ارواح جان گیرد

بجرم عشق یک عالم اسیر محتسب گشتند
ز بخت خود همی ترسم مرا هم ناگهان گیرد

شنیدم دست میگیرد ضعیف و ناتوانان را
الهی کاش دست چون من یک ناتوان گیرد

غبار من بلند از بسکه گردیده است می ترسم
مبادا بعد چندی راه دور آسمان گیرد

من از درماندگی بر رهگذار او در افتادم
که صیدم داند و شاید بپای دیگران گیرد

قضارا بر سر راهم گذر کرد آن شکار افگن
بدام زلف خود یارب مرا هم ناگهان گیرد

بجز بار غم هجران که افزون است از تابش
به عشق تو وگرنه فرد هر بار گران گیرد

آنانکه حدیثی ز لب یار شنفتند
بردند ته خاک و ز اغیار نهفتند

یاران که پیامم بتو بردند ندانم
پوشیده چه کردند و به پیش تو چه گفتند

کردند عبیری بهم از بهر کفنها
خاک در تو از مژه آنانکه برفتند

پروای ز جنت نبود هیچ به آنان
در سایهٔ دیوار تو کاسوده بخفتند

چشم ز فراق تو چه گریه که نکرده
مژگان من از اشک چه درها که بسفتند

آزرده دل از خویش نیاییمت امروز
از حال من اغیار بگوشت تو چه گفتند

از سیل سرشک تو به همسایه مبادا
ای فرد ز پا هر در و دیوار در افتند

هر که از خاک درت توشه پذیرش کردند
دولت عشق تو داند و امیرش کردند

الف آه بکتب نقش داد جنون
قیس را چون بدبستان دبیرش کردند

نشهٔ عشق تو هرگز نرود از سر من
می شناسم که ز باده خمیرش کردند

در قفس هم نیم از سم حوادث ایمن
بالهائیکه فشاندیم بتیرش کردند

تا چو نی سوختم این نکته نمی فهمیدم
آتشی بود که پنهان بنیرش کردند

در دلش عیب کسی نقش نگیرد زنهار
هر کرا صاف چو آئینه ضمیرش کردند

فتنه برپاست ازین شهر کسی چون گذرد
فرد میرفت براهی و اسیرش کردند

عشق با من بے نیازی میکند | چارہ ام از جان گدازی میکند
قاصد اگر می کند رنجہ قدم | بندہ ام بندہ نوازی میکند
می کند بر حال زارم گر نگاہ | خواجہ ماست و سرفرازی میکند
حسن او گو بے نیاز از عشق ماست | ہمچنان دل عشق بازی میکند
در پناہ شیر یزدانم چہ باک | گر فلک روباہ بازی میکند

فرد

ریزد از خندہ نمک بر زخم من
بہر درد این چارہ سازی میکند

ہمرہان درد مرا نشناختند | آرزومندان مسیحا ساختند
پاکبازان در قمار عشق او | جان و دل در بار اول باختند
تیغ ابرویش ندیدہ عاشقان | سر بزیر پاے او انداختند
راہ پیوندی چہ جویم با بتان | بر نگاہے تیغ ابرو آختند
نیست جز ویرانہ از نام دل | دلبران ترکانہ بیجا تاختند
شیخ از کعبہ منہ بیرون قدم | رایت خوبی بتان افراختند

فرد

اشک شور از چشم می آید بدرد
شایدش دل چون نمک بگداختند

سرم شوریدہ از روے محمد | دلم آشفتہ از موے محمد
بجز نامش نخواندم ہیچ حرفے | فغان من ہمہ ہوے محمد
بود چشم مرا کحل الجواہر | غبارے از سر کوے محمد
جنون عاشقان را دست بندے | نباشد بہتر از موے محمد
قرار بیقراران محبت | بظل سرو دلجوے محمد
چہ می پرسی مسیح از شربت من | شفاے من ز داروے محمد
بود قند آفرین در کام عالم | حدیث لعل خوش گوے محمد
نسیم از کاکل او عطر بیز است | شدم زندہ من از بوے محمد
ز زلف مہوشان دل بر کشیدم | دل من میکشد سوے محمد
وفا کیشان او را طوق گردن | بود از حلقہ موے محمد

اللہم صل وسلم وبارک علی [illegible] النبی الامی [illegible] وعلی آلہ واصحابہ [illegible]

تو و طاق حریم کعبه زاهد
من و محراب ابروی محمد

سرم را بالش رحمت تمنا است
ز ساق پا و زانوی محمد

قمیص از رشتهٔ جانم بدوزید
رسم شاید به پهلوی محمد

به جنگ فرد من ناصح میندیش
که دارد زور بازوی محمد

ز زلفت عالمی زنار بستند
جهانی از جمالت بت پرستند

ز خلوتخانه چون بیرون نشستند
در تقوی به روی خلق بستند

ز چشم مست و مستانه خرامش
هزاران زاهدان توبه شکستند

کمان ابروی خود چون نمودند
جگرهای جهانی را بخستند

ز تاز توسن ناز تو شاهان
به راه عاشقی از خاک پستند

ز سحر چشم تو جادو نگاهان
بگو بیت نیم جان یا کشته هستند

اسیر دست غم گشتند آخر
ز راه تیر تو آنانکه جستند

بشفقت تا رسنی دارم که خلقی
ز بند فکر جهان یکبار رستند

مکوش ای محتسب در عیب رندان
که مستان می روز الستند

ز دست خود چو جام باده دادند
چرا همت به فرد خویش بستند

اگر آهوی مشکین عنبرین زلف ترا بوید
ز کویت از خطا هم گرنه در راه ختن پوید

سر من بر درت تا آشنائی نقش پایت شد
درون کعبه هم در سجده آن نقش ترا جوید

چرا در بزم رندانه نگویم راز خود ناصح
نهان چون سازم آن رازی که مطرب فاش میگوید

نشد سرسبز اشک من بتاثیر دل سنگش
پیاپی از کشتن در دانه ها سبزه کی روید

یکی جور رقیبان و دگر هجر است جانکاه هم
همان بهتر که این فرد تو دست از جهان خود شوید

آنانکه جان به وعدهٔ وصلت فدا کنند
یکبار اگر به جلوه در آئی چها کنند

چشمان تو چو فتنه بعالم بپا کنند
پیدا ز یک نگاه هزاران بلا کنند

بند قبا اگر بگشایند گلرخان
صد جامهٔ خرد که بیکدم قبا کنند

آمین بگو چو بهر تو عشاق صبحگاه — دست دعا فراز بسوے شما کنند
ساقی مے صبوح که رندان دم سحر — بهر بقاے این در دولت دعا کنند
عهدے بنا شد آنکه نسازند عاشقان — این دلبران چو وعدهٔ خود را وفا کنند
کار من گدا بکن از لطف چون بتان — باشد که کار خلق براے خدا کنند

بکن

چون فرد کے دمے ز خیالت جدا شوند
آنانکه ورد نام تو صبح و مسا کنند

واعظا تا بچند گفت و شنود — بحث بیهوده دردسر افزود
نیست گوشم بحرف طعنه زنان — مے بجام بریز ساقی زود
باده بے کیف کے حرام بود — هست منکر لذّة للشاربین
اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ اَعْنَابًا — چونکه از سورهٔ نبا بشنود
محتسب را بریده باد زبان — کر ز طعن شراب لب بگشود
می گسارانند متقی لاریب — او ز قرآن عبث خلاف نمود
بر می و مے پرست طعنه زدن — هیچ در عاقبت ندارد سود
چون در آیم بروضهٔ رضوان — لطف باده زیاده خواهد بود
تو باندیشهٔ حرام شوی — من و حور و شراب بر لب و عود
می نصیب بهشتیان باشد — راست میگو نیست که حق فرمود

فرد تا چند بحث با زادان
خامشی هست بهر تو محمود

تا هست جهان بزم رندانه سلامت باد — پیمانهٔ اگر بشکست پیمانه سلامت باد
گر محتسب شهرم بشکست سبوے مے — پیر و لے پندارم میخانه سلامت باد
همدم چه دهی خوف از خونخواری عشق او — من گرچه روم از جان جانانه سلامت باد
دارد غم عشق او جا در دلم از عمرے — تا خانه بجا ماند همخانه سلامت باد
تا شد دل ویرانه گنجینهٔ درد او — معموره نمی جویم ویرانه سلامت باد

باشد چو ز دیوانه آبادی کوے زلف
زلف تو و این فرد دیوانه سلامت باد

ردیف الذال

غزل ۲

لعل لب تو هست ز خرمای تر لذیذ
گفتار تو چرا نبود از شکر لذیذ

در مشربی که هست ز خون جگر لذیذ
زهری ز دست یار بود از شکر لذیذ

دشنام تلخ از دهنت هست چون نبات
از خنده وه شکر که شود بیشتر لذیذ

از بهر تلخ کامی صاحب مذاق عشق
جز شربت وصال نباشد دگر لذیذ

زان پیش ناوک تو نهادیم لخت دل
باشد بضیف گرسنه بس ماحضر لذیذ

از ذوق دل چه آگهی ظاهر پرست را
آری بکرم پر بود از گوشت پر لذیذ

از هجر تو تلخی جان کند نم هنوز ز
از قند لب بکن دهن مختصر لذیذ

فاقه کشان وصل چه غمها که می خورند
آری به عشق زهر بود چون شکر لذیذ

بگذر ز وصل و هجر گرای فرد عاشقی
تا بر تو نوش و نیش شود سر بسر لذیذ

برای من بلا زده سودا آشفتگان تعویذ
ز نقش نام تو ام بس بحر ز جان تعویذ

ز چشم بد رخ خوب ترا خطر نبود
که خط بگرد رخت بس پی امان تعویذ

دلم مباد ز نقش جمال تو خالی
که هست بهر من این نقش هر زمان تعویذ

ز سجده تو نشانی که بر جبین دارم
بس است درد سرم را همین نشان تعویذ

چو نقش بست بهر پاره دل عاشق
سزد بزلف به بندی و بر میان تعویذ

نگاه کردی و بیمار چشم زخم شدم
ز نقش بوسه لب داده به نیم جان تعویذ

نه نامه ایست که قاصد ز تو بمن آورد
رسیده سوی من از یار مهربان تعویذ

بگیر بازو شکسته که مانده ایم و بود
چو دستگیری تو بهر ناتوان تعویذ

تهی ز داغ غلامی چو کرده ام جبین
بفرد بس بود از چشم حاسدان تعویذ

ردیف الراء

غزل ۱۵

بشکنم تا کی بهار خویش از خون جگر
آتش عشق تو نتوان کرد سرد از چشم تر

پنبه بر داغم بود گر بر دلم دست نهند
از علاج من مسیحا میکند از بس حذر

شربتی از لعل نوشینت بود درمان من
یا فتن نتوان مگر خود دولت آید اگر

از زمین بالا کشیده فتنهٔ بالای تو
از نگاهی کرده هفت آسمان زیر و زبر

غمزه ات شد در میان او عهد لعل تو
از فریب لب و گرنه داشت دل از اول خبر

از دل گم گشته در زلفش مگر گیرم سراغ
خم بخم حلقه بحلقه مو بمو و سر بسر

ناله شبها کردم وی رسی تو همچنان
یا دلت خار است جانان یا که آهم بی اثر

رفته رفته از مژه اشکم بدامانم رسید
طفلکی آرام چون گیرد بدامان پدر

از مژه بر رخ فتاده و ز رخ من تا بجیب
آخر افشان دامنم بگرفت آن نور بصر

می برد از دل خیال تو غم دوری چنان
چون لقای آشنا در غربت و جای سفر

اینچنین نازک میانی کی بود اندر جهان
تاب بار نسبت موی ندارد آن کمر

[illegible]

فرد را شناسم اما اینقدر دانم که شب
بود در کوی تو افتاده کسی بیرون ز در

حال من ای شمع گو از شام گفتی تا سحر
گفته شد طومار سودای من اما مختصر

می توان از روزن دل دیدن تاب رخش
چاک زن در دل که نبود به ازین راه دگر

ثمرهٔ سودای عشق است این کلوخ کودکان
کی کشند آزار سنگ کس درخت بی ثمر

سایه افگن از وفا بر عاشقان خویش باش
کس نیاید زیر آن نخلی که نبود برگ و بر

حیلهٔ خواب آرد و بندد بمجلس چشم خود
باز گرداند ز من رو گر فتد بر من نظر

این دل سردم ندارد جز عشقت مایهٔ
گرچه باشد گرمی بازار مردم از هنر

راه نزدیک است از چاک گریبان تا بیار
غیر ازین نبود ره دیگر قریب و بی خطر

نیست نقصانی اگر بگرفت دل میبردم
خضر از علم لدنی شد بموسی راهبر

کی دل من از پی سامان پریشان میشود
تاب جمعیت ندارد عاشق شوریده سر

نامه ام شاید نخواند حرف حرف از ناخوشی
عرض حال من زبانی نیز کن ای نامه بر

گوشه میداشتم دل نام کز جور بتان
شد چنان ویرانه اکنون می نماید رهگذر

فرد خود را گم کن اول تا رسی در کوی یار
نیست بهر وصل او راهی ازین نزدیکتر

من دل بزلفش داده‌ام او داده دل جای دگر / من بستهٔ زنجیر او او دل بسودای دگر
دارد بقید زلف او دل جوش سودای دگر / هر صبح شور محشری هر شام غوغای دگر
باز آمدم دیوانه وش با جوش سودای دگر / زنجیر و یک محشر بپا و ز خلق غوغای دگر
من چشم بر روی دوخته او بر تپیدنهای من / من در تماشای دگر او در تماشای دگر
در کعبه و بتخانه‌ها سر را نمی آرم فرو / ترک فرنگی زای من دارد کلیسای دگر
تو از شب گیسوی خود گر افگنی سایه بخلق / گردد فراموش چرخ را امروز شبهای دگر
از لطف ای باد عرب یکدم برو بر چرخ و گو / کای عیسی گردون نشین دارم مسیحای دگر
کو آسمان پنهان کند خورشید را اندر بغل / دارم ز مهر روی او صبحی و فردای دگر

یارب کلام فرد من شعر است یا افسون سحر
یا معجز عیسی لبی یا شوق افزای دگر

ای دست من گرفته بجرمم دگر مگیر / از بستگان دامن دولت حذر مگیر
چون عاقبت بدست تو کارم سپرده اند / ای کارساز از تو که گفته خبر مگیر
بود و بقا و عزت دنیا و دین من / باشد همه ز سوی تو ام باز بر مگیر
صد بار جرمم ار فگند دور از رحمت / هر بار دست گیر و ز من دست در مگیر
ای دامن تو پاک ز آلودگی همه / عیبم بپوش و سایهٔ خود را ز سر مگیر
تر دامنیم و دیده تر و دل پر از هوس / هان چشم خویش باز ازین چشم تر مگیر
گیری اگر بجرمم همه عیب و بدترم / هستم چو من از آن تو با این هنر مگیر
افتاده‌ام براه گذار تو یا حبیب / ترک گذار خویش ازین رهگذر مگیر
تو افسر جهانی و من سر بپای تو / ای تاج عارفین ز تو پایم بدر مگیر
خود را سپرده‌ام بتو سپاریم بمن / بهر خدا به تیغ قضایم سپر مگیر
هستم غریق معصیت از پای تا بسر / بپسند خواری من و جرمم بسر مگیر
گیرم اگر بجرمم بگیری سزا بود / مگذر ز لطف خویشتن و ز من دگر مگیر
بگرفته تا بکی دلم از آه بی اثر / دل از برم مگیر و ز آهم اثر مگیر
سپاریش بخویش چو خود را بتو سپرد / جانم که خسته است از آتش جگر مگیر
زنهار ازین حصار عجیبی برون میا / یک ناوک زمانه و لا بر جگر مگیر

هرگز جدا مباد از آن آستان سرت از درگهش گذشته دگر گاه در مگیر

دست دعا بر آر به پیش نجیب فرد
منت مکش بخضر و دگر راه بر مگیر

تو آفتابی و من سایهٔ پس دیوار اگر تو بر سرم آیی کجا مراست قرار
وجود سایه خود از آفتاب می باشد بود چه گونه به پیش وی از خودش آثار
همان به است که خامش بگوشهٔ باشم لب خموش کند مدعای من اظهار

اسیر گیسوی خوبان هند شد فردم
که رام ناشده دادند در برش زنار

سحر وزید درین بوستان هوای بهار کجاست بلبل شیدا شود فدای بهار
سحر رسید بگوشش از چمن صلای بهار دماغ تازه شد از بوی دلگشای بهار
نوید میرسد از گل بگوشش از هر سو زیاده بزم بپا رایم از برای بهار
قدح بنوشم و سرخوش به بوستان بروم ز سر برون فکنم فکر ماسوای بهار
رسید موسم گل هیچ غم ز جان نکنم برانگیزم ز دل هر سری سوای بهار
بحق خدمت پیر مغان و صحبت می خوشا سحر که شود صرف در دعای بهار
صبا بخندهٔ صبح و ببوی گل سوگند که در سرم نبود هیچ جز هوای بهار
هزار ملک سلیمان بکنج باغ فداست بتاج زر نفروشم شگوفهای بهار
همیشه دست خزان باد زین چمن کوتاه فغان بلبل شیدا بود نوای بهار
بود ز فیض نجیبی چمن سلام آباد که نغمه سنجی بلبل بود ثنای بهار
سزد که لطف دل خود چو عندلیب ارم حضور شاخ گل و لاله رونمای بهار
ز آب باده لبشو خضر قدر مرا ساقی حباب وار بود در سرم هوای بهار

چو عندلیب غزل خوان به بوستان نجیب
بباش فرد همیشه غزل سرای بهار

بکشم لطف دل شوق بپاس بپای تو نثار ای صبا خاک در حضرت مودود بیار
سرمه چشم از آن خاک تمنا دارم ای خوشا جا که مشرف شده از شرف گذار
از شوق حضرت بپای حضور شه برسان سوختم از غمت ای ابر کرم باز ببار

همتی بدرقهٔ راه ضعیفان فرما / دور افتاده براهیم ازان شهر و دیار
جلوه فرما تا تماشای من و کلبهٔ من / کردم از خون دل و دیدهٔ خود رشک بهار
ساقیا جرعهٔ از لعل لبش ریز بکام / بادهٔ وصل تمنا است پی دفع خمار

مطربا این غزل از فرد بخواجه برسان
کز من بنده بیادش دهد این نالهٔ زار

شد هدف امشب دلم از تیر اندازی دگر / تیر او دیگر کمان دیگر اندازی دگر
ساقیم آراست شب بزمی بطرز تازهٔ / جام دیگر می دگر مطرب دگر سازی دگر
یوسف مصری ندارد همسری با حسن او / شوخی او دیگر و عشوه دگر نازی دگر
محرم راز دل عشاق نبود دیگری / راز دارم دیگر و دل دیگر و رازی دگر
تیغ ابرو آخته صفهای مژگان یکطرف / باز می آید بمن آن شوخ با سازی دگر
منت لعل لب خوبان عالم چون کشم / عیسی ما دیگر و لب دیگر اعجازی دگر
با سلامت چون کسی جان را ز کوی او برد / ابرویش خونریز و چشمش فتنه پردازی دگر
کی توان گفتن به محفل با دف و نی راز دل / رازهای دیگر است اینجا و دمسازی دگر

کشته باشی صد هزاران را به شمشیر نگاه
لیک چون فردم بنا شد هیچ جانبازی دگر

عشق میدارد سبو و جام و مینای دگر / نشئه اینجا دیگر و ساقی و صهبای دگر
هر دلی از یاد رویت در تمنای دگر / هر سری از فکر گیسویت بسودای دگر
هر دلی از گرمی عشق تو در سوز دگر / هر سر از نیرنگی حسنت بسودای دگر
در تجلی گاه او از سوختن جانان عشق / هست در هر وادی طوری و موسای دگر
رشک صد سرو چراغان شد دلم تا پاره شد / هست در هر پاره از حسنت تماشای دگر
کی ز شیرین لبی می آید اعجاز مسیح / کاینچنین لب دیگر است و هم مسیحای دگر
نیستم پابند هر یک سرو آزاد چمن / سرو دیگر باشد و آن سرو رعنای دگر
شربت اعجاز بهر من چه سازی ای طبیب / بهر خود دارم لب اعجاز عیسای دگر
دل بدست طفل شوخی داده گشتم بیخبر / میزنم رای دگر او میزند رای دگر
صد هزاران عاشق جانباز خواهد شد مگر / بعد ازین چون من نخواهی یافت شیدای دگر

درد سر چندین چرا بهر علاجم ای مسیح　　دارم این درد دل خود را مسیحای دگر
دست بردارید از من ای عزیزانم کنون　　هست این مصر دلم را کار فرمای دگر
راست کی می آید ای قمری ز سرو تو کار من　　باغ اینجا دیگر است و سرو رعنای دگر
من روم راهی دگر او بر رهی دیگر رود　　من بسوی او روم او میر و د جای دگر

فرد پیمان کرده بود آن شوخ کاید امشبم　　این شبم یارب مبادا همچو شبهای دگر

گشت چشم من بچشم آن پری و چار چار　　بهر دیدار در پیش شدم دیوار وار
دود آه من که شب بگذشت پیش روی او　　جست از شوخی زجای و گفت آری مار مار
شمع را میکشت از طفلی و می افروختم　　یکدم از آرام ننشستم ز حکمش بار بار
در قمار عشق بودم هار هر دار پیدا اشک　　خنده زد بر دانهای اشک و گفت این هار هار
گفتمش سیل سرشکم بعد چندین سال باز　　جوش زد گفتا که بود اینچنین هم پار پار
تار تاری گشت در عشق تو تارا هر رگی　　چند داری همچو موی خویش آخر تار تار

فرد چون ناف بریده شد زبان شاعران　　هر که آه گرم تو بشنید گفتا نار نار

غیر جرم عشق از من نیست تقصیری دگر　　بهتر از زنجیر زلفت نیست تعزیری دگر
بهر دل امسال خواهم کرد تدبیری دگر　　میدهم در فصل گل بنیادی ز زنجیری دگر
میشود جوش جنون از شور زنجیرم فزون　　ای مسیحا بایدم از زلف زنجیری دگر
خانهٔ دل گشت ویرانه ز جور دلبران　　بایدم عمری که سازم باز تعمیری دگر
از گران جانی من ای سنگدل این پیچ چیست　　این من و این سر ز ابرو باز شمشیری دگر
گر نگه در دیده کردن سوی تو جرم من است　　ای کمان ابرو بزن ترکانه یک تیری دگر
لوح دل دارم خراب از جلوهٔ نیرنگش　　نیستم گر دهر زمان نقشی و تصویری دگر
سر نوشتم بود عشقت گر فنا عاشق شدم　　نیستم گر بر رضایت ساز تقدیری دگر
از وطن بگذشته ز آب چشم و خاک کوی او　　میکنم در رهگذارش طرح تعمیری دگر
چونکه پیر میکده عهدم ببندد اندرست　　عهد در میخانه می بندم با پیری دگر
گرچه سوز عاشقان میکند دلها کباب　　لیک سوز آه فرد راست تاثیری دگر

بهر من دیوانه زنجیر بپا بهتر
تا بسر چنین سودا از آن زلف دوتا بهتر

گر دو زلف پایش عبیر دردمرا بهتر
بهر دل بیمارم آن خاک شفا بهتر

دیوانگی ما را از زنجیر بپا بهتر
سودای مرا پیوسته از زلف دوتا بهتر

خونم نه شده گاهی زیب کف پای او
زین خون که همی گردم صد گونه حنا بهتر

آن حسن که زکوی تو آرد نسیم باری
از صد پر طاوس و از بال هما بهتر

رفتم پی درد دل درمان طلبان از عیسی
فرمود نخواهد شد درد تو رضا بهتر

منت نه کشند چشم از طور سپه سرمه
کز خاک در دوست گردی بشود صفا بهتر

جانان نکنی هرگز چشمی ز حیا سویم
از بهر بتان شوخی زین نشکند حیا بهتر

داری همه خوبیها ای عهد شکن لیکن
خوئی نبود هرگز از خوی وفا بهتر

ای کرده گرو خود در میکده عشقش
شکرانه بزن ساغر کاین هست ترا بهتر

چون نا بشکن خرقه دامیست ز تزویری
رندی و قدح نوشی زین زهد و ریا بهتر

عشقش کشیدم سوی تا صبح بروم سوی
ای فرد چه فرمائی تو در حق ما بهتر

پیشش من مدهوش جبینی لاله عذاری سیمبری
سحر دو چشمش برده دل من فتنه مکن کردن آن دلبر

خاک در او سرمه چشم قبله جانم کوی او
خنجر حریمش کعبه ندارم چون بگذارم من آن در

تیغ دو ابرو آخته آمد سر بنهادم پیشش او
کی نگریدم از ره عشقش از ره کشیدم گریه سر

ماه که نیز چاکر حسنش مهر غلام روی او
شمع ستاده پیش رخش از حیا خجلا ماتش کمتر

وجهک بدرتام هو شمس و لیس کمثلک مخلوق
چشم و چرخ عشق ها در دل ها گریه تو جسم و پیر

چاره نباید ای فرد که آمد لشکر عشقش یکسان
مایه صبر و عقل و دل و دین رفت بغارت زین لشکر

چیستم خود را بخوی امتحان چند دیگر
بعد از این ما و در پیر مغان چند دیگر

خفته ام در خواب سر بر آستانی سوده ام
میزنم سر باز بر آن آستان چند دیگر

بار این سجاده و زنار افگندم ز دوش
می کشم بار سبوی آستان چند دیگر

وصل یکدم کی دهد تسکین بدرد هجر من
چون نگرم کردی بهانهای هجران چند دیگر

بر زمین دارد سر شکم جلوهٔ طوفان نوح
باز زیر آب خواهد شد جهان چند دیگر

[illegible]

جز کفِ خاکی نہ بینی از من اے بے مہر من
اگر بدین گونہ بگردد آسمان چندی دگر

فرد این انداز عشقت شد پسند طبع یار
بایدت بودن برین رہ ہمچنان چندی دگر

جنونم کم نشد ناصح ازین گفت و شنید آخر
کہ دیگر بر سرم فصل بہار گل رسید آخر

بران عہد تو من از شام ماندم بر سر راہت
شبم آخر شد و صبحے ندا از رویت دمید آخر

منت دامن بسوی خود کشم تو دل کشی از من
دلت از نازکی زین کشمکش از من کشید آخر

بدیر اے صید افگن آمدی از تو خجل گشتم
کہ مرغ جان من از آشیان تن پرید آخر

ہر آن فتنہ کہ گاہے سر نزد از ہیچ معشوقے
ز کہ آموختی جانان کہ شد از تو پدید آخر

بسان دبر تو روشن تا کہ شمعے حال سوز من
زبان شمع را گلگیر پیش تو برید آخر

تغافل کردہ از خاک مزارم گو گذر کردی
غبار تربت من در رکاب تو دوید آخر

بذوق آب تیغ تو بقربا نگاہ تو رفتم
ز بخت نارسا از ضعف ماندم لب لبید آخر

تغافلہای تو خونریز تر از غمزہ ات دیدم
کہ از جان رفتم و چشمت بسوی من ندید آخر

کہ میداشت بار عشق گیرد این دل نازک
ولی این مشت خاک آن بار کوہی بر کشید آخر

بخاک کشتگان از دامن خود سایہ افگن شد
بسوے من چو آمد دامن از سویم بچید آخر

چہ سازم با دل سنگین تو کز نالہ شبہا
فلک آمد بچرخ و صبح جیب خود درید آخر

مکن تکیہ بباز وے کسے گو بس سبکباری
کہ شاخ نرم ہر گلبن ز بار گل خمید آخر

نگاہ از کاوش مژگان او میداشت دل فردم
مگر بخشش خلش میداشت کاین خارش خلید آخر

ردیف الزای

غزل ۹

من ز جان رفتم و از یار عتاب است ہنوز
صبح محشر شد و آن شوخ بخواب است ہنوز

شرح حال دل غمگین چہ نویسم قاصد
نامہ شوق مرا چاک جواب است ہنوز

من بر آنم کہ نوازد بہ تبسم گاہے
او بروے دگران محو خطاب است ہنوز

گر بہا سیکنم آخر نمک خندہ بریز
کہ دل از آتش عشق تو کباب است ہنوز

به سر خاک من ای شوخ گذر کن گاهی
کز قدوم تو مرا چشم ثواب است هنوز

گرچه پیرم قدحی ریز بکامم ساقی
در سر من هوس عهد شباب است هنوز

ز آتش عشق تو می سوزم و چون شمع مرا
پای تا سر همه تن غرق در آب است هنوز

فارغ از حال دل فرد نمی باید بود
کز برای تو چنین خانه خراب است هنوز

در بند

از تو چندان محو لذتهای بیدادم هنوز
جان شیرین تلخ می آید بفریادم هنوز

من تغافل کشتهٔ صیاد بیرحم خودم
موسم گل آمد و من رفته از یادم هنوز

همتی ای ابر مژگان کز غبار خاطرش
من به جمع عشقبازان خاک بربادم هنوز

میتوان شد باز صید او قفس گر بشکند
دام بر دوش است سوی باغ صیادم هنوز

رحم بر حال دلم ای جوش سیلاب سرشک
در میان پخته کاران سست بنیادم هنوز

ما ز خود رفتیم و زنجیر جنون در پای من
شیونی دارد که من پابند فریادم هنوز

شد سیه از مشق آهم صفحهٔ روزم چو شب
همچنان سرگرم تعلیم است استادم هنوز

میکنم سیلاب اشک خود روان از راه چشم
نگذرد تا دل کز و من خانه آبادم هنوز

گرچه صد سنگ ملامت آید از ناصح مرا
یک غم نبود بعشقت همچنان شادم هنوز

فرد می بندم دل خود را بگیسوی کسی
کاندرین قید خرد خود رای و آزادم هنوز

می ز لعلش می چکید و مست ازین یادم هنوز
خنده زیر لب زد و من محو فریادم هنوز

شب بهر مست باده خوردم مست از یادم هنوز
تا سحر گر لب نکیدم محو فریادم هنوز

برگرفت آن مه لب من محو کامم آنچنان
در خیالش بر لب ته دو بوسه بیادم هنوز

برق جولان نیست بر گردون ملائک را ز شوق
جبهه می رقصد برای سجدهٔ آدم هنوز

پرتو حسنت خمیر قالب آدم چو شد
بوی جان می آید از خاک تن آدم هنوز

کی پسندد حرف وصل آن شوخ شیرین لب ز من
نقطهٔ شک می نهد از ناز بر صیادم هنوز

عمرها بگذشت و در فکرم چه امن آدم
جلوه گر گوهر نشد سوی لذ ایجادم هنوز

کرده ام پیدا به عشقش رسم و راهی تازه
در لحد مجنون فغان دارد ز ایجادم هنوز

تنگ می آید قبا از دولت وصلش به بر
همچنان ای فرد مو در چشم بهزادم هنوز

مردم و سوز غمت در پی ساز است هنوز
استخوانم به لحد صرف گداز است هنوز

انتظار تو مرا کشت و نگردی گذرے
در لحد چشم بامید تو باز است هنوز

عمرم آخر شد و زلفت بسر فتنه همان
شب بسر آمد و افسانه دراز است هنوز

گر بمیرم بنه خاک در خویشم بسپار
که بدرگاه توام روے نیاز است هنوز

بیت

خاک شد گرچه تن از جور حوادث لیکن
جان محمود چنان محو ایاز است هنوز

قطع این سلسلهٔ موج تو اے اشک مباد
دامن از خون دلم لاله طراز است هنوز

آن تطاول که ز زلف تو کشیدم بعضے
کے توان گفت که این قصه دراز است هنوز

باد گر قند لبت چند دواے تلخی
من بجان آمدم و خوے تو ناز است هنوز

فرد در طاق دو ابروے تو چون خم نشود
ده که محراب حرم خم بنماز است هنوز

چه قدر رفته بیازار او گرم است هنوز
محتسب راز در میکده شرم است هنوز

بس خطا نیست بلعل تو چه نسبت که عقیق
سنگ سخت است و لب لعل تو نرم است هنوز

بزم افسانهٔ پروانه چو شد سرد چنین
مجلس شمع ندانم ز چه گرم است هنوز

از لب تو چه حدیثے به چمن گفت صبا
غنچه را از دهن تنگ تو شرم است هنوز

چشمت از ناز چه خمخانه که در جام ریخت
کز الست است چنین فرد تو سرمست هنوز

هست خمخانه‌ها کشاده هنوز
می کشانند دور باده هنوز

صوفیان [illegible] و دستار
خرقه‌ها است رهن باده هنوز

رفته مجنون [illegible] سر بازار
هست افسانه‌ام زیاده هنوز

طائفان در حرم سوار انند
در ره عشق من پیاده هنوز

بر امید قدوم [illegible]
سایه داریم سر نهاده هنوز

عالمے [illegible] دیده‌اند
لوح ما مانده است ساده هنوز

اختیار من است [illegible]
کار من هست بے اراده هنوز

در جام است [illegible]
من بپاے [illegible] فتاده هنوز

[illegible]
من چو نقش قدم فتاده هنوز

مجلس شب کنون بسر آمد
قصهٔ ما بسی زیاده هنوز

لاف تقوی ز محتسب چه زنم
هست بر دلق داغ باده هنوز

شمع از سوز من چه می پرسی
بر درش هستم ایستاده هنوز

تا گدای حبیب خوانندم
در رهش هستم افتاده هنوز

فرد
بر بود از خودم آن شوخ
جز غم در کام من نداده هنوز

من بکار خویش حیرانم هنوز
اسم و رسم خود نمیدانم هنوز

دفتر عمرم بسی پارینه شد
ابجد عشق تو می خوانم هنوز

مشت خاکم در رهت برباد شد
آتش تو نیز در جانم هنوز

بذله ها پیش سگان می افگنی
من چنان سوی تو نگرانم هنوز

از نسیمت غنچه ها خندان شدند
من ز هجران تو گریانم هنوز

تفرقه در دل شد از سامان جمع
همچنان در جمع سامانم هنوز

عکس رویت آینه در خویش دید
من به بخت خویش حیرانم هنوز

چاک شد دامان صبر از دست عشق
سر ز حیرت در گریبانم هنوز

تا به بیت ابروش فکرم نرفت
نامرتب مانده دیوانم هنوز

شد قبا صد جامهٔ ناموس و ننگ
من بفکر جیب و دامانم هنوز

فرد
ابتدا آموزم بدرس عشق
مطلع ابروش میخوانم هنوز

توبهٔ محتسب شکست امروز
یار آمد به چشم مست امروز

شیخ خلوت نشین ز سرمستی
بر در میکده نشست امروز

بشکند دست محتسب که بسنگ
جام در دست من شکست امروز

چشم مست تو فتنه انگیخت
زاهدان شد می پرست امروز

بهتر از جام کوثر خلد است
ساغر می مرا بدست امروز

شب در خویش بر رخم نگشاد
همت غیبتم به بست امروز

رشک اسکندر و سلیمان است
هر که در کوی یار هست امروز

بفلک سر کشند چون نخل آنکو — بزمین شد چو تخم پست امروز

دست بردار شیخ از فردم
کو مرید مغان شده است امروز

مرا یاریست از قامت بلاخیز — ز ابروی خمیده ترک خونریز
ز ابرو یار من ترکی است خونریز — ز قامت فتنه انگیز و بلاخیز
جهانی تیغ ابرو ترک سفاک — بسفاکی ز تیغ تیز هم تیز
بتی توبه شکن توبه فریبی — بکیش دین پرستان فتنه انگیز
نگاهش ناوک دلدوز عشاق — ز لب از آب حیوان آبرو ریز
ز چشم آشوب جان زاهد و شیخ — نگه شکننده تقوی و پرهیز
ز رو غارت گر بنیاد تقوی — ز مو در رنگ ایمان کفر آمیز
شکر چون از لب شیرین فرو شد — به پیمانه دهد جان صد چو پرویز
چه باشد جای من اندر دل او — ز کوی خود چو می گوید که بگریز
کند گر آشتی از من لب او — بغمزه میکند چشمک که بستیز
هزاران سر فدای خاک راهش — بامیدیکه راند گاه شبدیز

اگر گنج وصالش فرد خواهی
بکوی او همیشه خاک می بیز

ردیف السین

غزل

همصفیران دور از گلشن در آزار قفس — میکنم رنگین ز خون خویش دیوار قفس
برگ گل آویخته صیاد از تار قفس — ورنه کی میداشتی بلبل سرو کار قفس
دام را صیاد من از برگ گل خس پوش کرد — زان بدام افتادم و گشتم گرفتار قفس
در ره من دام تزویری عجب گسترده اند — از رگ گل ساخته اند این گلرخان تار قفس
همصفیران خوش بروی گل غزلخوانی کنند — آه در فصل بهارم من گرفتار قفس
شایدش صیاد دگر منظور باز افتاد فرد — شد سر بازار صیادم خریدار قفس

طاق ابروے تو محراب دعا مارا بس
گردش چشم توام قبله نما مارا بس

چتر شاهی هوسم نیست بپایت سوگند
سایهٔ زلف توام ظل هما مارا بس

داغ منت بجبین از در عیسے نه نهیم
صندل درد سر آن خاک شفا مارا بس

حاجت شمع نباشد بسر تربت ما
داغ سوداے سر زلف شما مارا بس

در سراپردهٔ آن گل نتوانیم رسید
بوے زان پیرهن اے باد صبا مارا بس

حق پرستیم و حریم حرمت کعبهٔ ماست
خضر عشق تو همین راه نما مارا بس

فرصت صحبت ناصح ندهد غیرت عشق
صحبت این دل دیوانهٔ ما را بس

قبله را انگه ندیدیم بجز کوے حبیب
فرد یک قبله ازین ارض و سما مارا بس

هست مرا چاه زنخدان هوس
کے کنم از چشمهٔ حیوان هوس

چشم مرا تا شده طوفان هوس
می کشدم سوے بیابان هوس

دامنم آلوده زبے باکی است
هست مرا پارهٔ گریبان هوس

تنگ دلے دارم و آن نیز قلب
من چه کنم از مه کنعان هوس

پاے ملخ کو که برم ارمغان
هست مرا قرب سلیمان هوس

پیرهنم گشته قبا و مرا
چیدن گلها است بدامان هوس

هست طوبے و هما کے کشم
زلف و قد اوست چو در جان هوس

سرو چه کار آیدم اکنون که هست
سایهٔ آن سرو خرامان هوس

نامده وامانده است زجانم رمق
آمده امسر دزیه پایان هوس

رهزن دین از چه بتان می شوند
منکه نکردم ره ایشان هوس

درد تو درمان همه دردها است
من چه کنم باز بدرمان هوس

سر چه زنم بر در تو اے خسرو
منکه ندارم سر و سامان هوس

خضر براه طلبم گو مباش
هست مرا همت مستان هوس

جز به نثار تو ندارم غرض
هست اگر در سرم از جان هوس

دیدن زلفت چه تمنا کنم
کس چه کند خواب پریشان هوس

گشت چو یوسف باسیری عزیز
شد بدل من در زندان هوس

تا از تو بیگانه شدم آشنا / باز نشد صحبت یاران هوس
هر که از و لعل تو سازد دمی / او چه کند لعل بدخشان هوس
دست مرا کوتهی بخت بست / بود مرا گیسوی جانان هوس
شد همه تن خاک و چو اخگر بماند / زیر دل سوخته پنهان هوس
تا مده از سوی تو پیک ناوکی / در دل من هست ز مهمان هوس
سوخت دل ما و هوس همچنان / آه نرفت از دل سوزان هوس
بس خجل از جامهٔ عریانیم / هست مرا چاک گریبان هوس

فرد
دل از صومعه بگرفته ماند / شد بسرم خدمت رندان هوس

هست مرا مطلع دیوان هوس / می کنم از ان ابروی جانان هوس
دارم از بی شغلی دست جنون / ای خرد هم جیب و هم دامان هوس
(بی شغلگی)
امشب ستیم و طفل اشک راست / آستین و جیب و هم دامان هوس
چو گشادی مصحف رخسار دوش / کافر صد ساله را ایمان هوس
چیست از اعجاز لبهایت شگفت / گر بیت آذر کند ایمان هوس
تا هوس کردی تماشای چمن / بلبل تصویر را شد جان هوس
از تمنای صید ناوکت / شد جگر را لذت پیکان هوس
لمعهٔ تیغش شکیب از دل ربود / خون من دارد ز جانان هوس
می چکد رگهای تن از جوش خون / شد مگر آن نشتر مژگان هوس

فرد
ما حضر داریم این دل پاره ها / می پذیریم بس مهمان هوس

مرا از بارگاه دلبر من عز و جاهی بس / سر شوریده را از آستان یک تکیه گاهی بس
نگهبان خراب آباد دل چون تو ندارم / برای انچنین ملک دلم یک پادشاهی بس
مرا پروا نباشد هیچ از شمع رخ خوبان / چراغ خانهٔ ویرانهٔ دل چون تو ماهی بس
منم مجنون که در هر کوچه و صحرا همین گردم / مرا از خود بگذشتن در ره وصل تو راهی بس
چه حاجت تا بکف اندیشه زین رنگ حنا دارم / برای قیمت ما خود فروشان یک نگاهی بس

چو چیزی نیست جز عشقت پئی تقریر پنهانی
زچشم خود نظر بندم ز مژدن زمین گناهی بس

فرد

ندارد باک از جور رقیبان فرد تو حاشا
مرا از ظل ممدود سر زلفت پناهی بس

ردیف الشین

۱۳ غزل

آمد بسیر باغ چو آن میرزا منش
هر شاخ گل خمیده بماند از کورنش

ای از خرام ناز تو شمشاد پا بگل
شرمنده شو بیا چو خرامی باین روش

خار غمت نشانده دل غنچه را بخون
از تنگی دهان تو اش هست صد خلش

باد صبا قرار چو از زلف یار برد
افتاد دل چو برق بناگوش در تپش

راز من از تپیدن دل گشت آشکار
نتوان نهاد تسبیح بکف دست مرتعش

همراه اشک لخت دل خویش کرده ام
کین طفل در کنار دلم یافت پرورش

بیتابی دلم نبود ز اختیار من
مجبور هست در حرکت دست مرتعش

هر چند سر بخاک در او زدم ولی
رحمی نکرد آه برین عجز و سرزنش

فرد

از بهر او ز تیغ ستم فرد نترسم که بعد مرگ
دانم کشد بخاک منش آخر این کشش

دارم ز دست عشق دل آزار صد خلش
بر لب فغان و اشک بچشم و بدل تپش

از خود گذشتم و جان شد بپیش روان
بگذشت چون ز پیش من آن مه پری‌وش

عمری بر آستانه او سوده ایم سر
آورده ام بچشم دلش را ببین کشش

از اشک گرم آب و هم شعله آه را
کین مرغ آتشین بهم یافته پرورش

دانم که رفته رفته لخت دل برون
سیلاب اشک گر رود از دیده با روش

هنگام قتل دیده ام از سوی او نگشت
بریک قرار ماند مرا چشم در روش

گر هیچ خورده است و گر شاخهای گل
لرزد بسینه دست تو چون شاخ در وزش

از ناوک نگاه تو ام دل ز کار رفت
دارم بسینه زین دل بر رحم کاهش

چندان بحال فرد خود امشب گریستم
چشم ز سیل گریه بود چون در آب گردش

از خویش برده است مرا لعل دلکشش
ای کاش من نمی شدمی ذائقه چشش

چون نافه گل ز باد صبح شود چاه ام قبا
گویم که می شنوم نکهت خوشش

روشن نگشت حال شب بخت تیره ام
کی شمع بزم من شود آن روی مهوشش

دیوانه را به سلسله آیا چه الفت است
دل میکشد مرا بسوی زلف دلکشش

ای فرد در شمار نفس عمرها گذشت
یکبار چشم بند ازین چار و پنج و ششش

پیدا بر مطرب من یاد ز لطف سخنش
می سرایم غزلی تازه بند کرده منش

آنچه شوریست ز شیرینی او در عالم
نکته هست که راند لب شکرشکنش

آن حدیثی که ازو در سر عالم شوریست
حرف عشق است که گاهی نرسیده بدهنش

عشق را دفتر پارینه که ناصح میخواند
صفحهٔ روی تو نو کرد حدیث کهنش

تاب در رشته چسانست ز بیتابی شوق
سنبلی را که بر آمیخت بزلف و شکنش

حاجت شمع نباشد بسر تربت او
فرد در رشتهٔ شمع است ز تار کفنش

آشتی داری گر ای دل بر در جانانه باش
خویشتن را بر فروز و شمع این کاشانه باش

بندهٔ عشقی اگر از دیر و کعبه فرق نیست
در گلستان بلبل و در انجمن پروانه باش

جلوهٔ نیرنگی آئینهٔ پیش چشم دار
آشنا با آشنا بیگانه با بیگانه باش

عشق تا خام است می باید گرفت از عقل کار
پیش ناصح هوشیار و با پری دیوانه باش

پس روی هرگز نیرزد در طریق عاشقی
گر فلک خاک تو بیزد همچنان مردانه باش

گر دل فارغ ز غم خواهی بکوی میکده
معتکف بنشین چو من با مشرب رندانه باش

تا رسد شاید بگوشش آن بهر کنعان شبی
بگذر از شاهی زلیخا عشق را افسانه باش

ساقیا در دور او آلوده گشته تا سبکی
از نگاه چشم مستش بیخود و مستانه باش

اعتبار دور گرد و دل را هیا شد زاهدا
بر سر پیمان رندان با لب پیمانه باش

[illegible]

فرد تا کی خاکروب پای دیر و خلوت هم
خدمت پیر مغان کن بر در میخانه باش

داغ کش خوش روی خوش زلف دوتا خوش
ست ما هست از سر تا بپا خوشش

بیا بنشین ترا دارد خدا خوش — که شد از آمد تو وقت ما خوش
چه بودم من ازین رسم وفا خوش — که خواهم شد ز ترک عشق ناخوش
چه سازم با رقیبان گرگ سازم ✢ — که هست آن شوخ ما برعکس ما خوش
دوای تلخی کامم لب اوست — خوشا درد یکه می دارد دوا خوش
پریشانم مکن از وعظ ناصح — که پند کس نمی آید مرا خوش
رهائی از سر زلفش چه جویم — دل من هست در دام بلا خوش
پریشان زلف تاریدد دل من ✢ — که هستم اندرین ظل هما خوش
دماغ آشفته بوی قبایم ✢ — نمی آید مرا بوی صبا خوش
وفایت با رقیبانم چه عام است — شدم بر رحم ایشان از جفا خوش
فریب لعل تو چندان نخوردم ✢ — کجا باشم بیک لطف شما خوش
چنان آزردم از خوی دل خود ✢ — که از دل برد نقش هستم بپا خوش
بمژگانت لخت دل آرام بگرفت — که آید نے سواری طفل را خوش
اگر دل رفت اندوهے ندارم ✢ — من از دل پیش ازین بودم بها خوش
دلم گم گشته را دیگر نجستم ✢ — نبودم من ز دل نه دل ز ما خوش
ز دل بردن شد او هم چو من رنج — چه خوش بودم که باشد دلربا خوش
دلم را هست ربط همنوائی — که هست از ناله زار درا خوش
اسیر دام صیادم از آن روز — که کرد لے همصفیر از من نوا خوش
خوشم با جور تو گر می پسندی — ز راحتهای خود گشتیم ناخوش
بآواز گریه زارم بگو نشد ✢ — که هست آن آشنا زین ماجرا خوش
شدم بیگانه از خویش و دو عالم — نشد با این همه آن آشنا خوش

[illegible]

فرد

ز خوی دل گله‌ای تا کی
ز او دل تو چنین بودی چرا خوش

وصلے داریم واندوهے که نبود هیچ پایانش — من وشبها و سودای سر زلف پریشانش
کجا دست مرا فرصت که گیرم نامه ور محشر — که یک دستے بپایش باشد و دستے بدامانش
ز چشم ولب بت من میکند گویا خدا اینها — که جان بخشیدن و کشتن بود در زیر فرمانش

نه در پهلو جگر دارم نه در سینه دلی زاری　　هدف اینک چه خواهم کرد باز آید چو پیکانش

غلام عشق شد فرد م چه می پرسی ز ایمانش
نه گبرش میتوان خواندن نه هندو نه مسلمانش

آشفته در لاله زار افگنده از روی خویش　　سنبلستان را بغارت برده از موی خویش
تا فرستادی بگلبنان رشک گل پیراهنی　　کوچه ها رشک گلستان ساختی از بوی خویش
کرده تاراج جعد خویشتن تا تار و ختن　　نافه ها دادی بباد از نفحهٔ گیسوی خویش
برفشاندی زلف و در کوی تو شد جانها بباد　　عالمی را کرده یارب گرد هندوی خویش
از پریشانی شدم درمانده از چوگان گهش　　خود غلط بوده است از من گوی پهلوی خویش
گل گریبان چاک و غنچه سر بجیب از روی تست　　تا صبا را عنبر افشان ساختی از بوی خویش
عزم این بس که بر خاک درت باشم چو سگ　　کی هوس دارم که بنشانی تو در پهلوی خویش
بهر خود ترک جفا از تو نمی خواهم مگر　　با رقیبان نیز مگذر جان من از خوی خویش
تشنه داری بیا از تیغ کشتگان　　از لب اعجاز و سحر چشم خود در کوی خویش
ناصحا تا چند نحو وعظ بودم عمرها　　در سرم افگند اینک عشق هایهوی خویش

فرد من انجام کار خود ندیدم هنوز
عشق سوی خود کشد از من دل من سوی خویش

ای سراپای وجود تو خوش و نام تو خوش　　روز تو خوش شب تو خوش صبح تو خوش شام تو خوش
هم دلم هم دیده و هم سینه ام جای تو هست　　کوی تو خوش راه تو خوش در تو خوش و بام تو خوش
یک سلامت چون نباشد غیر دل عاشقان　　نامه ات خوش نامه بر خوش پیک و پیغام تو خوش
جام بلورین می گلگون حنای دست تو　　ساقیا دست تو خوش صهبا خوش و جام تو خوش
حسن انجام از رخت شد انتظام حسن را　　ای که آغازت خوش و هم حسن انجام تو خوش

جز لب لعلت که سازد فرد ما را کامیاب
ای سراپایت خوش و خوبیت خوش و کام تو خوش

جرعهٔ باده بصد جامهٔ تقوی مفروش　　ذرهٔ خاک در میکده بیجا مفروش
وصل یک لحظه به از دولت جاوید الست　　وقت را می طلب و جان بهر سودا مفروش
کفر عشق است بدل راه بغیری دادن　　گر خدا می طلبی دل بپی عقبی مفروش

منزل یار بعید از حد ہجر و وصل است
ہمت خویش بعیش و غم دنیا مفروش

ذرۂ درد کہ داد ند درون دل تو
مایۂ جان شمر و پیش مسیحا مفروش

نقد دل پیش کسے نہ کہ عزیزش دارد
پیش ہر شاخ گلے دست تمنا مفروش

گرد ہر راہ چو شایستۂ سرمہ نبود
تو بہر خاک در این دیدۂ بینا مفروش

گر ترا بادۂ بے کیف بلبش ذوق دہد
رو بہ میخانہ مکن دلق بصہبا مفروش

از مژہ پردہ بر انداز بہ چشم از دگران
دیدۂ یار طلب را بتما شا مفروش

فرد
خیز ند جائے بخبر بیداری تو
تا کہ دل خواہ بہا نیست تو خود را مفروش

خیز و در میکدہ این دلق ریا را بفروش
ننگ و ناموس بیک ساغر صہبا بفروش

گر بکام تو رسد جرعہ ز جام ساقی
خاک میخانہ شو و عزت دنیا بفروش

چون نہی روے ارادت بدر پیر مغان
طمع خام برو مندی عقبےٰ بفروش

گر بدر وے بپذیرند ز تو جامۂ زہد
بر در میکدہ سجادۂ تقویٰ بفروش

تا کہ در حلقۂ گوشان مغانت شمرند
سر بپاے خمے انداز و خود بہا بفروش

گر بخواہی کہ شوی یوسف مصر دلہا
سر بازار بیا جلوۂ خود را بفروش

تا نیفتد نگہت بر رخ ہر جلوہ فروش
یار چون جلوہ کند چشم تماشا بفروش

چند اوارۂ ہر مدرسہ و صومعہ ہا
دل شوریدہ بدست بت رعنا بفروش

بگذر از شاہی مصر ار سر یوسف داری
عقل و دین و دل خود را چو زلیخا بفروش

گر لبش جان طلبد عین وصالش میدان
بر یکے جنبش لب جان بہ تمنا بفروش

فرد
از پئے گرمی دوکان چہ کشی بار گران
این خرقۂ طامات خدا را بفروش

زنی شانہ چو لے باد صبا گاہے بگیسویش
بگو حال پریشان من دیوانہ با مویش

خوشا تقوے گزین کو در حریم کعبۂ کویش
سر سجدہ بخاک او نہد در طاق ابرویش

پئے تسخیر دلہا حاجتے نبود بافسونش
کہ باشد سامری ہم یک غلام چشم جادویش

ز تیرہ بختی خود من بحسرت مردم از تلخی
خوشا فیروزی زلفش کہ می بوسد لب و رویش

کند در یک اشارہ خون چندین بیگنہ ہر دم
نباشد تیز در خون ریختن تیغے چو ابرویش

باب می وضو کن گر هوای میکده داری / دگر بود تیمم کن بخاک پاک آن کویش
قبا شد جامهٔ گل غنچه هر دم سرنگون دارد / صبا را شرم می آید بگلشن بردن بالاپوشش
سلی توتیای چشم خاک رهگذار او / کنم دریوزه از باد صبا آید چو از سویش
بگشتی رام با آن بت دلم چون برهمن گاهی / بتوفی درمیانم عهد گر با زلف هندویش
بجز آن سایهٔ سرو خرامانش بعهد او / بود هر راست قامت پا بگل ز قد دلجویش
به پهلو تیغها دارد ز هر یک استخوان کج / نشیند چون کسی با هیچ سفاکی به پهلویش
نهان در چاه بابل گشت هاروت از خجالتها / که از دستش نباید ایچه سازد چشم جادویش

گیتی گو شوخ بود هست همسنگ بت آذر
ندانم فرد میدارد چرا این شکوه از خویش

دوش بزم می پرستان بود و پیر میفروش / گلشنی بود و کنار رود و فصل گل بجوش
باچنین زهد ریا رو سوی کعبه چون کنم / زیر خرقه همچنان داریم زناری بدوش
تهمت رندی زما صح تهمت تقوی زرند / آخر ای پیر خرد در چارهٔ کارم بکوش
محتسب بردار دست از ما مریدان مغان / دست من بگرفت در میخانه رند باده نوش
رنج تکفیری بدست خود پی صیدم مده / عمرها بگذشت کز زلف توام حلقه بگوش
عقل غافل از مآل اندیشی ای همدم نبود / لیک چاره نیست از دست جنون تیزهوش
راحتی شاید ز تیغ ابروی او یافتند / زیر بام قاتل من نیست مشتاقان خروش
نرگس مستانهٔ او کار می برهم نمود / یک نگاهش برده صد ارباب تقوی را ز هوش
عیب کس ظاهر نمودن بدترین عیبهاست / محتسب در شهر رندان به که باشد عیب پوش

لذت گفتار تو ای طوطی شکرشکن
فرد را کرده است چون تصویر آئینه خموش

۷ ردیف الصاد

۲ غزل

نیافتم چو درین طاعت ریا اخلاص / گذشتم از سر زهدی که نیست با اخلاص
بفیض بادهٔ صافی ز خود چو بگذشتم / بیا کشود مغان از ره وفا اخلاص

ز سر نگونی غنچه بحیرت افتادم + ‌ ‌ ‌ که داشت پیش لب لعل تو چها اخلاص
فتاد کار بسنگین دلے ستیزه پسند ‌ ‌ ‌ که جوید از پئے هر جور خود زما اخلاص

بنازمندی من بین که بهر تو چون **فرد** +
شده است فرض باغیار هم مرا اخلاص

صوفئی صافئی ما آمده دیگر در رقص + ‌ ‌ ‌ با مریدان چکنم گر نه هم سر در رقص
راز سر بسته که نگشاد ملک را بر چرخ ‌ ‌ ‌ صوفیان را بگشاید همه یکسر در رقص
گر رسد نعرهٔ مستانهٔ من نیست عجب ‌ ‌ ‌ آید افلاک ز پاکوبی من گر در رقص
تا لبت بر لب جام آمده مے هست بدور ‌ ‌ ‌ گشت از ذوق لبت باده بساغر در رقص
مردم و خاک من از شوق براه طلبت ‌ ‌ ‌ گردبادیست که گردیده بهمسر در رقص
گردش چرخ برین دورهٔ رقاص بود ‌ ‌ ‌ با فلک هست همه انجم و اختر در رقص

رقص زهره دگر اے زاهد و رقصے دیگر
کاید این **فرد** من از جلوهٔ دلبر در رقص

ردیف الضاد

۳ غزل

کراست آن خط سبز و کراست آن عارض ‌ ‌ ‌ خدا گواه که قرآن ماست آن عارض
نصیب زاهد افسرده شب پرستی باد ‌ ‌ ‌ برائے ما سحر دلگشا است آن عارض
بترک عشق من از کعبه آرزو چه کنم ‌ ‌ ‌ بجان کعبه پرستان بلا است آن عارض
ز مصحف و گل و خورشید هر چه میگویم ‌ ‌ ‌ عبارتے است کز و مدعا است آن عارض
نه صبح عید و نه کعبه بعارضش ماند ‌ ‌ ‌ قسم بکعبه که نور خدا است آن عارض
سواد سورهٔ واللیل هست آن زلفش ‌ ‌ ‌ مراد از قسم والضحی است آن عارض

چرا ملامتم از عشق میکنی اے **فرد**
که دلفریب من و دلربا است آن عارض

اے تار گیسوے ترا صد دین و ایمان در عوض ‌ ‌ ‌ گر لعل تو حرفے زند مائیم و صد جان در عوض
فیروزی بختم کجا ورنه بصد جان میدهم ‌ ‌ ‌ یک گوشهٔ کوے ترا جنات رضوان در عوض

گر بلبل شیدای گل بیند رخ خوب ترا
از آرزوی خنده ات آرد گلستان در عوض

صبر و دل و دین و خرد گیرد اگر یک ادا
باشد بآن جنس گران این جمله ارزان در عوض

جمعیت دل میکنم جانان نثارت گر بجی
در دست فرد من دهی زلف پریشان در عوض

عاشقم نبود مرا جز حضرت جانان غرض
نی ز کفرم کار و نی از صورت ایمان غرض

روی یارم بزم افروز دل من بس بود
نی ز خورشیدم سروکار نی ز مه تابان غرض

جامهٔ عریانیم تشریف بالایم بس است
مرد آزادم نه از جیب و نه از دامان غرض

آفتابم نوربخش خانهٔ ویرانه ام
نی پی سوزم نه بر کس احسان غرض

عهد من با حضرت جانان من باید درست
ناصحا دیگر ندارم هیچ از پیمان غرض

کی توان آمد ز سنبل کار زلف عنبرین
نیست سودای مرا با سنبل و ریحان غرض

مشربم عشق است و صهبایم نگاه یار بس
من ندارم با می و میخانه و رندان غرض

از خرد عاشق نگردد بهر عقده مستمند
کی برد دانا به پیش مردم نادان غرض

بادشاهی هست گر باشم گدای کوی تو
فرد را نبود جز این دیگر سروسامان غرض

ردیف الطاء

غزل ۲

برگدایان نظر بادشهانست غلط
راستی شیوهٔ این کج کلهانست غلط

جز خرابات که هر یک قدحش جام جم است
جای آن مایهٔ صد عیش جهانست غلط

آشکار است که با بوالهوسانست دلت
با من باخته جان لطف نهانست غلط

رخت دل را بسلامت ز چه آئین ببرم
رحم بر حال غریب از سیه چشمانست غلط

بد خودم که بیک عشوهٔ او دل دادم
چشم الطاف ازین خوش نگهانست غلط

سایه پرور بود آن زلف بسودازدگان
این گمان من ازین موسیهانست غلط

عاشق پاک نگاهیم حذر از نظری
حذر از صحبت ما بی گنهانست غلط

در ره عشق مکن پیروی بوالهوسان
طلب راه ز گم کرده رهانست غلط

فرد به وعدهٔ آن عهد فراموش مناز
نعم و آری و البته و هانست غلط

می توان ماند به عهد و وفا بر یک نمط
بینم از تو هم اگر خوی جفا بر یک نمط

بیقراریهای دل کی می شدی افزون ز حد
داشتی گر موی زلفت را صبا بر یک نمط

منکه در کیش برهمن بس نوآموزم هنوز
باش یک چندی دگر با من بتا بر یک نمط

من بخود می پیچم از غمها برنگ گردباد
هست از بهر رقیبانم هوا بر یک نمط

طفل شاهانه مزاجی نیست بر عهدت یقین
عهد طفل و شاه کی ماند کجا بر یک نمط

صبر دادن می توان دل را بامید وفا
دیدمی با خود اگر روزی ترا بر یک نمط

نیست امید از خم نیلی مرا رنگ دگر
تا به محشر ماند این گجرو بما بر یک نمط

وعده ات شد پادشاها بر خلاف و بی ثبات
هست بر عهد خود این فرد گدا بر یک نمط

ردیف الظاء

غزل ۳

برد دماغم گرد این گفتار وعظ
ناصحا دیگر مکن تکرار وعظ

گر همین وعظ است و کوی میکده
از تو کی رونق پذیرد کار وعظ

کی شوم واعظ ز تو صحبت برآر
مار می پیچم ز تو سرشار وعظ

نیست بر دیوانگان تکلیف شرع
عاشقان کی می پذیرند آزار وعظ

داغم از یک غمزهٔ ساقی شود
رهن جام باده [illegible] دستار وعظ

ترسم از خشکی مغزت ناصحا
تا کجا سر می کشد این کار وعظ — آخر کشد

فرد اگر سوگند از رندی نکرد
سرد خواهد گشت این بازار وعظ

امروز از چه میکنم اندیشه یا بحفظ
زاول نداشتم دل خود را چرا بحفظ

دل را بطفل شوخ مزاجی سپرده ام
دارد خدا ز سنگدل این شیشه را بحفظ

از دست محتسب نتوان یافتن پناه
باشد دگر ز پیر مغانم و ترا بحفظ

خواهم که نامهٔ بنویسی بسوی من
تا حرز جان بود ز خط تو مرا بحفظ

شایسته گر نه ایم بدر با ینت چو سگ
مارا بدار بر در دولت سرا بحفظ

خاکم بباد کردی و دل را شکستهٔ
هستم من و دعای تو ای دلربا بحفظ

تا چتر آسمان بزمین سایه گستر ست
باد او جو و نازکت از هر بلا بحفظ

درویشم و دعای تو هر صبح ورد ماست
از جان همیشه ایم چو فرد گدا بحفظ

ردیف العین

۲ غزل

گشتنی ز سوز پروانه بجان زار شمع
گشت آه آتشین و گریه آخر کار شمع

جلوهٔ گل فتنه ها کرده بجان عندلیب
آفت پروانه گردید آتشین رخسار شمع

ایکه تهمت بر فریب لعل او بندی خموش
کی شنیدی آفت پروانه شد گفتار شمع

آتش عشقم فزون کی می شود از آب پند
کی فرو شد سوز دل از گریهای زار شمع

داغ آتش بر جبین دادن گهی رسمت نبود
آفتی برپا نمود این آتشین دستار شمع

زاهد از آه من دل سوخته ایمن مشو
سوخت جان صد هزار این آه آتشبار شمع

پیش تو ای شمع رو احوال فردم روشن است
از کف خاکستر پروانه و اظهار شمع

فقیه منع مرا میکند ز وجد و سماع
کرا دماغ نهد پا درین حریم نزاع

بچنگ و عود و نی نگرد مطرب
که یاوه گوئی ناصح مرا فزود صداع

شناسم از روش ناز و گردش چشمت
بیک قرار نماند جهان ازین اوضاع

برآفتاب رخت دیده کی توانم دوخت
که سوخت تار نگاهم ز تاب خط شعاع

بعیب پوش ریا یکه داشت خرقهٔ زهد
بهی خرند بدر روی چنین کمینه متاع

چه خوش صدا که همی بشنوم ز پردهٔ غیب
ملک بچرخ نموده ز زهره بزم سماع

بیکدو دم سفری از بدن کند جانم
تو نیز بر سر فرد خود آ بوقت وداع

ردیف الغین

غزل ۲

نمی شود به شب تار من بکار چراغ
که بی فروغ بود بی تو صد هزار چراغ

بهر شبی که بناشی کنار افروزم
بود به سینه دل از سوز در کنار چراغ

به محفلی که بناشد رخ تو بزم افروز
چراغ خانه نماید چو بر مزار چراغ

شوی چو گرم تکلم چراغ خاموشم
که پیش شمع رخت نیست در شمار چراغ

بود به کشتن من آستین فشاندن بس
که یک نسیم کند کار صد هزار چراغ

به سینه این دل افسرده ام چنان ماند
نهند چون به شب تار بر مزار چراغ

به پیش صبح رخش چون چراغ صبح بمیر
بخنده می دهد ای فرد جان نزار چراغ

آشفته گشته است ز بوی صبا دماغ
ما و هوای سیر چمن این کرا دماغ

نازک بس است ای گل رعنا ترا دماغ
واری گران ز نکهت باد صبا دماغ

در بزم او که گفت شب از سوز من که سوخت
از گرمی فسانهٔ من شمع را دماغ

زلف که بود سایه فکن بر سرم بخواب
کامشب فزون تر است پریشان مرا دماغ

در صحبت رخ تو بسر برد عمرها
قربان گیسوی تو که دارد بجا دماغ

شکوه ز سرگرانی چشم تو چون کنم
مخمور ناز هست ندارد چرا دماغ

از یاوه گوئی تو پراگنده خاطرم
در حیرتم نگشت ترا ناصحا دماغ

زاهد بجنگ مغزی تو گریه تا بچند
تا کی ز آب دیده کنم تر ترا دماغ

از آب می علاج دماغم توان نمود
خشک از سر ریاست مرا ساقیا دماغ

سودای عالمی بسر ما فتاده است
چون گنبد است پر ز صداها مرا دماغ

غوغای عندلیب مرا مغز سر بخورد
طره ز گل نمودم و شد در بلا دماغ

مغزم بسر نمانده ازین شور عندلیب
گل را چه سان بجاست ازین نالها دماغ

اکنون بجز فغان که ترا چاره نماند
آید برای ناله دلا از کجا دماغ

از بهر بوی گل نکشم منت صبا
نفعی که بر هواست بعیش کجا دماغ

تاب نوای بلبل شوریده سر کجا
چون کاسه تهی ست مرا پر صدا دماغ

فرد
گرم آنچنان بگوی کسی فرد رفته ام
یک آبله شدم ز کف پای تا دماغ

ردیف الفاء

غزل ۳۲

در سر من باز شد سودای زلف
باز گشتم همچنان شیدای زلف

آنچه از صبر و سکون میداشتم
شد بباد امشب ازین یغمای زلف

گشت کوته قصه های عمر من
از درازیهای این شبهای زلف

ما و کوی یار و زنجیری بپا
کس مبادا این چنین رسوای زلف

عمر خضری بایدم کاخر شود
قصهٔ ما و دل و سودای زلف

دل ز شهرت با سلامت چون برم
کو بکو افگندهٔ غوغای زلف

جلوهٔ حسنت بروز و شب یکی است
شد بر آن عارض ازین رو جای زلف

فرد حال دل چه می پرسی ز من
گم شد از من در شب یلدای زلف

بکشاد از دو زلف خود آن شوخ چون مو دو طرف
افتاد شور شب تحلق از هر دو باز و دو طرف

ترک سپاهی کیش من شوخ جفا اندیش من
آمد کشیده پیش من تیغ دو ابرو دو طرف

چون آهوی وحشی رمد هر چند از نامم ولی
گسترده دامی بهر من از هر دو گیسو دو طرف

دارد دو عالم عقده ها زین گسوت بالا تو
بکشا گره بند قبا از هر دو پهلو دو طرف

بگذر ازین دنیا و دین یکسوی جانان بگزین
نتوان شود ای زاهد بی عقل یک رو دو طرف

نازم بزور بازویش هم از یسار و از یمین
ای **فرد** ملک دل گرفت از هر دو بازو دو طرف

از شوق خواند نامهٔ اغیار حرف حرف
گویا که یاد کرد بتکرار حرف حرف

میدید سطرها و بسم همی نمود
می خواند با تامل بسیار حرف حرف

پیچیده می نهاد و سپس باز می کشاد
میدید همچنان بدگر بار حرف حرف

از سرنوشت خود بیقینم که نامه را — گوید که هست این همه بیکار حرف حرف
الحمد صد هزار بشکرانه خوانده ایم — نا خوانده ایم نامهٔ آن یار حرف حرف

چون وقت نامه خواندن او فرد نیز بود
کرد این خط مطالعه تا چار حرف حرف

ردیف القاف

غزل ۳

خم شده بالای من از بار عشق — دور کشیده است بمن کار عشق
گرم شده تا ز تو بازار حسن — یوسف مصر نیست خریدار عشق
شیون زنجیر دو بالا نمود — نالهٔ شبهای گرفتار عشق
بسکه ز همسایه خجالت کشم — آه ز آه من بیمار عشق
صبر دلم میرود از اختیار — رو بسحر نیست شب تار عشق
آه چگویم ز خط آن نگار — سبزه کو رسته بگلزار عشق
دست بدار از سر نبضم طبیب — رو بشفا نا ورد آزار عشق
آه ز افسون گری چشم او — همچو من عیسی شده بیمار عشق

دور تر افتاد ز راه خرد
فرد همی گشت طلبگار عشق

ای ز لعلت خلق می آشام عشق — من بدور تا سبکی ناکام عشق
ساقیا جامی که باز آرد شباب — کی سزد افسردگی هنگام عشق
ما اسیران محبت را بس ست — طوق گردن حلقه های دام عشق
محتسب این بار در فصل بهار — این من و میخانه و این جام عشق
موسم گل موسم دیوانگی ست — باز خواهم شد مگر بدنام عشق
ناصحا این آمد فصل بهار — باز می آرد بمن پیغام عشق

صبر و دین و دل چو در آغاز رفت
فرد چون خواهد شدن انجام عشق

ردیف الکاف

غزل ۲

جادوی نگهی بقتل چالاک
از غمزه مرا بکشت بیباک

از حال منش چو آگهی شد
فرمود که خس کم و جهان پاک

پیراهن خاک کوی او بس
صد دامن و جیب گو شود چاک

چون توبه کنم زمی که باشد
سر رشتهٔ جانم از رگ تاک

ناصح بمذاق رند مشرب
فرض ست ز چوب تاک مسواک

رحمی بمن ای شکار افگن
بر بند سرم بفتراک

کی بر سر تخت جم نشیند
هر کو بدرت نشست بر خاک

جان چون ببرم ز پیش چشمت
ابروی تو هست تیغ سفاک

بکشا زنی دل او
گر عشق تو فرد هست غمناک

او بمن گر گذر نکرد چه باک
بگذاشت گر نظر نکرد چه باک

چشم شوخش ز سر گرانیها
سوی من گر نظر نکرد چه باک

عشق داری اگر بناله بساز
در دلش گر اثر نکرد چه باک

کم مباد از من این وفاداری
گر ز جور او حذر نکرد چه باک

همتی کن بجان نثار بهار
یار گر دیده تر نکرد چه باک

عشق خود آگهش کند ز غمت
همت ار نامه بر نکرد چه باک

فرد او تو در دوستشناس شئ
حرمتت یار گر نکرد چه باک

ردیف اللام

غزل ۸

مدتی شد که ز دست تو بجنگم من و دل
همه گر از ستم خویش بتنگم من و دل

بر سر کوی تو شب دیده بخنگم تا صبح / بسکه بگرفته و شرمنده ز تنگم من و دل
حیف گر تیر نگاه تو پریشان گذرد / که اسیر هوس تازه خدنگم من و دل
گر صبا از تو پیامی نرساند چه عجب / از خزان برگ گل باخته رنگم من و دل
زین جوانان کله پوش حذر کن زاهد / عقل و دین باخته از حسن فرنگم من و دل

فرد از خویش چگوییم که همسنگ رقیب / شیشهٔ مانده بیک پهلوی سنگم من و دل

جان میدهم ببوی قبای تو یا رسول / مائیم و آرزوی لقای تو یا رسول
لطف کن و مپیچ عنانم ز راه بخت / سر داده ام بکوی رضای تو یا رسول
اندیشهٔ بتان جهان نگذرد بمن / دل داده ام بجوی وفای تو یا رسول
دارند همچو قبله نما بر امید لطف / شاهان نظر بروی گدای تو یا رسول

فرد تو تا بچند درین مرز و بوم هند / دل می کشد بسوی سرای تو یا رسول

بی جمال او مرا کی می شود آرام دل / گر لبش نبود بکامم چون بر آید کام دل
نقش نامش گر نبودی بر دل شوریده‌ام / کنده میرود نه ز لوح سینهٔ خود نام دل
عشق آسان می شمردم چون نماز زاهدان / لیک این ما و دل این عشق خون آشام دل
از طلسمت ساقیا بیخود ز حیرت مانده ام / کز شراب عشق و لیلا ریختی در جام دل کز صدخم
دل اگر امروز بالا ماند فردا میرود / می برد باد صبا سوی کسی پیغام دل
بس خرابیهای پی آبادی دل می کشم / اینقدر افزود سودایم خیال خام دل

فرد گشته‌ای فرد در آغاز سوای جهان / من ز دست تو نمی بینم بجز انجام دل

لذت پیکان تیر یار ما دانیم و دل / خوبی آن ابروی خمدار ما دانیم و دل
رازها کاندر شب وصلش بجان من گشود / نیست یک کس محرم اسرار ما دانیم و دل
رفتنم در کوی زیر بام او معراج ماست / پایهٔ آن سایهٔ دیوار ما دانیم و دل
از جواب لن ترانی کام عاشق تلخ نیست / لطف این شیرینی گفتار ما دانیم و دل
در لب ساغر که دیدم راز اندر رازهاست / رمزهای نشهٔ سرشار ما دانیم و دل

نکته‌هاے کز لب پیر مغان بشنیده ایم
قیمت آن گوهر شهوار ما دانیم و دل
ذوقهاے کز سرود و چنگ شب میداشتیم
نکته‌ها زان پردهٔ هر تار ما دانیم و دل
ترجیح سازد نکهت ریحان دماغ عاشقان
بوے خاک کوچهٔ تا تار ما دانیم و دل

فرد

بوے ریحان در خور پیراهنش اے فرد نیست
نکهت آن طبلهٔ عطار ما دانیم و دل

اے دلم از تلخی هجران آن دلبر منال
میرسد آخر بکامت زان لب شیرین نوال
خوبرویان کوکب حسن اند و تو بدر کمال
اے غلام ماه رویت صد هزاران چون هلال
دام بر دوشان عنبر مو بزلفت در خمے
اے اسیر زلف مشکین تو صد همچون بلال
طاق ابروے تو محراب سجود حق پرست
اے هلال ابرویت را بنده صد همچون هلال
تا حبش را از سواد زلف خود بنواختی
بستهٔ هر تار موے تست جان صد بلال
بر حد خود هر کسے زد سکهٔ از حسن خویش
تا ابد این دولت حسن ترا نبود زوال
اے خوشا فرزانه کو بهر فتح باب
هر سحرگه میزند در مصحف روے تو فال
مرحبا صد مرحبا بر خلق و خلق نیک تو
اے برون زان حد که احصائش کند فهم و خیال
اے جمالت بر کمال صنعت صانع گواه
دست قدرت را بنازم یا برین حسن و جمال
روے تو نادیده جان در راه عشقت باختم
بر امیدے آنکه روزے زنده سازی در وصال
حال دل با تو بگویم دلبرا لیک آگهی
نیست بے یاد تو آرام دمے در هیچ حال
نیستم شایستهٔ آن مجلس قدس تو من
لیک عشقت در سرم افگند این فکر محال
هر سر انگشت تو چون ناخن عقده کشاست
عقدهٔ نبود که نپذیرد ز لطفت انحلال
ماه من از آفرینش حیرت افزاے عقول
دلربا و جان فریب خلق از حسن خصال
غیرت افزاے مه و مهر اند گو خوبان ولے
نیست آن مهر جهان افروز ما را یک مثال

فرد

فرد را بنواز کاخر بندهٔ درگاه تست
از طفیل رحمت عام تو صاحب اقبال

آمدی خندان و میگوئی که اے عاشق بنال
حالم اما در دولت تا ید ز شور من ملال
مست می شب آمدی و بیخود از حیرت شدم
کاین به بیداریست یا در خواب یا وهم و خیال
از سر زلفت چنان افزود سودا در سرم
بے خیال زلف تو شد ماندنم یکدم وبال

ایکه داغی در دل خورشید از رویت چه باک
گر کند از مهر رویت ماه نو کسب کمال

برهم و درهم شود بازار دره بسته شود
برکشد گر یوسف من برقع از روی جمال

بوسهٔ گر خواستم ناحق لب خود می گزی
این لبم باید گزیدن در سزای این سوال

بی بت و بتخانه هرگز یکدمم آرام نیست
ای برهمن گرچه دارم صوفیانه وجد و حال

پخته شد سودای زلفت در سر من آنچنان
گردنم را گشت آزادی ازین حلقه محال

تا که گردون را بدین گردش بود وضع ثبات
دولت عشق من و حسن تو بادا بی زوال

نیک کردی فرد گر تو بندهٔ حسنش شدی
باد آغاز ترا بار خدا حسن المآل

ترکی مگر شده است مرا شهریار دل
چندین که بیچراغ شده است این دیار دل

نشگفته همچو غنچهٔ تصویر مانده است
در گلشنم یکیست خزان و بهار دل

ما تهمتی بخوی جفاکیش می نهیم
ما را ز دست خویش خرابست کار دل

بتوانی ار بیام کسی ای صبا رسان
بینی اگر فتاده بکوی غبار دل

کی می شدی بزلف کسی آواره ناصحا
بودی اگر بدست خودم اختیار دل

ای فرد اعتماد بهر بوالهوس مکن
نادانی است تکیه بقول و قرار دل

در یاد تو ام جملهٔ مضمون رود از دل +
حیف است ترا چون من محزون رود از دل

گو در غم هجر تو مرا خون رود از دل
کی داغ غم عشق تو بیرون رود از دل

گیرم که کنم ناله بشفقت مگر از ضعف
این فرض محال است که بیرون رود از دل

سوزد بفلک خرمن طاعات ملائک
یک شعلهٔ آهم چو بگردون رود از دل

از نشتر خار مژه ات ضعف فزون شد
چون غنچهٔ تصویر مرا خون رود از دل

نه وعدهٔ وصل و نه سلامی نه پیامی
این درد فراق تو بگو چون رود از دل

ای فرد اگر نسخهٔ عشق تو دهم درس
دانم به یقین لیلی و مجنون رود از دل

ردیف المیم

غزل ۱۱۸

تا کے بیاد روی تو آه و فغان کنم
تا چند سوز عشق تو در دل نهان کنم

دانم اگر بقطرهٔ اشکے نظر کنی
دریا ز خون دیده بکویت روان کنم

یابم اگر اجازت آیے به پیش تو
صد داستان ز درد فراقت بیان کنم

باشد اگر هواے خریدنت بیا
بنشسته ام براه تو سودا بجان کنم

نبود اگر ز آمدنم بار خاطرت
صد بار سجده بر سر آن آستان کنم

گر بگذرد بگلشن و دست نواے من
گلبانگ یا رسول اغثنا فغان کنم

اے فرد اگر به آه حزینم اثر شود
اینک هزار آه که ورد زبان کنم

ما عاشق سرگشتهٔ و شیداے محبیم
سودازدهٔ زلف چلیپاے محبیم

خوبان جهان راست قدانند ولیکن
ما قمری سرو قد زیباے محبیم

بر لوح دلم صورت کس نقش نه بندد
آئینهٔ حیران تماشاے محبیم

با تلخی ایام نداریم سرو کار
پروردهٔ شیرینی لبهاے محبیم

از غمزه فریبی نتوان برد دل ما
خو کردهٔ الطاف و کرمهاے محبیم

تا دیدهٔ ما جلوه گه سرو قد اوست
آئینه صفت محو سراپاے محبیم

خاک در او سرمهٔ چشم است از آنرو
اے فرد نظر دوخته بر پاے محبیم

ما باده کشان مست ز صهباے محبیم
دُردی کش آن ساغر و میناے محبیم

در میکده بر پاے خمے سر بنهادیم
مخمور از آن نرگس شهلاے محبیم

با ما سخن از خوبی شمشاد مرانید
ما شیفتهٔ قامت رعناے محبیم

برخاسته خاطر ز سر کم حرم و دیر
بنشسته بر آن در به تمناے محبیم

طوبی قد او جلوه فروش نگه ماست
ما بندهٔ آن حسن سراپاے محبیم

اے فرد دگر مشک ختن بو نکردیم
رفته ز خود از زلف سمن ساے محبیم

تا روے تو دیدیم ز گلگشت گذشتیم
کوے تو گزیدیم من از دشت گذشتیم

یک گوشهٔ کوے تو به از هشت بهشت است
گر این دهدم دست از آن هشت گذشتیم

چون شمع سر هستی ما صرف گداز است　　آب از سر شوریده چو بگذشت گذشتیم

فرد

آرام ندیدیم درین طاس فلک
چون گوهر غلطان من ازین طشت گذشتیم　　رضی الله عنه

آمد چو زلف یار در اندیشهٔ قلم　　گردید مشکبار رگ و ریشهٔ قلم
گردید تا ز نام تو رطب اللسان بشوق　　هر گام گریه هاست چو من پیشهٔ قلم
فرهاد می شدے اگر آگه ز سرنوشت　　بر سر زدے بروز ازل تیشهٔ قلم
باشد صریر خامه ام از آه دودناک　　دارد سواد خوش بنظر بیشهٔ قلم

فرد

خامهٔ من
از دودمان عشق نباشد هر آنکه
دارد ز جور او بسر اندیشهٔ قلم　　بمعنی قطع ۱۲

هر کجا باشم چو بلبل خانه زاد گلشنم　　همسر نواسنجی من باشد بیاد گلشنم
یارب از دامان او دست خزان کوتاه بود　　امتداد فصل باشد بر مراد گلشنم
بسکه سودای سر زلف تو در سر داشتم　　زان بود از سنبل و ریحان سواد گلشنم
بسکه دل تنگم بصحن گلستان باید شدن　　دل کشا باشد مگر چون غنچه باد گلشنم

فرد

درچمن ورد سحر این مصرع فرد منست
هر کجا باشم چو بلبل خانه زاد گلشنم

بادهٔ خوشگوار می خواهم　　گر لب لعل یار می خواهم
نشهٔ بے خمار می خواهم　　مستی از چشم یار می خواهم
گل و نسرین مرا چه کار آید　　جلوهٔ گلعذار می خواهم
می خراشم جگر ز ناخن غم　　سینه رشک بهار می خواهم
چون کسے نشنود فغان مرا　　دامن کوهسار می خواهم
بیخودم بسکه از خط رخسار　　سبزه و لاله زار می خواهم
تا بشویم غبار از دل و　　گریهٔ بے اختیار می خواهم
دلم از دود آه شد پر زنگ　　شیشهٔ بے غبار می خواهم
برود دل ز اختیار مرا　　یک نفس من قرار می خواهم
من بدفع خمار اے ساقی　　مے ز دست نگار می خواهم

فرد در چشم تنگ اهل زمان
پارهٔ اعتبار می‌خواهم

ما خود حدیث عشق نه از خویش رانده‌ایم — این سلسله بحضرت مجنون رسانده‌ایم
گیرند درس عشق گر از ما عجیب نیست — ما خط روی یار بتکرار خوانده‌ایم
دامان ما ز خار تعلق نگشت چاک — تا آستین خویش ز عالم فشانده‌ایم
جز مشت خاک در کف دوران نماند — چون نقش پا براه گذار تو مانده‌ایم
پایان نداشت عرصهٔ هجران و قصه‌ام — صد بار این کمیت قلم را جهانده‌ایم

پر سوز گشت قصه‌ام ای فرد تا بدل
این نخل آتشین محبت نشانده‌ایم

گو تنگ بجان ای صنم از خوی تو آییم — کی باز ز عشق رخ نیکوی تو آییم
با دل شدگان این همه بیداد مبادا — برخیزم و آزرده دل از کوی تو آییم
غیرت نگذارد که فرستم بتو قاصد — خواهم که ز خود نیز نهان سوی تو آییم
دانم که کند تیر نگاه تو خطا چون — من در ره آن ناوک دلجوی تو آییم
بر نقش کف پای تو تا جبهه بسایم — پا ساخته از سر بسر کوی تو آییم
آهو صفتم میرم از سایه ز وحشت — سویت مگر از غمزهٔ جادوی تو آییم

از کوی تو چون فرد ز خود کی روم ای شوخ
الا بدر از قوت بازوی تو آییم

گو تاب که چون آینه بر روی تو آییم — این بس که چو خورشید بسر کوی تو آییم
شیرین حرفم و هردم ذوق خموشی — چون در سخن از لعل سخن‌گوی تو آییم
یکسوی من رو ندهد سوی بتانم — گر دیده ز هر سوی دگر سوی تو آییم
از سوز دل خویش چو قندیل از آنم — پیوسته بطاق خم ابروی تو آییم
خاکم شده برباد جز این نیست هوایم — همراه صبا تا سر گیسوی تو آییم
خیزد بجهان فتنه و آشوب قیامت — گر در صفت قامت دلجوی تو آییم
باشد کشش زلف تو هر شب که بکویت — آواره و آشفته‌تر از موی تو آییم
گم کرده رهم باد صبا کو که من از شوق — از خود چو روم سوی تو بر بوی تو آییم

برصفحهٔ هستی رقم تازه نویسیم — چون در صفت عارض دلجوی تو آییم

وارستگی فرد ترا وا از خود کرد
آن رفت که در خیم و در کوی تو آییم

ردیف

صبحدم آمدم در روی تو دیدم رفتم — نفسی همچو صبا بوی شنیدم رفتم
جز سر کوی توام جای قراری نبود — همچو پرگار بهر جا که رسیدم رفتم
چشم بر روی تو بگشادم و از خویش شدم — چون دم صبح که یکبار دمیدم رفتم
کرده عمر پایم از منت خارم فارغ — یک گل از گلشن ایام بچیدم رفتم
همه شوق آمده بودم مگر از جور رقیب — از لب لعل تو حرفی نشنیدم رفتم
جان بلب آمده از ذوق لب نوش توام — ده که یک جرعه ز لعلت بچشیدم رفتم

همچو فرد آمده بودم بامید دگری
محنت هجر تو از بسکه کشیدم رفتم

آئینهٔ شمع رخ جانانهٔ خویشیم — قربان سر خویشم و پروانهٔ خویشیم
تا بر لب لعل تو لب خویش نهادم — مدهوش و زخود رفته ز پیمانهٔ خویشیم
چون هست دلم خلوت آن یار پریرو — محو دل خود هستم و دیوانهٔ خویشیم
بگذاشت مرا در غم و خود در پی او رفت — دیوانه ز جور دل فرزانهٔ خویشیم

آهم نزبود هش زخود ای فرد چه گویم
آزرده ازین نعرهٔ مستانهٔ خویشیم

ردیف

دلداده بویرانی این خانهٔ خویشیم — یاد رپی آبادی ویرانهٔ خویشیم
مهلت سوی بلبل اگر از نغمه سرائی ست — ما نیز نوا سنج بافسانهٔ خویشیم
زان روز که شد سوده زپای تو در ما — در زان طلب از خاک در خانهٔ خویشیم
از صحبت یاران نشود تسلیهٔ ما — ما در طلب آن دل بیگانهٔ خویشیم
باشد که کنی رحم بجون گریهٔ چشم — زان در سر آرایش کاشانهٔ خویشیم

تا خرقهٔ ما پاره شد از محتسب ای فرد
شرمنده ازین شیوهٔ رندانهٔ خویشیم

با اوست خطاب من با هر که سخن رانم — خود اوست مراد من از اینم و از آنم

زر بیست زو صفات او هر حرف که میبینم
در هرچه همی نگرم روی خوش او بینم
عشقش بودم چون خون ساری برگ و ریشم

یاد می‌آید از نام او هر لفظ که میخوانم
در هر که همی شنوم از لعل لبش خوانم
شوقش بودم در دل چون در تن من جانم

خوش راه بجائی برد فرد از ره رندیها
صد گریه بر اسلامم صد خنده بر ایمانم

بسکه سرگرم ذره ذره‌ام
دست بردار محتسب از من
لاف از پاک دامنی چه زنم
من که مستم زباده شوقش
جسم من گرچه ذره ذره شود
از منش ای صبا بگو که بیا

تا سر استخوان رسیده بهم
مست و سرشار ساغر غم
که هنوز است بوسه بر لبم
از ازل تا بحشر در طربم
ذره کم نگسرد از شبنم
گر فراق تو بسکه در تبم

فرد تا توتیای چشم کنم
خاک از کوی یار میطلبم

دل را بسودا داده‌ام آشفته موی کیم
دارم سر شوریده شایسته سنگ جفا
چون گل پریشان می‌شوم هر صبحدم از نکهتی
گه بصحرا و گهی در کوچه سرگردان شدم
از سوز دل هر شب چراغ صرف گدازم کرده‌اند

آواره زلف کیم شیدای گیسوی کیم
من رفته‌ام از خویشتن دیوانه روی کیم
من محو از خوی کیم آشفته بوی کیم
رسوای عشق کیستم آواره کوی کیم
من شمع بزم کیستم پروانه روی کیم

ای فرد دارم گریه‌ها هر صبح و شام از رنج عشق
ای کاش میدانستمی آزرده از خوی کیم

نه حریف می پرستم نه رقیب عشقبازم
نه هوای صبحگاهم نه سموم شعله بازم
نه غبار خاطرم من نه صفای سینه خوبان
نه وصال دردمندم نه ز دوری دل جدایم
گل باغ هستیم من همه خویشتن نمایم

همه تن فدای خویشم همه جلوه نیازم
پروانه خودم من خود شمع جانگدازم
به چمن بهار رنگم به درون سینه رازم
نه چو برق کاه سوزم که طبیب چاره سازم
چو نسیم صبحگاهی چمن جهان نوازم

بجرم خداپرستم بشراب خانه بستم
نگهی شمع خانقاهم گهی جمله حسن نازم

نه بکیش پاے بندم نه بعهد بسته‌ام
بجهانم و بروئم من فرد بے نیازم

هر صبح تا بکجا نعمت دیده تر کنم
هر شام تا بکے بدرت بالین سر کنم

هر روز عمر چون گذرانم بسوز تب
هر شب به آه و ناله بگو چون بسر کنم

تا چند روبم از مژه خاک در شب
تا چند جستجوے تو من در بدر کنم

هر لحظه خون دل رود از چشم در کنار
تا کے ز خون دیده گل تو بسر کنم

این است گر وفاے تو با خستگان صبح
امشب گمان مبر که چه دو شین سحر کنم

صبرے بدل نماند و شب هجر بس دراز
کے باشد اینکه من برخ او نظر کنم

پامال کردی و همی خواهم از وفا
آرایش کف تو ز خون جگر کنم

هجر است گر دواے من دردمند عشق
نگذار اے طبیب که فکر دگر کنم

کو فرصتے که از دل گم گشته اے جنون
گیرم ز کس سراغ و فرد را خبر کنم

اے فرد آه من بدلش گر اثر کند
صد آه بر کشم که دلش پر اثر کنم

بر در احمد گدائی کرده ام
نیک بنگر من خدائی کرده ام

بر درش تا جبهه سائی کرده ام
پادشاهی در گدائی کرده ام

بهر آن بیگانه عالم آشنا
با دو عالم آشنائی کرده ام

تا شدم خاک رهش چون نقش پا
عالمے را رهنمائی کرده ام

رهروان کعبهٔ مقصود را
رهبری [illegible] ائی کرده ام

گشته ام در خلق با برگ و نوا
تا بکیش [illegible] ائی کرده ام

تا دل خود گم نمودم در رهش
یک جهان را رهنمائی کرده ام

مهر پر داغ است از پیشانیم
بر درش تا جبهه سائی کرده ام

می ستایم پرتو حسن ترا
خلق داند خودستائی کرده ام

تا فتد بر من تار جنبش طلعتے
در دو عالم روشنائی کرده ام

فرد بے لطفش نیاید هیچکار
بارها بخت آزمائی کرده ام

بکار خویش حیرانم ندانم از چه حیرانم
زعمرے محو سامانم ندانم در چه سامانم

نه جان را با بدن انسے نه تن را الفتے با جان
بکوے عشق مهمانم ندانم از چه مهمانم

نه با زلف کسے بسته از چشم کسے خسته
خراب لطف جانانم ندانم کیست جانانم

بری از قید کفر و دین برون از بند هر آئین
مبرّا ز کفر و ایمانم ندانم چیست ایمانم

شگفته وار در تابم چو سنبل خود بخود پیچم
چو گیسوے پریشانم ندانم چون پریشانم

نشان من چه می جوئی برون از خلوت و جلوت
چو فرد خویش می مانم ندانم با که می مانم

چو قطره هستے سر و پایم سر و پاے نمیدارم
سراپا موج دریایم سر و پاے نمیدارم

بود بر یک روش از آمد و رفتم چه میپرسی
ازینجا تا بآنجایم سر و پاے نمیدارم

بدست من بود عالم فلک بر پاست از چشمم
خود از عالم مبرّایم سر و پاے نمیدارم

ازل را از من آغاز و سرانجام ابد از من
بهر یک رنگ پیدایم سر و پاے نمیدارم

نه سر دارم نه پا دارم چه می پرسی ز وضع من
که فرد بے سر و پایم سر و پاے نمیدارم

نه من بیهوده بوے گل بهر گلزار میگردم
غلام سرو آزادیم و قمری وار میگردم

نه من بیهوده گرد هر در و دیوار میگردم
بیاد لذت طوف حریم یار میگردم

نه من بیهوده بوے گل پے هر خار میگردم
بیاد روے رشک گل بهر گلزار میگردم

شراب لعل نوشینش ربود از خود چنان ما را
که من مستانه گرد خانهٔ خمار میگردم

نگاه آن غزال وحشی من سحرها دارد
که از خود رفته چندانم که در کهسار میگردم

ز زلف یار تا سر رشته در دست میدارم
جنونے تازه پیدا کردم و بیکار میگردم

ز دوکان جهان جویم دل گم گشتهٔ خود را
برائے یک متاع دل بهر بازار میگردم

حجاب هستی من تا نقاب روی جانان شد
ز خود وارسته بهر در پے دیدار میگردم

نشانش هر کجا یابم روم از جذبهٔ عشقش
دلے دیوانه میدارم ولے هشیار میگردم

بتحریر حکایتهاے سوداے سر زلفش
قلم دیوانه می گردد ولے هشیار میگردم

غلام آفتابم فرد زان هر روز در عالم
بیاد او بزیر گنبد دوّار میگردم

دستار

چه جاے طعنه اے ناصح چو من دستار گم کردم
چها در عالم مستی من هشیار گم کردم

چه گویم ما چه کالائے درین بازار گم کردم
متاع صبر و دین و دل بیک دیدار گم کردم

شراب شوق او یارب عجب کیفیتے دارد
چنانم محو دیدارش که خود دیدار گم کردم

ز پیر دیر رسوائیم که من در حلقهٔ زندان
ز دزدی‌ے کشیدم قشقه و زنار گم کردم

ز خود رفتن بود دستم که برخیزم ز کوے او
نشستم تا براه آن پری رفتار گم کردم

چو بود از چار دیوار عناصر خلوتم زندان
ببستم چشم از عالم در و دیوار گم کردم

ندانم محتسب کے برد دستار من بیخود
چه رهن می کنم امشب که من دستار گم کردم

ز حال دل چگویم فرد گر پرسند یارانم
که دل در کوے زلف آن بت عیار گم کردم

[illegible]

بوے نافه کان جعد مشکینش نهان دارد
ندا ے کوے عطاریم و در تا تار میگردم

نه پابند بیابانم نه با کوهے سر و کارم
بگرد نقش پائے ناقه مجنون وار میگردم

نه مے نے ساغر و نه نشه نه آواز مینایم
نگاه پاکبازانم چو چشم یار میگردم

سرم راهست یا زلف چلیپائی سر سودا
چو منصور از سر مستی بگرد دار میگردم

صبا یا شانه ام یا دست مشاطه نمی دانم
که سرگردان گیسویش بهر تار میگردم

من از جام محبت تا کشیدم فرد یک جرعه
چو مولانا جلال الدین قلندر وار میگردم

بارے بیا که رسم محبت گذاشتم
از عشق در گذشتم و الفت گذاشتم

عمریکه صرف خدمت پیر مغان نشد
سوے قفا ز یاری همت گذاشتم

تا در طریق بندگیت پا نهاده ام
سر را برائے سجدهٔ طاعت گذاشتم

لب بسته از جواب کسے غنچه سان خموش
گوشے چو گل بحرف و حکایت گذاشتم

الفت کدا ندانستم که نثار تو کردمے
جز وقت خوش که در ره عزلت گذاشتم

اے دل بنای هستی من بے اساس بود
بگذشتم از خود و در دولت گذاشتم

پروانه وار گرمی شمع رخ تو سوخت
اے فرد خاک گشتم و صحبت گذاشتم

مطرب غزلی بر خوان کامشب طربی دارم — از طلعت روی او فرخنده شبی دارم
ساقی قدحی کامشب ماه عجبی دارم — بزم طرب آرائی ترک عربی دارم
بنود عجب ار خیزد آهی ز شهید انش — گر سوز فراق او در سینه تبی دارم
زیباست اگر کلکم از نیشکری باشد — چون من سخن شیرین زان قندلبی دارم
سنگم مزن ای ناصح من زین دل بشکسته — چون شیشه گران در دکان تنک حلبی دارم
گوشی و حدیثا فی چشمی و تماشائی — پندم مده ای واعظ شاید سببی دارم
پیداست ازین گردی کز تربت من خیزد — کاندر لحد از عشقت هر دم شغبی دارم
گو خاک درت گردم عشق تو همان باشد — در خاک ته دل هم حسن طلبی دارم
از یارب شبهایم همسایه چه می پرسی — شب خواب نمی آید در دل تعبی دارم
کفر است بمیخانه حرفی زدن از توبه — حاشا ز من ای ساقی چون من ادبی دارم
صد حیف اگر گوید در محتسب شهرم — کاندر بر خود امشب بنت العنبی دارم
با لیلی و عذرا لیش نسبت نتوان دادن — من پیش نظر یاری عالی نسبی دارم
عشقم اثری دارد تا بر لب هر عاقل — چون قیس بسودایت مجنون لقبی دارم
بازم دو سه ساغر ده کز هوش برد ما را — کز محتسب ای ساقی اندک ادبی دارم

فرد عجمی هستم در خود عجبی دارم
دل در گرو یاد شوخ عربی دارم

اگر گویم ز لعل یار گویم — حدیثی زان شکر گفتار گویم
نه منصورم سری بادار گویم — اگر گویم سر بازار گویم
نه از خود گویم ولی انّی انا الحق — ولی حق گویم و اسرار گویم
چو گوشی نیست شنوائی همان به — که کمتر گویم و بسیار گویم
فغان بلبل شوریده هر صبح — بگوش گل بهر گلزار گویم
حکایتهای آزار دل خویش — بهر شب با در و دیوار گویم

سخن مستانه می رانم عجیبم
ترا ای فرد چون هشیار گویم

طرف چمن از هوای بویت رفتم — سوی گل نو بیاد رویت رفتم

چون پیش رخت نبود گل را رو‌یی
برگشته پی صبا بکویت رفتم

درکوی زپای تو ندیدم نقشی
درخلوت دل به جستجویت رفتم

در دل چو زخویشتن حجابی دیدم
ازخویش گذشتم وبسویت رفتم

تا در سخن آمدی خموشم ای **فرد**
کز خود زدای گفتگویت رفتم

سر بر قدم یار نهادیم غنودیم
چون نقش کف پا چو فتادیم غنودیم

بکشودن چشم چو حباب عین فنا نیست
بر روی جهان چشم گشادیم غنودیم

استادن و غلطیدن ما کس چه شناسد
چون سایه بهر جا که ستادیم غنودیم

چون **فرد** بصد نرمی و صد پیچ چو موباف
دل در خم گیسوی تو دادیم غنودیم

با زلف در اندیشهٔ پیوندی خویشم
سودا زده ام در سر پابندی خویشم

صبر و دل و دین داده خریدیم جنون را
دیوانهٔ این عقل و خردمندی خویشم

پرورد محبت بکنار غم از شوق
آزرده دل از شیوهٔ خورسندی خویشم

آورد برقص از نگهی زاهد دین را
حیران رخ احمد سحر خیزی خویشم

ای **فرد** چرا بر شکنم دل ز نجار را
آشفتهٔ یار سمرقندی خویشم

کدام ابرو کمان زد دوش تیرم
که زخمش را بجان منت پذیرم

پریشان بگذرد از من خدنگش
به چشم او مگر صید حقیرم

دگر پابند زنجیرم مسازید
که من در حلقهٔ زلفی اسیرم

تمنای لب لعلش مرا کشت
بجرم می کشتی یارب مگیرم

بیک امید اعجاز لبانت
شگفتی نیست گر صد بار میرم

ترا ای شمع رو پروانه گردم
چسان روشن شده بر تو ضمیرم

لبت محو مسیحائی با غیار
عجب نبود من از غیرت چو میرم

ترا ای ناز پرور این که آموخت
که چون آهو ز **فرد** خود کنی رم

افتاده براه یار خویشم / نقش قدمم بکار خویشم
با عشق سپرده کار خویشم / بگذشته ز کار و بار خویشم
تا گشته دلم خراب کار عشقش / آواره ازین دیار خویشم
از جیب دریده ام چه پرسی / دیوانه ام و بکار خویشم
درمانده ز باد پای عمر / بنشسته بر رهگذار خویشم
هر روز ز جلوهٔ دگرگون / آئینهٔ روزگار خویشم
در کوی تو ز آب پاشی اشک / بگرفته ره غبار خویشم
نیرنگی او بجز و چو دیدم / طاوس صفت نثار خویشم
جز آتش عشق او نباشد / شمعی بسر مزار خویشم
عهدی صنما وفا نکردی / دل داده ام شرمسار خویشم
در عشق تو تا شدیم بدنام / وارسته ز ننگ و عار خویشم
احوال منست جای عبرت / بگذشته ز اعتبار خویشم
آزاد ز قید دو جهانم / بی فکر ز خار زار خویشم
از گریهٔ چشم خون فشانی / پیوسته پی بهار خویشم
ناگه نگهم بنرگس افتاد / شرمنده ز چشم یار خویشم
جان را بچه ره کنم تسلی / چون دور ز گلعذار خویشم
دردا نتوان بصبر پرداخت / دل رفت ز اختیار خویشم
عشق است بلای ناگهانی / ای وای ز غمگسار خویشم
شرمنده مشو از نثارش / نقد دل کم عیار خویشم

صد جان بکنم نثار ای فرد
آرند چو در شمار خویشم

مدهوش ز لعل یار خویشم / مست از می خوشگوار خویشم
صد سنگ ملامت ار رسیدم / با شیشهٔ دل بکار خویشم
تا چاک زدم بجیب و دامان / آورد جنون کنار خویشم
صد ناله اگر کنم چو بلبل / ناگفته یک از هزار خویشم

دل را که به بیوفا سپردم / برگردم دست بر مزار خویشم
بگرفت دلم چو راه صحرا / بر بیابان ره شکار خویشم
رنجید دلش ز دود آهم / تیره صحرا از غبار خویشم

خندان همه شب چو شمع ای فرد / بر گریهٔ زار زار خویشم

عمریست که دل داده به دلداری خویشم / فرصت ندهد دست ز غمخواری خویشم
صد رنج بمن میرسد از یاری خویشم / پامال جفا یار ز وفاداری خویشم
چون مرغ قفس زاد ندانم ره گلشن / آراسته گلزار ز خونباری خویشم
چون معنی بیگانه ز اندیشهٔ یاران / خو کرده [illegible] به دوره بیکاری خویشم
از یاد خدنگ نگهی پیر شکاری / سر داده به یار و به دل آزاری خویشم
در کوی تو برداشته غوغای قیامت / از شام غمت تا سحر از زاری خویشم
محتاج سر و پا هوس مستی من کرد / پابند بهانهٔ پی پا داری خویشم
فرصت ندهد دست ازین چاک گریبان / در پنجهٔ محنت ز ستمکاری خویشم
کی بارکش منت کس هست سر من / از بسکه سبکدوش ز بی باری خویشم
دارد گله از نالهٔ من غیر و یگانه / شرمنده ز همسایه ازین زاری خویشم
دل صید نگاهش شد و جان تیر به پیش رفت / پیش آمده این جمله ز خودداری خویشم
بیباک زدم دست چو در گردن مینا / در میکده شرمنده ز سرشاری خویشم

برداشتن دست ز دل سهل تر آمد / ای فرد درین عشق ز دشواری خویشم

در عشق تو بیمار ز بیداری خویشم / فریاد ز چشم تو و بیماری خویشم
نامه بلت رحم ازین بندگی من / خجلت زده از روی پرستاری خویشم
زه کرد کمان و دل خود پیش نمودم / از دل هدف طعن سپرداری خویشم
سر بار گران بود به تیغ تو چه تهمت / هم کشته به پیشت ز گرانباری خویشم
تا خاک درش گشتم و در پاش رسیدم / بر در وش نسیمی ز سبکباری خویشم
صد بار ز دستم قدح آن محتسب افگند / حیران بهوسناکی میخواری خویشم

ما تو به شکستیم چو او جام شکسته قربان خردمندی و هشیاری خویشیم

جا کرده به چشم همه اهل نظر ای فرد
چون کحل جواهر همه از خواری خویشیم

ما بیخودی خود نه ز میخانه شنودیم افسانهٔ خود از لب بیگانه شنودیم
از خود خبرم نیست که از سوز تو چون رفت احوال دل خویش ز پروانه شنودیم
پروانه صفت سوخت دل خلق ز آهم در مجلس آن شمع چه افسانه شنودیم
ناصح چکنم عذر ز توبه شکنیها دل رفت ز هوئی که به میخانه شنودیم
زاهد چه زنی لاف ز گرداندن سبحه نام صنم خویش ز هر دانه شنودیم
میخانه خراب است و من و پیر مغان مست تا ذکر لبشان ز لب پیمانه شنودیم
گل گوش کند یا نکند ما بفغانیم این زمزمه از بلبل مستانه شنودیم
صد غلغله افگند بجان من سرمست آن راز که در مجلس رندانه شنودیم
خوشتر ز دم عیسی و شیرین زنبات است دشنام که گه‌گاه از لب جانانه شنودیم
شد سلسله جنبان جنون باز ز زلفت هوئی که شبانگاه ز دیوانه شنودیم
دل را ز تمنای تو کردیم خرابه تا جایگه گنج بو یرانه شنودیم
سر بر در و دیوار رقیب آه شکستیم آواز تو چون از در کاشانه شنودیم
صد صومعه از یک نگهت میکده باشد کز بام و درش نعرهٔ مستانه شنودیم
در پردهٔ هر نغمهٔ مطرب اثری هست دیوانه شدم چون من فرزانه شنودیم
بردم بخریداری او جان عزیزی از دین و دل و هوش چو بیعانه شنودیم

نازیم بخاموشی خود فرد که چون گوش
یک حرف نگفتیم و صد افسانه شنودیم

از حسن به هر گوشه که افسانه شنیدیم ذکر تو به هر کوچه و هر خانه شنیدیم
در مشربم از باده کشی توبه حرام است فتوای مغان از لب پیمانه شنیدیم
از دیر و حرم کار دلم به شدنی نیست این جمله کرامات بخمخانه شنیدیم
از عجز دعاهای خود است اینکه اثر نیست گر ناصح خود پند چو افسانه شنیدیم
واعظ اثری بیشتر از وعظ تو دارد آن قلقل مینا که بمیخانه شنیدیم

در مکتب غم سبقی استاد شمردیم — هر طعنه که از مردم بیگانه شنیدیم
پندار دهیم از خرد ت نیست که ناصح — فرزانه بگفتی همه مستانه شنیدیم

فرد

خرم چه دهی فرد ز دشواری عشقم
این قصه چو با همت مردانه شنیدیم

حباب آسا بدوش باد گر من بار می بستم — ز نالم هر دو چشم خویشتن یکبار می بستم
دل من کی بدستم بود تا در کار می بستم — بدل از یاد وصلش همتی دشوار می بستم
بجو وکی آمدم تا بت پرستی کردم ای ناصح — من بیخود چه می کردم اگر زنار می بستم
بصد خون جگر رنگی که پایش می کردم — حنا از خون چشم خود بپای یار می بستم
ز من بیهوده در گوشش لب از گفتن طپیده — ز خون خویش نقشی بر در و دیوار می بستم
نشد از خدمت آن ساربان یکباره مرا سودی — دل و جان در رسم آن ناقه زین وار می بستم
وی گر دست دادی قسم دامان وصلش را — نثار گریه های دیده خونبار می بستم
اگر دانستمی از تربتم دامن فشان گذرد — از این یک مشت خاک خویش را بر بار می بستم
بجان باغبان و بلبل و گل [illegible] می شد — ترا گر از گل تو طره بر دستار می بستم
پسندیدم جفای سنگ طعن خویش و بیگانه — چو اول در بروی مردم اغیار می بستم
بجان منت گر اینک آمدی با نامه اش قاصد — گره چون [illegible] از خط او بر دل بیمار می بستم
عبث پیوند مژگان کرده ام لخت دل خود را — چو دم دار [illegible] بهر تار زلف یار می بستم

فرد

اگر دانستمی جور رقابت [illegible] فرد
ز دود آه هر دم ره و دیدار می بستم

تا جمال تو در نظر داریم — از برای تو دیده تر داریم
هر کجا نقش پای تو بینیم — خاک از هر دو دیده بر داریم
همه شب بر در تو سر بنهیم — منکه سودای تو بسر داریم
نیست جز دیدنت هوای دگر — آرزوی بدل اگر داریم
پی مقصود هیچ ره نبریم — جز براه تو گر گذر داریم
از سر [illegible] — کی ز خود این قدر خبر داریم
رخ تو دیدیم و ز خود رفتیم — خبر از خویش این قدر داریم

بچه کار آیدم هم نفسان
ناله هایکه بی اثر داریم

عذرم از تشنب نالهٔ شب
منکه دامن ز باده تر داریم

چه دهد سود و پند بیم زبان
که دل فارغ از ضرر داریم

دل همی ز ناله ام می سوخت
چه قدر آه پر شرر داریم

گر گریبان بسوزدم چه عجب
سینه از عشق گرم تر داریم

کس بفریاد فرد من نرسید
چکنم آه بی اثر داریم

در بر خویش ماه میدارم
یا تو ئی اشتباه میدارم

عفو کن گر گناه میدارم
که برویت نگاه میدارم

آخر ای چشم خون فشان رحمی
نامهٔ خود سیاه میدارم

تا به لطف تو خلوتی باشد
دل بسینه نگاه میدارم

تا به تیرش هدف شوم روزی
جا به آماجگاه میدارم

تا ز گرد رهِ تو سرمه کنم
دیده بر شاهراه میدارم

بس بود بر درت چو سگ ماندن
گر سر عز و جاه میدارم

کو من و کو نظاره اش تا صبح
اشک خود را گواه میدارم

از شب تار من چه می پرسی
مه کنعان بچاه میدارم

طاق ابرو و نقش پای کسی
قبلهٔ و سجده گاه میدارم

باعث رحمت بس است همین
که همه تن گناه میدارم

چون ننازم ز آستانهٔ او (تو)
در دولت پناه میدارم

شکر از بخت خویش میدارم
که درش تکیه گاه میدارم (درت)

من و این وسعت خرابهٔ دل
شیخ و خانقاه میدارم

هوا پر است و من گدا چکنم
هوس بزم شاه میدارم

نیست جز بیخودی بیاد رخت
خواب اگر گاه گاه میدارم

خلوتی کو که خواهمت آنجا
خانهٔ دل تباه میدارم

تو و فرد ای خودم بهر گامی
تا به بزم تو راه میدارم

دل همسایه باز خواهم سوخت
فرد اگر همچو آه میدارم

زخود بیگانه گشتم تا بخویش آشنا گشتم
زهر سو دیده بستم تا بسویش آشنا گشتم

نگه گردیدم و غمازه شدم آئینه گشتم
بچندین رنگ گشتم تا برویش آشنا گشتم

صبا گشتم غبار راه گشتم خاک گردیدم
خرابش تا شدم در ره بکویش آشنا گشتم

نسیمی گشتم و شبنم شدم خاک چمن گشتم
دماغ باغبان گشتم ببویش آشنا گشتم

چو دستم کوتهی میداشت از زلفش صبا گشتم
زبان شانه گشتم تا بمویش آشنا گشتم

زبان خامه گشتم نی شدم تا حرف او فهم
چو سوسن صد زبان با گفتگویش آشنا گشتم

کدامین خوی خوش ای فرد کان دلبر نمیدارد
زاول بر همین خوی نکویش آشنا گشتم

چشم او خونریز و زلف او زمن بر باد هم
باکه نالم سرمه اش بسته ره فریاد هم

ای صبا از جنبش زلفش مباشد آشفته
خامه میلرزد بدست مانی و بهزاد هم

گر چنین خونبار خواهد ماند چشم از جوش دل
صد چمن ای همنوا خواهم نمود ایجاد هم

آنچه کرده سرزنش جورت به تعلیم وفا
اینچنین با من نکرده سیلی استاد هم

نغمه زارم پسند خاطر صیاد شد
گریه دارد بهر ناله ام صیاد هم

بر امید رحم صیاد این نوا سنجی مکن
آفتی آرد بمرغ خوش نوا فریاد هم

گاه از گلشن بسر خود ندیده مژده
کاش چوب آشیانم می شود شمشاد هم

نیست این رگها برگ سرو آزاد چمن
سرخطی از بندگیها دارد این آزاد هم

زان بنای دل ز سیل اشک میدارم نگاه
بود منزلگاه او این خانه آباد هم

ای که می پرسی ز احوال دل خون گشته ام
مدتی شد کز ره دیده برون افتاد هم

جای حیرت خلق را هستم ازین دیوانگی
گاه بر لطفت تو نازم گاه بر بیداد هم

همچو آن اشکی که از چشم او فتاد و خشک شد
بوده ام پیش نظر لیکن کنون از یاد هم

نالهای من از خاطرش دورم فگند
بود ورنه یاده در کوی او فریاد هم

عقل با من آنچه در عشق تو کرد از من مپرس
رفت از دست من آخر صبر بی بنیاد هم

می کند او کوه و من از سینه دل را می کنم
تیشه آخر زد بسر از درد من فرهاد هم

جز مگس بر سر نیامد پرسشش زخم مرا / رفتم از بیماری بسمل مگر از یاد هم

از شکست خاطر صیاد ترسم ورنه من / می شکستم صد قفس گو باشد از فولاد هم

بر سر راهے فگندم مشت خاک خویش را / میتواند گفت حال من بکویش باد هم

گر سگش بر پارهٔ دل می شود راضی ز من / میتوان کردن بکوے او شبے فریاد هم

میکنم اے فرد رنگین نامهٔ خود را ز خون / تا بدین حیله دل آن طفل سازم شاد هم

آمد و نشست و بند جامه را بکشاد هم / کاش از بهر سلامے رخصتم میداد هم

اے گرفتار قد و رویت گل و شمشاد هم / هر سحر در یاد تو مرغ گلستان زاد هم

منت در گلشن شکر تا نقش لب بسته شود / میکند و بها بدندان مانی و بهزاد هم

گرد گر صیاد بودے می نهفتم خویش را / وائے بر ما باغبان ماست خود صیاد هم

هدهد و باد صبا گو نشنود درد مرا / می تواند گفت حالم پیش او فریاد هم

در بالایت دو بالا شد بلا بر خوش قدان / می شود خم در خرامت از هوا شمشاد هم

یاد از ان جمعیت دل بس پریشانم نمود / چند روز است این دل ویرانه بود آباد هم

بر زمین گر سایه می افتد بجاے پیرهن / ناصحا کن پیروی تا به بود افتاد هم

پند ناصح سیلی اخوان و سنگ کودکان / وائے گر با اینهمه باشد ز تو بیداد هم

زندگی بر جان شیرین بیشش نگشتے تلخ گاه / همچو من میکند دل از سینه گر فریاد هم

یک دم آبے ز تیغت گر شدے در کام او / خضر را میرفت این آب حیات از یاد هم

بر پرستاران جفاے سنگدل تا کے و چند / از خدا ترس اے صنم باقیست روز داد هم

اے تو ما را خواجه و من کمترین بندهٔ ات / یک نظر گاهے بحال فرد خانه زاد هم

بعمر خود همین یک کار کردم / که صرف خدمت خمار کردم

یکے به مژده از من کین جبین را / فداے ابروے خمار کردم

سبک سر گشته ام در چشم ناصح / که رهن جام مے دستار کردم

بپرسش از رقیبان جا ندیدم / سحر تا شب بپس دیوار کردم

ببوے گلستان سرے که برخاست / هوا از دیدهٔ خونبار کردم

نگه بر چشم بیمارش چو افتاد — ز حیرت تکیه بر دیوار کردم
بجاے گل سحر از یاد رویت — بگلشن در گریبان خار کردم
ز بزمش رفتم و بر در نشستم — ز پہلوے رقیبان عار کردم
دگر امروز جنگم با رقیب است — غبارے را کنون دیوار کردم
بهر جا رفتم از خونریزی عشق — نگارین ہر در و دیوار کردم

مگر سحر است فرد اندر کلامم
که رامش من بدین گفتار کردم

بشفقت خسته حالم با که گویم — ز ہجرت درد و بالم با که گویم
انیسے کو که پرسد حال زارم — بدرگاه که نالم با که گویم
ز سوداے شب و روزم چه پرسی — توئی اندر خیالم با که گویم
چه پرسی از خطاب من که با کیست — ترا جو جمالم با که گویم
وصال تست فکر صبح و شامم — درین فکر محالم با که گویم
من از اندیشه موے میانت — چو موے در نالم با که گویم
نه یک همدم که وقت جان سپردن — بپرسد از وصالم با که گویم

ز حال فرد خود گاہے نپرسی
چها اندر ملالم با که گویم

توئی در دیده و رویت ندیدم — باین ہمخانگی کویت ندیدم
لبت آوازهٔ اعجاز دارد — بحسرت مردم این خویت ندیدم
مرا پیراهنت از گل عزیز است — که گاہے باین بویت ندیدم
ز تار زلف تو در پیچ و تابم — چو موے گشتم و مویت ندیدم
بگفتی میتوان کندن غم از دل — بتا این زور بازویت ندیدم

چه حسرتها که چندین عمر چون فرد
همه خود دیدم و سویت ندیدم

از خانقاه باز به میخانه میروم — مطرب بیا که سرخوش و مستانه میروم
شرم آیدم ز پیر مغان تو به چون کنم — چون من بکوے میکده فرزانه میروم

یارب مباد محتسب آید بجنگ من — پیمان شکسته بر سر پیمانه میروم
رسوائیم ز شیون زنجیر میشود — در کوی یار چون من دیوانه میروم
بهر تو عشق می کشدم بر در رقیب — لطفی که من به مجلس بیگانه میروم
عمریست شب بکوی توام میرود بسر — صد حیف گر ز یاد تو روزانه میروم
روی تو دیده جمله فراموش میکنم — در راه در غمت بصد افسانه میروم
چون قصهٔ غریب گه از یاد میرود — من هم ز خاطر تو چو افسانه میروم
تنگ است گر نسیت این دل بسوی من — خوش باش در دلم که ازین خانه میروم
از دست عشق بستهٔ گیسوی تو شدم — بیخود بکوی زلف تو چون شانه میروم
صد رخنه کرد خار غم فرقتش بدل — زین خانه من ز رنجش همخانه میروم
مارا اگر بمجلس قدس تو بار نیست — شکر خدا که تا در کاشانه میروم

خلقی بدور چشم تو گشتند باده مست
ای فرد من ز بزم تو فرزانه میروم

در سینه درد عشق تو چندان نهفته ایم — حرفی ز راز دل بزبان هم نگفته ایم
آلوده شد اگر بروی ما چه باک — عمریست کز مژه در پاک تو رفته ایم
زین خواب غفلتم همه رشک است مرگ را — عمرم بره روی و همانا که خفته ایم
دشوار گشته است بسالک کار عشق — تا از لبت حدیث ملامت شنفته ایم
باشد که از کرم فگنی لطف سر بما — در رهگذار با سگ کوی تو خفته ایم

لطفی اگر پسند تو افتد ز نظم فرد
نازم بخویشتن که چه دُرها که سفته ایم

پاس دلت شکسته بکنجی نشسته ایم — در ابروی مردم بیگانه بسته ایم
با من اگر ستیزه کند چرخ بد نهاد — فارغ دل وز بند مکافات رسته ایم
رنجی بچون من چه برد کس که از ازل — دل ریش و سینه ریش و جگر ریش و خسته ایم
نتوان گرفت گوشهٔ دامان ما بجرم — ما خود دعای مضطر و یا تیر جسته ایم

ای شهسوار اسپ سوی فرد خود بران
دور است صیدگاه تو و پر شکسته ایم

آئینه دار قامت رعنای نعمتیم / سر تا بپا فدای سراپای نعمتیم
ما زیر بار منت مهر فلک نه‌ایم / آئینه دار چهرهٔ زیبای نعمتیم
از شربت نبات کسی تر نشد لبم / ما تر زبان و کام ز صهبای نعمتیم
زاهد بزهد و هستی خود دم چه میزنی / تقوی بباد داده بسودای نعمتیم
خلقی است گرد سر چو غنچه اری دلم / از خویش رفته ما به تمنای نعمتیم

ما را ز گل پرستی بلبل چه کار فرد
ما ست جام نعمت و شیدای نعمتیم

پرده از روی خود وا میکنم / راز پنهان آشکارا میکنم
در دو عالم کوس لاغیری زدم / خویشتن را خود تماشا میکنم
از من ای بیخود چه می جوئی نشان / بی کمندی جذب اشیا میکنم
کار من بر حیله موقوف نیست / عقده بی ناخن ز دل وا میکنم
پرده انداختم از حرف و صوت / بی زبان و لب سخنها میکنم
پیک پیدا کم ز وصل درد دل / دردمندان را مداوا میکنم
گاه پنهان در حجاب پیرهن / دیدهٔ یعقوب بینا میکنم
بی لب اعجاز و امداد نفس / یاوریها با مسیحا میکنم
می نمایم کثرت و وحدت بهم / قطره را رشک دریا میکنم
یوسفم از گرمی بازار خویش / جلوه در چشم زلیخا میکنم

فرد نظم من تماشا کردنی است
بی زبان این جمله انشا میکنم

هر دو عالم را که پیدا کرده‌ام / سر خود را آشکارا کرده‌ام
بر جمال حسن افگندم نقاب / عشق را در کوچه رسوا کرده‌ام
پرتوی بر گل ز حسن افگنده‌ام / بلبلان را مست و شیدا کرده‌ام
شهره دارم بمصر از یوسفی / بندهٔ خود صد زلیخا کرده‌ام

شکوهٔ همسایه ام دل تنگ کرد
فرد امشب را بصحرا کرده ام

چون بہم خامہ و اوراق پریشان کردم — بیت ابروے ترا مطلع دیوان کردم
دی بگلشن سخنے زان لب خندان کردم — خاطر غنچہ بہم بود پریشان کردم
میفروشم بنگاہے سر بازار جنون — دل کہ یکجنس گران بود چہ ارزان کردم

شعلہ در خرمن ہستی نزدم اے فرد چو شمع
تا نظر بر رخ آن مہر درخشان کردم

ندانم خویشتن را در زمین و آسمان گویم — کہ بالاتر ز تحت و فوق من خود را نشان گویم
نہ حرفے میزنم باکس نہ خاموشم اگر خواہم — ز راز خویش در آنے بتو صد داستان گویم
نہ از جام کسے مستم نہ در رنج خمار استم — نہ بر اوجم نہ در پستم کہ از سود و زیان گویم
نہ اینجا و چنین باشم نہ آنجا و چنان باشم — ازین بالا اگر گفتن توانم آن چنان گویم
بہر اسمے بہر اسمے بہر معنے بہر صورت — بہر رنگ و بہر بوے ہویدا و نہان گویم
نہ من بے او نہ او بے من نہ من در وے نہ او در من — برون از گفتگوے ما و من باشد کہ آن گویم
نہ من با او نہ او با من کہ وصل جان و تن گوئی — کہ اینجا عقل حیران است حیرانم چسان گویم
من و تو اندرین دفتر نمی گنجد نمی گنجد — چو جاے دم زدن نبود چہ از حرف و بیان گویم
ازین کیفیت وصلش نہ تن آگہ نہ جان واقف — نہ با قالب چنان ربطش کہ او را ہمچو جان گویم

الا اے فرد گر خواہی کہ فہمی این معما را
بیا بنشین دمے با من کہ با تو بے زبان گویم

برون از خویشتن یک بار رفتم — بیک چشمک زدن بسیار رفتم
بعشق او ز خود یک بار رفتم — خبر دہشدار من از کار رفتم
نہ از خود بر در خمار رفتم — ز خود بگذشتم و سرشار رفتم
ندیدم راز دار خود دلے را — انا الحق گفتم و بر دار رفتم
لب لعلش چو در گفتن در آمد — ز ذوق او من از گفتار رفتم
خرام ناز می فرمود بر بام — ز خود زان خوبی رفتار رفتم
رقیب آمد بدر ہمسرا غم — چو دیدم من پس دیوار رفتم
ز ترس محتسب با جام و مینا — بمسجد بر دستار رفتم
من از روے مغان زان شرمسارم — بکوے میکدہ ہشیار رفتم

ز رسم و راه عشق آگه نبودم — چه کردم در ره پرخار رفتم
گذشتم از سر تقوے فروشی — ز بند جبه و دستار رفتم
بجان غوغاے یوسف تا فگندند — به نقد دل سر بازار رفتم
بزیر بام او از ترس اغیار — سبک چون سایه دیوار رفتم

فرد
مپرس از کفر و اسلام من اے فرد — که من از سبحه و زنار رفتم

ما براه عشق رهبر آمدیم — رهروان را سایه گستر آمدیم
با چنین نیرنگی و این دلبری — از قیاس و وهم برتر آمدیم
نے نیازم لیک از لطف قدیم — بندگان را بنده پرور آمدیم
ساقی صهباے عشقم بهر خلق — ما بکف مینا و ساغر آمدیم
گریه بر تنهائی شبها مکن — عاشقان را یار و یاور آمدیم
ساقی صهباے عشقم کز کرم — با مے و مینا و ساغر آمدیم

فرد
با این عاشقی نشناختی — ما ترا صد بار بر در آمدیم

گره از زلف تو افتاد بکارم چه کنم — اے که یک عقده کشا جز تو ندارم چه کنم
از حنا سرخ چو آن ناخن پایت دیدم — جوش زد خون دل و سینه فگارم چه کنم
منکه دست از سر جان در غم عشقت شستم — باز چون دامنت از دست گذارم چه کنم
بهر تو مردم و خاک ره عشقت گشتم — گر بکویت نرسد بار غبارم چه کنم
نامه از خون دل خویشتن افشان کردم — گر نه بیند از این حیله نگارم چه کنم
دست میلرزد و اشک آید و از خویش روم — حال خود چون بر آن شوخ نگارم چه کنم
پیش از واشدن غنچهٔ دل عشق آمد — برده بے برگی من رنگ بهارم چه کنم
صد هزاران چو منش عاشق شیدا هستند — گر نیارند ز هجران لب شمارم چه کنم
ایکه تو دور قدح با دگران میداری — من افسرده که در کنج خمارم چه کنم

فرد
از بتان هیچ کسے را نگزیدم اے فرد — بعد ازین هم نکنند لطف چو یارم چه کنم

از کار خود گذشته بکار تو گشته ایم
وز ننگ و نام رفته و خوار تو گشته ایم

عشقت همه هوس ز سر ما برون فگند
پروانهٔ شمع عذار تو گشته ایم

سودای عز و جاه بیک سو نهاده ایم
پامال خاک راهگذار تو گشته ایم

بر تکیهٔ کلاه شهان است جای ما
بر درگه تو تا که غبار تو گشته ایم

عشق تو از ستیزه چه صرفه برد ز ما
بر نقد جان و دل چو نثار تو گشته ایم

تیر نگاه کس نبرد دل ز فرد ما
کز تیغ ابروی تو فگار تو گشته ایم

شمع رویت را بدل پروانه ام
تاب مویت را بجان دیوانه ام

عشق نگذارد مرا کاهی بخویش
گو بیا من عشق را جانانه ام

تا جنون پرورد مارا در کنار
از خود و از خلق هم بیگانه ام

ریختم در جام جم صد مشت خاک
داد تا پیر مغان پیمانه ام

عقل کی داند صلاح کار من
من بکار خویش خود فرزانه ام

فرصت رفتن سوی عقلم نماند
عشق آمد میهمان در خانه ام

در سر من ای خرد جای تو نیست
عشق دارد منزلی در خانه ام

جام بر کف ساقی سرمست ناز
برده هوش از جلوهٔ مستانه ام

در دم تا جلوه فرموده
آفتابی تافت در ویرانه ام

تا پسندیدی خراب آباد دل
رشک دارد جنت از ویرانه ام

وقت خوش آن می فروشی را که داد
آگهی در مشرب رندانه ام

بس دراز عمر خضر کاسان بخورد
ره بسوی خلوت جانانه ام

فرد کی می ترسم از سنگ جفا
من براه عشق بس مردانه ام

خوش آن نگه بجان مست پیمانهٔ او باشم
رندانه قدح نوشش خمخانهٔ او باشم

من با نگه مستش دارم ز ازل پیمان
مستانه اگر باشم مستانهٔ او باشم

این جوش بهار از من کی دل برد ای بلبل
دیوانه اگر باشم دیوانهٔ او باشم

عقلم بچه کار آید دانم چو بعشقش سر
فرزانه اگر باشم فرزانهٔ او باشم

از خندهٔ فریبها آتش نزند شمعی — پروانه اگر باشم پروانهٔ او باشم
تا دور می و ساغر در دور فلک باشد — در پی کشش آن بت هم رندانهٔ او باشم
این عشق چنین دارد گر جلوهٔ نیرنگی — یک چند دگر من هم جانانهٔ او باشم
بشود عجبی ای دل زین جذب محبتها — جا در دل او یابم همخانهٔ او باشم
با روز زند پهلو آن شب که بدلسوزی — گرد سر او گردم پروانهٔ او باشم
شاهی ها هم بشود گر بخت بود یارم — گر جمله گدایان یکتانهٔ او باشم
پرهیزم از آن تقوی ای زاهد سر حلقه — گر زهد ریایی خود بیگانهٔ او باشم

ای فرد چه خوش باشد او در دل من باشد
من گه بدرش گاهی در خانهٔ او باشم

نه برهمن دیرم نی اهل مناجاتم — نه شیخ حرم هستم نه پیر خراباتم
من برهمن دیرم یا اهل مناجاتم — یا شیخ حرم هستم یا پیر خراباتم
در خانقهٔ صوفی هو هوست ز شوق من — در دیدهٔ شوخ بتان در غمزه نمایاتم
در میکده رندان غوغای دگر دارم — در صومعهٔ زاهد در کسوت طاعاتم
شمع حرم و دیرم هم از همه بیرونم — شوریست ز من هر جا من عین کراماتم
در خلوت یکتایی ماییم که بیدانم — از جلوهٔ بوقلمون هم رنگ بهر ذاتم
من دلبر خودکامم یا عاشق بدنامم — یا عشق دل آشوبم یا قبلهٔ حاجاتم
آه دل پر دردم یا نغمهٔ داودم — یا برق سر طورم یا جلوهٔ میقاتم
ای شیخ چه می پرسی از راز نهان من — هم ظاهر و هم باطن اشیا همه آیاتم

مستانه ز خم چه می ای فرد که پیدانم
من صوفی صافی ام یا رند خراباتم

من رند قدح نوشم میخانهٔ او باشم — رندانه اگر باشم رندانهٔ او باشم
با نرگس مست او دارم ز ازل پیمان — مستانه اگر باشم مستانهٔ او باشم
من پیش رخش کردم سوگند بزلف او — دیوانه اگر باشم دیوانهٔ او باشم
با شمع رخش دیدم کردم قسم مصحف — پروانه اگر باشم پروانهٔ او باشم
ناصح چه دهی پندم از راه خردمندی — فرزانه اگر باشم فرزانهٔ او باشم

ای فرد به آبادی کے تیس دلم سازد
در خانۂ اگر باشم در خانۂ او باشم

خود عاشق خود مستم دیوانۂ جا بنازم — خود جلوۂ معشوقم خود عشق فسون سازم
افسانۂ خود با خود می گویم و می شنوم — من دانم و من دانم کس نیست چه پردازم
در چشم تماشائی کردیم از آن جلوه — در گنبد مینائی تا غلغله اندازم
کے مست حریفان را از مستیم آگاهی — از بادۂ خود مستم بر مستی خود نازم
در خلوت یکرنگی مے نوشم و می جوشم — بر جلوۂ خود نازم نه یار و نه انبازم
خود بادۂ و خود جامم خود میکده خود ساقی — خود پیر خراباتم با عیش پردازم

ای فرد تماشا کن این طرز طرب از من
خود گویم و خود رقصم خود چنگ خوش آوازم

[illegible]

[illegible] خراباتم — در دیر کشش رندانم ناکام خراباتم
[illegible] صبح ساقی — من مست مے صافی از جام خراباتم
[illegible] خاک فنا ریزم — در کوے مغان در دے آشام خراباتم
[illegible] آتش — من رند جهان سوزم خود کام خراباتم
صد غلغله افگندم در [illegible] مینائی — در گوش قدح نوشان پیغام خراباتم
[illegible] آلوده — من خویش گرو کرده در دام خراباتم

ای فرد بیک جرعه از هوش ربا ما را
[illegible] رندانه من خام خراباتم

طیبه

[illegible] — بر فرو زد از کرم این کلبۂ ویرانه ام
[illegible] رسم — من بپایش سر نهم او بر سرم دست کرم
[illegible] خود [illegible] بیدم — تر ز سیل دیده سازم کوچ پایش دمبدم
[illegible] پا — ساربان راند حدے در راه و من از خود روم
[illegible] جرس — گه بسم اشتران در ره سر خود را نهم
[illegible] آن دشت را — گه ز دست شوق صد جیب و گریبان زد درم
[illegible] آن خاک دشت — گه ز آه آتشینش رشک صد این کنم

چاک سازم جامه بر تن در هوای بوی او — چشم را پیرایه از خاک آن صحرا دهم
غازه بر رو کشم از گرد آن وادی قدس — توتیای چشم را بخشم ز خاک آن حرم
گر براندازم به محمل بار خود گاهی ز ضعف — مست چون قصوی هزاران ناله از دل بر کشم
نخلهای بوستانش را چو قد دلبران — در بر و آغوش گیرم بهر تسکین دلم
نهرها هر جا روان سازم ز جوش اشک شوق — چشمها را رشک صد عمان و صد جیحون کنم
گه ز سر پا سازم از بهر طواف وادیش — هر دمی صد بوسه ها بر خاک آن وادی زنم
چون فتد چشمم بروی گنبد عرش آستان — بر زمین خود را ز شوق از اوج محمل افکنم
کی شود یارب که روبم از مژه خاک درش — آب پاشیها کنم از سیل اشک چشم نم
ای خوشا عیدی که میرم اندران باغ جنان — جسم خاکی را کفن از خاک آن وادی دهم
جذب عشق او شود گر بدرقه در راه من — در دم از یک کاوش مژگان بمقصد میرسم
چون زند لاف غلامی فرد ناکاره مگر — خود گدای راه او و پادشاهی محترم

نه هر شب از مژه جای سگ کوی تو میرفتم — بپایانش گهی جای اگر می بود میخفتم
نه یک کس همدم و نه محرم راز دل زارم — بهر شب با سگ کوی تو درد خویش میگفتم
گهی بنشسته در یک گوشه خاموش در کویت — بتار آه این در دانه های اشک می سفتم
رقیبان با دل شگفته با تو محو گل بازی — من بگرفته دل چون غنچه پژمرده نشگفتم
چو بانگ نی ز راه گوش تا دل میرسانیدم — هزاران عوعو کز شبها از سگ کو میشنفتم
ز شب تا صبحدم با هر که همراز می بودم — باو میگفتمی از فرد خود هم آنچه بنهفتم

ما جان ترا محرم اسرار نمودیم — سیمای ترا مطلع انوار نمودیم
تا هیچکس آزاد ازین حلقه نباشد — گیسوی تو زین گونه گرهدار نمودیم
تا سر نکشد گاه ز فرمان تو شوخی — چون تیغ دو ابروی تو خمدار نمودیم
زین جلوه مستی که نهادیم بچشمت — برباد دو صد خانه خمار نمودیم
تا صفحه رخسار تو بر خلق کشودیم — صد دفتر پارینه که بیکار نمودیم
از طلعت روی تو نمودیم رخ صبح — پیرایه موی تو شب تار نمودیم
زان برق تجلی که نمودیم بموسی — یک نکته از معنی دیدار نمودیم

صد راز دل خلق که از پرده برافتاد
در مصر چو خود را سر بازار نمودیم

از جلوهٔ خورشید سوز خود افسرده دلان را
زین سوز دل طور خبردار نمودیم

کردیم دل آئینه را آب ز حیرت
چون در حلب از عکس خود اظهار نمودیم

فرد

احوال دل خویش مگو پیش کسے
رازیست که پوشیده ز اغیار نمودیم

سر و سودا که داشتم دارم
رو بصحرا که داشتم دارم

کم نشد جوش گریه ام از وصل
دیده دریا که داشتم دارم

پیمانه ز لعل او کامے
آن تمنا که داشتم دارم

در خمارم هنوز اے ساقی
ذوق صهبا که داشتم دارم

ناصحا حال من چه می پرسی
دل شیدا که داشتم دارم

طعن همسایه سودمند نشد
آه شبها که داشتم دارم

هیچ سودے نداد زنجیرم (نفع)
جوش سودا که داشتم دارم

گو فلک سخت در رهت خاکم
بندگیها که داشتم دارم

فرد

گو از در دوستش بتن دورم
دل به آنجا که داشتم دارم

چشم حیران که داشتم دارم
دیده گریان که داشتم دارم

ابر مژگان که داشتم دارم
اشک و طوفان که داشتم دارم

من بسودای زلف مشکینش
دل پریشان که داشتم دارم

همچنان از خیال مهر رخش
سینه بریان که داشتم دارم

بر امید تبسم لب او
دیده عمان که داشتم دارم

بهر طغیانی متاع جنون
فوج طفلان که داشتم دارم

در فراقش ز سیل دیده هنوز
جوش و طوفان که داشتم دارم

بهر اعجاز آن لب لعلش
تن بیجان که داشتم دارم

عهد بشکستی و من با تو
عهد و پیمان که داشتم دارم

مزرعهٔ من نگشت خشک دمے
ابر باران که داشتم دارم

جرس آسا بیاد آن محمل — دل نالان که داشتم دارم

فرد

خلق در خواب و من بکوشش فرد
آه و افغان که داشتم دارم

کافر زلف توام سنبل و ریحان چه کنم — بندهٔ روی توام لالهٔ خندان چه کنم
لب تو آب حیات است بما خسته دلان — منت خضر پی چشمهٔ حیوان چه کنم
قوت مرجان مراهست چو یاقوت لبت — من عقیق یمن و لعل بدخشان چه کنم
میدهم جان به تمنای گدائی بدرت — حسرت جاه جم و تخت سلیمان چه کنم
هوس خاک درت در سر ما تاجوریست — خواهش بندگی و خدمت سلطان چه کنم
کرد چون برهمن زلف تو زنار بدوش — کافر عشق توام حسرت ایمان چه کنم
پیش از نیم جگر و دل همه از آهم سوخت — خجل از تیر توام خدمت پیکان چه کنم
پیش ازین شد گرو باده چو دستار سرم — بار نازی پیر مغان خدمت رندان چه کنم
آه و ناله کنم از ضبط بشقت لیکن — چارهٔ خامشی و دیدهٔ گریان چه کنم
روی او سوی خودم میکشد و زلف بخویش — چارهٔ کار خود ای گبر و مسلمان چه کنم

فرد

عشق من فاش شد از گریهٔ زارم ای فرد
من باین پرده دری روی بجانان چه کنم

نه صوفی ام نه پیر دیر نه زاهد نه ملا ایم — مغان را بندهٔ هستم برهمن جام صهبایم
چو ساقی جام گرداند ببزم حضرت رندان — پی ساقی همیگردم خراب و ورد مینایم
نه تخت جم مرا باید نه اقلیم سلیمانی — مرا کوی مغان باید که تا یکدم بیاسایم
سرم باد افدای این ادای پیر میخانه — که برخیزد به تعظیم اگر مستانه می آیم
غلام چشم ساقی ام که دارد مستی بیحد — سلیمان دل خویشم بود در میکده جایم
من رند خراباتی ز ناصح کی بیندیشم — سری داریم و سینها که هیچ دهیچ پروایم
ازین میخانهٔ عشقم فلک یک کاسه باشد — فدای مستی خویشم کهی آشنا ام تنهایم
خم و خمخانه باقی باد و این بزم خوش ساقی — که ما رندان به پیش او ز دنیا را بگذشتایم
خم و خمخانه و ساقی همیشه تا بود باقی — سر خود را بدرگاه مغان هر صبح می سایم
ملک را ذوق های بخشد این سرمستی فرد — خم گردون بجوش آید چو نعره بیارایم

نه بازلفی سری دارم نه باروی کسی کارم
نه کعبه را پرستارم که من از قید بیزارم

نه اندر صومعه جایم نه در بتخانه ماوایم
نه از میخانه بیزارم نه کعبه را طلبگارم

حدیث عشق میگویم سخن از خویش میرانم
نه پروای کسی دارم نه در بندی گرفتارم

بقاف عشق عنقایم بدام کس نمی آیم
نشان من چه می پرسی که من جایی نمیدارم

نه در قید خم ابرو نه پابند خط و خالم
برون رسته ز هر دامی سری با عشق میدارم

براه عشق می پویم نمی دانم چه می جویم
حدیث عشق میگویم بود شوریده گفتارم

ز مستی حرف میرانم مذاق خود نمیدانم
برون از جسم و از جانم محبت را خریدارم

درین بازار هستی می خرامم فرد مستانه
نه همچون بیخودان گردم الا من مست هشیارم

چنین حیرانی از چشم تو دیدم
ز زلفت این پریشانی کشیدم

بنقد دل درین بازار هستی
متاعی جز غم تو کی خریدم

بیاد آن لب شیرین چو فرهاد
چه تلخیها که در عشقت چشیدم

پی صید دگر تیر تو میرفت
من از غیرت بکویت می طپیدم

تو ناوک می فگندی بر غزالان
دران میدان بهر سو میدویدم

مگر شب تاخت فوج عشق بر من
که آواز درای دل شنیدم

پس از عمری بکویت رفتم از جان
باین بی طاقتی چندان دویدم

لب لعل تو در کام رقیبان
من از حسرت لب خود میگزیدم

چه می پرسی ز حال من که چون فرد
ز درد تو باین حالت رسیدم

منکه آواره بیاد تو ز خاک وطنم
فارغم کرد خیالت ز سر خویشتنم

حلقه زلف تو وارسته ز هر قیدم کرد
غم نیست بهار رفت برین جان و تنم

چرخ بالفرض اگر بزم وصال آراید
به نثار تو ندانم چه بپیشت فگنم

آشیان زادهم و عمرم بگلستان بگذشت
دست خانه ز صیاد و ندانم چه کنم

نوگرفتارم و آگه نیم از رسم قفس
ای اسیران قفس زاد ندانم چه کنم

فرد دین و دل و جان و تن صبر و راحت
همه گشتند از آنش بکه من لاف زنم

اگر دانستمی سحری لب آن یار می بستم
ره هر گفتگویش با همه اغیار می بستم

ز چشمش سحر آموزی از آن رو آرزو دارم
نگاهش را از سوے غیر از دیدار می بستم

سخن با غیر میگوئی و از غیرت همی میرم
که از افسون ترا لعل شکر گفتار می بستم

بکوے غیر گر می بینمت می میرم از حسرت
ز جادوئی گر پاے تو از رفتار می بستم

چو بهزادم اگر صورتگری در دست میبودے
زلیخا وار نقشت بر در و دیوار می بستم

ز سحر بابل افسونے چنان می خواندمے بر تو
دلت را از خیال صحبت اغیار می بستم

رقیبان را به نیروے تو تازیدن نمی دادم
من از افسون مغرب بازوے ایار می بستم

چو تصویرے بدست اختیار خویش میکردم
سراپایت ز کار دیگران یکبار می بستم

ترا در قید فرمان همچو خود میکردمے چندان
که از تار رگ جان منت زنار می بستم

چنان میکردمے رامت که نتوانی شکست از خود
گرت از ریسمان خام در یکتار می بستم

نگشتے تا حمائل دست تو در گردن غیرے
ز سحر سامری دست ترا زین کار می بستم

فرد

بهیچ افسانه افسون اگر رامم نمی گشتی
در هستی بروے خود ناچار می بستم

بے هوسے تو یک سرے ندیدم
همتاے تو سروے ندیدم

سوگند به آفتاب رویت
همسرے تو دیگرے ندیدم

سوگند شب دراز مویت
مانند تو اخترے ندیدم

سوگند ادا و ناز و خویت
با حسن تو همسرے ندیدم

سوگند بزلف مشکبویت
چون زلف تو عنبرے ندیدم

سوگند بخاک کویت
چون درگه تو درے ندیدم

جز جذبهٔ شوق و آرزویت
در کوے تو رهبرے ندیدم

چون دل نکشد مرا بسویت
کس همچو تو دلبرے ندیدم

منزلگه فرد شد کویت
والله که خوشترے ندیدم

سر شوریده از روے تو دارم
دلے آشفته از موے تو دارم

غبار خویش از آن بر باد دادم
تمناے سر کوے تو دارم

چه گویم از شب هجرت که تا صبح
حکایتها ز گیسوے تو دارم

عزیزم سر ز هر یک تن ازان است — هوای سجدهٔ کوی تو دارم
بصد دفتر نگنجد گر نویسم — شکایتها که از خوی تو دارم
جدا افگند از پایت سرم را — گله از تیغ ابروی تو دارم
به پهلویت رسیدن تاب من نیست — امید از زور بازوی تو دارم
نیم من استخوان کج چو اغیار — که جا نزدیک پهلوی تو دارم
چو نرگس بر امید مقدم تو — نگاه دوخته سوی تو دارم

بعشقت همچو فرد از خویش رفته
سر شوریدهٔ و هوی تو دارم

در بدر گشته ام از بهر تو رسوا چه کنم — آب گردید جگرم ای دل شیدا چه کنم
بادهٔ و مطرب و گلزار و لب آب روان — جمله دادند ولی عشرت دل را چه کنم
منکه دلتنگ و اسیر غم و کم حوصله ام — گوشه بس بودم وسعت صحرا چه کنم
بار منت نکشم بهر یکی پنبهٔ داغ — شکوه از دست قضا پیش مسیحا چه کنم
نامه در دست نگیرم چو دهندم در حشر — گله از جور کشیهای خود آنجا چه کنم
دل چو بردند و شکستند بسنگ المش — ساقیا جام می و شیشهٔ صهبا چه کنم

کار افتاد مرا با بت خودرای ای فرد
کعبهٔ و صومعهٔ و دیر و کلیسا چه کنم

بروی‌ات جان خود را می سپارم — تن خود را بکویت می گذارم
چو یار خو کردهٔ با دامن خویش — میفشان دامن از خاک مزارم
زهی عزت شوم گر خاک راهت — رسد تا کفش پای تو غبارم
[illegible] خواهم گر وقت پای بوست — سرم برداری و من بر ندارم
هوای سلطنت از سر فگندم — اگر جای دهی بر رهگذارم
[illegible] کفر و اسلام چه پرسی — که از گبر و مسلمان شرمسارم
[illegible] کن به سیلاب سرشکم — که دریائی بهر یک قطره دارم
تسلی می دهم دل را بهجرش — که یارم از من و من زان یارم
[illegible] سرم یارت ای فرد — ترا در عاشقانش چون شمارم

تا کار فتاد از تو ز هر کار بماندیم / از شغل ز هر کار بیکبار بماندیم
ساقی دو سه جامی دگر از بادهٔ پرزور / در بزم تو ما غافل و هشیار بماندیم
در مجلس انس تو بکار اندر رقیبان / ما سایه صفت پیش تو بیکار بماندیم
ثلی و جه نیم در رهت استاده مدام / از ناز خرام تو ز رفتار بماندیم
چون شب بحریم حرمت راه ندادند / ما بر در تو در پس دیوار بماندیم
آوارهٔ زلفت نه همین برهمنانند / ما نیز بدین حلقهٔ زنار بماندیم
گو از نظر انداخته چشمان تو ما را / ما در شکن گیسوی طرار بماندیم
افسانهٔ بیخوابی ما برد بخوابش / ما خواب بتر کرده و بیدار بماندیم
یک جرعه از شربت وصلت نچشیدیم / ما جان بلب و تشنهٔ دیدار بماندیم
عالم همه خفتند به آرام ولی ما / در فکر از آن نرگس بیمار بماندیم
جان داده ز قید تو رهیدند رقیبان / از سختی جان آه گرفتار بماندیم
این وعدهٔ فرداش قیامت بمن آورد / تا حشر درین حسرت دیدار بماندیم
دستی باده از لطف و بکش سوی خود ای شوخ / بیرون در از کثرت اغیار بماندیم
بگرفت ره خویش دل آخر پی وصلش / تا منتظر آمدن یار بماندیم
این حلقهٔ زلف تو عجب دام بلائیست / تا عمر بعشق تو گرفتار بماندیم

از افکار جهان جمله بیکبار بماندیم

چون حال دل خویش بگوییم که چون بود
پیش لب لعل تو ز گفتار بماندیم

دستم برعشه آید و خامه بلرزه هم / خواهم اگر شکایت هجران کنم رقم
از سینه آه آید و از چشم خون دل / احوال خود چو بهر رقم یاد می کنم
آورده ام بهدیه رخ زرد و اشک سرخ / مسکینم و جز این نبود سیم و نه زرم
کوتاه دست و بخت سیاه و هوس چنان / بالای تو بلند بر لطف تو چون رسم
نتوان خیال روی تو کندن ز دل مگر / دل را ز جور عشق تو از سینه بر کنم
نبود عجب ز سوز من دل شکسته / کاغذ اگر بسوزد و دارد شکسته قلم
فصل گل است و جوش بهار است هر طرف / هان ای جنون که پردهٔ ناموس بدرم
دستار رهن باده ازین پیش شد کنون / من ارمغان بپیش مغان خرقه می برم

آن بادہ ریخت لعل لبت شب بکام من / امروز از حلاوت او لب همی گزم
گفتم بفصل گل ندهد سود پند مے / اے پند ناشنو تو چرا می دهی قسم

اے دل اگر همی شنوی پند فرد من / رو از برم وگرنه ز سوے تو می روم

بر سخن تو ناصحا گوش ادب چرا نهم / عشق نمی گذاردم تا بدر تو پا نهم
غیرت عشق کے کند محرم راز غیر را / بار پیام خویشتن چون بسر صبا نهم
نامه برے که میرود باز بمن نمیرسد / کے برسد بمن جواب نامه چون بر هوا نهم
جان و دلے که داشتم شد ز جفای تو خراب / من ز کدام دل امید از تو بروفا نهم
چند ز فکر عالمے بتکده باشد این دلم / به که سر نیاز خود من بدر خدا نهم

فرد چه پند میدهی بهر علاج ریش من / تن همه ریش ریش شد پنبه کجا کجا نهم

از شومی طالع سر دست تو ندیدم / واز بخت سیه تا سر زلفت نرسیدم
هر چند باین بال شکسته بپریدم / از کوے تو تا بر لب بامت نرسیدم
از جان و دل خویش گذشتم بنگاهت / بس جنس گران بود که ارزان بخریدم
تا خلوت جانم شده منزلگه عشقت / رنجے نبود کان بغم تو نکشیدم
دور از ره تیر تو ز بی بالی خویشم / از ناوک تو لذت پیکان نچشیدم
در حسرت آن آب حیات لب نوشت / چون ماهی بے آب بروسے تو طپیدم
نقد دل خود داده بدست تو خرابم / زر دادم و این طرفه متاعیکه خریدم
ذکر لب لعلت چو ز اغیار شنیدم / بس خون جگر خوردم و لبها بگزیدم
معذور دل ز شوق خودم از سوء ادب نیست / گر گرد حریم حرمت گاه دویدم
کو خضر که راه لب نوشش تو نماید / زان چشمه شیرین تو آبے بچشیدم
رسواے تو از ننگ چه اندیشه نماید / غم نیست که من پرده ناموس دریدم
باکم نبود چونکه هوا خواه مغانم / در میکده گر گوشه عزلت بگزیدم
بر ابروے خود چین مزن از گفته اغیار / اے سرو قد من بسلامت چو گزیدم
چون برهمن و شیخ همه لاف ناحق / اے فرد ازین صحبت ناجنس رمیدم

بدست یار مینا بود در بزمیکه من بودم / نمیدانم چه صهبا بود در بزمیکه من بودم

نه تن از شوق دل آگه نه دل زار از جان واقف / سراپا بیخودیها بود در بزمیکه من بودم

جهان محو تماشا بود از رویش نمیدانم / کدامین مجلس آرا بود در بزمیکه من بودم

ز تاب جعد مشکینش ز شب تا صبح ای همدم / بهر سر جوش سودا بود در بزمیکه من بودم

نگاهش باده بی کیف و چشمش جام و لب مینا / ز هر سو فتنه برپا بود در بزمیکه من بودم

من و فکر دل آزادی و زلفش در گرفتاری / عجب حال دل ما بود در بزمیکه من بودم

ز ناز او ست شیرین خواب چشم خلق بر رویش / ز شب تا صبحدم وا بود در بزمیکه من بودم

بقتل من حیا شد رهزن ابروی او ورنه / سر و شمشیر یکجا بود در بزمیکه من بودم

چه پرسی ز حال عاشقان زاهد که شب سوزان / بجای شمع دلها بود در بزمیکه من بودم

بهر یک گوشه چون فرد صد دیوانه از عشق
ز هر سو شور و غوغا بود در بزمیکه من بودم

بهجرت ای نگارم باکه سازم / چو کس چاره ندارم باکه سازم

بامید شب ار روزم بسر شد / شب اختر می شمارم باکه سازم

چو دیدار جمال تست کارم / بناشستی گر بکارم باکه سازم

پی آرام دل جای ندارم / درت را اگر گذارم باکه سازم

بامید وفای تو شب و روز / رود در انتظارم باکه سازم

دلم آرام بی رویش نگیرد / چو بی پرواست یارم باکه سازم

چه سازم فرد با خوبان عالم
ز عشقش بیقرارم باکه سازم

بیفشانان دامن از خاک مزارم / مده بر باد این مشت غبارم

پناه گریه شبها بکارم / بحال چشم خود زان گریه دارم

مده ای قابض ارواح رنجم / که من خود جان بهجرش می سپارم

بروز از سوز هجرت میگدازم / همه شب از غمت اختر شمارم

بامید یکی بوسم گداه پایت / بکویت خاک خود را میگذارم

چسان بوسم لب آن سنگ دل را / ز سنگ این لعل را من چون آرم

چه کار آید لب اعجاز عیسی — که من جز عشق آزاری ندارم

ندارم دعوی عشقت ولیکن
بکوی تو چو فرد خاکسارم

نالان چو جرس بهر که هستیم ندانیم — بیتاب بهر گام براه که روانیم
فریاد رسا از غم هجر تو بجانیم — در کوی تو چون ماهی بی آب تپانیم
بنهاده بدرگاه تو سر همچو سگانیم — هر شب چو سگ کوی تو در شور و فغانیم
وقت است به غمخوارگی من اگر آئی — کز دست غم هجر تو بیتاب و توانیم
در کوی تو صد چشمه روان است ز چشمم — ای مردمک چشم برای تو چنانیم
درمانده و بیچاره ام ای چاره گر من — در درد تو مرا می کشد و چاره ندانیم
تیری بزن باز ز ابروی کمان وش — گر جان بدهیم ای که براه تو طپانیم

بشکست همه عهد که با فرد ببستی
پیمان شکنا ما بوفای تو همانیم

در چشم اسیران جهان گرچه حقیریم — از دولت عشق تو امیریم امیریم
اندازه ما نیست که رندی بگذاریم — از میکده خیزیم و در صومعه گیریم
ای صید فگن چون بشماری همه نخچیر — مگذار که ما نیز بدام تو اسیریم
جانم چو سپر پیش از تیر و باز از چه شتابی — چون سنگدلی تیر زجان هم بپذیریم
از همرهی عمر سبکسیر به تنگیم — او نیز زروی دارد و ما خسته و پیریم
هرچند زما بر دل اغیار غبار است — صد شکر که چون آینه ما صاف ضمیریم
هر قطره ز غسل تن ما چشمه خضر است — گر ما به تمنای لب لعل تو میریم
تیر دگر ای صید فگن چون بلب ما — مانده است زجان نیمی و ما تشنه تیریم
ای شوخ عنان گیر دمی توسن خود را — رفتن نتوان پای رکاب تو که پیریم
مپسند که از چشمه شیرین لب تو — سیراب شود خلقی و ما تشنه بمیریم

گفتم بپذیر عذر و بده جا بدر خویش
فرمود که کی عذر تو ای فرد پذیریم

یک ذره درد تو بدرمان نفروشم — نایاب متاعیست مرا ارزان نفروشم

چون در دل صد پارهٔ من نام تو نقش است
یک پاره بصد ملک سلیمان نفروشم

آئی چو پی جلوه فروشی سر بازار
از هستی خود حیف که دوکان نفروشم

ریزند بدامان من از لطف دو عالم
گردی ز در تست در عوض آن نفروشم

ای شوخ چو آئی بخریداری دلها
من چون پی نظارهٔ تو جان نفروشم

زنار بدوش آید اگر دین طلبان بت
کافر شوم امروز چو ایمان نفروشم

برآمده آدم ز جنان تا که من امروز
طاعات بآن روضهٔ رضوان نفروشم

من بندهٔ یک خواجه ام ای فرد دل خویش
چون بوالهوسان با همه خوبان نفروشم

عمریست دو جهان بدو گیسو فروختم
دنیا و دین خود همه با او فروختم

ابروی او اشاره بجان و دلم نمود
هر دو بیک اشارهٔ ابرو فروختم

در حلقهٔ دو زلف چو افتادم ای فقیه
یک سو نماز و روزه بیکسو فروختم

چون دیدمش چو برهمن آوارهٔ بتان
ناچار با تبه دل بد خو فروختم

دیدم مدار زندگی خویش بر لبش
خود را بدست یار ازان رو فروختم

چون رشتهٔ حیات من آن تار زلف اوست
جان عزیز خویش بیک مو فروختم

بر نقد یک نگاه تو چون فرد از دلم
سرمایهٔ که بود به پهلو فروختم

دل که رفت از بر من از که مقامش پرسم
وانکه برده دلم راز که نامش پرسم

رفت تا عمر ز خود آنکه سگ دید رخش
من گم گشته سراغی ز کدامش پرسم

من نادیده اسیر از که نشانش جویم
از که احوال دل مانده بدامش پرسم

عالمی هست ز لعل لب او بیخود و مست
میگزم لب ز که از لذت جامش پرسم

رشک می آیدم از گوش خود و زان لب غیر
چون ز کس زان لب شیرین کلامش پرسم

بار تا درگه خاصان درش نیست مرا
میرم از غم ز که انداز سلامش پرسم

منکه از خود بروم از ذکر خرام نازش
از کسی چون روش ناز خرامش پرسم

هوس سرو باین بال شکسته چه کنم
پر پرواز کجا تا که ز بامش پرسم

پیک من نیز چو من گشت اسیر لطفش
جان بلب آمده آه از که پیامش پرسم

سکی نقابها ز رخ خود یار براندازد باز
باکه از جلوهٔ آن ماه تماشش پرسم

گر رهِ خلوت آن خواجه ندارم بارے
حال آن یار که از فوج غلامانش پرسم

فرد این مصرع جامی است بیان عشقم
نام آن ماه ندانم ز که نامش پرسم

بجان دیوانهٔ جانان خویشم
غلامم حضرت سلطان خویشم

بسو ولے بسر از نقش خرابم
پی تعمیر این زندان خویشم

چه سازم با غمش بے دل نه جان ماند
خجل از خدمت مهمان خویشم

نمی گیرد بجز سویش قرارے
خراب دیدهٔ حیران خویشم

ز راهش تا خس و خاشاک و هم
بکار رنجه زاران خویشم

بفکر پوششے از خاک راهش
برای این تن عریان خویشم

ز نقش او که بر دل می کشم من
پی آبادی ویران خویشم

ز روے او شبم شد غیرت روز
فدای آن مه تابان خویشم

ز خوے دلبرانم نیست شکوه
بصد رنج از دل و از جان خویشم

دل و جان بابت شوخی سپردم
سراپا دشمن ایمان خویشم

جدا از پهلوے آن شوخ چون شمع
ز خوے دیدهٔ گریان خویشم

بهجر نقشش تو در عالم نماند
فدای مصحف قرآن خویشم

مسیحائی دمے فرما بحالم
که سرگردان پی درمان خویشم

سحر چون شمع گریان پیش رویش
بحال چهرهٔ خندان خویشم

ز دم گو سکهٔ از حسن در مصر
ز دل آوارهٔ کنعان خویشم

خریدار متاع دل ندارم
برنج از سردی دوکان خویشم

چو موسی گه بایمن گاه بر طور
خراب جلوهٔ جانان خویشم

چو نالم از نگاه شوخ چشمش
خراب فتنهٔ چشمان خویشم

کشیم چون بار این دلق ریائی
تنم خود هست بار جان خویشم

قناعت مایهٔ جمعیتم بس
پریشان از سر و سامان خویشم

از آن جلوه که کرد می بر دل من
فدای خویشم و قربان خویشم

ندیدم خالی از ذکر تو بیتی
چو فرد آشفته دیوان خویشم

ما بجز عشق تو گاهی غم کاری نخوریم — جز بلعل تو فریب از لب یاری نخوریم
ناصوابست اگر مصلحت اندیشه کنیم — که می لعل درین فصل بهاری نخوریم
چنگ سان هر رگ من تار شد از عشق ولی — جز بدست تو ز کس زخمه تاری نخوریم
قطع از پای هوس کی شود این وادی عشق — تا بهر آبله نشتر خاری نخوریم
بر لب از دعوی عشقت نتوان مهر زدن — سیلی تا که چو منصور ز داری نخوریم
این ره صعب بسر کی شود از پای طلب — خون دل تا بغم لاله عذاری نخوریم
گوش کردن نتوان یک سخن تلخ رقیب — تا که دشنام ز قند لب یاری نخوریم
مرغ جان را ز بدن گاه پریدن ندهیم — تا که تیر نگه شاهسواری نخوریم

تشنگی کی رود از زخمی ابرویش فرد
تا دگر آب از آن تیغ نگاری نخوریم

بگذشته ز ننگ و هم ز نامیم — از زلف تو تا اسیر دامیم
ما دعوی عاشقی نداریم — تو بادشهی و ما غلامیم
ای شمع دگر فروز چهره — هرچند که سوختیم خامیم
از راست گذر مگو دروغی — ما از تو بحسرت کلامیم
تریاق لب تو با رقیبان — ما زهر هزار غم بجامیم
بیخود بدر تو همچو سایه — افتاده ز صبح تا بشامیم
شیرین دهنا شکر فروشا — در دور لب تو تلخ کامیم
صد بار زدیم دست بر سر — محروم هنوز از سلامیم

ای فرد چو بام یار رودی
گردی بفشان که زیر بامیم

کی در خور نامه و پیامیم — چون کشته حسرت سلامیم
رفتی و ربود دل خرامت — ما رفته ز خویش زان خرامیم
بیخود بحضور تو چو دیوار — استاده ز صبح تا بشامیم

چون دانهٔ درمیان تسبیح — درحلقهٔ او دور از اما میم
خلقی ز لب تو باده مستند — ما خون دل و جگر بجامیم
سیراب ز لعل تو جهان است — ما خشک لبیم و تشنه کامیم

ما در همه عاشقانش ای فرد
بیکار ز کار ناتمامیم

[illegible]

ما صوفی خانقاه خویشیم — بر مسند عز و جاه خویشیم
بر جادهٔ کس قدم نداریم — دیوانهٔ رسم و راه خویشیم
از بادهٔ شوق خویش مستیم — هم بندهٔ خویش و شاه خویشیم
بر تاج شهان نظر نداریم — نازان همه بر کلاه خویشیم
نآریم فرو به پیش کس سر — سر داده بسجده گاه خویشیم
در میکده ام خمے نباشد — ساقی ز می نگاه خویشیم
مدهوش می الست هستیم — مست می صبحگاه خویشیم
در بند نوای نے نباشیم — رقصان بصدای آه خویشیم
جرعه کش ساغر محبت — از پرتو روی ماه خویشیم
از شحنهٔ و شهریار فارغ — در کهف خود و پناه خویشیم

چون فرد که رند پاکبازیم
فارغ ز همه گناه خویشیم

ز سحر مطرب جادوگر خود بسکه حیرانم — زند چون زخمه بر چنگ آید بر رگ جانم
نفس شوریدهٔ و دل خستهٔ و خاطر پریشانم — که بر انگیخت بر من این بلاها را نمیدانم
ندانم جلوهٔ حسن که زد آتش بجز وارم — که همچون شمع بزم کس سراپا سوخته جانم
گریبان چاک و دامن چاک و دست غم بسر دارم — نمیدانم که در عشق که زینسان پاره دامانم
نمیدانم درایم یا که نے یا بلبل شیدا — من از بهر که می نالم بیاد کیست افغانم
کدام آشفته مو از سحر جلوه کرد دیوانه — پریشان خاطر و آشفته دل بهر که میمانم
نمیدانم چرا آواره می گردم بهر کوے — بعشق کیست چندین شور گفتار پریشانم
غلام خواجه یا خواجه ام یا عاشق مسکین — ایازم یا که محمودم گدا این نام خود خوانم

غلام حضرت شاهم به نعمتهاے او خوگر
چو فرد بنده اش من هم اسیر بند احسانم

بتے دارم که از لطفش اسیر بند احسانم
بعشق اوست چندین شور و گفتار پریشانم

قبای عشق پوشیدم چه باک از چاک دامانم
مبادا اے خرد دیگر گلوگیر گریبانم

بهر یک موے زلفش جان من دل بستگی دارد
که جز تار سر زلفش دگر نبود رگ جانم

نگنجد در دل شکسته ام عکس سراپایش
ازین آئینهٔ صد پارهٔ خود بسکه حیرانم

هزاران همچو من دادند جان بر آستان تو
مران از در که من نیز چون یکذره مهمانم

گره زد بوالهوس بر دامن پر نقد احسانها
بامید نوالی من چنان بکشاده دامانم

چو صید لاغرم دیدی نیفگندی بمن تیرے
به جمع صیدهاے تو ز غیرت میرود جانم

پراگنده مشوے فرد از نظم پریشانم
که آخر رفته رفته جمع خواهد گشت دیوانم

نیست آن منزلت من که ز رندان باشم
اینقدر بس که ز دردے کش ایشان باشم

منکه باشم که بود صحبت ساقی هوسم
اے خوشا بخت که از حلقه بگوشان باشم

پنجهٔ عشق زند چاک و خرد بخیه زند
بهتر آنست که بے جیب و گریبان باشم

مصلحت نیست که راز دل خود فاش کنم
من بدرد دل خود کے پی درمان باشم

آن قدر لطف بمن کن که بعشقت صنما
این مبادا که ز خود کرده پشیمان باشم

ور گذشتن ز رخت نیست مجال دل من
همچو آئینه مگر پیش تو حیران باشم

عقدهٔ غنچهٔ دل کے ز صبا وا گردد
بے تو با گل چه کنم گر بگلستان باشم

کن اسیرم بخم زلف سیاه ز تو به اگر
باز سودازدهٔ زلف پریشان باشم

چون به مسجد روم از کوے بتان اے زاهد
نتوانم که جدا از در ایشان باشم

کفر زلفت ز چپ و راست جهان را بگرفت
حیف باشد که بعهد تو مسلمان باشم

نام تو نقش نگین دل من شد چه عجب
گر من از دولت عشق تو سلیمان باشم

هوس وصل و غم هجر چه دور است ز عشق
فرد آن به که قوی در ره پیمان باشم

هوسم نیست که در روضهٔ رضوان باشم
عزمم این بس که چو خاک ره گیلان باشم

یک دمے بر سر کویش که گدائی نکنم — بیم از آن است که تا عمر سلیمان باشم
کرده ام قیمت خود ذره خاکی ز درش — او بفکرے که از ین بیش هم ارزان باشم
رحمے اے باد صبا زانکه پس از عمر دراز — گشته ام خاک که تا بر در جانان باشم
صاحب ملت عشقم بفقیهم می گویم — چیز درش گر بپرستم نه مسلمان باشم
گل فشانست ز خنده لب او همچو بهار — من درین عهد چرا خار بدامان باشم
کن اسیرم بخم زلف چو بعد از توبه — پی زلف دگران باز پریشان باشم

فرد
چشم دلجو و نگه دلبر و زلفش و لگیر
فرد تو وانی و دل چند نگهبان باشم

تا که من بندهٔ زلف و رخ جانان گشتم — طرفه تر بر همن صاحب ایمان گشتم
کار حسن دگران نام تو با من کرده است — مصحف روی تو نادیده مسلمان گشتم
خلق از معجز لعل اند غلام تو و من — ناشنیده سخنے بندهٔ فرمان گشتم
از در خویش مرانم چو پس از عمر دراز — یک شبے گر بسگ کوی تو مهمان گشتم
بزم رندانه شد این مجلس وعظ از نگهت — صوفی بودم و سر حلقهٔ رندان گشتم
کرد هر صومعه از جلوهٔ مستانه خراب — زاهدے بودم و از زمرهٔ مستان گشتم
بے نیاز از در هر شاه و گدایم امروز — یافتم دولت عشق تو و سلطان گشتم
یار با چشم سیه مست و لب باده چکان — جلوه کرد که از باده پرستان گشتم
خدمت میکده و صحبت ساقی و مغان — از خودم برد که از توبه پشیمان گشتم
سخت شرمنده ام از مطرب و ساقی و مغان — ناصحا توبه زمے کرده پشیمان گشتم

فرد
یار در خلوت دل بود بدل جوئی فرد
من براه طلبش بیهده گردان گشتم

نے امیر تو نه هم بزم نه دیوان هستم — کمترین بندهٔ آن درگه سلطان هستم
نیستم آصف عهد و نه سلیمان هستم — بر سر کوے کسے چون سگ دربان هستم
نه اگر شیفته ذره گبر و مسلمان هستم — فارغ از دیر و حرم بر در جانان هستم
حافظ شده ام مصحف رویت صنما — شکر لله که من حافظ قرآن هستم
کس با چو منی سر و سامان بگدایت نبود — من درین جمع گدایان تو سلطان هستم

کافر زلف و رخش گر شده ام عیب مکن
ناصحا برهمن صاحب ایمان هستم

قدرم از میکده در کعبه نگردید فزون
محتسب توبه ز مے کرده پشیمان هستم

گرچه من مور ضعیفم مگر از دولت عشق
محرم هر دل و هم از سلیمان هستم

سوخته جان و نفس سوخته آتش در دل
زنده در عشق تو من بیدل و بیجان هستم

صنم بت شکنم قدر بتان را بشکست
هندوش تا شدم از قبله پرستان هستم

برهمن کیشم و زنار من آن زلف بتی است
که سفنش برهمن و بندهٔ فرمان هستم

نیستم آصف و دیوان که شوم رتبه طلب
فرد من هم بدرش چون سگ دربان هستم

نے طاقت اینکه دل ز سوے تو کشم
نے تاب و توان که پا ز کوے تو کشم

صد پاره دلم ز عشق گردیده هنوز
خواهم چو کمر تار سر موے تو کشم

گر محنت عشق من نداری باور
کو آینه کشم به پیش روے تو کشم

از بخت سیاه خود ندارم سحرے
چون ریخ ز زلف مشکبوے تو کشم

از بهر رقیب در گذشتی از فرد
این جور همیشه من ز خوے تو کشم

مستے شد ما ز خود بیگانه ایم
در سر و سوداے کس دیوانه ایم

صد جفا هاے ملامت می کشیم
بسکه در راه وفا مردانه ایم

ناصحا تا چند پند از ترک عشق
این قدر در کار خود فرزانه ایم

با کلاه کج دگر بر من بیا
عاشق آن جلوه مستانه ایم

حال از خود رفتگی از ما مپرس
ما خراب نرگس مستانه ایم

جز بپاے خم فرو ناریم سر
ما مرید پیر این میخانه ایم

زیر بار خرقه و تقوے نه ایم
تا حریف مجلس رندانه ایم

توبه خود بارها بشکسته ایم
زیر حکم گردش پیمانه ایم

تا دل ما جلوه گاه یار ماست
ما بیاد خویشتن همخانه ایم

از صلاح کار خود بگذشته ایم
محتسب بگذار ما دیوانه ایم

وارهان دیگر عنان اسپ را
ما فداے جلوه ترکانه ایم

رو بپوشان از بلا گردان خویش — ایکه تو شمعی و ما پروانه ایم
عذر خواب آرد ببزمش چون رسیم — بهر خواب او را اگر افسانه ایم
می شنیدم قصهای عاشقی — عشق را امروز خود افسانه ایم
محتسب در می خوری معذور دار — کز دم صبح ازل مستانه ایم
پشت پا بر تاج شاهی میزنیم — تا غلام حضرت جانانه ایم

فرد
یار ما اندر دل است و ما چو
ایستاده بر در کاشانه ایم

تصوری شدم دیوانه کو او را نمیدانم — چه تدبیر جنون سازم کان پریرو را نمیدانم
بجانم غلغلی افگند ننموده جمال خود — که آورد این بلا من آن جفاجو را نمیدانم
دل صد لخت من با اشک بیرون رفت از چشمم — بسوی رفتنش دیدم من آن سو را نمیدانم
هزاران قامت رعنا گذشتند از نگاه من — که از من برد دل آن سرو دلجو را نمیدانم
مسلمان بودم افتاده ام در دام زناری — اسیری گشتم و آن دام گیسو را نمیدانم
خراب جنبش زلفی شده صبر و قرار من — هنوز از جعد مشکین یک سر مو را نمیدانم

توانائی شده رخصت طلب ای **فرد** از پیری
دمی زان یوسف گل پیرهن بو را نمیدانم

تا غلامش شده ام خسرو عهد خویشم — نیست جز بندگی پیر مغانم کیشم
پارهٔ از دل صد پاره نمانده است بجا — بخیه اکنون چه زند ناوک دلبر ریشم
از خرد دور بود توبه ز می وقت بهار — من درین کار خردمندم ز ناصح بیشم
جان بلب آمده از حسرت تیر نگهش — بعیادت گهی یک تیر نیامد پیشم
من چو شایستهٔ نوش لب لعل تو نیم — بده از تلخی دشنام خدا را نیشم
شرط طاعات حضور آمد و من مهجورم — بندگی چون کنم از فرقت او دل ریشم

فرد در کلبه ام آن شاه بتان کی آید
او سلیمان زمان خود و من درویشم

بنا شد بر سر کس هیچو غوغائی که من دارم — همیشه روز افزون باد سودائی که من دارم
تهِ هر ذرهٔ دارد نهان صد وادی ایمن — بگنج این دل ویرانه صحرائی که من دارم

شراب کهنهٔ خمخانهٔ گردون نمی ارزد / بیک پیمانهٔ از دُرد مینائی که من دارم
بکام هر تنک ظرفی نمی ریزند یک قطره / مکن زاهد خیال خام صهبائی که من دارم
زمیخانه بسوی کعبه گر آیم بگو ناصح / ببوسم چون زمی آلوده لبهائی که من دارم
ز دور می چسان در حلقهٔ اوراد بنشینم / مغان بیزار میگردد ز تقوائی که من دارم
ندارد طاقت این بادهٔ پر زور هر رندی / بود بس نشهٔ صافی صهبائی که من دارم
امید وصل فردا نیست زین طول شب هجرم / زند پهلو بروز حشر شبهائی که من دارم

بیا بنشین برین در بامن ای **فرد** جهان فرسا
که نبود در جهان بهتر ازین جائی که من دارم

گوشهٔ کوی تو با روضهٔ رضوان ندهم / خاری از باغ تو با صد گل بستان ندهم
نکته از حکمت لعلت بکسی کی گویم / من که یک لقمه ز خوان تو بلقمان ندهم
همتم هست که گر راه بسرمت نبرم / بر نخیزم ز در پاک تو تا جان ندهم
جان خراب تو و دل در طلبت سرگردان / چون کنم ای بت من گر بتو ایمان ندهم
خاطرم تا که بود شد و اگر هی / دل چسان من بسر زلف پریشان ندهم
موجها میزنم و بس دل دریا دارم / از لبت جرعه بصد چشمهٔ حیوان ندهم

دل شوریده چه می بود بکارم ای **فرد**
من چه سازم بچنین دل که بجانان ندهم

نادیده شمع روی تو پروانه گشته ایم / نشنیده بوی زلف تو دیوانه گشته ایم
هر چند ما ز حسن تو دیوانه گشته ایم / در فهم راز عشق تو فرزانه گشته ایم
نشنیده گفتگوی تو صد وقت از لبت / با هم نموده ایم که فرزانه گشته ایم
یک جنبش لبت نشده گه بکام ما / ناکام ما ازین در میخانه گشته ایم
پیمان زهد و ورز اوضاع رندی است / ما خود مرید ساقی و پیمانه گشته ایم
از سر دماغ خواجگی افگنده ام برون / دلبر / تا ما غلام جلوهٔ ترکانه گشته ایم
دارند چشم سرمه جهانی زخاک ما / تا خاک آستانهٔ جانانه گشته ایم
گاهی نکرد نرگس مستت بما نگاه / سرشنده ما ز مشرب رندانه گشته ایم
از **فرد** خویش هیچ نشانی نیافتیم / از چند سال بر در هر خانه گشته ایم

من بعشق تو نه تنها عقل را گم کرده ام
با که گویم کز غم تو من چها گم کرده ام

همدم و محرم ندارم تا ببیند حال من
تا ترا دیدم وجود خویش را گم کرده ام

تا چو قمری شد خم زلف تو طوق گردنم
من ز سر سودای سرو باغها گم کرده ام

جان براه او جدا رفت و دل و دیده جدا
در خیالش خویش را سر تا بپا گم کرده ام

دل ندارم بر سر بازار یوسف چون روم
جنس نادیده چو من دل بها گم کرده ام

ره ندیدم در حریمش عقل کم اندیش را
زان خرد را در ره آن دلربا گم کرده ام

رفت او تا از بر من آه بهر جستجو
دل جدا گم کرده ام دیده جدا گم کرده ام

طعنه بر فردم مزن از بیخودیهای عشقم
آنچه من گم کرده ام بهر خدا گم کرده ام

گر ز خوی دل خبر می داشتم
جای دل سنگی دگر می داشتم

عشق ما را تشنهٔ تیر تو کرد
ورنه من کی این جگر می داشتم

دل که بر من [illegible] کرد امروز کاش
پیش از این از سینه بر می داشتم

کی شدی برباد خاکم کو بکو
راه در کویش اگر می داشتم

نرم گر گشتی دلش از گریه ام
من ز اول دیده تر می داشتم

در خرام ناز او ای بخت من
زیر پایش کاش سر می داشتم

فرد کی چشمم گرستی خون دل
بر رخ او گر نظر می داشتم

تا دیده ام زلف ترا من عاشق دیوانه ام
زنجیر میدارم بپا من عاشق دیوانه ام

جرمم بگیر ای محتسب چون نیستم از عاقلان
پندم کند ناصح چرا من عاشق دیوانه ام

گه صوفی ام در خانقه گه زاهدم در صومعه
گه رند هر میخانه ها من عاشق دیوانه ام

گه شیخم اندر کعبه و گه پیر دیر برهمن
گه سوی خویشم رهنما من عاشق دیوانه ام

گه جامه مصحف در بغل گه سر بزیر پای خم
هستم ز هر ملت جدا من عاشق دیوانه ام

بگذشته از هر نیک و بد بگذاشته راه خرد
گردم بشهر و کوچه ها من عاشق دیوانه ام

کرده فراموش نام خود آواره و بدنام شهر
بیگانه از هر آشنا من عاشق دیوانه ام

ای فرد می پرسی ز من یک چاک تعلیم را سبب
صد جامه ها کردم قبا من عاشق دیوانه ام

پیشانی نیاز بکعبه که سوده ایم
این مشق سجده بهر در تو نموده ایم

حمد خدا که غیر تو مقصود ما نبود
گر ما بهیچ وصف کسے را ستوده ایم

عمریست تا بشوق هم آغوشی تو ما
دریا صفت کنار تمنا گشوده ایم

بر حال ما ز بوالهوسان رحم بیش کن
پیش از همه چو عاشق روے تو بوده ایم

تا عکس روے تو بدل ما گهے فتد
ما زنگ هر هوس ز دل خود زدوده ایم

دنیا سرائے ما که بغفلت بسر بریم
گویا حباب وار بدریا غنوده ایم

صبح است و شور محتسب و ما ز نشه
غوغاے حشر بر سر و ما خود غنوده ایم

دیگر بیاد کس نگشودیم لب گهے
زان دم که ما حدیث لب تو شنوده ایم

گفتم چو فرد دل بتو دادم بخنده گفت
تو خود ندادهٔ که دلت ما ربوده ایم

ذره سا رقصان ندانم در هواے کیستم
چون صبا گردان بهر کو از براے کیستم

خانهٔ دیگر بجز کوے ندارم بهر خود
چون سگے افتاده در راه وفاے کیستم

نیم جان چون صید ناوک خورده از سر تا بپا
ریش هر عضوے نشان تیرهاے کیستم

هر سحر چندانکه میدارم فغان و ناله ها
عندلیب نغمه سنج خوشنواے کیستم

سر نمی آرم فرو بر هر در شاه و گدا
از دو عالم دست افشانده گداے کیستم

از قدم تا فرق غرق اشک گشتم همچنان
تشنه بهر یکدم آب لقاے کیستم

فرد عمر آمد بپایان هیچ معلوم نشد
عاشق زارم کیم من مبتلاے کیستم

عشقم که گاه از دل مجنون بر آمدم
گاهے بکوه از سر پرخون بر آمدم

همچون حباب گاه روانم بروے آب
مانند کف گه از لب جیحون بر آمدم

چون آه دودناک گه از سوز سینهٔ
هم سوز برق از دل محزون بر آمدم

گاهے بدست ساقی دلبر ببزم مے
در جام صاف چون مے گلگون بر آمدم

غواص وار گاه بدریا فرو شدم
گاهے ز بحر چون در مکنون بر آمدم

گاهے نهان بکسوت چون و چرا شدم
گاهے ز هر لباس که بیرون بر آمدم

گاهے ز حسن غازه کشیدم بروے خویش
شیداے خویش گشتم و مفتون بر آمدم

گشتم گہے نہان بسخنہاے دلفریب
از فکر نکتہ فہم چو مضمون بر آمدم

کس را بہ بجلوت یکتائیم نبود
رازم مپرس فرد کہ من چون بر آمدم

من آن شمع بہ بزمت بیست بارم
زسوز ہجر رویت اشکبارم

بخاک کشتۂ خود اشک ہم ریز
مبادا دامنت گیرد غبارم

گر این فصل بہاراست و ہمین دل
رود بر باد رونق بے اصطبارم

بحمد اللہ کہ خوے تو گرفتم
بعہد خود اگر بے اعتبارم

ز اشک او نگردد دامنش نم
بروے او اگر دریا ببارم

خرد را گرچہ ننگ خاندانم
بچشم عاشقان والا تبارم

نخیزم از در او فرد ہرگز
چو سنگ ہرچند راند چند بارم

من نہ آنم کہ گہے از در تو برخیزم
گرچہ نزدیک شود اینکہ بخاک آمیزم

نگذارم کہ غبارے ز درت برخیزد
اشک از دیدۂ خونبار بکویت ریزم

گرچہ زنجیر گرانم بدہد شحنۂ شہر
ہمچنان از سر جان خاک درت بیزم

بولاے تو چنانم کہ باین جور و جفا
نتوانم ز رقیبان کہ گہے بستیزم

حسرت بوسۂ پاے تو نباشد حد من
بس بود گر بنوازی ز ستم بشدیزم

نکتۂ از دہنت گر بہ مسیحا گویم
از لب لعل تو شورے بفلک انگیزم

زین تغافل کہ مرا میکشی اے جان عزیز
بہ کہ یک بار کشی از دم تیغ تیزم

فرد گو پیر شدم عشق جوانی دارم
شاہ گام است ہنوز این قدم مہمیزم

این قدر اشک کہ از خون جگر میریزم
در خیال رخ تو لعل و گہر میریزم

تا ز کوے تو صبا ذرۂ خاکی ببرد
آب در کوے تو از دیدۂ تر میریزم

شمع سان اشک بہ بزمت ہمہ تن گردیدم
آب از سر چو گذشت است ز سر میریزم

گشتہ ام شہرۂ آفاق بشیرین سخنی
تا بذکر لب نوش تو شکر میریزم

گوہر لفظ کہ افشاندہ ام از دولت عشق
در پس ہر سخن از شوق اثر میریزم

از درت دور ته خاک سپردند مرا — در لحد زین غم خود خاک بسر میریزم

فرد

آرزومند پیام تو چنانم که چو فرد — نقد جان در ره قاصد بخبر میریزم

شکوه ای شوخ ز خوی تو کنم یا نکنم — نسبت جور بسوی تو کنم یا نکنم

گوش بر آه من خسته نهی یا ننهی — ناله ها بر سر کوی تو کنم یا نکنم

نگهی سوی من ای شوخ کنی یا نکنی — گریهٔ زار بر روی تو کنم یا نکنم

در چمن پیش گل ای مطلع صبح صادق — ذکر از طلعت روی تو کنم یا نکنم

با نسیم سحر ای غیرت سنبل ز زلف — شمهٔ ذکر ز بوی تو کنم یا نکنم

فرد را صبح که راندی ز در خود ز جفا — شب خیال سر موی تو کنم یا نکنم

نه شیخ حرم هستم و نه پیر کنشتم — در عشق تو فارغ ز سر نار و بهشتم

در حسرت کویت که بهشت است ز خاکش — صد جنت فردوس بیک بار بهشتم

کی میرود از طینت من درد تو تا مرگ — شد روز ازل ز غم عشق تو سرشتم

زان جلوه که کردی صنما در حرم دل — من برهمن دیر خود و پیر کنشتم

بر بالش پر کی شود آرام سرم را — خو کرده بکوی تو چو از بالش خشتم

از چشم کسی تا نرسد هیچ گزندت — پیش تو دل خویش چو اسپند برشتم

تا ور دهد بجز محنت و غم یک گل و باری — این تخم محبت بدل خویش چو کشتم

یکبار جوابی ننوشت آن بت مغرور — هر بار بصد شوق باو نامه نوشتم

از خوبی اخلاق خود ای شوخ تو مگذر — هرچند من فرد بعشاق تو زشتم

ردیف النون

غزل ۳۴

نمیدانم که دوش آمد یا رب بخواب من — گر رفت از چشم من خواب و ز دل شد صبر و تاب من

ترا تا صبح چه افتاده است گر من بر خطا رفتم — مرا بسیار با عشقش بکار نا صواب من

بنه فهمیده دستے اے مسیحا تا بجا باشی
که نبضم می جهد از جاے خود از اضطراب من

چه می پرسی که گاهے دیده مارا بخواب خود
غلط افسانه باشد که بشنیدی ز خواب من

نه زین لطف تو میدارد رقیب این کینه ها از من
عتابے هم کنی گر رنجش آید زین عتاب من

نیم در خدمت ناصح چنان گستاخ تا جنگم
که میدارد نگاه او نیز آداب جناب من

گره بر ابروے اغیار بدبین می فتد ناگه
کنی گر گوشه چشمے بر احوال خراب من

مرا کمتر ز سگ میدانی و صد فخر خود دانم
بحمد الله که شد در کمترینها سگ حساب من

غرض ز نامه ام این است نامم یاد تو باشد
بدست نازکت رنجه مده بهر جواب من

بکویت پاسبانی باشدم بهتر ز دارائی
نمی خواهم کنی دربان خود یا سگ خطاب من

شده چون سرنوشتم در ازل پیش سجده کویت
نشان بندگی گویا است عنوان کتاب من

همه جورش تحمل کردم آخر گشت این آتش
که افزون بود این آتش ز حد صبر و تاب من

دل و لخت جگر بهر سگت ده هدیه آوردم
نه دست انداز شد اے فرد مهمان در رکاب من

از زبان باده عشق تو چشیدن نتوان
در لبت نکته از گوش شنیدن نتوان

رشته الفت اے شوخ بریدن نتوان
گشته ام خوگر دام تو پریدن نتوان

به تیغ قاتل خود دوختیم دم قتل
می شوم کشته و هیهات تپیدن نتوان

روز اول شده پا مانده زنجیر تا کے
اے جنون بس خجلم باز دویدن نتوان

بسته شد خون دلم بر سر مژگان چه کنم
گره گشت بهر مو که چکیدن نتوان

هوس تا من خاک نشینت چکنم
تا بکوے تو چو از ضعف رسیدن نتوان

هست تریاق گزند سر زلف تو لبت
آن به پیش آمد و این مهره مکیدن نتوان

نیست سودا ز کرشمه گیر عنان یک نفسے
پا سمند تو چو از ضعف دویدن نتوان

خو گر جعد تو گشتم چه کنم مشک تتار
جز به زلف تو چنین نفحه شمیدن نتوان

می شود مانع دیدار رخت سیل سرشک
جگرم خون شد ازین گریه که دیدن نتوان

میکند سجده بپاے تو ز سایه شمشاد
که ازین پاے بگل مانده خمیدن نتوان

در ره وصل تو هر شب روم از پاے خیال
خار در راهے بکف پاے خلیدن نتوان

جوش سوداست که هر کوچه مرا سوا کرد
عزلت اے فرد درین عشق گزیدن نتوان

ای غمت اصل شادمانی من / درد تو لطف زندگانی من
گشت روشن ز شمع و پروانه / ستم یار و بی زبانی من
جذب عشقم کند چو مشتاقت / بینی آنگه تو لن ترانی من
از لبش گر کنم حدیثی نقل / شور افتد ز خوش بیانی من
کس چه داند گذشت آنچه بمن / قصهٔ من شنو ز بانی من
دانم آخر فسانه باشد / داستان غم نهانی من
راحتی یافت و کرد آسایش / شب سگ تو ز پاسبانی من
این من و عشق ساقی و پیری / جوشش زد نشئهٔ جوانی من

همچو آن مه که نیست همتایش
فرد پیدا انگشت ثانی من

نکهت باغ جنان یا هست بوی پیرهن / یا دم عیسی است این یا خود پیام یار من
بوی جانی می شنوم از مقدم باد صبا / خود نسیم گلشن جان است یا باد یمن
نفحهٔ مشک است این یا مژدهٔ وصل نگار / یا شمیم زلف مشکین یا نسیم زان چمن
یا هوای فصل گل بوده است یا باد مراد / یا صبای جان فزا یا بوی خوب گلبدن

فرد را از خود ربود آخر ندانم چه بود
یا مگر حرف کرم زان دلبر غنچه دهن

من پرتو بجیم و او آفتاب من / خورشید لم یزل ذره بود در حساب من
کی بگذرد بسال من خسته در دلش / من کیستم که جلوه نماید بخواب من
آه است سرنوشت من از مکتب غمت / حرفی بجز الف نبود در کتاب من
مست نگاه نرگس مستانهٔ توام / درد سر خمار ندارد شراب من
استاده خم شدن بجواب سلام غیر / دیدن بسوی من بنگاهی جواب من
در پیریم ز عشق مده پند ناصحا / دیگر گمان چه نیست ز عهد شباب من
دانی اگر براه خطایم بعشق تو / کن آگهم بلطف ز راه صواب من
بیتاب بسکه بود مگر نبضم ای طبیب / آمد بر شکسته دست تو از اضطراب من
ابروی او اشاره بدیوان فرد کرد / ای حبذا پسندوی و انتخاب من

بروی تو نگاهی کردن از من
بلایی بود کامد بر من از من

بهر ساقی بیک جامی من از من
نه جان جانم بود نه تن تن از من

خمار خود پرستی درد سر داد
بجام خویش ساقی بشکن از من

تو می آیی و از خود می روم من
خرام ناز از تو رفتن از من

چو خاک راه گردیدم به عشقت
خدا را هان میفشان دامن از من

زمینی را که پایت نقش بندد
بود وا کم ز مژگان رفتن از من

ز آه شعله بار خویش خواهم
سر کوی تو باشد ایمن از من

گهرهایی که ریزی در ره لطف
بود در رشتهٔ جان سفتن از من

چو هم عندلیب بوستانت
مبادا خالیست این گلشن از من

سحر بند قبا بکشادن از تو
بود چاک دل و پیراهن از من

پسندی گر بهار اشک سرخم
بود رشک گلستان گلخن از من

چنان از خود ربا فرد حزین را
که هیچ ما و من را بر کن از من

تا کی فلک سفله در جنگ بود با من
بی مهری و صد جورش آهنگ بود با من

چون آینه میدارم من جلوهٔ بیرنگی
هر کس که بیزم آید همرنگ بود با من

بیرید ز من باشد پیوسته بیاد تو
از من بپرش تا کی دل تنگ بود با من

بر عکس خودش دیدم این آینهٔ دل را
دل صاف بود با او پر زنگ بود با من

نازم بادای او با جمله وفای من
با بوالهوسان صلح و در جنگ بود با من

دارد برقیبانم صد شوخی و بیباکی
یارب چه گنه کردم کین ننگ بود با من

بی قدر چنانم کرد ای سنگدل از عشقت
پیش تو رقیب من همسنگ بود با من

ای فرد صفای دل آموز ز آیینه
کو با همه بیرنگی یکرنگ بود با من

همی گویم تو عیسایی بی اعجاز زنده کن
تو معشوقی و می زیبد ترا از ناز زنده کن

بپای زلف مشکین تو دست از جان افشاندم
باندازی که میدانی از آن انداز زنده کن

بیک گفتار اعجاز لب خود ای مسیح من
دگر بار از نگاهت خود بمردم باز زنده کن

دم آخر ببالینم قدم بهر عیادت نه مرا از بوسهای آن لب دمساز زنده کن
غبار کشتهٔ حسرت اگر بوسد کف پایت برغم آن رقیب خوشدل غماز زنده کن
بمشتاقان نواز آرزوها جان بلب آمد ز روی خود خدارا پرده برانداز زنده کن

فرد
مرا از سر گرانیهای حسن پر غرورت ز سحر عشوهٔ چشمان افسون ساز زنده کن

از دست تو که کرد چنین شب بسر که من زینسان نکرد چاک گریبان سحر که من
بیجاست تهمتی ز هم آغوشیش بمن تنگ اینچنین کشید قبایش ببر که من
هر شب ز ناله بر سر جنگم بکوی تو ای دادرس بگو که شد او پرده در که من
بر تیغ آزمائی خود چون کمر ببست کس اینچنین نکرد دل خود سپر که من
تیر تو از خطا برقیبم نشانه زد آن بوالهوس نهاده بفتراک سر که من
او کرد چاک نامه ام از عذر یک خطی پاره جگر نگشت چنان نامه بر که من
تا داد آب تیغ تو بر تشنگان صلا فریاد می کند لب زخم جگر که من

سر را بسجده میزنم ای **فرد** در بدر بینم که می رسی تو به آن رهگذر که من

ای باد پیش زلف کسی قصه ام بخوان وی زلف تو بگوش کسی حال من رسان
آن مژدهٔ قدوم تو کز گل صبا بگفت گل گفت این نوید تو در گوش بلبلان
آگاه شد چمن ز نواهای عندلیب شد تازه ساز و برگ جوانان بوستان
سوسن بصد زبان و نهالان سرو باغ راندند نکته ای ز قدومت بباغبان
رفتم بسیر باغ چو از دلگرفتگی گردید از رخ چمنم راز تو عیان
زان روز سرو و سبزهٔ نورستهٔ صبا گلها و ما و بلبل شیدا و باغبان
از خویش رفته ایم همه آنچنان که بس کس را نمانده است سر یک گریبان

ما جمله هیچو **فرد** بیاد تو مانده ایم وقت است گر کرم گذری سوی بیدلان

من و اشک و آه هر دم که بود چو باد و باران تو بیا که باز بینم رخ موسم بهاران
من و چشم خونفشانی تو و در چو لاله خندان چه کنم ز ابر مژگان نکنم چو اشکباران

خجلم ز روی ناصح چه قدر ز سست عهدی
که شکست توبه من ز هوای گلعذاران

جگر و قرار و صبرم همه پایمال جور است
شده از ره دل من گذر جفاشعاران

دل چاک چاک خود را چه قدر رفو کنم من
که ولی و چار سویش همه چاک صد هزاران

چه بلاست مشق تیرش بر هش فتاده دیدم
جگری و صد نشانها بدی ز تیرباران

ز توای شکیب دشمن چه امید راحت جان
که تلطفی نداری تو بحال دوستداران

چو نماند تاب رفتن ز رهت غبار گشتم
که رسم به آستان تو بپای رهگذاران

بکدام رقعه دوزم جگری که گشت پاره
که دل و جگر نمانده ز جفای تو بیاران

بچه معذرت کنم رو بسوی محتسب از خجلت
که بجز قه داغ باده بودم چو باده خواران

صنما اگر خرامی تو بخاک کشتگانت
بوفا برآر دستی بدعای جان نثاران

نه چنان ز زلف سودا بسر من است پیچان
که رخ سحر نبیند شب تیره روزگاران

گذر از سر رفیقم که شود دل آرمیده
نتوان نمود بخیه دل چاک بیقراران

من و خجلتی ز ناصح که نشسته دیده ما را
نه ادب نه هوش بر جا من و بزم میکساران

بفراق ماه رویش سحرم چه شام تیره
شب من چه تار باشد چو همین است روزگاران

من و تلخ کامی من تو و شربت لب تو
بنواز گه بجرعه که شوم ز کامگاران

بنود بگلستان ور ادر و سبزه ها بجنبش
بطپیدگی است هردم دل زار بیقراران

ز نوای دل چه پرسی که ربود سیل اشکم
بکنار آب باشد همه رخت دلفگاران

شده حلقه دو چشم و در کاب بهر پایت
بدمیکه می گذشتی ز درم چو نی سواران

نه همین شکنج طره شده دام راه ما را
که بکنج لب بگیرد دل و جان هوشیاران

ز گدائی در او بفلک دماغ دارم
نه امید از امیری نه طمع ز شهریاران

سحرای صبا گشادی گره ز زلف و غنچه
نشگفته ماند ای وا دل ما امیدواران

نه طریق غمزه دانی نه رهی وفای وعده
بچه خوش کنند دل را بغم تو سوگواران

چه گشاد طبع یاران بود از کلامت ای فرد
غزلی دگر سرائیم که فرستیش بیاران

توانگر بناز پرسی سر و برگ خاکساران
بود از درم گدائی هوسی بتاجداران

بی مشق می فگندی تو خدنگ ناز سویم
بهم آمدند بر من پی تهنیت شکاران

چو سمند ناز راندی سوی صیدگاه روزی
شده بسته در رکابت سر جمله شهسواران

شب بستگان زلفت چه بلا سیاه باشد
که نگردد آری روشن سحر سیاه کاران

تو کجائی گریه آخر همه نامه‌ام سیاه است
نظری ز شست و شوئی سوی ما گناهکاران

رخ تست غیرت گل تو به سیر گل چه رفتی
که بهار آفرینی تو به مجمع نگاران

تو و فکر برهمیها من و دل بهم نمودن
بسر خلاف گذرد ز تو چند روزگاران

چه عجب اگر بلغزد بره تو پای ناصح
که سپرده اند اینجا دل چند بیقراران

چه کند کسی بر نقش بجز اینکه جان بنازد
نکند گوش افسون ز کسی این سیاه ماران

ز نگین و نام عنقا شده نقش در دل من
که نماند غیر نامی به جهان ز نامداران

نه چو شمع سوز و گریه نه چو عندلیب ناله
نه رقیب آگه از من نه کسی ز رازداران

غم عشق او به سینه چو نشاط از رقیبان
همه تن نهفته کردم بلباس سوگواران

سر عقده وا نگشته ز خرد بود به چشمش
زنگی نگه ربوده دل صد چو هوشیاران

دل من اسیر غم شد که چرا ندادمش دل
بکمند زلف دیدم چه نشاط رستگاران

بکناره لحد هم چه بود قرار او را
بسنگش بریده هر جگر جگر فگاران

در گوش و زلف او را نبود دمی قراری
چه رود قرار گیرد دل و جان بیقراران

نه خاک در لحد هم نبود قرارم ای فرد
دل ناشکیب کرده نجلم ز برد باران

حدیثی از لب لعل کو رفته بر زبان من
که شد تنگ شکر گویا همه کام و دهان من

ز شوخی گر بجنگ من در آید نوجوان من
سپر سازم دل بیتاب تا بیند توان من

ازین صید افگنان آهو نگاهان سیه چشمان
چه حسرتها که در دل برد جان ناتوان من

چونی تا آشنای آن لب و مساز گردیدم
پسند خاطر همسایه شد از من فغان من

بما حلقه بگوشان حاجت تیر نگه نبود
بجان منت اگر جان خواهد آن ابرو کمان من

بحال فرد مسکین ای تغافل پیشه رحمی کن
گرت پرسند از من گو یکی از بندگان من

بعشق آیا که گفته از من و نام و نشان من
که این نا آشنا گردید امشب میهمان من

شب تاریک غربت نیست کس از همرهان من
نباشد جز درای کاروان کس همزبان من

بہانے را بود انگشت در دندان ازین نظم — مگر رفت از لب لعلش حدیثے بر زبان من
کمانے می کشی یا می کشی دلہاے عالم را — بہ قربان چنین وضع کششہاے تو جان من
نہ لختے از جگر دارم نہ از دل پارۂ یارب — چہ خجلتہا ز تیر او چو گردد میہمان من

تو بہر رغم رقیبان فرد کردی شکوۂ جورش
ندانستی کہ می شد زین بہانہ امتحان من

اے عذر خواہ عاصیان وے رحمۃ للعالمین — سر بر در تو میزنم رحمے کن و حالم ببین
اے زیر فرمانت قدر وے سر بحکم تو قضا — اے دست تو دست خدا عالم ہمہ زیر نگین
در ہجر مہر روے تو عالم بہ چشم تیرہ شد — کے آفتاب بخت من سر بر فروزد از زمین

من فرد مداح توام تو دلبر زیباے من
یکبے قدم رنجہ نما بشنو فغان این حزین

سبک اے صبا بگذر ازین خاک مزار من — کہ وقف سرمۂ خلقے است امشب این غبار من
باغوشے نگارم گر کند رنگین کنار من — توان روئید بعد از مرگ لالہ از مزار من
من و این خدمت پیر مغان و صحبت ساقی — الٰہی تا قیامت باد زین سان روزگار من
بحسرت میرد آہوے حرم از صیدگاہ او — بجولانگاہ توسن گر بنازد شہسوار من
تو در دست خرد زاہد ز سبحہ عقدہ ہا داری — بحمد اللہ کہ عشق آسان بمن فرمود کار من
من و خاک در میخانۂ پیر مغان زاہد — ترا مستی زہد و مرا بس این خمار من
بہر گامے ہزاران جان ترکان می پرد از تن — بشوخی می جہاندے چو طفل نے سوار من
ز سر پا ساختہ سوے حریم یار می آیم — چہ می جوید رقیب از من نشان در رہگذار من
من از خاک عرب کحل الجواہر آرزو دارم — ازان روزیکہ بر شکل عرب آراست یار من

تو سلطان جہانبانی و من فرد گداے تو
چہ باشد گر نوازی از قدوم خود دیار من

اے جفاے تو مرا بہ ز وفاے دگران — حرف دشنام توام بہ ز دعاے دگران
غیرت عشق من این است کہ دیدن نتوان — طاق ابروے تو محراب دعاے دگران
صبر تا چند ازان شربت قند لب تو — درد من بہ نتوان شد ز دواے دگران
چہ کنم گر بگریبان نزدم پنجہ ز رنج — چون بہ بینم بدرست چاک قباے دگران

خواهم از اشک کنم خاک درت گل که مباد
قدمی رنجه کنی تا بسرای دگران

گر بود لطف تو یارم بوفایت سوگند
هیچ باکم نبود گه ز جفای دگران

بامید کرمی سر بدر کس نه نهم
هم جفای تو مرا به که وفای دگران

زندگی چون نشود عقدهٔ دشوار مرا
لب لعل تو بود عقده‌کشای دگران

دیده دریا کنم و خلوت دل بر فگنم
گر بگرد دلبرم گاه هوای دگران

از ادب دورم و اغیار بنزدش گستاخ
تا شکیبیم کند این بخت رسای دگران

میرود پیک و ز درماندگی خود بغمم
گر رسیدن نتوانیم بپای دگران

فرد
چون باسگ کوی تو نه بیند و بهره
محتشم هست گدایت ز گدای دگران

یارم از قامت بالاست بلای دگران
در بلاییم من از بخت رسای دگران

مدتی شد که بیادِ تو ز خود رسته منم
فتنهٔ غمزهٔ تو هوش ربای دگران

وقف هر رهگذری کرده ام این خاک تران
تا بکوی تو رسم گاه بپای دگران

گر رود جان ز تنم از سر کویت نروم
گوشهٔ کوی تو خوشتر ز سرای دگران

گردی از خاک در تو که بود پیرهنم
بر ز صد جامهٔ دیبا و قبای دگران

جان بلب آمده از حسرت لعل تو منم
تو ز قند لب خود محو شفای دگران

بر سر کوی تو خاکم شده پامال رقیب
چند این دشمنی ای دوست برای دگران

صبر و دین و خرد و رای همه گم کردم
تا پسند تو شده کار ز رای دگران

کنم آمین چو برآری بدعا دست ولی
چه کنم گر تو شوی محو دعای دگران

فرد
چون سوخته از غیرت شمع حرمت
کی توان دید در ان بزم تو جای دگران

مطربا آهنگ نو آغاز کن
نغمهٔ داودی نی ساز کن

چند باشم همدم نامحرمان
گوش من پر از حدیث راز کن

از لب لعلش حدیث جانفزا
با من افسرده خاطر باز کن

نکتهٔ از نالهای زار من
پیش او با نی دمی دمساز کن

عرض حال ماندگان راهِ عشق
در حضور آن بت طناز کن

ساقیا تا کی غم دوران کشم — از لب جامی دمی اعجاز کن
اخگری از آه آتشبار من — صرف جان حاسد غماز کن

فرد دارد حسرت دیدار تو
بر سر او جلوهٔ از ناز کن

ساقیا بر بخت خفته آب زن — بر سر صایب بهر دفع خواب زن
با رقیبان چند باشی مست ناز — با من بیخود شراب ناب زن
تکیه بر سامان نباشد کار عقل — سنگ بر جمعیت اسباب زن
شیشهٔ تقوی بپای خم فگن — آتشی در جان شیخ و شاب زن
کار عشقم بسته ماند تا بکی — جام می از بهر فتح باب زن

فرد اگر وصلش تمنا کرده
آب تسکین بر دل بیتاب زن

ساقیا آهنگ فتح باب کن — جام من پر از شراب ناب کن
درد سر تا کی ازین رنج خمار — می بیار و فکر دفع خواب کن
آتشی زن در خیال خام من — خاک در جمعیت اسباب کن
تاب صبر و قرار من بیار — چارهٔ درد دل بیتاب کن
غلغلی افگن ز جوش می بچرخ — آتشی در جان شیخ و شاب کن

فرد ز آه آتشین تا توانی
زهرهٔ خامان عشقش آب کن

سر فدای پای تو ای پیک فرخ فال من — آگهش کن از من و عشق من و احوال من
شوری از تحقیق عشقش در سر سودا ایم — شد تماشا گاه عالم در غم او حال من
بسکه دور افتاده ام زان شهر رشک صد بهشت — ای فدای یثرب او جمله جان و مال من
طیبه طیبی
ذره از خاک کف پایش نشد گر قسمتم — کحل خاک یثربی و دیدهٔ اقبال من
جز رخ و زلفش نباشد صبح و شام من دگر — بر هلال ابروی او هست ماه و سال من

فرد را تا بنده خود خواند آن شیرین سخن
نیست غیر از گفتگویش هیچ قیل و قال من

فزودی تا زلب جوش رقیبان
بغارت بردہ ہوش رقیبان

من و این تلخ کامیہاے عمرے
لب لعل تو و نوش رقیبان

من و صد حسرت حرفے ز لعلت
سخنہاے تو و گوش رقیبان

من و صد نالۂ و افسانۂ خویش
تو از خود رفتہ مدہوش رقیبان

بجرم عاشقی ریزند خونم
کرمہایت خطا پوش رقیبان

سپندم آتش غیرت ازانم
فروزی شمع خاموش رقیبان

عبث بر شکست خاطر من
نہادی دست بردوش رقیبان

بگویت فرد را ماندن ازان بہ
نشیند گاہ ہمدوش رقیبان

ایضاً

کس باین حسن تو انباز نہ خواہد بودن
نازنینے بہ چنین ناز نخواہد بودن

چشم مخمور و نگہ شوخ و مژہ تیر بلا
کس باین خوبی و این ساز نخواہد بودن

زلف آشوب جہانے و رخت فتنۂ جان
چون تو کس خانہ برانداز نخواہد بودن

ساقیا بادۂ گلرنگ کہ ابر است و بہار
ہیچ سامان خدا ساز نخواہد بودن

گر ہمین نالۂ شبہاست ز عشقت دانم
کہ نہان در دلم این راز نخواہد بودن

ناقۂ لیلی اگر نیک درائی دارد
با دل قیس ہم آواز نخواہد بودن

بلبل و قمری و نے گرچہ فغانے دارند
کس بعشاق تو دمساز نخواہد بودن

آگہ از حال دلم بلبل و پروانہ نشد
زاغ خود ہمسر شہباز نخواہد بودن

آتشین نامۂ خود در پر ہدہد چہ نہیم
دگرش طاقت پرواز نخواہد بودن

نگہے سوے ضعیفان بکن اے مست شباب
آخر این عہد چو آغاز نخواہد بودن

ہمسر حسن خداداد تو اے جلوہ فروش
یک صنم با ہمہ پرداز نخواہد بودن

زاہد از زہد ریا توبہ کن و بادہ بنوش
کہ در توبہ دگر باز نخواہد بودن

دردت این است اگر زیستن فرد غریب
بے دواے لب اعجاز نخواہد بودن

آباد باز کن ز قدومت دیار من
اے من ترا عبید و تو شہریار من

جانان ز لطف گر گذری بر مزار من
دامان خود بپیچ ز مشت غبار من

ای مهر نور بخش دگر چهره بر فروز / ای روی تو فروغ ده روزگار من
یک صبح سوی من نفسی از نسیم لطف / ای آبروی گلشن من وی بهار من
من بندهٔ کمینه و تو خواجهٔ منی / می زیبد ار ز لطف تو باشی بکار من
نازم به بخت خویش که آخر بجذب عشق / از سنگ آستان تو لوح مزار من
خوشتر ز وسعت دل من نیست وادیی / جولانگه سمند تو ای شهسوار من
گردی بدل نشست مرا ای صبا ز تو / آگه نه هنوز ز حال غبار من
گردی ز کوی تو بلحد برده ام چه باک / آید اگر فرشته بطوف مزار من
هر سنگ پاره ز درت هست همچو طور / آرام بخش جان و دل بیقرار من

هستیم **فرد** کشتهٔ تیغ نگاه او / می بایدت که از مژه روبی مزار من

ای بیقرار در رهت مژگان من / از برای تست جسم و جان من
بهر تو آماده گوش و چشم من / محو رویت دیدهٔ حیران من
صبر و عقل و هوش و دین من توئی / ای که رویت قبلهٔ ایمان من
عارض تو مصحف اهل نیاز / ابرویت بسم الله قرآن من

نظم **فردم** نکته از لعل تو / حرفی از ذکر لبت دیوان من

صبا بآن در والا سلام ما برسان / بخاک میکده از ما سلام ما برسان
برنج و درد سرم از خمار بادهٔ شب / نسیم ساقی ما را سلام ما برسان
ز حال دُرد کشان گاه اگر مغان پرسند / به حضرتش ز تمنا سلام ما برسان
چو میکشان بزمین دُرد از قدح ریزند / زمین گل شده را سلام ما برسان
دمی که پیر مغان بزم می بیاراید / بجام و شیشه و صهبا سلام ما برسان
بمیکده گذری گر ترا ای نسیم سحر / بساقی و می و مینا سلام ما برسان
مغان ز خم چو می صاف در سبو ریزند / بخم و سبو و مغان را سلام ما برسان

اگر بجانب رندان گذر کنی ای **فرد** / بمجلس طرب افزا سلام ما برسان

گر ز زلف تو مرا باز گرفتار جنون — اینک این کوی تو و ما و سر و کار جنون
نیست جنس خرد امروز بشهر تو بکار — جان به بیعانه رسیدیم خریدار جنون
گر همین فصل گل و جوش بهار است امسال — ترسم ای عقل کشد تا بکجا کار جنون
بسکه در عهد تو بگرفت جنون قدر و رواج — می فروشم دل خود را سر بازار جنون
دام زنجیر بدیوانه چه راحت بخشد — صد بیابان که چو گام است به بیمار جنون
بر سر از همت مردانه گرفتم کوهی — ور نه کی عقل تواند که کشد بار جنون
رخت ار ستم بسر مور ضعیفی دادند — هستم اکنون من و این سنگ گرانبار جنون

عاقلان فرصتی از فکر جهانی دارند
فرد مارا بگذارید به آزار جنون

گر یقینم شدی این خوی جفا پیش از این — میگرفتم ز تو سوگند وفا پیش از این
میگرفتم ز تو پیمان که بجو ابم آیی — گر گمان بردمی این هجر ترا پیش از این
بامنت اینچه سخنها بمیان بود ای کاش — می گرفتم ز تو عهدی بخدا پیش از این
وا شدی عقده چو وابسته لعل لب تست — تا نیفتد گرهی لب بگشا پیش از این
غنچه دل چو شگفتی ز نسیم سحری — گفتمی حال دل خود ز صبا پیش از این
گر ز هجر تو چنین بی سر و سامانی ور نه — عقل و صبر و خردم بود بجا پیش از این
عشقت افگند درین ورطه فریاد و فغان — کی دلم بود چنین ناله سرا پیش از این
ترک عشق تو بمن هیچ به یغما نگذاشت — بود با ما دل دیوانه ما پیش از این
مردن و زیستنم هست بفرمان لبت — با ز بپسند بمن جور و جفا پیش از این
چون بیکتائی تو هر دو جهانست گواه — کار برهم مزن از زلف دوتا پیش از این

فرد چون دل بسپردی غم عشقش میخور
نشدی مصلحت اندیش چرا پیش از این

ای ز نگهت تیر ای هر موی مژه سوزن — گر تیر زدی بر دل هم بخیه ز مژگان زن
چون آهوی بس وحشی تیر تو رمد از من — می میرم ازین سختی ای میر شکار افگن
در دیده ز بس زخمی وارد دل غمناکم — در صید گهت صیدی کی دید ز زخم تن
در باغ خز امیدی چون ای گل رعنایم — ز جوشش بهار تو در هر چمن گلشن

ای غیرت گل از تو بلبل بنوا سنجی
در وصف لب لعلت شد جمله زبان سوسن

در شاه ره عشقش فارغ ز خطر میرو
بردار قدم برخیز ای فرد بچین دامن

چند روز از خویشتن بیگانه می باید شدن
آشنا با جلوهٔ جانانه می باید شدن

عقل را در کار و بار خلق می باید گذاشت
در طریق عاشقی فرزانه می باید شدن

حاجت شمع خرد در بارگاه عشق نیست
عقل را می سوز گر پروانه می باید شدن

می رمد از خانهٔ دل آهوی وحشی ما
بگذر از دل گر باو همخانه می باید شدن

دولت گنجینهٔ حسنش اگر خواهی دلا
بهر چندی خانمان ویرانه می باید شدن

میکده باشد بدور چشم مست او خراب
رند اکنون بی می و پیمانه می باید شدن

فصل گل امسال می آید بصد جوش ای مسیح
لاجرم این بار هم دیوانه می باید شدن

رهزنان بسیار در راه اند خضری باید
در ره عشقش مرا مردانه می باید شدن

کار عشق ای محتسب پیش آمده فرد مرا
دست بردار از من دیوانه می باید شدن

چه باشم من که گویم دلبرا رحمی بجانم کن
مرا بشمار زان خویش و خواهی آنچه آنم کن

حد خود آن نمی بینم که در بزم تو بنشینم
بس است این با سگان خویش جا بر آستانم کن

اگر مرگ و حیات من ز خود باور نمیداری
ز تیغ ابرو و لعل لب خود امتحانم کن

بجرم عشق گر من بند زلفت را نمی شایم
به پیش خود نظر بندم بپاس دشمنانم کن

بامید وصالت یک دو دم جان در بدن دارم
قدم رنجه بفرما و وداع میهمانم کن

دل افسردهٔ من غنچهٔ پژمرده را ماند
گذاری ای نسیم از لطف سوی بوستانم کن

ز مدت آرزوی ناوک تو فرد میدارد
بسویش گوشهٔ چشمی گهی ای ابرو کمانم کن

ای منزه آستان قدس تو از عرش من
خاک دور افتاده از راه تست این جان و تن

ترسم آلوده شود پای نسیم کوی تو
ورنه مشت خاک خود را کردمی کویت وطن

خاک باد آن تن که بیجا ماند دور از راه تو
از غبار آستان تو نشد او را کفن

این تن خاکی چه باشد لایق درگاه تو
هست چون در راه تو جان نیز کمتر از بدن

زان لطافتها که دارد سایهٔ بالای تو
سبز بخاک تو نهاد از سایه شمشاد چمن

نازکیهای لب شیرین تو کردم چو ذکر
می برد خلقی حلاوتها ازین لطف سخن

قند میریزم بکام جان ز یاد نام تو
تلخ کامم گرچه از هجر تو ای شیرین دهن

جرعهٔ در کام من ای چشمهٔ آب حیات
کن مسیحائی بکار من ز بوی پیرهن

آگه از حال ولی ای وارث علم نبی
کعبه کن این دیر ما را ای خلیل بت شکن

بوسهٔ آن در نصیب لب نشد گو فرد را
از خیال جان ز مژگان هست شغل رفتن

نی نرگسم نه چشم که حیرانم اینچنین
نی سنبلم نه زلف که پریشانم اینچنین

این عکس روی کیست که تابانم اینچنین
امشب که جلوه کرد که حیرانم اینچنین

دل جلوه گاه کیست که تابانم اینچنین
سرتا قدم چو آینه حیرانم اینچنین

بی برگیم چو نخل خزان دیده ام نمود
در باغ دهر بی سر و سامانم اینچنین

دامن کشیده بگذرد از سایه ام هما
من طرفه یادگار ز دهقانم اینچنین

با غم ز داغ سینه بود بشکنم قفس
دارم قفس چنان و گلستانم اینچنین

جز نخل خار دار نرست از زمین من
گویا که تخم زیر مغیلانم اینچنین

از گلشن زمانه ندانم چه دیده ام
همچون گل شگفته که خندانم اینچنین

ابر بهار از مژه ام غرق خجلت است
حیرانم اینکه بهر چه گریانم اینچنین

یارب شبی بخواب حمایل بگردنم
زلف که دیده ام که پریشانم اینچنین

روی که تافت از لب بام امید من
همچون سحر که چاک گریبانم اینچنین

گلبانگ عندلیب کجا و فغان فرد
او در نوای شوق و با فغانم اینچنین

ردیف الواو

غزل ۱۳۱

همچو نی سوخته جانم تنه نا ها یا هو
همه تن محو فغانم تنه نا ها یا هو

جلوه گر کیست ندانم تنه نا ها یا هو
خود منم یا بگمانم تنه نا ها یا هو

رهنما همچو صدای جرسم حیرانم
خود براه که روانم تننا ها یا هو

مشربم باده پرستی ست کجا توبه ز من
بنده پیر مغانم تننا ها یا هو

مژده باد الضعیفان که ز فیض همت
همه تن تاب و توانم تننا ها یا هو

کس نه الست که در نی و دم چنگ و رباب
در پس پرده نهانم تننا ها یا هو

جلوه گر در همه ذرات منم لاغیری
همچو خورشید عیانم تننا ها یا هو

غافل از خویش نشانم تو کجا می جوئی
فرد من جان جهانم تننا ها یا هو

از غم عشق تو دلگیرم و میدانی تو
جان من بهر تو می میرم و میدانی تو

بگذر از رنج مسیحا و بحالم بگذار
دست بردار ز تدبیرم و میدانی تو

بار هجر اینقدر ای شوخ منه بر دل من
ناتوان بسکه چو تصویرم و میدانی تو

چند تدبیر جنون من ازین سلسله پا
خود ز زلف تو بزنجیرم و میدانی تو

ناصحا چند ملامت کنی از عشق مرا
من خود آزرده ز تقدیرم و میدانی تو

سرگذشت من سودازده ای فرد مپرس
کار با طفلک و من پیرم و میدانی تو

تا چند توان دیدن بیداد ز چشم تو
ای بتکده مستان بر باد ز چشم تو

آهو به بیابانها صید نگه نازت
نرگس بچمن دارد فریاد ز چشم تو

زنهار ز نقاشی خود دست کشد مانی
حیرت زده باشد بهزاد ز چشم تو

تا فتنهٔ تو دارد سرمشق جفا پیما
یک خانهٔ دل نبود آباد ز چشم تو

آشوب دل او شد سرگرمی چشمانت
چون صید اسیر است صیاد ز چشم تو

تا مصرع قد تو شد منتخب و موزون
بنوشت مد قدرت این صاد ز چشم تو

از گردش چشمانت گردیده شب و روزم
ای آفت دورانها ایجاد ز چشم تو

پیمانهٔ ساقی را هرگز نبود قدری
شد سست بتخانه بنیاد ز چشم تو

ای سرمه چشم تو ره بست بفریادم
آهی نتوان کردن فریاد ز چشم تو

گیرم که رها سازد دام سر زلف تو
ممکن نبود گشتن آزاد ز چشم تو

بر فرد چه افسون خواند این سحر دو چشمانت
بیخود دل بسر کویت افتاد ز چشم تو

تو سرور جہانی و من از جہان تو / تو سید زمانی و من در زمان تو
تو ترک صید افگنی و دلربای خلق / من صید یک نگاہ تو و نیم جان تو
خلق اند و آرزوے جہانے و فکر عیش / ما و سر پرستش ہم این آستان تو
ہیم
گلبازی و جوانی و عشق است و سیر باغ / ما و گل رخ تو و غنچہ دہان تو
تو خواجہ جہانی و عالم طفیل تست / صد چون من کمینہ ز کمتر سگان تو
ہرگز ندید روے فنا تا بروز حشر / ہر کس کہ زندہ گشت ز فیض لبان تو
تو خسروی و تخت تو دلہاے عاشقان / عالم ہمہ گداے تو و در امان تو
حیرانم اینکہ حلقہ بگوشش تو عالم اند / یارب چہ فتنہ خواست ز سحر بیان تو
ترکان و خلق و صیدگہ و تیر عشوہ ہا / ما و امید عاطفت ابروان تو
اے شوخ تا دل از من مسکین ربودہ / ما و دل ربودہ و این داستان تو
ما و شکستہ بالی و صد حسرتے بدل / زان لذتے کہ ہست بہ تیر کمان تو

تالیف او مکن کہ بخیزد ز کوے تو
فرد است نو خریدہ درین بندگان تو

در پرسشش اے صبا خبر عشق من بگو / پیغام عندلیب بطرف چمن بگو
زان پیشتر کہ مرگ نہد پنبہ ام بگوش / با آن مسیح از من و ریش کہن بگو
زنار زلف دست مرا زیر سنگ کرد / در جلوہ گاہ آن صنم اے برہمن بگو
می آید از تو نکہت خوش در مشام جان / از گل نسیم بگذر و زان پیرہن بگو
عمرے گذشت تا ز دل آوارہ ام ہنوز / با شہریار دل ز غریبی لوطن بگو
از ہر طرف سخن چو برآید ببزم او / در ذکر دیگران سخنی ز حال من بگو
شوریدہ سر دگر بود تا بہ یثربم / اے باد حال خستہ و یس قرن بگو
ویس ترا قرن بود سازگار دل / با خواجۂ مدینہ ہواے یمن بگو
طوق غلامی تو چو قمری بگردنم / زین بندگی خبر بسر و سمن بگو
آشفتگی ز عقل بود در دماغ من / بر من سخن ز قیس و از آن کوہکن بگو
زنار دار حلقۂ زلف تو گشتہ ام / با آذرے بتان ز من بر ہمن بگو
عیسے تلخ کامی من شربتت چہ سود / حرفے بوصف آن لب شیرین سخن بگو

آباد هست خانهٔ دل یا خراب شد / ای آه زان دیار من و زان وطن بگو
نتوان ز ذکر لاله مرا در سخن گرفت / افسانهٔ عندلیب از آن گلبدن بگو
روشن شده است گر بتو ای شمع داغ من / از رنگ زرد من بر آن سیم تن بگو
عالیست کار عشق ز پروای ننگ و نام / افسانهٔ مرا بسر انجمن بگو
آنجا که مشق تیغ زنی قاتلم کند / از حسرت سرم بر آن تیغ زن بگو
بگشاید عندلیب زبان گر بوصف گل / حرفی ز یار پیش گل و نسترن بگو
ابروکمان من چو رود بهر مشق تیر / از جوش خون من بر ناوک فگن بگو

ای فرد گر ز من نتوانی حدیث راند
باری ببزم او سخن از خویشتن بگو

در دور باده بخشی لبهای نوش او / ای وای بر کسی که بجا ماند هوش او
شیرین لبان که شور حلاوت همی زنند / لب می گزند زان لب حلوافروش او
پوشیده نیست حال پریشانیم ز زلف / باشد که رفته رفته رسد تا بگوش او
ترسم رسد بدامن پاک تو داغ خون / خونم بسهل ریز و عذر کن ز جوش او
رحمی به بیقراری من ای صبا وی / زلفش گرفته است قراری بدوش او
صد آفرین به تیشهٔ فرهاد می کنم / کز سرزنش نمود سبکبار دوش او
لب بسته چون شدم بسخن او لبی گشاد / ای من فدای خوی خوش عیب‌پوش او
پروانه را ز گفتن سوز درون چه سود / ای شمع آگهی ز زبان خموش او

فرد تو شب بناله بسر برد بر درت
غوغای سگ گمان تو شد بر خروش او

قبلهٔ تن هست کعبه قبلهٔ جان کوی تو / کاش بهر جان و تن یک قبله بودی کوی تو
گر نماز صبح بگذارم بیاد روی تو / هم نماز شام می خوانم بشوق موی تو
حلقهٔ اوراد و سبحه زاهدان را نیک باد / ما اسیران را بس است این حلقهٔ گیسوی تو
بر در دیر و حرم اهل نیاز آن را چه کار / کعبهٔ من آستانت ایکه من هندوی تو
نطقم آموز لبم باشد حدیث لعل تو / مطلع دیوان ما را می سزد ابروی تو
قامتم خم شد چو محراب و نمیدانم هنوز / هیچ محراب نماز الا همین ابروی تو

ای خوشا روزی که می پاشیدمی از دیده آب
وز مژه می کردمی جاروب خاک کوی تو

جلوهٔ حسنت چه آتشها که در دلها نزد
برد موسی را ز خود این غمزهٔ جادوی تو

هر کسی بهر نیاز خویش دارد قبله‌ای
قبلهٔ دین و دل فرد تو باشد سوی تو

ما را که هست روی ارادت بسوی تو
خواهم چو سگ همیشه بمانم بکوی تو

تا زنده ام همیشه زنیم زیر پای تو
میرم اگر بکوی تو هم رو بروی تو

یارب بهیچگاه پریشانیم مباد
خالی سرم مباد ز سودای موی تو

گاهی اگر بسوی گلستان گذر فتاد
غرضم دگر نبود بجز جستجوی تو

یک صبح با صبا ننمودم حکایتی
الا حدیث لعل تو و گفتگوی تو

نگرفته ام برای تماشا گلی بدست
الا بیاد روی تو و ذوق بوی تو

فرد ترا ز تهمت دیوانگی چه باک
ورد لبش چو نیست مگر های و هوی تو

ای زمام خلق در قابوی تو
هر کسی را دیده سوی روی تو

گر مسلمان بندهٔ فرمان تست
برهمن زنار دار از موی تو

سایه دارم نیست از ما جنبشی
هست رفتار من از نیروی تو

دل بیغما بردی و گوئی که برد
روی تو یا موی تو یا خوی تو

غیر از این ماوای من هرگز مباد
یا در ست یا بزم تو یا کوی تو

گردن گردن فرازان سر بسر
هست اندر حلقهٔ گیسوی تو

هر که هست از وامق و فرهاد و قیس
در سر او نیست الا هوی تو

دل بطاق کعبه کی گیرد قرار
بس بود یک گوشهٔ ابروی تو

کی بمحراب حرم بندند دل
عاکفان گوشهٔ ابروی تو

کیست کاندر قید فرمان تو نیست
ترک من ای برهمن هندوی تو

همچو گل صد چاک کردی پیرهن
یوسف مصر ار شنیدی بوی تو

از همه سودا رهانیدی مرا
[illegible] در حلقهٔ گیسوی تو

فرد را از ناتوانیها چه باک
تکیه میدارد بچوب بازوی تو

تاب نگه نیست چو در روی تو
پرده رویت شده گیسوی تو

منزل من بود سر کوی تو
شوق دلم برد به پهلوی تو

باک ندارم ز جفای رقیب
نازش من هست بخوشخوی تو

بالش پر زیر سرم گو مباد
بس بودم تکیه ببازوی تو

کو من چون کاه و کجا کوه عشق
می کشم این بار به نیروی تو

می روم از خود چو بیاد ورت
کی بتوان رفت سر کوی تو

روی ارادت بکه آرم درست
نیست چو یک سلسله جز موی تو

باد ورا زخم بخنجری که او
راه نما گشت بگیسوی تو

ایکه بتاراج دلم آمدی
رفت دلم پیش از این سوی تو

هر دو جهان حلقه بگوشش تواند
طوق همه سلسله از موی تو

نکهت گل کی کندش تر دماغ
فرد که آشفته شد از بوی تو

چون نگه دارد کسی گنجینه از چشم تو
بهر دل صد زخم آمد سینه را از چشم تو

حیرت آئینه عکس چشم حیرانت فزود
حیرت اندر حیرت است آئینه را از چشم تو

دی فقیه از حرمت می بزم برهم کرده بود
آبرو شد مجلس دوشینه را از چشم تو

بسملم کرد این نگاهت ای کمان ابروی من
می رسد هر لحظه تیری سینه را از چشم تو

در تماشای نگاهی مردم و کینت همان
می شناسم طرز چشم و کینه را از چشم تو

گردش روز و شبم از گردش چشمان تست
رونماند شنبه و آدینه را از چشم تو

بر امید یک نگاهت گشته ام چندین خراب
قطع کردم الفت دیرینه را از چشم تو

مستی دیگر برنگ تازه می بخشی ز چشم
نیست نسبت باده دوشینه را از چشم تو

عشوه ات فرد مدرس را چنان از خود ربود
پاره کرد آن دفتر پارینه را از چشم تو

ظل هما بود مرا سایه گیسوان او
بر سر سلطنت گوشه آستان او

کرد پریشان مرا زلف پریشان او
خواب ز چشم ربود نرگس حیران او

آفت دوران من چشم سیاهش شده
گرد سیه روز من گردش چشمان او

از خط سبزش همین مانند غلامیم و بس / هست دو عالم همه بندهٔ فرمان او
خوش نگهان جهان گرچه شکار افگنند / لیک همه زخمی ناوک مژگان او
مهر ز رویش بسوز ماه بداغ کلف / فتنهٔ روز و شب است آن رخ تابان او
پند کنون میدهی ناصح و زین پیش رفت / جان و دل و دین و صبر جمله بقربان او
چون لب زخم مرا شست مسیحا ز اشک / بوسه بزخم زد از حسرت پیکان او

فرد نگفتی دگر هیچ غزل گر شدی / بیت دو ابروی تو مطلع دیوان او

منکه سر حلقهٔ رندان جهانم یاهو / سرخوش از بادهٔ آن پیر مغانم یاهو
ساقی امروز سبو بخشیت بکامم ترلل / میدهد ذوق دگر کام و دهانم یاهو
مطرب از ساز دگر خواند ترانه تننا / دل بجوش آمد و من هم بفغانم یاهو
بیخود و بیخبر از هستی خویشم یللی / کین منم یا نه منم یا بگمانم یاهو
من درین عالم مستی نشناسم خود را / خود کیم قالب جان یا همه جانم یاهو
دوش میگفت ربابم که چو مستان برخیز / پای میکوب و بگو من همه آنم یاهو
همچنین بودم و هستم و هم خواهم بود / از ازل تا ابد عین همانم یاهو
گم چه سازم که جز او نیست بچشمم موجود / نام وی نقش دل و ورد زبانم یاهو
آب دریایم و یا عمر روانم یا چرخ / در ره شوق کسی تیز روانم یاهو

فرد جز هو نبود ذکر من رند دگر / رندم و غیر ازین هیچ ندانم یاهو

همچو سگان توایم در خور مهمان تو / بس بودم فگندهٔ ای شه من ز خوان تو
ایکه تو خواجهٔ من کمین بندهٔ زبندگان تو / هیچ سگی نیا شدست همچو من از سگان تو
ای سر خسروان همه خاک ره حریم تو / منزلتم ز کوی است ایکه بلند شان تو
داغ جبین من بود سکهٔ نام نامیت / ایکه هزار جان من باد فدای جان تو
سجدهٔ من بسوی تو روی نیاز و کوی تو / قبلهٔ حاجتم بود کعبهٔ آستان تو
بوسهٔ درگه تو بس بهر تو چون کنم هوس / منکه نیافتم هنوز منصب دوستان تو
در دم نزع آمدی عمر تو بس دراز باد / ریز بکام تلخ من شربتی از لبان تو

وعده مکن بهر کسے نیست وفا چو خوے تو — تا که نگیرد از دروغ هیچ کسے زبان تو
صرف همین نه جان من هست اسیر زلف تو — دین و دل و شکیب و عقل هست همه از آن تو
کان گهر بکن صنم گوش مرا که مفلسم — تا که شوم خزینه دار از لب درفشان تو
گم بغمت چنان شدم نیست نشان هستیم — نام و نشان من شده نام تو و نشان تو

ایکه ز حال فرد من میکنی پرسشے که کیست
بنده از سگان تو یا سگ بندگان تو

کار جمال دیگران ایکه کند خیال تو — جلوه کنی چو بے نقاب تا چه کند جمال تو
پرده ز روے بر فگن چهره خویش وانما — اے مه و مهر آسمان ظل تو و ظلال تو
روز مرا بسر شود در سر جستجوے تو — شب من و بستر غم جان من و خیال تو
سرو من از خرام ناز سایه فگن بگلشنم — رشک بهشت تا شود باغ من از نهال تو
ساغر شکر زن دلا دولت عشق یافتی — روز فزون همیشه باد دولت بے زوال تو
هیچ کسے بکس نکرد آنچه تو کرده بمن — می کشدم بپاس غیر نے سبب این ملال تو
روے ندیده جان من در ره عشق سر نهاد — مردم و قاصدے نگفت مژده از وصال تو
باد هوا شمرده پند و نصیحت اے دلم — کار تو تا کجا کشد آخر ازین خصال تو
منصب عشق سهل نیست کار بصبر کن دلا — کیست که تاب رو باو این همه حسب حال تو
عشق بهر که داغ کرد مهر فلک غلام اوست — سکه بر آسمان زند اے مه من هلال تو
داغ غلامی تو شد سکه شاهی جهان — تاج سر شهان بود خاک در بلال تو
خلق بپرسدم ز تو من بعجب فتاده ام — تا چه کنم بیان که نیست مثل تو و مثال تو

فرد برون ز خلوت آ مجلس انس برکشا
تا که شود عیان بخلق فضل تو و کمال تو

زلف تو نداشتی گر این بو — کے قدر ختن شدی سر مو
آغاز ستمگری است از تو — ورنه به بتے نبود این خو
زین پس دگری چه من نیابی — وابسته بندهاے گیسو
از روے تو داغ در دل مهر — مه را ز کلف نقاب بر رو
صیاد حرم الد سر به آهت — تا کرده زه کمان ابرو

زین پیش مگر بتی نپنداشت / در کشتن خلق زور بازو
جور است غلام بارگاهش / زهره زکمینه چاکر او
تا چند فسانه های شیرین / شیرین لب اوست کوهکن کو
افتد نظرش بگریهٔ من / زان اشک روانه کردم آن سو
گیرم به چشم و گه بدامن / گر می چو صبا برد ازان کو
دیوانهٔ نشست یک جهانی / بدنام همین منم بدین خو
سوی تو مرا نمیگذارد / چون از در تو روم دگر سو
دارد چو رقیب سر بپایت / بنهاده سر غم بزانو
ای آب حیات من لب تو / مردم من تشنه بر لب جو
در حسرت ناوک تو تا کی / در صید گهت روم چو آهو
خوفم چه دهی ز حشر کاین روز / دارد شب هجر من به پهلو

یک وعده کن از خطائی راست
با فرد خود ای بت غلط گو

آرزوی جان زارم یک نظر دیدار تو / میدهم جان در تمنای مه رخسار تو
از سگان خود شمار و از غلامان شمرم / گر نیم من بردهٔ شایستهٔ بازار تو
گردش چشم تو صد میخانه را برباد داد / لب نیالاید بر لب پیمانهٔ سرشار تو
شد مسیحا مبتلای درد عشق از چشم تو / کس چه سازد چارهٔ زین فتنهٔ بیدار تو
جان بلب میدارم و لب میگزم از دست دل / بر کدام امید این دل می کشد آزار تو
می شود بیمار دار چشم تو بیمار تر / سحر بیدار از نگاه نرگس بیمار تو
آفرین بر این جگرداری که میدارد دلم / همچنان دارد یقین از وعدهٔ هر بار تو
شهر من شد شهر قیس از جوشش سودای من / آنکه شهرت رشک بخدا از گرمی بازار تو
این متاع جان و کالای دل من بازده / نیست گر چشم بنرخ یک نگه در کار تو
تا چو من دیگر نیفتد در غمت این داغ دل / می برم همره نمونه تشنگی از خسرو ار تو
خانهٔ دل همچو کعبه بارگاه عام نیست / خلوت خاص است زاهد نیست اینجا بار تو
نه همین تنها برهمن بلکه شیخ کعبه هم / شد ز زلف تو چو من در حلقهٔ زنار تو

حال فرد خود چه می پرسی که میماند کجا
بر درت افتاده یا در سایهٔ دیوار تو

سنجیده ایم رفعت مهر از کمند تو
بالاتر است عالم قدر بلند تو

ای قدسیان اسیر بدام کمند تو
کارت کشیده دور ز جعد بلند تو

نگشاد گر ز زلف گره بهر صید کس
ای صد چو من اسیر بدام کمند تو

شد بس دراز سلسلهٔ موی زلف تو
صیدی نباشد آنکه نباشد به بند تو

تلخ است کام حسرت شیرین دهن ز تو
تا گشت قند ریز لب نوشخند تو

سر سبز سبزه که بگرد لبت دمید
پرورده شد ز آب لب همچو قند تو

از لعل دل فریب تو زاهد ز خود گذشت
واعظ ز وعظ مانده به حسرت ز پند تو

دارم یقین که عهد نو تو کشد اگر
این هم بود چو وعدهٔ فردای چند تو

از تار زلف گر برسانی بمن گزند
تریاک بوسه هم که برد آن گزند تو

ای مهر و ماه گرد سرت همچو ذره‌ها
انجم بود به مجمر گردون سپند تو

گر صد هزار فتنه کشد سر ز جیب جور
خاک در تو هست و من مستمند تو

از مهر کشتهٔ تو به از جمله بهاست
گردی که سوده گشت ز نعل سمند تو

اشعار فرد کرده تنقل بیاض خویش
ای من فدای خاطر نازک پسند تو

ندارم آن حدیثی که آرد کسی برمن سلام او
چه حسرتها کشم یارب ز تشریف پیام او

مگر تیر نگهش بی پر باله آهیکه من دارم
که نتواند ز کوی او رسیدن تا ببام او

ندارد کوهکن تلخی ز شیرین کامی خسرو
که او هم تر زبان میدارد از شیرین ز نام او

بجان خود نمی‌ترسم من از تیغ جفای او
ولی ترسم که از قتلم شود خونریز نام او

گهر از دولت لعلش همه شیرین دهان ریزند
ولیکن از خذف کمتر نماید با کلام او

دلم از حسرت لعل لب او تشنه می‌میرد
ز دلداری بده یک جرعهٔ شربت بکام او

همین خواهم که بر خاکم رسد نعل سمند او
کجا آن منصبم باشد که تا گیرم لگام او

تمنای حدیثی از لب لعلش چه میدارم
چو از خود میروم یارب زماند از سلام او

جهانی عاشق جانباز او خواهد شدن لیکن
نباشد بنده دیگر چو این فرد غلام او

برخود کشم هزار جفا در وفای تو
گردیده ایم دشمن خود در رضای تو

اشکم بیاد چشم تو از سر اگذشت
یارب مباد هیچ کسی آشنای تو

صد آرزوست در دل خلق و مرا همین
هرگز مباد نقش دل من سوای تو

تنها نه من معامله با تو کرده ام
دلهای عالمی است برهن ادای تو

صد خرقه ها چو جامهٔ گل چاک گشته است
آورد تا نسیم شمیم قبای تو

کن احترام خاک نشینان کوی خویش
دستی برآورند چو بهر دعای تو

اقلیم حسن زیر نگینت همیشه باد
باد البقای نام بقا از بقای تو

قربانی نگاه تو و از ند چشم وا
در انتظار آن لب معجز نمای تو

سنگی بدل نشست ز نا ترسی رقیب
همزانویت نشسته چو دیدم بجای تو

جام جهان نمای ولی بود فرد را
بشکسته دیدمش بحریم سرای تو

شب بزلف تو چو شانه مو بمو
از دل گم گشته کردم جستجو

گرچه بو دارد گل و ریحان همه
چون تو کی دارد ولی از ناز بو

جوهر فردی بود یا نقطهٔ
از دهان تست گویا گفتگو

گریه ام گو ریخت سیل از چشم من
کی رود داغ غمت زین شست و شو

شد بدور تو نهان از چشم زان
پیش تو حور و پری را نیست رو

قامت او را قیامت هر که گفت
رحمت حق باد بر آن راست گو

هیچ وجه عزت آئینه نداشت
پرتو روی تو بخشید آبرو

ناصحا خاموش کز خود رفتگی
گه بپای خم فتم گه بر سبو

توبه از می چون کنم کان شیخ هم
باده می ریزد بجبه هم در گلو

خرقهٔ زاهد قبول رند نیست
ورنه رهن می شدی دستار او

فرد در محراب ابرویش مرو
تا ز خون چشم خود سازی وضو

ردیف الهاء

۲۱ غزل

حسن بی‌پروا بعشق من نیاز آموخته / بد نمود عشقم ترا کاین خوی ناز آموخته

آن ادبها بین که تعلیم جنون خود کرده بود / آنچه سهوش کرده بودم عشق باز آموخته

پای تو بوسیدن و غلطیدن و رفتن پیت / سایه ام زان زلف در عمر دراز آموخته

عشق تا پروانه را آموخت طرز سوختن / شمع را هم از غمش سوز و گداز آموخته

نی سوارم تاخته چون سوی ترکستان سمند / در دیار ترک رسم و راه تاز آموخته

گاه از خنده نمی پاشید بر ریشم نمک / از که این طرز و ادا آن چاره ساز آموخته

هندوی زلف تو ای بت همچنان هستم بجان / گرچه تن در کعبه ارکان نماز آموخته

از رقیبان این بلای تازه آمد بر سرم / جور بی اندازه این مسکین نواز آموخته

فرد من زین بیش فهم نکته‌های من نداشت
از گدامین اهل دل این فهم را آموخته

در دلم عشق تو شمعی تازه داغ افروخته / هر چه بود از پخته و خامم بیکدم سوخته

غارت دست جنون شد ناصحا تدبیر چیست / مایهٔ صبری که دل در مدتی اندوخته

بس پشیمان از خرد گشتم ازین دست جنون / پاره کرد آنچه خرد اینک بجیبم دوخته

آفتی ای **فرد** بر جان غریبان کرده است
آنکه چشم یار را جادوگری آموخته

بر در کسش نتوان نمودن ناله و فریاد و آه / کاسمان از دود آه و نالهٔ من شد سیاه

تا نهادم بر سر از خاک در جانان کلاه / کمتر از دربان بچشم من نماید پادشاه

پادشاهی می کنم از دولت عشق کسی / فوج طفلان گرد من هستند هر دم چون سپاه

تیر و شمشیری نراند کس بصید چنانگی / زخم تازه میزنی هر روز از تیر نگاه

تا بطوف کعبهٔ کوی تو دل بنهاده ام / دیر و کعبه را نمانده تا دل من هیچ راه

صبح و شام من ز زلف و روی تو باشد مدام / می کنم در آفتاب و ماه و رویت اشتباه

چند از هجر تو باشد کلبهٔ **فرد** تو تار
شمع من بیجا نباشد گر فروزی گاه گاه

آنکه سر فتنهٔ جهان شده / آفت صبر عاشقان شده

چه قدر شوخ و چیست و چالاکی / آنکه آشوب یک جهان شده

چشم بد دور زین دو چشم سیاه
آفت جان مردمان شده

زین دو محراب ابروان صنما
دشمن زهد زاهدان شده

صندل و سرمهٔ جهان گردی
چون من از خاک آستان شده

بر پسند تو فرد می نازم
عاشق نازنین جوان شده

از نگاهی صنما کار جهان ساخته
از من خسته چه شد کز نظر انداخته

پیش از این غیر منت عاشق دلداده نبود
این زمان از قد زیبا علم افراخته

فتنه انگیز مشو این قدر ای آفت دهر
پرده از روی چرا باز برانداخته

یاد عهدی که بکار رسم وفا بود ترا
اینک ای عهد فراموش بکه پرداخته

برفگن پرده ز رخ تا همه محو تو شوند
طعنهٔ دیگر نزنندم که خرد باخته

فتنهٔ جان من آشوب جهانی شده
دل ز من برده بقصد دگران تاخته

عشق آن شمع شب افروز مگر کرد سیا
آتشی در دلت ای فرد که بگداخته

در هر که نظر کردم جز روی تو روی نه
هر جا که گذر کردم جز کوی تو کوی نه

گر مشک و گلاب و عطر از صندل و گل باشد
از هر چه شمیدم من جز بوی تو بوی نه

در هر دل و هر دیده در هر سر و هر سینه
موجود ترا دیدم جز هوی تو هوی نه

در شام و سحر جز تو رونق که دهد جانان
جز روی تو وردی نه جز موی تو موی نه

هر که از در تو خیزد بیچاره کجا گذرد
جز راه تو راهی نه جز سوی تو سوی نه

هر خوی خودش برکن ز خوی خودش برکن
ای فرد غلام تو جز خوی تو خوی نه

تا ز عشقش زده ایم پیمانه
سر من هست در کوی میخانه

باد آباد عشق را خانه
که مرا گشت شمع کاشانه

سر فرو بردهم بگوشهٔ دل
بس بود عزلتم ز بیگانه

دشمن جان من شد این دل من
رفتم از جان بیاد جانانه

لب از جرعه بکامم ریخت
می زنم نغمه های مستانه

هست سودم بیک نگاه کسے گیر دار جان من به بیعانه
وقت خوش باد عشق را که نمود فارغ از آشنا و بیگانه
ذکر من بود شب به همسایه عشق را گشته ایم افسانه
فرصت با دلے غریب نواز می نوازی دگر مرا یا نه
وا دسر مایهٔ پریشانی شب بر زلفش چو میزدم شانه
آخر اے هجر ز آه دل می ترس شمع را سوخت سوز پروانه
از که نالم من از خرابی دل خانه ها شد ز عشق ویرانه
بره او گذشته ام از خود گشته ام آشنائے بیگانه
جاے خارش بچشم آبله شد پا نهادم بعشق مردانه
شب ز مستی بپا د کوے مغان در کعبه زدیم رندانه
سوختم زان سرے که با شمع در خموشی نگفت پروانه

دست بردار اے خرد از من
فرد را عشق کرد دیوانه

دهان است یا راز ناگفته میان است یا موے آشفته
لب خود گزیدم که دندان او بدرج دُری هست ناسفته
گذاری به بستان من اے نسیم دلم همچنان ماند نشگفته
لب خویش را اذن اعجاز ده ندیدیم چون بخت خود خفته
اگر گوش من قابل دُر نبود نگفتی کلام پذیرفته

پرسد گر از حال فردم بگو
که یک مشت خاک از درت رفته

اے ز کوے تو عز و جاه همه آستان تو بوسه گاه همه
نخانها شیم رو بکه آریم ایکه درگاه تو پناه همه
لب عقده کشاے را بکشا ایکه لطف تو عذرخواه همه
دامن پاک تو نیالاید از گناه من و گناه همه
گشتم سر نه طاق ابرویت که در تست سجده گاه همه

نگہے کن بحال مشتاقان ایکہ بر روے تو نگاہ ہمہ
سوز از جلوۂ رخت یک بار دلبرانا مۂ سیاہ ہمہ
پادشاہان ز دور گہت نازند خاک تو تکمۂ کلاہ ہمہ
از رہ ناز و بے نیازیہا شیشۂ شکستۂ براہ ہمہ
سوز ہجر تو سوخت بس دلہا بس بلند است شور آہ ہمہ

فرد خود را نواز از لطفے
ما ہمہ بندہ و تو شاہ ہمہ

اے از لب لعل تو ہر گوشہ مستانہ در نرگس مخمورت ہر کوچہ میخانہ
گم کردہ دل خویشم اندر خم زلف تو با خویش نماند از تو نہ خویش و نہ بیگانہ
ہر کس بتمنایت شیدائی حسن تو مجنون جمال تو ہر عاقل و فرزانہ
پیش تو بت آذر افگندہ سر سجدہ خوبان دو عالم را جانان توئی جانانہ
این حسن بلا خیزت شورے عجبے دارد ہر کوچہ و غوغائی از عاشق دیوانہ
از طلعت روے تو ہر خانہ پری خانہ در سلسلۂ مویت عالم ہمہ دیوانہ
نگذاشتہ عشق تو یکدل بخردمندی ہر کس کہ ہمی بینم از بہر تو دیوانہ
مے خوار لب نوشت ہشیار ہمی گردد پر شد لے بیدار و از گردش پیمانہ
زناری زلف تو با سبحہ چہ پردازد از اشک ہمی ریزد در یاد تو صد دانہ
فارغ غم عشق تو ز آباد و خراب گرد معمورۂ شوق تست ہر خانۂ ویرانہ
در عہد تو شمع و گل افتاد ز بیقدری در سوز و فغان تو ہر بلبل و پروانہ
ہر ذرۂ سرگردان گردان سرت باشد در طوف حرم باشد یا گرد صنمخانہ
کم ماند شب وصل و تو محو شکر خوابی ما ہم و ز ہجر تو صد دفتر افسانہ

پرشد اے جہان در دل فرد تو بیدارد
از سر قدمے دارد در راہ تو مردانہ

اے ز حسن عارض خود غارت گل کردۂ آشفتہ در بوستان بر جان بلبل کردۂ
تا صبا از طرۂ تو برد بوے در چمن بس پریشان خاطر مجموع سنبل کردۂ
فتنہ برپا کردۂ در ملت اسلام و کفر خلق را حلقہ بگوش خود ز کاکل کردۂ

از نگاہے آتشے افگندهٔ در میکده
ساقی و مے خوار را بیکار از غفلت کردهٔ

صد ہزاران نیم بسمل ہمچو من افتاده اند
خانہ ہا بر باد از خوے تغافل کردهٔ

نقد جان بر کف جہانے بر درت استاده اند
در غم فرقت چه بیداد از تطاول کردهٔ

تا شکست از شانہ یک تار سر زلف تو شب
روزگار عالمے بر ہم ز کاکل کردهٔ

فرد ما را چون از آنِ خویش میدانی بیا
بهر کار او چرا چندین تامل کردهٔ

نیستم از قرب درگاه تو گر خو کردهٔ
ہستم از بازار حسنت کمترین نو بردهٔ

وقت خوش آن شمع را کو سوخت پیش تو بہ بزم
من ز ہجرت سوختم چون شمع اندر پردهٔ

اے کمان ابرو دگر زخمم مزن از تیغ ہجر
ہستم از آماجگاہت صید ناوک خوردهٔ

ایکه وقت بذله بخشی فرد را پرسی که کیست
از نمکدان لب لعلت نمک پروردهٔ

بحمد الله که خالی بود شب بزمش ز بیگانه
دل دیوانهٔ ما بود و ما بودیم و جانانه

لبش میگون و پا لغزان نگاه و چشم مستانه
ز خود رفتم بمن چون جلوهٔ فرمود ترکانه

بپندارم چه بزم آراست شب این بخت بیدارم
که از شب تا سحر من بودم و ساقی و پیمانه

سگ دربان او در خواب و من با شمع بالینش
ز شب تا صبح میگفتم ز عشق خویش افسانه

ز دست ما چه کار آید که خواجه تاش کس باشیم
سرے داریم پر سودا و دلے داریم دیوانه

دلم افگار و جانم زار و یوسف بے بہا جنسے
روم گر من ببازارش چه پیش آرم بہ بیعانه

بجز دلق مے آلوده من مسکین بپندارم
چه خواہم ساخت من این بار نذر پیر میخانه

اگر این ترک من ساقی است میدانم بس این چندے
نماند زاہد و شیخ و برہمن با ز فرزانه

چه پندم میدہی دستار رہن مے اگر کردم
شود صد خرقه رہن مے گر آباد است خمخانه

ز زلف خود بزنجیرش کن و بنشان بر خود
علاجے به ازین نبود بکار فرد دیوانه

چو من صد عاشقے اے شمع بر روے تو پروانه
سرت گردم ترا زین سوز دلہا ہیچ پروانه

رقیبان گر گرہ ہائے تو بشمارند روزانه
من و از قطرہ ہائے اشک این تسبیح صد دانه

جہانے را ز راه بے نیازی کردهٔ بر ہم
بدلہا رحم کن دیگر مزن بر زلف خود شانه

بهر نعل سمند نازت اے چابک سوار من
دل و جانم فدا بادا زآن جنبان یک جلوه تمکانه

بشارت برده دلها و دیگر کج کله کردی
چه ماند از ما که می آئی دگر بر رسم شاهانه

ز جولان سمند ناز او گردے نماند از دل
چه کوشم من پے آبادی این خانه ویرانه

لب میگون ساقی ریخت مے در کام تلخ من
الهی تا ابد آباد باد این بزم رندانه

فرد

ز دست هجر تا کے هر شب ناله و زاری
اگر تو عاشقی بنشین براه یار مردانه

گفتم این زلف سیاه تست یا مار سیاه
گفت پیچان است مارے بر لبت یا دود آه

گفتم این رخساره ات خورشید بر روی زمین ست
گفت حیرانم که چشمت کرد چون بر من نگاه

گفتم او را این من و این چشمهٔ حیوان لبت
گفت تو چون آمدی کاینجا خضر را نیست راه

گفتمش دیدم رخت گفتا برین غره مشو
جلوه دیگر بهر زمانے دارم و هم جلوه گاه

گفتمش اے مهر و ماه من بگفتا بس خموش
دیده گاہے تو بیداغ و کلف هم مهر و ماه

گفت گل را نسبتے نبود بحسن روے من
گفتمش آرے دل و جانم بدعوایت گواه

گفتمش بارے دلم آباد کن اے بے وفا
گفت زین خو عالمے را کرده ام خانه تباه

گفت چندین ناتوان و زرد گردیدی چرا
گفتم از عشق خط سبز تو گشتم همچو کاه

گفتم افتی کاش در چاه زنخدان کسے
گفت صد یوسف جمال افتاده اند اینجا بچاه

فرد

تیر خورده دید چون در صیدگاه خود مرا
گفت ناحق کشته شد امروز فرد بیگناه

گفتمش چشمت رقیبان را بتو بنمود راه
گفت از نامحرمان بس دور میدارم نگاه

گفتمش گاہے بپہلوے خودم بنشان دمے
گفت عاشق را نباید آرزوے عز و جاه

گفتمش با بوالهوس یکسان نمودی بنده را
گفت قدر هر کسے را خوب میدارم نگاه

گفتمش تا کے بسر آید شب یلدا ے غم
گفت امشب صبر کن گویم جواب این پگاه

گفت از مژگان بروب این در گهم گفتم بچشم
گفت دانی چیست این در گفتم آری سجده گاه

چشم خون گریان و لب نالان و رنگ چهره زرد
دعوی حسن ترا بهتر ز من نبود گواه

عالمے را سر به پیش روے تو خم گشته است
کرده تا بر سر خود از ادا کج کلاه

گفت دانی چیست فرق اندر میان ما و تو
گفتمش من یک گدایے در گهت تو بادشاه

بود زیر سبزهٔ خط چون نهان چاه ذقن
در شب تاریک زلف افتاد فرد من بچاه

مرا دلے است کہ صد فتنه پا بجا کرده — اسیر زلف کسے کرده جرم نا کرده
ز قید سینهٔ من خویش را رها کرده — مرا بدرد و غم خویش مبتلا کرده
دریں رہائی جانم ز ہر طرف بسته — رہ ہزار بلا ہا از زلف وا کرده
بکار خویش فرو مانده در نہی خردی — حوالہ جملہ کارم بہ بیوفا کرده
حقوق صحبت دیرینه ام فرو بگذاشت — حق محبت نو آشنا ادا کرده
جدا ز پہلوی من گشت و بیدلم یکبار — بپاس خاطر آن شوخ دلربا کرده

امید روز بهی هست فرد را لاریب
سپهر چون همی کار با خدا کرده

مرا بتے است کہ صد آفتے بپا کرده — ہزار رخنه با سلام و دین ما کرده
ز روی خویش همه صبر و ہوش من برده — ز زلف خویش دلم کفر آشنا کرده
ہزار فتنه و آشوب کرده بر جانم — بپاس غیر مرا مورد بلا کرده
بقتلگاه شہیدان خود چو توسن راند — ہزار سر کہ بیکبار زیر پا کرده
برین صفائی شمشیر ابروئیش نازم — بیک اشاره دل عالمے جدا کرده
نهاده منت دیگر بجانم از کشتن — بپای خویش چو از خون من حنا کرده
قبا است جامهٔ گل عندلیب نالان است — ز بوی او به چمن آفتے صبا کرده
برنجیت خاک بنافه عبیر خاک درش — همه تتار و ختن غارت جفا کرده
مسیح من که بیدم ز بوسه شربت داد — هر آنچه کرد بمن آفت این دوا کرده
نکرده ترس و دل من بزلف خویش سپرد — بنای کفر درین خانهٔ خدا کرده

شکایتم نبود هیچ از رقیب سگے فرد
که هر ستم که بمن کرده دلربا کرده

اے خلق ز ابروے تو خسته — شمشیر چنین مژان دو دسته
آهو روشے تو ندیده زخم — تیرت سوے هر یکے جسته
شد هر که اسیر دام زلفت — یکبار ز جمله قید رسته

هرگز مغشان چو از مزارم — گردی که بدامنت نشسته
خوش طالع آن سکندر عهد — کو بر در دولتت نشسته
از هر دو جهان بریده دل را — با زلف تو دل هر آنکه بسته

کن صلح بفرد خود چو خسرو
ای آرزوی دل شکسته

خوشا نیکو سرشتی آن فرشته — که خاک من بآب می سرشته
ندارد تاب سفتن گوهر اشک — مگر باشد رگ جان جای رشته
نمیدانم چه آتش هست عشقت — که دو آهای جانی را برشته

چو دو کس ای فرد از جور رقیبم
رقیبان را بگیر و در حق رشته

برزن آمد بوسه‌ام با جلوهٔ ترکانهٔ — جان که دارم مایهٔ آن خورد کمتر از بهانهٔ
نی گلی را بلبلم نه شمع را پروانهٔ — عشق و حسن از جلوهٔ بیرنگیم افسانهٔ
بار قیدی برنتابد جلوهٔ اطلاق من — پارسا با پارسایم رند با رندانهٔ
خویش را بشناس تا ما را شناسی چون منم — آشنا با آشنا بیگانه با بیگانهٔ
قطرهٔ اشکی که آید از دل عاشق برون — پیش من ای شیخ به زین سبحهٔ صد دانهٔ
پارسا و رند و هم شاه و گدا را جز تو نیست — همنشین و همره و هم بستر و همخانهٔ
ما همین نواختی گر کلبه‌ام را شکوه نیست — لائق تشریف شاهان کی بود ویرانهٔ
از خطا افتاد بر من گر نگاهت عیب نیست — چشم تو دارد ز مستی لغزش مستانهٔ
حال من در آرزوی لعل خود پرسی که چیست — جرعه نوشی از می تند ار کشد پیمانهٔ
چون نیامد از خرد انجام کار من درست — کار و بار خود سپردم با دل دیوانهٔ
من دل صد چاک در سینه نگه دارم از آن — تا که از زلف کسی آید بکار شانهٔ
حل مشکل میکند از یک قدح پیر مغان — سر بلند آن سر که شد خاک در میخانهٔ
عشق دشوار است لیکن تا بود حرص مراد — بگذر از هر مطلبی از همت مردانهٔ

هر کسی از مومن و کافر براهی میروند
فرد را هم می برد عشقش بسوی جانانهٔ

ردیف الیاء

غزل ۶۰

مرا یا آرزوے جان نبودی — لبش یا چشمهٔ حیوان نبودی

ندیدی انقلاب روزگارم — گران مه فتنهٔ دوران نبودی

که بر سر میزدی این تیشهٔ عشق — در اول عشق اگر آسان نبودی

گل و شمع و سحر کے جلوه کردی — لب لعلش اگر خندان نبودی

ز دود آه دل تا سینه میسوخت — ز جوش اشک اگر طوفان نبودی

دمے گر در کنارم جا گرفتی — الم بر جان مشتاقان نبودی

ز گلچین بهارش کردمی شکر — نگه را تنگ اگر دامان نبودی

نخوردی سیلی از چوگان عشقش — سرم گر گوے این میدان نبودی

مرا دیوانه گر زلفش نمیکرد — ز پند ناصحم احسان نبودی

چو زلف کافرش میزد ره دین — کسے در خلق با ایمان نبودی

اگر یک جلوه اش میدید چشمم — بحال خویشتن گریان نبودی

نهان می بود گنج حسن غوغا — ز عشق من اگر چندان نبودی

همای زلفش ار سایه فگندی — دل من این قدر ویران نبودی

اگر آن مطلع ابروے تو فرد — ندیدی صاحب دیوان نبودی

جفاے کاش در خوبان نبودی — تغافل شیوهٔ ایشان نبودی

دو چشم عاشق ار گریان نبودی — بعالم رشحهٔ باران نبودی

چه خوش بودی که جان نازپرور — اسیر زلف محبوبان نبودی

بپیوندی نگشتی آشنا دل — چو جان را الفت جانان نبودی

توان صبر خود میداشت یا کاش — بدل مهر جفاکیشان نبودی

دل عالم شدی دیوانه اش گر — جفاخوے پری رویان نبودی

باین خوبان که دل را می گرفتند — شکستن پیمان نبودی

چنین خونریز کز چشمش نمی بود
لبش را منتے بر جان نبودی

ز چشمش همسری کے می توانست
چه کردی نرگس ار حیران نبودی

لبش کے شهرهٔ اعجاز می گشت
اگر درد مرا درمان نبودی

اگر می بود عمر جاودانی
حکایات مرا پایان نبودی

تو می بودی اگر سامان فردم
غریب و بے سر و سامان نبودی

بگلها رنگ و بو امداد کردی
بہ بلبل نالہ ها ارشاد کردی

دل غمگین ما را شاد کردی
کہ این ویرانہ را آباد کردی

در افگندی بہ سنبل پیچ و تابے
نهال سرو را آزاد کردی

سحرگاهے خرامیدی ز خلوت
زمین از سبزه ها آباد کردی

ز تاب زلف و چشم فتنہ انگیز
بلاؤ آفتے ایجاد کردی

برا عیار کز عشقم بگفتی
بجان من چها بیداد کردی

بهر رنگے کہ گشتی جلوه آرا
تحیر شیوهٔ بهزاد کردی

چہ فهمی قدر درس عشق ناصح
چو من کے خدمت استاد کردی

بفرد خود عجب رنگے نمودی
کہ محو نالهٔ و فریاد کردی

خوشا گر ماه ویرانم تو باشی
چراغ خلوت جانم تو باشی

خراب آباد دل ویران نگردد
اگر خود میر سامانم تو باشی

تو باشی محرم راز دل من
دوائے درد پنهانم تو باشی

بدیر و کعبہ کے آرم رو گر
فروغ روے ایمانم تو باشی

فراغم گاه از آن هر گہ مبادا
بهر درد یکہ پرسانم تو باشی

بخوبان جهان کے دل فروشم
عزیز مصر کنعانم تو باشی

بدرد خود چہ سازم یا علاجے
اگر از لطف درمانم تو باشی

جهان در چشم من تیره نگردد
اگر خود ماه کنعانم تو باشی

دل ویرانہ ام آباد گردد
بملک دل چو سلطانم تو باشی

بسیر گل چه بگشاید دلم گر — چمن آرای بستانم تو باشی
نثار تو کنم لخت دل خود — شبی گر یار مهمانم تو باشی
چه باشد گر تو ای نخل امیدم — سر و برگ گلستانم تو باشی

چه ریب از جلوه سحبان دهد فرد
اگر ممدوح دیوانم تو باشی ✽

دل من غنچه و لطف تو نسیم سحری — ای خوشا صبح که سوی دل تنگم گذری
زین رخ و لب نتوان گفت که تو گلشکری — خود گل و قند چه باشد ز همه خوبتری
با که نسبت کنم این حسن دلاویز ترا — چون به بیگانه نیرزند فرشته و پری
جامه ام پاره کند عشق بروزی صد بار — چند دست خرد و صبر بخیه گری
خام عشقیم و به پابندی تکلیم هنوز — جذب تو کو که بیکبار کند پرده دری
نامه سوز چه بندیم به بال هدهد — خواهم ای جان که تو هم نامه بری
مدتی شد که بامید سلامی بره است — خاک می بیزم و تو محو خیال دگری
آگه از حال دل من نشدی ای ناصح — من ز خود رفته ام و تو ز جهان بیخبری
سر من باد بهر گام فدای قدمت — ای نسیم سحری گر تو سلامم ببری
اختر انند همه لاله رخان عالم — تو به حسن از همه بالائی و رشک قمری
هدهد این نامه بشوقم به پر خویش ببند — نتوان کرد از این بال و پر این نامه بری
تو چه آنان همه خوب اند و لیکن همچنان — که یگانه آدم تو چه زیبا پسری
چشم و گوشم چه کند لعل لب ای سمی — که توام روح روانی و تو سمع و بصری

بند کن راه گله جبر و در کاهش ریز
فرد تا چند کند ناله از این بی اثری

یارم از لب همه قند و همه لعل و همه می — دل چنان باز ستانیم الهی از وی
چشم مخمور و نگه مست و کرشمه آشوب — پر شکر قامت بالاش همه تن چون نی
بیخودم کرد چنان شب که بدم در طلبش — خبرم نیست سحر کی شده او رفته کی
سوختی ناصح تو دل خسته بد ابیح دگرم — آخر سر جلوه بود بر چشم این کی
از که پروانه و سازم بکه یارب چه کنم — جلوه روی تو دیدم همنا در همه شی

بس غنیمت شمر این صحبت گل را بلبل — نالهٔ امروز چرا از ستم بهمن و دی

دست بر داشته فرد تو ز بیماری دل
ورنه بر رغم رقیبان لب شفا بردی بے

بچه امید نهم بدر پاک کسے — کز حیا پا نگذارد بسر خاک کسی
گرچه صد پاره شود دل ز خدنگ نگهش — هیچ پرواے ندارد ز دل چاک کسی
فتنه انگیز ز گیسو و بلا خیز ز قد — شوخ چشمی که ندارد ز جفا باک کسی
گریه ها بیند و گاهے بغلط هم نه نهد — آستین بر مژهٔ دیدهٔ نمناک کسی
واشد عقدهٔ دل گر تو تمنا داری — خیز و بر بند سر خویش بفتراک کسی

مار زلف سیهت داد بفرد تو گزند
بہ لبنار ز و بجز از لعل تو تریاک کسے

ایکه از روے دل افروز سهیل یمنی — بندهٔ حسن خدا داد تو ویس قرنی
برنتابد قد بالاے تو بار سایه — هیچکس همسر تو نیست بنازک بدنی
بهتر از قند و نبات است حدیث لب تو — همزبان تو کسے نیست بشیرین سخنی
نقد جان تند بکف بهر نثارت عشاق — اے خوش آندم که ز رخ بُرده بمن برفگنی
تا فتادم ز حریم تو بصد مرحله دور — هر زمان می کشدم درد غریب الوطنی
میدهد جلوهٔ گل پیرهن از عکس تنت — مرحبا اے گل رعنا که چه زیبنده تنی
بر زبانها است حدیث تو ندانم که چرا — شور افگندهٔ در خلق ز غنچه دهنی
برده این عشوهٔ ناز تو قرار دلها — اے نگاه تو رم آموز غزال ختنی

جذبهٔ عشق تو شد رهبر کویت ورنه
فرد تو بندهٔ هندی و تو شاه مدنی

اے بخوبی در دو عالم نیک منظر آمدی — درمیان جمله خوبان ماه پیکر آمدی
زاهدان و صوفیان را رند مشرب ساختی — مست پاکوبان چو با مینا و ساغر آمدی
صد هزاران جان و دل بادا نثار مقدمت — ایکه بر بیمار خود در نزع بر سر آمدی
اے بقربان تو من با این قد رعنا و ناز — بر مزار کشتگان با شور محشر آمدی
ایکه در یک جلوه بردی صبر از دلهاے خلق — کس چه سازد بعد ازین گر بار دیگر آمدی

از رخ خندان زدی در خرمن گل آتشی — وز ادا ها غیرت بتهای آزر آمدی
حاجت چندین ادا و ناز بهر من نبود — بر من مسکین چرا با فوج و لشکر آمدی

جان فدای مقدمت ای خواجه فرد غریب
از کرم بنده نواز و بنده پرور آمدی

جلوهٔ در خلوت جان ساختی — گلخن ما را گلستان ساختی
تا پی صیدی فگندی ناوکی — عالمی را خانه ویران ساختی
تا ز شانه زلف را آراستی — صد هزاران دل پریشان ساختی
بر دل موری گشادی نکتهٔ — مور را رشک سلیمان ساختی
اخگری بر طور افگندی ز عشق — سرمهٔ چشم عزیزان ساختی
تا فگندی عکس خود در آئینه — دیدهٔ آئینه حیران ساختی

فرد را از یک نگاه دلربا
کمترینی از غلامان ساختی

ایکه بی حسن عمل نیک جزا می طلبی — شرم بادت ز خدا غیر خدا می طلبی
خویش را گم کن و از راه طلب پای ببند — گر سلیمانی اقلیم بقا می طلبی
در طلب گم نشدهٔ راه بمطلب چه بری — قدمی پیش ننه و بین که کرا می طلبی
یار بی پرده چو در خلوت دل جلوه گر است — تو بهر کوچه و بازار چرا می طلبی
چون فنا از همه گم گشتن و بیخود شدن است — تو ز خود رفته نهٔ ایکه فنا می طلبی
یوسف تو که نهان است بچاه کنعان — تو بهر وادی و هر مصر کجا می طلبی
ساعتی بهر خدا زنگ خودی را بزدا — گر به آئینهٔ دل نور خدا می طلبی
یار نزدیک تر است از رگ جانت بالله — تو ز غفلت مگر از خویش جدا می طلبی

ناپسند است متاع دلت ای فرد بیار
شوخ چشمی که برین جنس بها می طلبی

درد دل خسته ترا هم بمحبت چه زنی — خون نگشته جگرت لاف ز محنت چه زنی
عشق بر دست تو چون داغ ز آتش ننهاد — خیمه در وادی ایمن ز کرامت چه زنی
تا ز سر پای نسازی سر این راه بجوی — بر خود از طی چنین مرحله تهمت چه زنی

منت از خلق چو سرمایهٔ دل میدانی
بردر خلق سر از بهر وجاهت چه زنی

شاهباز ابگشا بال بصید عنقا
چون مگس بر سر خود دست زحسرت چه زنی

کی برون آمدی از حرص و هوای دنیا
تکیه ای فرد بدیوار قناعت چه زنی

اینکه جان در راه عشقم باختی
مرحبا مردانه کاری ساختی

رایت تو بر فلک افراختم
بر در من تا که سر انداختی

شهسوار من دو عالم بهر تست
اسپ در میدان قدم تاختی

سرو آزاد چمن شد بندهٔ ذات
قامت بالا چو بر افراختی

خلق را پیش تو کردم سرنگون
تیغ ابرو در جهان چون آختی

منزل خود در دل تو ساختم
چونکه دل از غیر من پرداختی

من ترا گشتم چو گشتی زآنِ من
می نوازم هر کرا بنواختی

محرم راز دل دیوانه ات
عاشقا من بودم و نشناختی

مونس تنهائی شبهای تو
بوده ام من زانکه با من ساختی

فرد من بودم نهان در پرده ات
چونکه بازا ما و من بنواختی

محتسب گر خوبرو بودی قیامت می شدی
بر سر رندان می نوشان چه آفت می شدی

ناصحا این لب که داری نیست چون لعل بتان
گر چنان بودی اثر هم در نصیحت می شدی

داشتت انداز دگر امروز چشم ساقیم
آمدی زاهد اگر اینجا فضیحت می شدی

خوب شد گر خوبروی قسمت ناصح نشد
ورنه امروزم ز پندش بس خجالت می شدی

ذره از درد می بودی اگر در دل ترا
در دل پاک مسیحا جا بعزت می شدی

گر جهالت نیست می بودی جلیس یوسفی
تا وجاهت در تو از تاثیر صحبت می شدی

خاک از راه کسی گر می شدی با دامنی
پا بپای کس ببزم یار راحت می شدی

مشرب پیر مغان گر داشتی شیخ حرم
گفتگو در می نماندی پاس حرمت می شدی

جز کمال حسن پیرا بود دارد اعتبار
زاهد این بودی گرت فرد ملامت میشدی

بکوے میکده بنشین اگر رند خراباتی — که بارے اندرین حضرت نمیدارد مناجاتی
به میخانه مرو اے زیر بار جبهٔ تقوی — بیک جرعه نمی ارزند چون صد دلق طاماتی
به آب مے وضو کن گر حضور مغ طمع داری — طهارت بایدت اول اگر از اهل حاجاتی
امید و یاس کے گنجد ببزم عشقبازیها — فَلا تفرح بما فات و لا تیأس بما یاتی

فرد
ندانم در کدامی زمره خیزی فرد من فردا
نه رند باده پیمائی نه از اهل کراماتی

دی گذشت از نظرم دلبرے آهو روشی — شوخ چشمی و بلاے دل و مرزا منشی
می خرامید براهے بت مرزا منشی — رفتم از هوش ز رفتار خوش کبک وشی
فتنهٔ هوش رباے زمن از ناز خرام — تیز هوشے و بتاراج دلم ترک وشی
کرده از چشم سیه شهر همه خاک و سیاه — کرده از زلف جهان را بفداے حبشی
گرمی تاب لبت هست بکام دگران — جرعه ریز ز دُردے بلب دُرد چشی
محتسب خرده مگیر ار بکشم باده عشق — گر تو تقوی نبرد عیب من باده کشی
غارت روم زیک پرتو رُوی فرمود — شام از زلف سیه کرده به رهن حبشی
راحت وصل تو و محنت دل تنها درقیب — گریه بر خویش کنم چند من جور کشی

فرد
گاه از لب نوش تو نشد شیرین کام
همچنان تلخی هجر است دمن زهر چشی

از حسن رخت دارد زلف تو پریشانی — اے آئینه رویت از زلف بحیرانی
بے آئینه چشم تو رویت نتواند دید — زان چشم تو چون نرگس دارد سر حیرانی
بنود عجب از زلفت گر روے ترا پوشد — بر گنج بود دائم مارے به نگهبانی
از خار تعلقها و زگرد تملقها — افشانده ام از عمرے این دامن عریانی
تا چند خورم آخر این خون جگر از تو — خون دلم اے دیده تا چند بیفشانی
جستیم چو از عیسی درمان دلم گفتا — بوسه ز لب لعلش می باید و نتوانی
از همت عشق خود هر جور تو انگیزم — گر دست دهد وصلت گه گاه به آسانی
چشمان سیه مست و لب باده چکان داری — زود آ که بحمد الله امروز بسامانی
لخت دل خود دادم زان در عوض هیچ — آورد من آئے تیر تو بمهمانی

شد آب مرا زهره از تشنگی تیرت
زد خون دلم جوشی ز آن تیغ که میرانی

حال دلم از عشقش چون گشت چه می پرسی
فرد آنچه کند آتش با پنبه تو میدانی

ای ترک چنین بر سر بیداد چرائی
ویران کن هر خانهٔ آباد چرائی

با دل شدگان تندی و تیزی بنو خلق
در کشتن عشاق چنین شاد چرائی

آخر کشد این عشق ترا بر سر ظالم
زین حسن خود امروز تو برباد چرائی

شد زندگی ای سنگدل از کوه غمت تلخ
شیرین دهنا دشمن فرهاد چرائی

زین جلوهٔ نیرنگی حسن ای بت زیبا
غارتگر صبر دل بهزاد چرائی

زین بوقلمون جلوه بهر رنگ اسیرم
چندین پی صید دل آزاد چرائی

چون آئنه بر حسن دگر چند بنازی
چون مار ز گنج دگران شاد چرائی

آخر کند این نالهٔ تو راه بگوشش
جان بر لب و دل تنگ ز فریاد چرائی

از فرد چه پرسی که چرا عشق گزیدی
خود گو که باین حسن پریزاد چرائی

جان بحریمت چون گذر یافتی
از دل گم گشته خبر یافتی

روی بظلمات نکردی گهی
ره بلبش خضر اگر یافتی

دوخته چشم ز درت می شدی
روزنی گر بهر نظر یافتی

جان نشدی خسته گر از تیر تو
بخیه برین ریش جگر یافتی

روی بکوی تو نکردی گهی
دل اگر این درد تو در یافتی

خون جگر ریختی چشم اگر
ثمرهٔ این دیدهٔ تر یافتی

بار دگر باز نمودی فدا
فرد اگر جان دگر یافتی

در پرده باین حسن خدا داد چرائی
با عاشق مسکین پی بیداد چرائی

بر زاهد صد ساله در صومعه بستی
ای شوخ به بربادی زهاد چرائی

از ناز خرام تو ز خود رفته چو من سرو
جانان پی بی برگی شمشاد چرائی

خود صید تو صیاد شد ای آهوی وحشی
از چشم بلای دل صیاد چرائی

شبها من و تنهائی و یاد سر زلفت　　افگنده تو دورم ز ره یاد چرائی

چون جز در تو نیست مرا قبلهٔ حاجات
فارغ ز من ای خواجهٔ بغداد چرائی

تو چشم انتظارم چو بخواب اید ربنائی　　بچه رو کنم تمنا که نقاب بر کشائی
چه رسد بخواب چون تو بخیال هم نیائی　　بکدام حیله جلوه تو به چشم من نمائی
بنمود دلی که در پی صنما تو در نیائی　　بکدام جلوه گاهی که نه جلوه نمائی
همه سر بهای وهوست همه دل بهٔ آرزوست　　همه لب بگفتگوست چه کسی که هر کجائی
بچمن چه آب و رنگی که برخت بگل نداده　　دل بلبلی نباشد که نه از طرب کشائی
گهی در قبای اطلس بلباس پادشاهی　　گهی دلق صوف در بر تو بکسوت گدائی
بقبای کجکلاهان زده چاک تا بدامن　　زده شعله از رخ خود بلباس پارسائی
من و حسرتی که مهری بلبت زنم ز بوسه　　که بمجلس رقیبان بحدیث در نیائی

چه کند چو فرد مسکین که نه بندهٔ تو گردد
بخدا اگر کسی دیدم چو تو در همه خدائی

صنما سزد بخوبان چو بناز خودنمائی　　چه شود اگر بروئیم در وصل خود کشائی
چو بخانقاه رفتم بر شیخ ره ندادند　　که نه بر مرهٔ ما تو بجانفشان چرائی
بمدرسه گذشتم همه قیل و قال دیدم　　همه خویشتن فروشی همه عقل آزمائی
ره دیر چون گرفتم سر راه من گرفتند　　که بجز برهمن اینجا نبود بکس رسائی
بدر پیر دیر ایدم ز لب مغان شنیدم　　که بیا ببزم رندان که تو مرد آشنائی

اگر از لب عراقی غزلی تو یاد داری
بر من بخوان چو بلبل که تو فرد خوش نوائی

چه بانم فدا ای یا که مطلب بیان زندگانی　　قربان یک نگاهت صد عمر جاودانی
خوش بخت آنکه با تو این زندگی بسر برد　　یا بر سرش بیائی یا پیش خود بخوانی
بس باشدم که گاهی نامم بشبی بگوئی　　گوحد من که روزی در بزم خود نشانی
من هم بخفته در کوت تو نمانده‌ام　　رحمی که اوفتادم اینجا بنا توانی
بیجواز سگ کوی تو پای غیر از دست ندارم　　صدبار گر برانم از کوی خود برانی

افتادہ زیر بامم تو بر فراز بامی
بنگر بخاکساران ای عرش آستانی

ای صید افگن من گامی دو سہ بسویم
افتادہ ام بکنجی در بند ناتوانی

فردست چہ روی دارد تا برورشت بالد
او کم ز ذرہ و تو خورشید آسمانی

رفتم از خود چو بکوی تو رسیدم سحری
نی ز کویت خبری ماند و نہ از خود خبری

چون بمیرم بدر خویش بخاکم بسپار
کہ مرا تا دم محشر ز درت نیست سفری

نتوانم نگہ از مصحف رو باز کشم
عہد دارم نکنم چشم بسوی دگری

از در میکدہ زاہد نتوانم برخاست
جز در پیر مغان نیست مرا ہیچ دری

داد فرہاد ز خسرو کہ ستاند کس نیست
غیر خسرو چو درین شہر دگر دادگری

بشنود فرد اغیار دو حرف آہم
نکند گوش و نہ از نامہ بخواند سطری

بید مجنون چمن ہمسر عشاق تو نیست
عاشقان تو ندارند سر برگ و بری

نخل آہ دلم در چمن سینہ بسوخت
بیشتر زانکہ ز مہر تو بر آرد ثمری

خجل از پیر مغانم ز چنین حرص شراب
لب بجام خود و چشم است بجام دگری

چشم از دیدہ مپوشان کہ نباشد عیبی
بر گدائی چو کند شاہ ز لطف نظری

می پرد سوی تو از شوق خدا مشت خاکم
بستم از دست ہوا نامہ بپر راہبری

من ازان صیدگہت مدفن خود ساختہ ام
گاہ باشد کہ کنی بر سر خاکم گذری

آہ من سوخت مرا سینہ و دل را بگداخت
چہ غم ار نکند در دل سنگت اثری

از در خویش مران یار کہ در [illegible]
جز بجاروبی درگاہ تو دیگر ہنری

بتی دارم دل آرائی بقامت رشک طوبائی
شکر گفتار و گل رخسار و خوش رفتار و رعنائی

بچہرہ غیرت ماہی بملک دلبری شاہی
قمر طلعت فلک جاہی نہال سرو بالائی

بتخت دل سلیمانی بطلعت ماہ کنعانی
بشہر حسن دیوانی بجانہا کار فرمائی

ز عشوہ فتنہ بر جان ز غمزہ رخنہ ایمان
نگہ خونریز جانہا زان ز لعل لب مسیحائی

خیالش مونس شبہا و یادش ہمدم تنہا
طبیب درد و جان افزا بدل بزم آرائی

بہ بزم زاہدان از مستی چشم و لب میگون
خرد را آفت تقوی ربائی بادہ پیمائی

سراپا حسن و خوشخوئی بقد چون سرو دلجوئی ز سر تا پا هنرمندی بدرد عشق دانائی

سر زلفش بسودا آواره ام چندانکه میگردم بهر ملکی و هر شهری و هر کوئی و هر جائی

ز حال من اگر ذکری ببزم آن پری آید بگو ای همنشین دیوانهٔ مسکین و شیدائی

بکار دیگران بس مصلحت اندیش و سرگرمی
بامر فرد خاموشی جفا کاری و خودرائی

ای ز روی تو فروغ خاندانِ هاشمی روشن از شمع جمالت دودمانِ هاشمی

طلعت فیروزی صبح جبینت آشکار از رخ تو نیک اختر آسمانِ هاشمی

شمع سر بگرفته کافروخت ایوان خلیل بر جبین میداشت از نورت نشانِ هاشمی

جبرئیل آورد بهر تو گلیمی تا ز خلد شد قبا صد جامه ها زین طیلسانِ هاشمی

سر فرو بردند اصنام عرب از رفعتش تا سری افراخت این سرو روانِ هاشمی

اینچنین دری ندیده چرخ از عهد بنا فخر بر هر روز و شب دارد زمانِ هاشمی

از نگاهی برده دین و دل ز پیران خلق تا خرامیدی تو از ناز ای جوانِ هاشمی

ای بلا گردان درگاه تو مهر و ماه چرخ عرش هم یک جبهه سای آستانِ هاشمی

هر کرا شمع شبستانی شبش چون روز شد تیره بختم تابی ای ماهِ شبانِ هاشمی

بر منی تا بد خرابی دل که دارد یاد تو ای سرو سرمایه بخش خان و مانِ هاشمی

زان پدر طوبی که در اعجاز میداری شها شد دو بالا از قد افرازیت شانِ هاشمی

پیچسر غم بسکه افسرده دل فرد ترا
رحم بر حال ضعیفان ای جوانِ هاشمی

نه بیگانه ز من نا آشنائی باین خوئی که داری از کجائی

نه اندر دل نه در سینه در آئی ندانم می کنی چون دلربائی

نه بی مثلی همین در حسن و نازی که هم یکتا بخوی بیوفائی

چه بیت بیگانه ام از هر یگانه بمن نا آشنا چندین چرائی

لبت جان بخش و چشم تو جهان کش سراپا جلوهٔ شانِ خدائی

کجا دیدی دلا زلفِ مسلسل چو من امشب که زنجیری بپائی

ز سودا فرد رسوای جهانی بگیسوی که چندین مبتلائی

منم و دعای شبها تو مجیب هر دعائی
بنما بعقدهٔ من یک جلوهٔ خدائی

عجب است گر بمیرم که ز خوی دلربائی
ستم است جمله کارش همه رسم بیوفائی

همه شب سحر کنم من بفغان ز درد سینه
بامید آنکه روزی در راحتی گشائی

بودم ز زر و زن دل همه چشم تا بسیری
چو نسیم دلگشائی سحری بدل درآئی

من دل بغم سپرده تو عجیب دلنوازی
چه بود که بیدلی را ره صبر دل نمائی

تو چرا ز من رمیدی چو فغان من شنیدی
که بجستنی رسیدم بدرت ازین گدائی

چو ز دست تو نباشد چه علاج سود بخشد
من دلبسته مرضها تو مسیح من کجائی

تو بیا بیا خدا را بشنو ازین گدا را
که بلب رسیده جانم ز تپ و غم جدائی

شب غم بسوخت آخر همه مغز استخوانم
قدمی بسوی فردم صنما بغمزدائی

ای مسیحا کار عالم ساختی
از من مسکین چرا پرداختی

منتی دارد حبیبان صید حرم
اسپ تا در صیدگاهی تاختی

می فگندی کاش در بزمش صبا
نامه در راهش چرا انداختی

بر رقیب سنگدل داری نظر
اشک ما را از نظر انداختی

نالهٔ من نیست کم از بانگ نی
از لب خود گر لبم بنواختی

سر بفتراکیم و می پرسی که کیست
تشنهٔ خود را اگر نشناختی

چون سگ او را [illegible]
فرد ناحق جان خود را باختی

داد ساقی می بدستم یللی
باز من از خود شکستم یللی

چشم و دل از غیر بستم یللی
از سر چرخ بلند رستم یللی

فارغم از پای بند دو جهان
دل بزلف یار بستم یللی

پای در دامن شکستم ای خضر
پهلوی ساقی نشستم یللی

ساقیا در دور چشم مست تو
بیخود و باده پرستم یللی

رفتی و رخسار کاری یافتم
تا براه یار بستم یللی

زیر بار منت ساقی نیم
از نگاه یار مستم یللی

همت من گرمی رفتار داشت / از سر کونین جستم یللی

فرد تا آن نور وحدت جلوه کرد / شمع دیر و کعبه هستم یللی

چه سیمها که چون می افگنم هر جا پر سودا ستی / ز عد هوشی قند گاهے بخم گه در سبو دستی
بر آرم گر بیاد لعل وا از آرزو دستی / رسد در گردن مینا و گاهے در کدو دستی
بود چاک گریبان مرا با دست پیوندی / بهار عشق تا بیکار بگذارم فرو دستی
ز تیغ ابرویت خود کشته میگردم چو می بینم / منه بر قبضه شمشیر خود اے تند خو دستی
خوشا آن شب که چون گیسوی مشکینش بخواب خوش / حمایل داشتم در گردن آن ماهرو دستی
باین کوتاه دستی این هوس از بس پریشانم / ندانم چون رسد یارب بر زلف مشکبو دستی
ندارد تاب دیدن چشم من خورشید رویش را / بهنگامم تماشا زان گذارم پیش رو دستی
ز دست شانه صد چاک است امشب این دل ما را / که با این کوتهی دارد به زلفش مو بمو دستی

فرد شود از عرش برتر پایه فردم بیک لطفش / بدست من دهد گر از کرم یکبار او دستی

لطفش اگر کاش دوا می شدی / درد دلم زو بشفا می شدی
سهل بمن بود جفاے رقیب / خویش اگر جمله وفا می شدی
ریش مرا حاجت بخیه نبود / مرهم لطفش چو دوا می شدی
شکوه ز آهم نشدی کو بگو / گر بدرش راه مرا می شدی
فاش ز ناله نشدی راز من / نامه بر من چو صبا می شدی

از تو اگر بوے وفا یافتی / کے ز درت **فرد** جدا می شدی

سوز دلم گر اثرے داشتی / یار من چشم تری داشتی
ناله من گر اثرے داشتی / یار ز حالم خبری داشتی
بر سر خاکم گذرے داشتی / ابر اگر چشم تری داشتی
گریه من گر اثرے داشتی / یار بسویم نظری داشتی
آه نثار قدمش کردے / دیده من گر گهری داشتی

سر نکشیدی بفلک آه من
تا بدرت گر گذری داشتی

روح ز قالب نه پریدی اگر
ناله من بال و پری داشتی

شیخ نکردی بحرم رو اگر
چون تو برهمن پسری داشتی

خضر بتر از نخل نمودی بچشم
آه اگر برگ و بری داشتی

باد گر آن یار نکردی قرار
گریه من اثری داشتی

میزدم آتش بدل عالمی
ناله من گر شرری داشتی

جان ز تن فرد نرفتی برون
زآمدنت گر خبری داشتی

تا کی بغربت سازم در گوشه تنهائی
ای مایه آرامم وقت است که باز آئی

عقلم چه کند از تو دعوای شناسائی
رخسار تو زد آتش در دفتر دانائی

شد زلف دل آویزش خضر ره رسوائی
رفتی ز من و تنگم ای صبر و شکیبائی

تا عشق نشان داده از کوچه بینائی
اندیشه تنگم شد خودبینی و خودرائی

آواره زلفش را زنجیر چه بر سازد
سودای جنون ندهد اعجاز مسیحائی

تا از بر من رفتی دل می طپدم در بر
ای صبر و قرار من تا کی بشکار آئی

بخرام بکوی خود کز خاک شهیدانت
صد فتنه برانگیزد زین جلوه رعنائی

بر جان ضعیف من ای عشق چها کردی
رخصت طلب است از من این تاب و توانائی

از جاده سرمستان برگیر کف خاکی
ای فرد طمع داری گر سرمه بینائی

ای از سر زلف تو در هر سری سودائی
وز حسن پر آشوبت هر گوشه و شیدائی

هر شب بدرت سرها در پای طلب از درد
هر روز بکوی تو صد شورش و هیهائی

از لعل شکربارت هر بزم پر از شوری
وز نرگس مستت هر خانه و غوغائی

صد خانقه صوفی در عهد تو ویرانه
آباد ز عشق تو هر خانه و هر جائی

حاجی بطواف اندر از شوق حرم کو
آواره و سرگردان چون عاشق هرجائی

دل تنگی عاشق را جز گوشه کوی او
سوی نرود هرگز صد وسعت صحرائی

شد چاره ز دست من ای عشق کرم فرما
ای تاب و توان من رفته طاقت یارائی

شوریده سر از موی تو سنبل بگلستانها | وز روی تو بلبل را هر لحظه نواهائی
هر سینه ز سوز تو آتشکده‌ئی باشد | هر چشم ز سیل خون طوفانی و دریائی
تنها نه قیامت را هر کار بود برهم | صد فتنه بپا گردد زین قامت رعنائی
در یاد لبت واله محو مژه تا زه | وز بادهٔ عشق تو هر دستی و مینائی
من از پی وصل او تدبیر چه اندیشم | کافتاده سر و کارم با دلبر خودرائی

افکنده از خوبی شوری به جهان عشق
چون بنده ترا بود **فرد** ای بت زیبائی

با چنین ناز گر ای سرو خرامان گذری | بلبل از گل گذرد گر بگلستان گذری
ناز را با تو نیازیست بهنگام خرام | وقت آنست که با ناز خرامان گذری
خلق را کار دو عالم همه برهم گردد | بر سر بام چو با زلف پریشان گذری
لعل جان بخش تو انگیخت بعالم شوری | فتنه خیزد چو سر خاک شهیدان گذری
منتی هست ز ناز تو بر ارباب نیاز | سر براه اند همه خلق که جانان گذری
جلوهٔ حسن تو محتاج بزیور نبود | حشر برپا شود آندم که بسامان گذری
زاهد از شیوهٔ آن طرهٔ هندو اندیش | ترسم از خود گذری وز سر ایمان گذری
جرعه‌ئی گر بکشی از لب لعلش ناصح | خود ز تقوی گذری وز سر سامان گذری
بوی پیراهن یوسف ببر از مصر صبا | ارمغان گر طرف وادی کنعان گذری
چند باشی هدف تیر نگاه نازش | ترسم ای دل که بیک غمزه از ایمان گذری

غمزه مردم کش و لعل جان ده و گیسوی پریشان
فرد از جان گذرد گر تو بدینسان گذری

چه گویم بوصف کلام کسی | که جان بخش باشد پیام کسی
بجنبان صبا شاخ سرو چمن | که یاد آیدم آن خرام کسی
سلیمان باین شاهی جن و انس | کمینه گدای غلام کسی
مده پندم از یاد او ناصحا | که دارد مرا زنده نام کسی
خمارم نباشد باین نشه‌ام | که می خورده بودم ز جام کسی
چه گوئی ز فصل بهار ای صبا | که نتوان رهائی ز دام کسی

به از صبح نوروز باشد مرا — سواد سر زلف و شام کسی
برفتار خود کبک چندان مناز — ز خود رفته ام از خرام کسی
ز رویش برد غیرتی آفتاب — بود مطلع صبح بام کسی
عبث آن صنم را برهمن شدم — که دل برده ناگشته رام کسی

اگر فرد در عشق خامی مشو
که پخته نشد از تو خام کسی

تو چنان بناز محوی که نیاز من چه دانی — تو که ماه سرو مهری ز گدا ز من چه دانی
من و طاق ابروی تو که مراست سجده گاهی — تو صنم که خود پرستی ز نماز من چه دانی
تو بناز مستی خود و لبم چو لب نهادی — بخود آ بچه ناز کردم تو ز ناز من چه دانی
بتو حال خود چه گویم که حکایتی دراز است — تو که نشنوی چو حرفی ز دراز من چه دانی
ز دو چشم سیل اشکی ز لب فغان و آهی — تو چرا ز من رمیدی تو ز راز من چه دانی
بغمت اگر بسوزم تو بگو چه چاره سازم — چو ز سوز من ندانی تو ز ساز من چه دانی

سر من فدای پایت چه بخاطر تو آمد
که بفرد خود گذشتی صنما ز من چه دانی

صبا با او سلام من نگفتی — همه گفتی پیام من نگفتی
چو می پرسید نام من بصد لطف — چه ننگ آمد که نام من نگفتی
چو میلش سوی افسانه شنیدی — چرا از صبح و شام من نگفتی
باشعارش چو میل طبع دیدی — ز نظم بی نظام من نگفتی
نیاوردی جوابی از پیامم — ببزم او کلام من نگفتی
رقیبان را چو شیرین کام دیدی — ز تلخیهای کام من نگفتی
به پیش پختگان عشق آن شوخ — ازین سودای خام من نگفتی
چو می میریخت در جام رقیبان — باو از حال جام من نگفتی
بسیر گل دلش چون بود مایل — ز رنگ زرد فام من نگفتی
چو ذکر از حج و طوف کعبه میرفت — بکویش از قیام من نگفتی
ز بیماریش که درمان مرضها است — ازین درد مدام من نگفتی

[illegible]

چشم او که قتل عاشقان کرد
ز کار ناتمام من نگفتی

ببوی زلف مشکینش بصد شوق
سلامی از مشام من نگفتی

چو بوی زلف مشکینش شمیدی
تمنای مشام من نگفتی

چو با او بر لب بامش نشستی
ز حال زیر بام من نگفتی

ز یادش رفته گر بودم بذکری
سر حرفی ز نام من نگفتی

بهار سینهٔ پر سوز و داغم
ز سرو خوشخرام من نگفتی

چو می‌جست او نشان منزل من
چرا کویش مقام من نگفتی

کمینه بنده است شد فرد و گاهی
بحق او غلام من نگفتی

صبح عید من است روی کسی
شام من زلف مشکبوی کسی

از خودم برد آرزوی کسی
من و دل میرویم بکوی کسی

گردش روزگار من باشد
گردش چشم فتنه‌جوی کسی

سخن دوست میکنم تکرار
لب من هست و گفتگوی کسی

با رقیبان تلطف و اخلاق
من و گریه ز تند خوی کسی

از پریشانیم چه می‌پرسی
گشتم آشفته‌تر ز موی کسی

قدر و قیمت شکست طوطی را
لب شیرین و گفتگوی کسی

بس که بهای چشم چون بداغ دلم
نه بهار سود دشت و شوی کسی

گرد آواره کو بگو ما را
شوق دیدار و جستجوی کسی

چه گشاید دلم ز نکهت گل
به دماغم نمود بوی کسی

مدتی ست که قاصدی نامد
بمن خسته دل ز سوی کسی

قامتم خم ز بار عشق نمود
سرو نورسته از جوی کسی

می‌نمایم ز صافی طینت
همچو آیینه روبروی کسی

صبر ز آرام دل بباید کرد
فرد تا در سر است هوی کسی

چشم زار من است و روی کسی
آبشار من است و جوی کسی

روزگاریست و یاد روی کسی
شب تار و خیال موی کسی

دل من هست و جستجوی کسی
سر من هست و خاک کوی کسی

از دل گم شده سراغی نیست
جسته ام بسکه مو بموی کسی

چشم را مژده ز نور رسید
در مشامم رسید بوی کسی

تنگ تا کی ز عاشقان ای شوخ
چشم تو ریخت آبروی کسی

راه خود گیر ناصحا چون فرد
نکند گوش گفتگوی کسی

حسن را از روی خوبیت گر نبودی یاوری
آمدی از حسن کی این شیوهٔ غارتگری

از پی تسخیر نبود حاجت افسونگری
گردش چشم تو سازد کار سحر سامری

خوبرویان جهانت گر همی دادند دل
کی توانستی نمود از عشوهٔ حسن دلبری

در دلم زد ناوکت چاکی که تدبیرش نبود
گر نکردی سوزن مژگان تو بخیه گری

نازم آن تار نگاهت را که میدارد نگاه
دفتر گل را بیک شیرازه از ابتری

از رقیبان عشق را میکردمی پنهان ولی
شوخی دست و گریبان می کند پرده دری

قامتت را سرو گفتم بس خجالت میکشم
زانکه از طوبی بحسن قد صنم بالاتری

کیست یارب آنکه ما را این چنین دیوانه کرد
بیخودم چندانکه نشناسم فرشته یا پری

صبر از دل کرده بودم فرد چون دیدم باز
این ادای شوخی و این ناز و بنده پروری

گرفتارم بعشق نازنینی سرو بستانی
منور چهره زهره جبینی ماه تابانی

بتی جلوه فروشی کاروان ناز و مه پاره
عزیز مصر حسن و شمع روی ماه کنعانی

شکر گفتار و شیرین لب بهٔ بالا نیشکر قامت [یعنی دراز ۱۲]
دهد از شربت اعجاز در هر مرده جانی

حلاوت بخش کام تلخ کامان از شکر خنده
حیات جاودانی بخش از چاه زنخدانی

پریزادی سراپا آفتی سر فتنهٔ دوران
بلای شوخ چشمی ترک عیاری و جانانی

چو طفل نازپیکر چست و چالاکی جفاکاری
غزالی وحشی آهو رمی برچیده دامانی

زکاکل دام بردوشی شکار افگن ستمگاری
تغافل پیشهٔ عاشق فراموشی فسون دانی

جهان را یک تجلی زار از حسن تو می بینم
تماشای گلی می کردم و دیدم گلستانی

چرا دشوار بنود فرد را پیش تو خود داری / چو آئی بر سر فرد خود ملے ظالم بسامانی

دلم بربود یارے نیک خوئے / جوانے پاک طینت خوب روئی
منور ساز روز از طلعت رو / سواد افزاے شب از تار موئی
نقاب از مو بردی شب پرستان / سحر ساز سحرخیزان بروئی
ز حسنی محشرے در خلق انگیخت / فگنده در جهانے هاے و هوئی
بغارت برده آب و رنگ گلها / نسیم ازلو گرفتارش ببوئی
ز سبزه بر لب چاه زنخدان / گل نیلوفری بر روے جوئی
ز ابرو لیش سر زاهد بسجده / ز چشمش محتسب بیخود بکوئی
چو نام خویش با دا کاظم الغیظ / درم گر پرده سازد رفوئی

بزمت چون رود فرد از کرم گاه / نشستن را اشاره کن بسوئی

ز من بربود دل ابرو هلالے / بتے زهره جبینی مه جمالی
ز باغ زندگانی رسته نخلی / ز سرتا پاے [illegible] نوالی
برسم دلبری یکتاے عهدے / بکار جان فریبی باکمالی
لبش قندے و گفتارش نباتے / بقامت نیشکر شیرین مقالی
بزیبائی چو یوسف بادشاهی / برعنائی گلے تازه نهالی
مگس بر انگبین خال لبش یا / نشسته بر در حجره بلائی
بدست آورده دلهاے جهانے / گرفته ملک هندستان تنهائی
عذارش صفحه از سوره نور / ز رو خندان گلے فرخنده فالی
ز چینشهاے گیسو عاشقان را / بلاے صبر و راحت را وبالی
تغافل پیشه وعده فراموش / بگذراند بکار لمحه سالی
من اندیشه اغیار و شبها / بپاس غیر او هم در خیالی
نوازشهاے بیجا دارد به اغیار / ز من با صد عتاب و صد ملالی
بصورت یوسف مصر وجاهت / بسیرت چون خلیلے خوش خصالی

چه باشد گر لب لعل تو روزے مسیحائی کند با خسته جانے

فراموشت مبادا نام فردم
که دارد از تو امید نوالے

اے بلاے ناگہانی تابکی بر دلم نامہربانی تابکی
عمر در ہجرت بسر تا کے برم جان من این سخت جانی تابکی
در تمناے لبِ لعلت کشم منت این زندگانی تابکی
نیستم چون خضر بر عمر اعتماد از وصالت کامرانی تابکی
دفتر اغیار خواندی حرف حرف نامہ ہاے شوخ خوانی تابکی
جان برون ناید ز ذوق زخم تو تیر دیگر وارہانی تابکی
سینہ ہاے عاشقانت ریش ریش از خدنگِ لن ترانی تابکی
لخت دل بہر سگت دارم نگاه حسرت این میہمانی تابکی
درگذشتم از نگہبانی دل بر در دل پاسبانی تابکی
جان بلب آمد بامید وصال غمزہ این جان فشانی تابکی
خوش مغان فرمود با من نکتہ مے بخور در فکر مانی تابکی
وصل یک دم دولت جاوید نیست فکر عمر جاودانی تابکی
بال ہمت برکشا شہباز وار ہمچو عنقاے نشانی تابکی
سر بکف دارند خلقے در رہت انتظار تیغ رانی تابکی
داد پیر مے فروشم ساغرے گفت اندوہ جوانی تابکی

بہر مشق غمزہ جانم بس بود
جان فرد این جان ستانی تابکی

از رو فروغ صبحی وز مو سواد شامی اے کار حسن از تو دیدہ رخ تمامی
تا بر ورت نشستم گم کردہ نام ہستم ہر کس کہ پرسد از من گویم نام نامی
تلخ آیدم چہ بینم من بر امید میرم تو با لب شکر ریز با غیر ہمکلامی
خوردم فریب و عشق شیرین لبے گزیدم کوہے فتاد بر سر ما ہیم و تلخ کامی
تا طعمہ می توان شد بہر سگ تو روزے این پارہ ہاے دل را دارم ازان گرامی

اے دعوت شب من وے ورد صبحگا ہم — حاشا دگر بنا شد جز یاد اسم سامی
نہ پیک و نہ نسیمے نہ ہدہدے نہ آہے — ہجر تو کشت ما را از رنج بے پیامی
نتوان گہے رہائی از بندگی این در — چون سرنوشت من شد این سرخط غلامی
ترسم کہ سر دگر دد بازار مے فروشان — مگذر بکوے رندان مستانہ گر خرامی
خاموش از جوابم اے غنچہ لب چرائی — رد کن سلام بر من ناخوش گر از سلامی
از جبہ و عمامہ تاکے بزیر باری — تا چند پاے در گل در کوے نیکنامی

پیر ضعیف گشتی شایستہ چہ کاری
کس چون ترا پذیرد اے فرد در غلامی

بر د ایمان بگرو روے رسول عربی — سر و سودا و من و ہوے رسول عربی
دولت صبح ازل روے رسول عربی — رونق شام ابد موے رسول عربی
تا بگوش است مرا حلقہ زنار زلفش — من و این سلسلہ موے رسول عربی
مایہ دلبری ماہ رخان خوئی بس — دلفریب است ہمہ خوے رسول عربی
خفتہ پیرہن یوسف و گلہاے چمن — ہمہ پارینہ شد از بوے رسول عربی
زاہدان را بود از تکیہ بر زہد و طاعت — ناز تشم ہست بیازوے رسول عربی

قمری سرو نسیم فرد کہ باشم در باغ
عاشقم بر قد دلجوے رسول عربی

بے نشانے کہ از و نام و نشان می طلبی — بنگر آئینہ روے رسول عربی
مطلع نور ازل غیر جمالش نبود — ہست جبرئیل امین شیفتہ زین بوالعجبی
من عاصی ہوس مجلس قدسش چہ کنم — چون زپا کان بود این فکر و رشش بے ادبی
جلوہ ناکردہ فگندہ بجہان غلغلہ — می درخشید جمالش ز رخ مطلبی
دفتر معجز عیسی کہ جز افسانہ نماند — باز شد تازہ بعہد تو ز اعجاز لبی

بخت بیدار گرے فرد تمنا داری
این شب عمر بسر کن بدر پاک نبی

بعشق خود مرا دیوانہ کردی — چہ کردی کز خودم بیگانہ کردی
چو برافروختی شمع رخ خویش — جہانے را چو من پروانہ کردی

فگندی از سرم بار خرد را
بکارم همت مردانه کردی

ز عمری داشتم پیمان تقوی را
همه بر باد یک پیمانه کردی

بنای زهد و بزم میگساران
خراب از جلوهٔ مستانه کردی

ربودی دل ز مهرویان عالم
خرام ناز چون ترکانه کردی

ستم کردی برندان گر نگاهی
شکست چند صد خمخانه کردی

دلم را رشک صد جنت نمودی
گذر چون اندرین کاشانه کردی

خرد گم کردم و دیوانه گشتم
چه سحری بر من فرزانه کردی

بگفتی با رقیبان راز عشقم
جفای بر من ای جانانه کردی

همیشه خانهٔ حسن تو آباد
هزاران خان و مان ویرانه کردی

چه کردی با من ای مقصود عالم
مرا از دو جهان بیگانه کردی

چه کردی خانه آباد دلم را
بعشق خویشتن ویرانه کردی

شدا کنون جای طعن هوشمندان
عبث فرد مرا دیوانه کردی

چه دریابد ترا فکرم که در عقلم نمی آئی
چه داند را ز تو جانم که جانرا از تو دانائی

جهانی جان بلب از حسرت یک نکته از تو
چه فهمد کس کمال تو که در هر وصف یکتائی

چه قدر دیده تا بیند جمال با کمال تو
که چشم اهل بینش راست از ذات تو بینائی

ندارد تا حدیث مجلس انس تو ره گوشی
چه داند گوش این رمز یکه چون آمد شنوائی

برون از فهم و وهم وصل و هجران کاچنان هستی
نمیدانم چرا هر کس بعشق تست سودائی

سرکه زمین بوالعجب کاری بفرد خویش هم یکجا
که گفت از پرده بیرون آو ای شمع هر جائی

که ترا بگفت جانان که برون ز خلوت آئی
سر انجمن نشینی دل عالمی ربائی

که گرفت دامن تو که کشید سوی خویشت
که باین حدیکه داری تو بدام کس نیائی

نه همین منم غلامت همه خلق بندهٔ تست
چو نه از عالم ما چه کسی و از کجائی

بخیال و رسائی نه بدیده جای داری
دل خلق چون ربودی پی صید جان چرائی

بکس نداشت راهی که نهان چو گنج بودی
کشش که داد اذنت که تو پرده بر کشائی

زمنت نشان که داده بدلم که جلوه کردی
که رساندتا باینجا که بفرد رونمائی

کس ندیدم صنما همچو تو یک سیم تنی — نرگسی چشم و سهی قامت و نازک بدنی
غنچه لب لاله رخ و چهره خندان چون گل — نیشکر قامت و طوبی قد و سرو چمنی
در دهان تو زبان پاره قند مصری — لبت از سبزهٔ خط طوطی شکّر شکنی
نیست زیبا گل رعنا پی تشبیه تنت — که براست از ورق گل به تنت پیرهنی
کامیاب از دهن تنگ تو کس چون گردد — کس ندیده است بجز نام نشان دهنی
خون دل نافهٔ تاتار ز مشکین جعدت — ای بهر تار سر زلف تو بسته ختنی
در سخن قند که شیرین دهنان میریزند — نیست پیش لب نوشت بحساب سخنی
پای بیرون منه ای دل که بیفتی رو لنگی — در خم زلف کسی یا که بچاه ذقنی
خضر را سهل بود طی سواد ظلمات — لیک دشوار بود از تو سراغ دهنی

چنان بلبل فرد بکویت شده بی پروائی
عندلیبا نبود چو تو سری ز غم پیدا الهی

آگاه ز سوز دل سوزان شده باشی — بر تربتم ای شمع که گریان شده باشی
تا با سر زلف تو هر انگشت سر و کار — سودای هر آویده پریشان شده باشی
چون کعبه و دیر است همه سیر گه تو — آشوب همه گبر و مسلمان شده باشی
بر همچو من صید ضعیفی که زدی تیر — از مردن من سخت پشیمان شده باشی
هر سو نگه حیرت تو میدود امروز — ای دیده مگر بر رخ حیران شده باشی
ای دل که دگر رفتی و پندم نشنیدی — دیوانهٔ آن زلف پریشان شده باشی
بو کردی و بگذاشتی ای سنگ دل من — آزرده مگر زین دل بریان شده باشی

چون بار دگر عزم دل فرد نکردی
رنجیده ازین خانهٔ ویران شده باشی

ایا طبیبی مرضت هجرا فلم تعدنی فلیت حالی — فتاده هستم به بستر غم ز ناتوانی چو نقش قالی
اگر بدانم که خواهی آمد بتربت من تو گاه گاهی — الا حرقت بنار عشقک وامت هجرا فلا ابالی
چو نیست بی تو قرار جانم ز یاد روی تو زنده مانم — فانت قلبی انت روحی وفی فؤادی وفی خیالی

بجز تو شاہے دگر ندارم بجز در تو درے ندانم
الیک تسعی و منک نرجو وان سألنا یکن سؤالی

حبیب روحی انیس قلبی سواک لیس من الیہ
وجودم از تو ظہورم از تو لانی معاد و تو ہم مآلی

جگر ز ہجر تو خون ناب است و دل گداز است و [illegible]
دموع عینی دمار صدری و لیس یخفی علیک حالی

نہ با جمال تو چون فروغ انس و نہ بدر و خورشید نیمروزہ
فمارأینا سواک احدا بلا نظیر و لا مثالی

بخاک کوے تو اوفتادہ بر آستان تو سر نہادہ
فمن یفوز مفاز فرد و من ینال بنا منالی

ثنائے اتباع ۱۲

از من بدولت غبار تا کے
بر خاک منت گذار تا کی

از بے اثری آہ یا رب
بر شیشۂ دل غبار تا کی

اے ابر کرم کجائی آخر
بر تربت من گذار تا کی

اے نو گل باغ زندگانی
در گلشن من بہار تا کی

لعل تو بکام خلق و ما را
این درد سر از خمار تا کی

اے نور فزائے چشم امید
بر فرد نکنی گذار تا کی

چون شود جبریل دربان مکانت یا علی
عرش و کرسی خود زمین آسمانت یا علی

این بگویم کہ ہستم میہمانت یا علی
ریزہ چینی طعمہ جوئی ام ز خوانت یا علی

کے توان خود را شمرد از دوستانت یا علی
فخر من این بس کہ ہستم از سگانت یا علی

لوح محفوظ است از قرآن وصفت آیتے
نیست ممکن از بشر ادراک شانت یا علی

مہر و ماہ چرخ در طوف حریمت روز و شب
کعبۂ اہل صفا بس آستانت یا علی

آسمان از وسعت درگاہ تو یک گوشۂ
پرتوے باشد دو عالم از جہانت یا علی

عرش پاندہ از پیش رفعت ایوان تو
باغ رضوان یک چمن از بوستانت یا علی

ابجد آموز از دبستان تو باشد عقل کل
باب علم مصطفی ہست از نشانت یا علی

رشحۂ از فیض علمت جملہ علم ممکنات
آدم و جن و ملک یک نکتہ دانت یا علی

اے وجودت باعث ایجاد کل کائنات
ذرہ ذرہ بہرہ مند از فیض جانت یا علی

دیدہ را بینائے حق کن از کرم یا بوتراب
سرمۂ چشم است خاک آستانت یا علی

قرب درگاہ تو دارم آرزو یا سیدی
گو گنہگارم ولے ہستم از آنت یا علی

فرد مسکین از غلامانست شاها همتی
تاز قیدش بر آیم مدح خوانت یا علی

ماه رخسا سمن بر از زیب کنار کیستی — کشته حسرت توام شمع مزار کیستی
برگ خزان رسیده ام ظلمت هجر دیده ام — چشم و چراغ کیستی تازه بهار کیستی
دست تو سرخ شد چرا خون دل که ریختی — فتنه جان کیستی یار نگار کیستی
تازه و پاک دامنت گرد رسیده از کجا — تا سر زلف و دامنت پر ز غبار کیستی
حلقه بگوش و صید تو کیست که نیست در جهان — باز بدوش دام زلف بهر شکار کیستی
کار بگریه ام فتاد تا تو بکار دیگری — تو که بکار من نه باز بکار کیستی
سرو روان و شوخ من غنچه دهان و ترک من — شعله بجز منم زدی لاله عذار کیستی

فرد بقامتش قسم راست بگو که محرمم
گریه چرا بپای سرو عاشق زار کیستی

شورشی در جنون وسعت صحرا مددی — چاک دامان مددی سلسله پا مددی
ای خرد زود بیا از در کاشانه که دوش — عشق طرحی دگر انداخت خدارا مددی
جان بلب آمد و شد صبر و شکیبائی من — درد و سامان دگر کرد مسیحا مددی
دل بسودای کسی میرود امشب از دست — جعد مشکین مددی زلف چلیپا مددی
گشت بیداری شب باعث بیماری من — چشم حیران مددی نرگس شهلا مددی
گریه ها کردم و سیراب نشد مزرعه ام — سیل طوفان مددی شورش دریا مددی

چند ای شوخ نه ای بر زده دامان گذری
خاک از راه تو شد فرد خدارا مددی

نی مست خراباتم نی عاشق شیدائی — داریم نهان دردی اندر دل هرجائی
در خانه نه دم آتش حیران و پریشانم — نی دامن صحرائی نی گوشه تنهائی
گفتم بدلم بنشین کاین خانه خراب تست — گفتا که نمی آیم در خانه یغمائی
مردیم نه بالینم برخیز طبیب اکنون — سودی نکند ما را این طرز مسیحائی
ای فرد پریشانی تا چند بیا بگزین — یک کلبه احزانی از عالم یکتائی

تمام شد دفتر اول

اعلان عام

دیا جاتا ہے کہ شائقین دیوان فرد خوش ہون

اور اس نعمت بے بدل کے حاصل کرنے مین تعویق نکرین کیونکہ

اتفاقات سے ایسا مبارک وقت آگیا ہی کہ حسین دیوان فرد کا دفتر

اوّل طبع ہوگیا ہی اور شائقین حضرات کی مدّت کی تمنا پوری ہوگئی

اسلئے مناسب ہے کہ جہانتک جلد ممکن ہو اپنی مراد کے حاصل کرنے مین

کوشش کرین دیوان فرد جیسی متبرک کامل کتاب کی قیمت

مبلغ تین روپیے علاوہ محصولڈاک بالکل کم ہی خریداران کی

کثرت سے دیوان ہاتھون ہاتھ نکلا جاتا ہے اگر آپ حضرات

غفلت کرینگے تو مفت مین حاصل شدہ دولت ہاتھ سے کھو دینگے

دفتر معارف پھلواری ضلع پٹنہ سے جلد طلب کیجیے

المشتہر

محمد حسین منیجر